سوانح امام اعظم ابو حنیفہ
امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت
کے مبارک احوال
مصنف
حضرت شاہ ابو الحسن زید فاروقی مجددی
(فاضل جامعہ ازہر)
الفاروق بک فاؤنڈیشن۔ لاہور

امام الائمہ حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ

کے مُبارک احوال

مصنّف

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

(فاضلِ جامعہ ازھر)

الفاروق بُک فاؤنڈیشن۔ لاهور

نام کتاب	سوانح امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ
مصنف	حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فاضل جامعہ الازہر
ناشر	الفاروق بک فاؤنڈیشن، لاہور۔
اشاعت	نومبر 1999ء
طابع	تخلیق مرکز پرنٹرز، لاہور۔
قیمت	-/200 روپے

اسٹاکسٹ
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون: 7221953

فہرست کتاب امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ النعمان زوطی کوفی رحمہ اللہ ورضی عنہ

موسوم بہ اسمِ تاریخی "امام اعظم ابوحنیفہ کی سوانح"

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ

تقریظ

عالی مقام مولانا قاضی سجاد حسین صاحب زاد اللہ مکارمہٗ سابق مدیر و صدر مدرس مدرسۂ عالیہ فتحپوری دہلی ۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

امابعد۔ ہند و پاک میں ایسے اہلِ علم کم ہوں گے جو حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی زِیْدَ لطفہ کے محققانہ مزاج اور ژرف نگاہی کے قائل نہ ہوں۔ مولانا کی متعدد تصانیف اہلِ علم کی نظر میں تحقیق و تنقیح کا اعلیٰ مقام حاصل کرچکی ہیں۔ اب مولانا نے امام الائمہ حضرت ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالات میں یہ کتاب مرتب فرمائی ہے اور اس میں امام اعظم کے احوال پر دادِ تحقیق دی ہے۔ ائمۂ دین میں سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر موافق و مخالف جس قدر لکھا گیا ہے، اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ بڑے بڑے اہلِ قلم اور ائمہ نے امام صاحب کے احوال قلم بند کرنے کا شرف حاصل کیا ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ امامِ عالی مقام کی شخصیت علماء ہی کے لئے نہیں بلکہ ائمۂ امت کے لئے بھی شغلِ راہ ہے۔ آپ ہی کی ذاتِ گرامی ہے جس کو ائمۂ متبوعین میں شرفِ تابعیت حاصل ہے اور آپ کی ذاتِ گرامی عام علماء کے لئے نہیں بلکہ دیگر ائمہ کے لئے متبوع ہے۔

یہ بات محقق ہے کہ امام مالک مدینہ طیبہ میں امامِ اعظم کی تشریف آوری کے منتظر رہا کرتے تھے تاکہ اُن سے مسائل میں رہنمائی حاصل کریں اور بسا اوقات حضرت امام کے ساتھ علمی مذاکرہ میں ان کی پوری پوری رات گزر جاتی تھی۔ ایک بار ایک طویل مذاکرے سے فارغ ہوکر اپنے شاگردوں کے حلقہ میں پہنچے تو پسینہ سے تر تھے۔ شاگردوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ امام ابوحنیفہ سے مذاکرے میں، میں پسینہ پسینہ ہوگیا، بے شک وہ بہت بڑے فقیہ ہیں۔

امام شافعی تو ایک عرصے تک امام محمد کے شاگردوں کے حلقہ میں رہے ہیں۔ عام درس کے علاوہ خصوصی طور پر بھی امام محمد نے آپ کو تعلیم دی ہے اور طرح طرح کے انعامات سے بھی نوازا ہے۔ امام شافعی نے باربار فرمایا ہے کہ علم اور دنیوی معاملات میں مجھ پر امام محمد کا جس قدر بڑا احسان ہے کسی اور کا نہیں ہے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام محمد جیسا صاحبِ علم و فضل کوئی دوسرا شخص نہیں دیکھا۔ امام محمد کی عظمت کی وجہ سے وہ ابوحنیفہ کے اس قدر مداح تھے کہ فرمایا کرتے تھے، جس کو فقہ حاصل کرنا ہو وہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو لازم پکڑے کیونکہ فقہ میں سب ان کے محتاج ہیں۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ میں نے امام محمد سے ایک

اونٹ کے بوجھ کی بقدر کتابیں لکھی ہیں، اگر امام محمد نہ ہوتے تو مجھے علم سے کوئی مناسبت نہ پیدا ہوتی، علم میں سب لوگ اہلِ عراق کے محتاج ہیں اور اہلِ عراق اہلِ کوفہ کے اور اہلِ کوفہ امام ابو حنیفہ کے دستِ نگر ہیں۔ اور ایک بار جب وہ بغداد میں مقیم تھے فرمایا کہ میں روزانہ امام ابو حنیفہ کی قبر پر حاضر ہو کر برکت حاصل کرتا ہوں اور اپنی کسی پریشانی کے رفع ہونے کی ان کی قبر پر پہنچ کر خدا سے دعا کرتا ہوں تو وہ پریشانی بہت جلد رفع ہو جاتی ہے۔

امام احمد بن حنبل نے ارشاد فرمایا۔ حدیث میں میرے سب سے پہلے استاد ابو یوسف ہیں اور میں نے ان کے پاس رہ کر تین الماریاں بھر حدیثیں ان سے لکھی ہیں۔

اب حضرت مولانا ابو الحسن زید نے بھی باوجود اپنی پیرانہ سالی کے امام ابو حنیفہ کے سوانح پر قلم اٹھایا ہے۔ مولانا کی اس کتاب کے مسودہ کو میں نے حرفاً حرفاً پڑھا ہے۔ اس تصنیف میں مولانا کے پیشِ نظر اس موضوع پر متقدّمین کی اکثر و بیشتر کتابیں ہیں اور مولانا نے نہایت دقتِ نظر سے مطالعہ کر کے اس کا عطر اس کتاب میں حوالۂ قلم کیا ہے اور حضرت امام کی شخصیت کے تمام پہلوؤں پر گراں قدر معلومات پیش کی ہیں اور قادحین کے اعتراضات کے مسکت جوابات حوالۂ قلم کئے ہیں۔ حضرت امام کے معاملہ میں محدّثین کے ظلم و زیادتیوں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔ میری نظر میں مولانا کی یہ کتاب اس موضوع میں جملہ تصانیف کی امین ہے اور اس کے مطالعہ کے بعد اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ اس موضوع پر دوسری تصانیف کا مطالعہ کیا جائے۔

میں دست بہ دعا ہوں کہ حضرتِ حق جَلَّ مَجْدُہٗ مولانا کی اس تصنیف کو قبولیّتِ عام کی دولت سے نوازے اور حضرت مولانا کی اس گراں قدر محنت کو شرفِ قبولیّت عطا فرما کر حضرت مولانا کو اجرِ جزیل کا مستحق قرار دے۔ آمین

سجّاد حسین

جمعہ۔ ۲۱ر ذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۵ر جون ۱۹۹۰ء

تبصرہ

از

جناب مولانا حکیم محمد فضل الرحمٰن شررؔ مصباحی مبارکپوری، شعبۂ معالجات طبیّہ کالج قرول باغ، نئی دہلی ۵

بِاِسْمِهٖ سُبْحَانَهٗ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و سوانح پر مشتمل کتاب "سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ" حضرت شاہ ابو الحسن زید فاروقی مدظلّہ کا علمی شاہکار ہے جو نہایت فاضلانہ شان اور مفکرانہ استدلال کے ساتھ منصۂ شہود پر آیا ہے۔

بطور تحدیثِ نعمت تحریر ہے کہ اس کتاب کے مسودے کو میں نے بالاستیعاب پڑھا ہے اور اپنی دانست میں مَیں نے ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف پر نگاہ مرکوز کی ہے۔ ہوا یہ کہ ایک دن حضرت موصوف نے مجھے طلب کیا اور فرمایا۔ حضرت امام کی سیرت پر کتاب مکمل ہو چکی ہے، لیکن پیرانہ سالی اور ضعفِ بصارت کی وجہ سے ممکن ہے کوئی لفظ صاف نہ لکھا جا سکا ہو اور چھپنے کے بعد افسوس ہو اس لئے آپ مسودہ کو دیکھ لیجئے۔ یہ سُن کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور یکایک دل میں آیا کہ خدا کے نیک بندے جب کسی پر شفقت کرنا چاہتے ہیں تو اسی طرح تَوْرِیَہ سے کام لیتے ہیں اور مقصد فیض پہنچانا ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے مسودے کی کاپی سینہ سے لگائی اور اپنی قیام گاہ آگیا۔

مولانا ابو الحسن زید فاروقی مدظلّہ سرچشمۂ ولایت حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ کی نسلِ پاک سے، صاحبِ کشف و کرامت بزرگ حضرت شاہ ابو الخیر علیہ الرحمہ کے فرزندِ صالح ہیں، جو ملّتِ اسلامیہ کا عروج دیکھ کر اب امّتِ مرحومہ کے زوال پر خون کے آنسو بہانے کے لئے باقی رہ گئے ہیں۔

پرانی دہلی کی گنجان آبادی، گہما گہمی، شور و غل اور عالمِ نفسا نفسی میں شاہ ابو الخیر مارگ پر حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر شہید رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۹۵ھ) کی خانقاہ میں جائیے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم کسی شہرِ خموشاں میں آگئے ہیں، سکوت، سکون، طمانینت اور صحرا کا سا سناٹا معلوم ہوگا۔ دروازے سے اندر داخل ہو کر دیکھئے تو جانب چپ ایک شاندار اور خوبصورت مسجد ہے۔ سامنے حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کا مقبرہ ہے، اسی قبۂ مبارکہ میں حضرت شاہ عبد اللہ المعروف بہ شاہ غلام علی (۱۲۴۰ھ)، حضرت شاہ ابو سعید احمدی فاروقی (۱۲۵۰ھ) اور حضرت شاہ ابو الخیر (۱۳۴۱ھ) عَلَيْهِمُ الرَّحْمَةُ ابدی نیند سو رہے ہیں۔ مسجد کے

متقابل جانبِ شرق میں ایک عظیم الشان کتب خانہ ہے جس میں مختلف علوم و فنون کی ہزاروں کتابیں ہیں، ان میں سے بیشتر کتب کا شمار نوادر میں ہوتا ہے اور جانبِ راست رہائش کے کمرے ہیں۔ سامنے کے بڑے کمرے (ہال) میں دیکھیے تو بالکل سادہ لباس میں نہایت صاف ستھرے فرش پر دری بچھائے ہوئے ایک کہن سالہ بزرگ لکھنے پڑھنے میں منہمک اور امام احمد رضا بریلوی کے اس قطعہ کے صحیح مصداق نظر آئیں گے۔

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن	نہ مرا ہوش بہ مدحے نہ مرا گوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد در وے	جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

یہی ہیں حضرت زید میاں صاحب جو حاجت مندوں سے بقدرِ ضرورت ملتے ہیں اور ضروری باتوں کا جواب دے کر صاف صاف کہہ دیتے ہیں۔ میاں جاؤ وقت ضائع نہ کرو۔

حضرت زید میاں کے مبلغ علم کے بارے میں اِتنا کہنا کافی ہے کہ آپ پچپن [55] برس پہلے دنیائے اسلام کی سب سے قدیم و عظیم یونیورسٹی "جامع ازہر" مصر سے فارغ التحصیل ہیں۔ عربی زبان و ادب آپ کی ڈیوڑھی کے غلام و کنیز ہیں۔ فارسی ادبیات پر آپ کی قدرت اس سے ظاہر ہے کہ آپ ایامِ جوانی میں افغان نوجوانوں کو فارسی پڑھاتے تھے اور جملہ استفسارات کا جواب اُن کی مادری زبان "پَشتُو" میں دیا کرتے تھے۔ زیرِ نظر کتاب میں متعدد مقامات پر آپ کے فارسی اشعار مندرج ہیں، آپ کی ابتدائی دَور کی تصنیفات زیادہ تر عربی اور فارسی زبان میں ہیں۔ اردو زبان کے سلسلہ میں کچھ کہنا اگرچہ تحصیل حاصل ہے تاہم اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ آپ دہلی کے روزمرہ اور قلعۂ معلیٰ میں بولی جانے والی زبان کے امین ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں دہلی کی ٹکسالی زبان استعمال کی گئی ہے۔

دہلی جو کہ اربابِ فضل و کمال کا گہوارہ رہی ہے، رفتہ رفتہ اہلِ علم سے خالی ہوتی جارہی ہے عِلم و آگہی کی ایک ہی شمع رہ گئی ہے جو دامنِ مرگ کی ہواؤں سے اب تک محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرتِ ممدوح کی عمر دراز کرے اور آپ کی تعلیمات و ہدایات سے ہمیں فیض یاب کرے۔ مَاھَبَّتِ الْقَبُوْلُ وَالدَّبُوْرُ۔ (آمین)

آپ کو علمِ ظاہر کے ساتھ سرِ باطن کا علم بھی اپنے اجدادِ کرام سے ورثہ میں ملا ہے اور بجا طور پر آپ صاحبِ حال و قال ہیں، لیکن آپ اُن صوفیا میں سے نہیں ہیں جو شریعت اور طریقت کے مابین حدِ فاصل قائم کرتے ہیں بلکہ آپ طریقت کو شریعت ہی کی ایک قسم سمجھتے ہیں جو اپنے مَقسم سے

مفاد نہیں ہے۔

زیرِ نظر کتاب آپ کی زندگی کا ایک عظیم علمی کارنامہ ہے جو عام سوانح نگاروں کے علی الرغم قدماء کے طور نگارش کی آئینہ دار ہے، جس میں نہ تو کسی کتاب کا حوالہ نقل کر کے آنکھیں بند کئے آمَنَّا صَدَّقْنَا کہا گیا ہے اور نہ امامِ ہمام کی محبّت میں اہلِ بینش کی صحیح آرار کا انکار کیا گیا ہے بلکہ روایت کو درایت کی کسوٹی پر پرکھ کر کھرے کھوٹے کی تمیز کی گئی ہے اور جن لوگوں نے حضرت امام پر بے جا اعتراضات کئے ہیں ان کا عالمانہ طرزِ استدلال کے ساتھ دفاع کیا گیا ہے۔ مفہوم و معانی میں حزم و احتیاط تو بڑی بات ہے، الفاظ کے ظواہر کی تحقیق کا یہ حال ہے کہ اگر کسی لفظ کے اعراب میں یا تذکیر و تانیث میں ادنیٰ سا شک واقع ہوتا ہے تو جب تک معتبر کتابوں سے اس کی سند حاصل نہیں کر لیتے آپ کو اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ یہی ہمارے اسلاف کا وطیرہ رہا ہے جو مرورِ ایّام کے ساتھ افسانہ کے طور سُنا جائے گا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ بلاشبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی کرامت تھے۔ اُمّتِ مسلمہ پر آپ کا یہ احسانِ عظیم رہتی دنیا تک باقی رہے گا جو آپ نے تفقہ فِي الدِّيْنِ کے تعلق سے کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت امام نے اپنی کتابوں میں ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں پیش کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے آثارِ صحابہ کا انتخاب کیا ہے، نیز تراسی ہزار مسائل بیان کئے ہیں جن میں سے اڑتیس ہزار عبادات کے باقی معاملات کے مسائل ہیں (فیض الرسول، اپریل مئی ۱۹۹۰ء بحوالہ الجواہر المضیئہ ج ۲ ص ۴۷۳) بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے، طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے، ابو نعیم شیرازی نے قیس بن ثابت بن عبادہ سے کیا خوب روایت کی ہے کہ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِي وَمُسْلِمٍ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْكَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ (مرآۃ شرح مشکوٰۃ ص ۵۸۴) یعنی اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو فارسی اولاد میں سے بعض لوگ وہاں سے حاصل کر لیتے اور بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر دین ثریا میں لٹکا ہوا ہوتا تو فارس کا ایک شخص اس کو وہاں سے حاصل کر لیتا۔ یہ فارسی النسل بالاتفاق حضرت امام اعظم ابو حنیفہ ہیں (رحمۃ اللہ علیہ) کسی شاعر نے حضرت امام کی بارگاہ میں کیا خوب نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے۔

اَعِدْ ذِكْرَ نُعْمَانٍ لَنَا اَنَّ ذِكْرَهٗ ‏ ‏ ‏ ‏ هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهٗ يَتَضَوَّعُ

اردو زبان میں امامِ ہمام کی یہ کھلی سیرت و سوانح جو پوری تحقیق اور بھرپور دیانت کے ساتھ معرضِ تحریر میں لائی گئی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بارگاہِ امام میں مقبول ہوگی۔ فَجَزَى اللّٰهُ الْمُؤَلِّفَ خَيْرَ الْجَزَاءِ۔

خاکسار (حکیم) محمد فضل الرحمٰن شررؔ مصباحی مبارک پوری

شعبۂ معالجات، طبیہ کالج، نئی دہلی ۵

۳۰ ردسمبر ۱۹۹۰ء

مُقدّمہ

کتاب "امام اعظم ابو حنیفہ کی سوانح"

از

مولانا ڈاکٹر محمد عبد الستار خاں صاحب حنفی نقشبندی قادری سابق صدر و پروفیسر شعبۂ عربی جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

فصل اوّل

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ مَنَّ عَلَيْنَا بِنِعْمَةِ الْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ، وَعَلَّمَنَا مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ مَالَمْ نَعْلَمْ، وَالشُّكْرُ لَهٗ عَلٰى مَا اَلْهَمَ مَرَاشِيْدَ الْاُمُوْرِ وَوَفَّقَنَا لِلسَّبِيْلِ الْاَقْوَمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهِ الْمُصْطَفٰى وَصَفِيِّهِ الْمُجْتَبٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النُّوْرِ الذَّاتِىِّ وَالسِّرِّ السَّارِىْ فِىْ سَائِرِ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَعَلٰى آلِهِ الْاَطْهَارِ وَاَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهِ الطَّيِّبَاتِ وَصَحْبِهِ الْاَبْرَارِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الْقَرَارِ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ ۔ اَللّٰهُمَّ وَبَارِكْ عَلَيْنَا مَعَهُمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

پاک ہے اللہ جس کا ہے زمین و آسماں — ہیں سب اس کے زیرِ فرماں ایک ہے وہ حکمراں
پالتا ہے ماہ سے ماہی تلک ہر چیز کو — ریزہ چیں ہے اس کے خوانِ فضل کا سارا جہاں
پھول کو دیتا ہے خوشبو پھل کو دیتا ہے مزا — سیپ کو دیتا ہے موتی جسم کو دیتا ہے جاں
رحمتیں اور برکتیں اپنی الٰہی اور سلام — بھیج ختم المرسلیں پر با ہمہ پیغمبراں[1]

حمد کے بعد چند نعتیہ اشعار لکھے جارہے ہیں۔[2]

وہ مہرِ اوجِ قدس وہ شمع جمالِ حق — دو ٹکڑے اک اشارہ سے جس کے قمر ہوا
وہ سرورِ زمین و زماں جانِ دو جہاں — دم بھر میں عرش و فرش سے جس کا گزر ہوا
وہ شاہ جس کے سایۂ احساں کے روبرو — شرمندگی سے غرق عرق ابرِ تر ہوا
وہ جس کے آستانۂ علیا کے سامنے — افسانۂ بہشتِ بریں مختصر ہوا
ہم لوگ کیوں نہ اس پہ فدا اپنی جاں کریں — جب سجدہ گاہ حور و ملائک وہ در ہوا

---

[1] از مقاماتِ خیر طبع دوم ص ۲۳۶ فرمودہ حضرت شاہ ابوالخیرؒ [2] از صفحہ ۵۹۹ فرمودہ حضرت شاہ ابوالخیرؒ

وہ کون ہے جو تم سے نہیں بہرہ وَر ہوا   ہاں اک نگاہ بندہ نوازا اِدھر بھی ہو

اس حمد و ثنائے ربّ العالمین اور نعتِ شہِ لولاک سالارِ بدر و حُنین کے بیان کے بعد یہ بندۂ عاجز بطور تحدیثِ نعمت عرض پرداز ہے کہ دنیا کے اس ظلمت زار میں جن کرنوں کی بدولت اس ہیچمدان کی نگاہیں منوّر، دل مُستنیر، صلاحیت کار جیسی بھی ہے برابر روشن اور گرمجوش رہی، ان کا مصدر اور منبع عالمِ اسباب میں میرے پیر و مرشد، محدّثِ دکن حضرت مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی و قادری قدس اللہ سرہٗ[1] میرے مربّیِ بے بدل، فقیہ العصر حضرت مولانا ابوالوفا افغانی رحمۃ اللہ علیہ[2] اور محققِ زماں حضرت مولانا شاہ جمیل الدین احمد علیہ الرحمۃ والرضوان[3] تھے اور اب الحمد للہ ثم الحمد للہ نبیرۂ حضرت امام ربّانی مجدّد

---

[1] حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ ابن مولانا حافظ سید شاہ مظفر حسین حیدرآبادی نقشبندی قادری معروف بہ محدّثِ دکن (۱۲۹۲ھ - ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء) عالمِ ربّانی، محدّث، فقیہ، صوفی، مصنّف، بے بدل خطیب، حدیث شریف کی سند مولانا عبدالرحمٰن سہارنپوری کے واسطے سے شاہ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے۔ طریقت کا سلسلہ حضرت سید محمد بخاری قدس سرہٗ سے حضرت شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی تک پہنچتا ہے۔ اردو میں آپ کی تصانیف تفسیر سورۂ یوسف، مواعظِ حسنہ، علاج السالکین، گلزارِ اولیا، میلادنامہ، معراج نامہ، شہادت نامہ، نورالمصابیح معروف ہیں۔ عربی میں زجاجۃ المصابیح پانچ جلدوں میں مشکاۃ المصابیح کے طرز پر ان ساری احادیث کا مستند ذخیرہ ہے جن سے فقہ حنفی مستنبط ہے۔ اس کتاب کے بارے میں مولانا عبدالماجد دریابادی نے کہا ہے "اگر مشکاۃ المصابیح کے مصنّف علامہ خطیب تبریزی حنفی ہوتے تو زجاجۃ المصابیح ان کی تالیف ہوتی۔ یہ بھی فرمایا کہ ایک ہزار برس سے احناف کے کندھوں پر جو قرض تھا اس حیدرآبادی فاضل نے اس کو سبکدوش کیا۔ جَزَاہُ اللّٰہُ عَنِ الْمِلَّۃِ الْاِسْلَامِیَۃِ خَیْرَ الْجَزَاءِ۔

[2] مولانا سید محمود بن مبارک شاہ افغانی معروف بہ مولانا ابوالوفا افغانی (۱۳۱۰ھ - ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء) عالمِ ربانی حافظ، محدث، فقیہ، استاذ، مصنف، محقق، خطیبِ جلیل، قندھار افغانستان میں پیدا ہوئے۔ رام پور، یوپی میں ایک سال مدرسۂ عالیہ میں درسیات میں شریک ہو کر اٹھارہ برس کی عمر میں حیدرآباد دکن پہنچے۔ علوم کی تکمیل جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں فرمائی اور اسی جامعہ میں شیخ الفقہ کی حیثیت سے تدریس میں عمر گزاری۔ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کی تاسیس ہے۔ اس ادارہ کا اساسی مقصد یہ ہے کہ حضرات ائمہ کرام امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد رحمہم اللہ کی اصلی غیر مطبوعہ کتابوں کو مہیا کر کے تعلیقات اور مقدمات کے ساتھ شائع کیا جائے۔ اس ادارہ کے ارکان میں امام العصر مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا علامہ زاہد الکوثری مصری، مولانا مفتی سید مہدی حسن اور مولانا یوسف بنوری علیہم الرحمہ رہے ہیں۔ الحمد للہ، الجامع الکبیر امام محمد کی، کتاب الآثار امام ابویوسف کی، مختصر الطحاوی، کتاب الحج امام محمد کی، کتاب العالم والمتعلم، کتاب النفقات از خصاف وغیرہ اس ادارہ سے شائع ہوئیں۔ مولانا ابوالوفا نے اپنی جد و جہد سے کئی نادر ترین مخطوطات جن میں امام ابوزید دبوسی، امام جصّاص وغیرہ کے مؤلفات کے عکوس شامل ہیں، جمع فرمائی ہیں۔ مولانا نے تجرّد میں زندگی گزاری۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً وَّاَفَاضَ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِہٖ۔

[3] مولانا جمیل الدین احمد بن حضرت غلام محمد (وفات ۱۹۵۶ء) عالمِ ربّانی، مفسر، معلم، مربّی، صوفی، محقق، مصنف، حیدرآباد کے مایۂ ناز علماء حضرت مولانا سید ابراہیم ادیب، مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی حسرت کے شاگردوں میں

(باقی آگے)

اَلْفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ، علاّمہ اجل، قاموس العلوم یادگار علماء سلف صالحین محقق العصر حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی ہیں۔ بَسَطَ اللّٰہُ تَعَالٰی ظِلَالَ بَرَکَاتِہٖ عَلٰی رُؤُوْسِ الْعَالَمِیْنَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَآلِہِ الطَّاہِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ

اس عاجز کی طبیعت خداوند قدوس نے اپنی مہربانی سے ایسی بنائی ہے کہ علم کی طلب اور جستجو نے ہمیشہ بے تاب و بے قرار رکھا۔

یک منعم و یک نعمت و یک منت و یک شکر　　صد شکر کہ تقدیر چنیں راندہ قلم را

مصنف علام حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ العالی سے اس عاجز کی وابستگی ۱۹۷۱ء سے قائم ہے اور جن بے پایاں الطاف و عنایات کا تقریباً اس دو دہوں میں بندہ مورد رہا ہے ان کا بیان بندہ کی زبان اور قلم سے ممکن نہیں، میرے[۱] پیر و مرشد اور استاذ اور مربی بے بدل مولانا افغانی کی روحانی اور علمی سرپرستی سے یہ عاجز بظاہر محروم ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے نوازا اور دوسری نعمت بناکر سر پر حضرت دہلوی مدظلہ العالی کی عاطفت کو سایہ فگن فرما دیا۔

لطف و کرم ہے یہ مرے ربِّ کریم کا　　چمکا دیا نصیب اس عبدِ جہول کا

حضرت والا نے تقریر اور تدریس کی بجائے اپنی مبارک زندگی کو تصنیف و تالیف میں مشغول فرمایا ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ تقریر کے الفاظ ہوا میں اُڑ جاتے ہیں جب کہ معیاری تصانیف شہرتِ عام اور بقائے دوام کا لباس پہن کر تاریخ کا ایک حصہ بن جاتی ہیں۔ ایسی کتابیں ملّت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ اگر یہ لُٹ جائیں تو ملت کی ایک متاع گویا گم ہوگئی۔

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبار کی　　انھیں دیکھیں جو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

یہ معروضات حضرتِ والا مدظلہ العالی کی کتابِ منیف "امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفۃ النعمان علیہ الرحمۃ والرضوان"، جس کا تاریخی نام "امامِ اعظم ابوحنیفہ کی سوانح" ہے۔ کے مقدمہ کے سلسلہ میں بیان کئے جارہے ہیں۔ خدائے ذوالمنن کا کس منہ سے شکر ـــــــــــــ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) سے تھے۔ حضرت خواجہ شمس الدین علیہ الرحمہ سے سلسلۂ چشتیہ میں بیعت کی اور حضرت مولانا محمد حسین ناظم دنیرتی سے خلافت حاصل کی۔ معاصرین میں پروفیسر ولی الدین، پروفیسر الیاس برنی، مولانا سید فضل اللہ، مولانا سید مناظر احسن گیلانی ہیں

[۱] آپ کی زندگی اسلام کی ایک جیتی جاگتی تصویر بلکہ اسلام کا ایک معجزہ تھی۔ حضرت مولانا ابونصر حموی قادری جیلانی پاکستانی قدس سرہٗ نے آپ کو محقق کہا ہے۔ حیدرآباد میں ۱۹۴۴ء میں انجمن احیاءِ دین قائم کی، جس میں ایک مدرسۂ حفاظ اور کئی دینی مدارس کام کرتے ہیں۔ آپ کی تصنیف "قانون کا حقیقی تصور اور انسانی آزادی"، قانونِ فطرت، مسئلہ غلامی اور حقیقی آزادی پر ایک فکر انگیز کتاب ہے۔

آپ کا تعلق کایستھ قوم سے تھا۔ آپ کے والد ماجد اور آپ مع اہل و عیال کے اسلام میں داخل ہوئے۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن

اداکروں کہ اس مبارک موقع پر مجھ جیسے ناقابل ذکر انسان اور کج مج بیان کو اس تقدیم کی سعادت سے سرفراز فرمایا۔ یہ حقیقت میں میرے لئے ولیِ نعمت مرشدِ برحق حضرت مولانا شاہ زید ابوالحسن مدظلہ العالی کی نگاہِ لطف و کرم اور مشائخ عظام کا فیضان ہے کہ خدائے رحیم و کریم نے اپنے اس عصیاں شعار بندے کو اپنے محبوب بندے کے مبارک اور مسعود شہ کار پر مقدمہ لکھنے کی سعادت سے نوازا۔ یہ فی الواقع مولائے کریم کی بندہ نوازی ہے کہ اس کے کرم سے بے جانوں میں جان پڑی اور بے زبانوں کو زبان ملی۔

دادِ حق را قابلیت شرط نیست　　　بلکہ شرطِ قابلیت، داد ہست

ہر قوم اپنی تاریخ رکھتی ہے لیکن الحمد للہ ثم الحمد للہ، ہم مسلمانوں سے زیادہ مستند تاریخ کسی قوم کے پاس نہیں۔ پھر ہمیں اس لحاظ سے بھی تمام اقوامِ عالم میں امتیاز حاصل ہے کہ اسلام سیرت و کردار کا جو سانچہ اپنے پیروکاروں کو دیتا ہے، تاریخ کے ہر دور میں اس سانچہ میں ڈھلی ہوئی بیشمار شخصیتیں ایک سے ایک عظیم تر دکھائی دیتی ہیں۔ دوسرا کوئی دین اور قوم ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ان شخصیتوں نے اپنے کردار کے چراغ جلائے ہیں جن میں بعض اوقات اُن کے رگِ گلو کا خون بھی شامل ہوگیا ہے۔ یہ حضرات بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کی زبانِ مبارک میں زمین کا نمک اور پہاڑی کے چراغ ہیں، جن سے نہ صرف ان کی ہم عصر دنیا رشد و ہدایت کا نور حاصل کرتی رہی بلکہ آج کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں بھی ان کے کردار کی شعاعوں سے ہم اپنی زندگیاں منور کرسکتے ہیں۔

کتاب پر کچھ لکھنے سے پہلے سطورِ ذیل میں مصنفِ کتاب مدظلہ العالی پر کچھ لکھنا مقصود ہے کہ کتاب کے مطالعہ سے پہلے قاری مصنف مدظلہ سے واقف ہوجائے اور قاری کے قلب و جگر میں مصنفِ علام کی قدر و عظمت جاگزیں ہو جس پر کتاب سے صحیح استفاضہ اور استفادہ ممکن ہے۔

حضرت مصنف علام نے "مقاماتِ خیر" اپنے والد ماجد حضرت شاہ ابوالخیر مجددی فاروقی قدس اللہ سرہٗ کی سوانح آٹھ سو صفحات پر لکھی ہے۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی اللہ کے لطف و کرم سے ۱۹۸۹ء میں بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوگیا۔ اس کتاب کے ص ۶۹۷ سے شروع فرما کر ص ۷۹۸ تک حضرت والا نے اپنی سوانح جس میں بچپن سے لے کر تادمِ طباعت مقاماتِ خیر میں آپ بیتی لکھی ہے، ماشاء اللہ کیا عمدہ ترتیب ہے۔ سارے وقائع مرتب، مورخ پھر اپنے علمی، دینی کارنامے ضروری تعارف اور اہلِ علم و فضل کے تبصروں کے ساتھ مذکور ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجسم جمال و کمال کے ساتھ اخلاقِ محمدی کا ایک زندہ نمونہ صفحۂ قرطاس پر رونق افروز ہے۔ شائقین سے درخواست ہے کہ ایک عالمِ ربانی کے کاروانِ زندگی کو ضرور پڑھیں تاکہ اس مبارک اور مقدس نمونہ سے اپنی زندگی کی ظلمتوں کو دور

کریں۔ یہ عاجز سطورِ ذیل میں حضرت امام اعظم قدس اللہ سرہٗ پر جو کتاب آپ نے لکھی ہے اس پر کچھ لکھنے سے پہلے حضرتِ والا کی زندگی کے چند پہلوؤں کو بتانا چاہتا ہے۔ اس لئے کہ حضرتِ والا کی زندگی ایک مثالی زندگی ہے۔ جس پہلو پر بھی نظر ڈالیں وہ مطلعِ انوار اور مہبطِ برکات نظر آتا ہے اور ملّت کو اپنی منزلِ مقصود متعین کرنے کی راہ دکھاتا ہے۔ ایسی مقدس ہستی تک جس کی رسائی ہوجاتی ہے وہ زبانِ حال سے کہہ اٹھتا ہے۔

گرچہ مُورم مگر اورنگِ سلیماں دارم　　　شاہم امروز کہ سنگِ درِ تو یافتہ ام

موضوع پر آنے سے پہلے یہ عاجز بطور مقدمہ کے چند چیزیں پیش کرنا چاہتا ہے جو علمی حقائق پر شامل ہیں۔

علامہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکاۃ المصابیح کے "باب فضائلِ سید المرسلین صلاۃ اللہ وسلامہ علیہ" کی فصل دوم میں ذیل کی حدیث ترمذی کے حوالہ سے بیان فرمائی ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قَالُوا یَارَسُولَ اللہِ مَتٰی وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّۃُ قَالَ وَ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صحابہ نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ، نبوّت آپ کے لئے کب مقرر ہوئی۔ آپ نے فرمایا جب کہ آدم روح اور بدن کے درمیان تھے۔

یعنی حضرت آدم کا صرف پُتلا تیار ہوا تھا اور روح داخل نہیں ہوئی تھی۔ اس حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منصبِ نبوّت ذاتی ہے، اَزَلی ہے، ابدی ہے۔ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر تیار ہورہا تھا اور سردارِ دوجہاں نبوّت سے سرفراز ہوچکے تھے۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس والا مرتبت اور منصبِ نبوّت لازم وملزوم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبوّت آپ پر ختم ہوگئی اور آپ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا کیونکہ نبیِ اوّلیں صلی اللہ علیہ وسلم نبیِ آخریں کی صورت میں جلوہ گر ہیں۔ فرائضِ نبوّت باقی اور قائم ہیں۔ آپ اس وقت بھی اپنی امت کے ساتھ ہیں جس طرح بعثت کے بعد تیئیس ۲۳ برس تک امت کے ساتھ رہے وصال کے بعد بھی آپ اپنی امّت کی ہدایت اور نگرانی فرماتے ہیں۔ اور آپ کی ہدایات افراد کے لئے ہوں یا جماعات کے لئے برابر جاری اور ساری ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ گنہ گار ایک حدیث شریف بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

مشکات شریف کے باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فصل دوم میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ۔

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو بھی مجھ پر سلام کریگا اللہ میری روح کو مجھ پر لوٹا دے گا تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔ ابوداؤد نے اور دعوات کبیر میں بیہقی نے روایت کی ہے۔

میرے پیر و مرشد حضرت سید عبداللہ شاہ قدس سرہٗ حدیث شریف میں مولانا عبدالرحمٰن فرزند مولانا احمد علی سہارنپوری ناشر صحیح البخاری ہیں، خادم نے جس وقت یہ حدیث شریف آپ کو سنائی، آپ نے فرمایا۔ ہمارے استاذ مولانا عبدالرحمٰن سہارنپوری نے اپنے اساتذہ کے حوالے سے یہ نکتہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد پہلی مرتبہ جب آپ پر درود پڑھا گیا اور سلام کے جواب کے لئے رُوحِ مبارک جسمِ اطہر میں داخل ہوئی تو پھر نہیں نکلی، فرشتے گوشہ گوشہ سے تسلسل کے ساتھ آپ کے امتیوں کا تحفۂ صلاۃ وسلام آپ کو پہنچاتے ہیں اور آپ جواب دیتے ہیں اور یہ سلسلہ ایک لمحہ کے لئے منقطع نہیں ہوتا۔

نسائی نے صفحہ ۱۲۸ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت لکھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِکَةً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ عَنْ اُمَّتِی السَّلَامَ۔ زمین میں اللہ کے پھرنے والے فرشتے ہیں، وہ میری اُمت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ سالارِ بدر و حُنَین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر میں حیاتِ دنیوی سے بہتر حیثیت میں بمصداق "وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی" (ترجمہ) "اور البتہ پچھلی بہتر ہے تجھ کو پہلی سے" زندہ ہیں اور اپنی امت کی نگہبانی فرما رہے ہیں۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت سید التابعین حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کے اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے۔

علامہ ابن جوزی کا بیان ہے کہ مسلم بن عقبہ کو یزید نے ایک بڑا لشکر دے کر اہلِ مدینہ سے جنگ کرنے کو روانہ کیا[1] اور حکم دیا کہ اولاً ان کو بیعت کی پیش کش کرنا قبول کرلیں تو دست کش رہنا اور انکار کی صورت میں تین دن تک شدت کے ساتھ قتل و غارت گری کا بازار گرم رکھنا اور تین دن تک حرمِ محترم نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والتحیۃ کی بے حرمتی کرکے بے دینی کی داد دینا۔

---

[1] اس فوج کشی کو واقعۂ حَرَّہ کہتے ہیں، یہ چہار شنبہ ۲۷، ۲۸ ذوالحجہ ۶۳ھ میں واقع ہوا۔ (وفاء الوفا ۱/۹۴) اور جذب القلوب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی واقعہ حرّہ۔

مسلم بن عقبہ نے حَرّہ واقِم میں قیام کیا۔ یہ جگہ مسجد شریف نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ مسلم بن عقبہ تین دن تک شرفائے مدینہ سے یزید کی بیعت پر مذاکرات کرتا رہا، لیکن حضراتِ صحابہ اور تابعینِ کرام ایک فاسق و فاجر کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے پر کسی طرح آمادہ نہ ہوئے۔ لہٰذا فریقین کے درمیان زبردست جنگ شروع ہو گئی۔

امام قرطبی بیان فرماتے ہیں کہ حضراتِ انصار، مہاجرین اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ ایک ہزار سات سو باشندگان مدینہ منورہ کو تہِ تیغ کیا گیا، سات سو حفاظِ قرآن اور ستانوے (۹۷) سردارانِ قریش کو ذبح کر ڈالا گیا [1]۔ اس دردناک سانحہ میں جب قتل و غارت کا بازار عام گرم ہوا تو کچھ لوگ شہر چھوڑ بیٹھے، بعض حضرات گھروں میں چھپ گئے، شہر کی ویرانی کے ساتھ مسجدِ نبوی بالکل ویران ہو ئی، تین دن تک نہ مسجد میں اذان ہوئی اور نہ جماعت، حضرت سعید بن المسیّب فرماتے ہیں۔ مسجدِ نبوی میں میرے سوا کوئی آدمی نہ تھا، کوئی آدمی نماز پڑھنے نہیں آیا، گرد و غبار کا یہ عالم تھا کہ نمازوں کے اوقات بھی معلوم نہیں ہو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ہے۔

إِذَا حَانَتِ الصَّلَاةُ أَسْمَعُ آذَانًا يَخْرُجُ مِنْ قِبَلِ الْقَبْرِ الشَّرِيفِ ـ لَا يَأْتِي وَقْتُ الصَّلَاةِ إِلَّا سَمِعْتُ الْأَذَانَ مِنَ الْقَبْرِ ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَتَقَدَّمْتُ فَصَلَّيْتُ، وَمَا فِي الْمَسْجِدِ أَحَدٌ غَيْرِي (وفاء الوفاء ۱/۹۴، خلاصۃ الوفاء ص۳۸، ترجمان السنۃ ۳/۳۰۴)

جب بھی نماز کا وقت آتا تو قبرِ اطہر سے اذان کی آواز سنتا، پھر اقامت ہوتی اور میں آگے بڑھتا اور نماز پڑھتا اور مسجد میں میرے سوا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ [2]

پچھلے چودہ سو برس سے ہر صدی میں ایسے واقعات رُونما ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں جن کی حیثیت تواتر تک پہنچتی ہے۔ [3] ایسی مبارک اور خوش تقدیر ہستیاں بھی ہیں جنہوں نے اپنے کانوں سے روضۂ اطہر کے اندرون سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ دُرفشاں سے سلام کے جواب کو سُنا اور بعض نے ہدایات سُنیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر امت کی اصلاح فرمائی۔

---

[1] امام قرطبی کا بیان ہے کہ مسلم بن عقبہ تین دن کے بعد اسی ارادہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوا۔ راستہ میں شدید بیماری سے دوچار ہوا، پیٹ زرد پانی اور پیپ سے بھر گیا اور بُری طرح موت کا نوالہ بنا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح ارشاد ظاہر ہوا کہ جو شخص اہلِ مدینہ سے بُرائی کا ارادہ کرے گا اور ان کو ایذا پہنچائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں اس طرح پگھلائیں گے جس طرح ـــــ نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ (صحیح مسلم ص۴۴۵) وفاء الوفاء (۱/۳۰) جذب القلوب واقعۂ حرہ۔

[2] تاریخِ مدینہ از مولانا عبدالمعبود ص۸، مکتبۃ الحبیب، رحمان پورہ، راولپنڈی، پاکستان۔

[3] ملاحظہ فرمائیں سیرت النبی بعد از وصال النبی از عبدالمجید صدیقی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور، پاکستان۔

مذکورہ بالا وضاحت کی روشنی میں حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرّہٗ کے مبارک واقعہ کو سماعت فرمائیں [1]

حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرّہٗ مسجد نبوی میں حلقہ فرمارہے تھے اور طالبین کو توجہ دے رہے تھے۔ آپ کے بزرگ حضرت عمِ اصغر شاہ محمد مظہر مہاجرِ مدینہ تشریف لائے اور تھوڑی دیر تک آپ کی کیفیاتِ باطنیہ کو ملاحظہ فرماتے رہے پھر روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور وہاں مراقبہ فرمایا اور پھر حضرت شاہ ابوالخیر کے پاس آئے اور ایک مبارک چادر آپ کے سر اور شانوں پر ڈالی۔ اور انتہائے مسرت سے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ میں تو کسی لائق نہیں ہوں، یہ چادر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے بموجب آپ کی طرف سے تمہارے سر اور شانوں پر ڈال رہا ہوں اور پھر یہ فرمایا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تم ہندوستان جاؤ۔

قارئینِ کرام ملاحظہ فرمائیں کہ شاہ ابوالخیر رحمہ اللہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ۱۸۸۸ء میں دلّی تشریف لائے اور ہزاروں بندگانِ خدا کی اور اپنے تینوں صاحبزادوں کی تربیت فرمائی۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ ابوالفیض بلال اور چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ ابوالسعد سالم نے کوئٹہ بلوچستان میں قیام فرمایا اور آپ کے فرزندِ وسط حضرت شاہ ابوالحسن زید مدظلہ العالی کا قیام خانقاہ ارشاد پناہ حضرت شاہ غلام علی معرف بہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر واقع دلّی میں رہا۔ حضرت مولانا زید مدظلہ العالی کے بارے میں حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے کوئٹہ بلوچستان میں علماء افغانستان سے فرمایا [2] "زید جائے گیر ما باشد" زید میری جگہ لینے والا ہوگا۔ حضراتِ ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ حضرتِ اقدس کا ارشاد حرف بہ حرف ثابت ہوا۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

"اُن کا کہا اللہ کا کہا ہے اگرچہ وہ اللہ کے بندہ کے حلق سے نکلا ہے"

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر ایک فرانسیسی مستشرق کا قول نقل کردوں تاکہ "اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ" فضیلت یہ ہے کہ دشمن بھی اس بات کی گواہی دے دیں" کی صورت ظاہر ہو۔

فرانسیسی مستشرق نے لکھا ہے "اس پیغمبرِ اسلام نبیِ اُمّی کی ایک حیرت انگیز سرگزشت ہے اس کی آواز نے ایک ایسی قوم کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر کے زیرِ حکومت نہ آئی تھی اپنا ایسا

---

[1] مقاماتِ خیر ص۱۷۵ بار دوم ۱۹۸۹ء۔ [2] مقاماتِ خیر ص۱۷۶۔

مطیع و فرمانبردار بنا لیا کہ اس نے عالم کی بڑی بڑی سلطنتوں کو زیر و زبر کر ڈالا اور اس وقت بھی وہی نبی امی اپنی قبر کے اندر سے لاکھوں بندگانِ خدا کو کلمۂ اسلام پر قائم رکھے ہوئے ہیں۔ [1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ (سورۂ حج آیت ۷۵) اللہ فرشتوں اور انسانوں میں سے جسے چاہتے ہیں اپنے پیغام کی اشاعت کے لئے منتخب فرمالیتے ہیں بے شک اللہ خوب سننے والے اور خوب دیکھنے والے ہیں۔

اس مبارک آیت کی روشنی میں حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ العالی کی بابرکت زندگی کا اگر مطالعہ فرمائیں جو "حیاتِ طیبہ" کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے تو یہ حقیقت ظاہر ہو جائے گی کہ خدائے ذوالجلال والاکرام اپنے جن بندوں کو اپنے دینِ حنیف کی خدمت کے لئے منتخب فرماتا ہے اُن حضرات کو کس طرح تیار کرتا ہے۔ مولانا کی ولادت ۱۹۰۶ء کو خانقاہ ارشاد پناہ دلی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ بزرگوار حضرت شاہ ابوالخیر کے علاوہ دیگر اہلِ علم حضرات سے حاصل فرمائی۔ پھر دلی کے مشہور و معروف مدرسۂ مولوی عبدالرب میں آپ کو آپ کے حضرت والد نے داخل کیا اور آپ نے حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھی (متوفی ۱۹۲۸ء)، حضرت مولانا محمد شفیع داماد حضرت مولانا محمود الحسن (متوفی ۱۹۶۰ء)، مولانا حکیم محمد مظہر اللہ (متوفی ۱۹۶۶ء) اور مولانا محبوب الٰہی (متوفی ۱۹۷۱ء) سے علومِ دینیہ کی تکمیل کے بعد دورۂ حدیث شریف کیا اور پھر حجِ بیت اللہ کر کے اپنے برادرِ خُرد (متوفی ۱۹۸۸ء) کے ساتھ جامعۂ ازہر میں تحصیلِ علم کے لئے مصر کا قصد کیا اور تقریباً پانچ سال وہاں قیام رہا۔ جامعہ ازہر کے اساتذہ میں معروف حضرات، علامہ اجل شیخ یوسف دجوی، استاذ الاساتذہ علامہ محمد بخیت المطیعی الحنفی، استاذ الاساتذہ علامہ دسوقی شیخ علی شائب اور شیخ حبیب اللہ مالکی شنقیطی سے استفادہ کیا اور حدیث شریف کی اسنادِ عالیہ حاصل کیں، اور حدیث شریف کی اسنادِ عالیہ فاس کے مشہور محدث سید محمد عبدالحی الکتانی اور دمشق کے محدثِ شہیر شیخ بدرالدین اور مکہ مکرمہ کے علامہ ابوالفیض عبدالستار صدیقی اور مجاہد کبیر سید احمد الشریف السنوسی سے حاصل کیں اور ۱۹۳۶ء کو ازراہِ فلسطین، شام، عراق دلی واپسی ہوئی۔ مسجدِ اقصیٰ میں ایک دن مغرب کی نماز آپ نے پڑھائی اور "خلیل الرحمٰن" جا کر حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق حضرت یعقوب، حضرت یوسف علیہم السلام کے مزارات کی زیارت کی۔ حضرت زکریا کے مزار شریف بھی گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے ولادت کی زیارت کی اور اس گرجے کو دیکھا جس کو کنیسۂ قیامۃ کہتے ہیں۔ اس کے دروازے کے سامنے وہ مختصر مسجد ہے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی تھی۔ اِس مبارک مسجد

---

[1] "تمدنِ عرب" از ڈاکٹر گستاولی بان بحوالہ تفسیر معارف القرآن از مفتی محمد شفیع پاکستان طبع جدید ص۱۶۳

میں دُو رکعت نفل پڑھی پھر شام میں اور عراق میں حضراتِ صحابہ اور اولیائے عظام اور حضرت امام الائمہ امام ابو حنیفہ کے مزارِ پُرانوار کی زیارت کی اور وطن مالوف پہنچ کر توکّل و رضا کی وادیٔ ایمن میں بیٹھ کر اُمتِ مُسلِمَہ کی ہدایت کے سامان فراہم کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ تادیر اس چشمۂ ہدایت کو باقی اور دائم رکھے۔

اس موقع پر یہ عاجز "مقاماتِ خیر" کے تبصرے میں سے جو اس عاجز نے لکھا ہے کچھ عرض کرتا ہے۔ عاجز نے لکھا ہے۔

اِس کتاب کو پڑھ کر اور حضرت مصنّف کو دیکھ کر یہ کمترین بہ بانگِ دہل کہتا ہے۔

بہ دہلی رَو اگر در جستجوئے آبِ حیوانی

ماشاء اللہ آپ ایک پہلو دار شخصیت کے حامل ہیں۔ شریعت اور طریقت کے سرتاج، دین و مذہب کے ماہر، علمِ حدیث کے کامل، علمِ قرآن کے فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے سخن شناس اور عظیم سخنور ہیں۔ عربی، فارسی اور اردو (تینوں زبانوں) میں طبع آزمائی فرماتے ہیں۔ کلام میں کہیں بھی آورد نہیں آمد ہی آمد ہے۔ چاہے کلام عربی ہو، چاہے فارسی، چاہے اردو۔ تلمیذُ الرحمانی کی شان جھلکتی ہے اور یہ حدیثِ مبارک یاد آتی ہے۔ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا۔ بے شک بعض شعر سراسر دانائی ہوتے ہیں اور بلاشبہ بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔

حضرت مخدومنا قاضی سجاد حسین مدظلہ، سابق پرنسپل مدرسۂ عالیہ فتحپوری دہلی، مصحّح فتاویٰ تاتارخانیہ نے ایک ملاقات کے دَوران فرمایا کہ مولانا زید کے قریحہ اور ملکۂ شعر گوئی پر حیرانی ہوتی ہے کہ اس عمر رسیدگی میں عربی، فارسی اور اردو میں جب چاہتے ہیں اچھے اچھے اشعار موزوں فرما دیتے ہیں۔ یہاں بہ طورِ نمونہ تینوں زبانوں کے چیدہ اشعار ہدیۂ ناظرین ہیں۔

حضرت مجدّد کی اولاد امجاد میں سے حضرت محمد حسین سرہندی فاروقی قندھار افغانستان سے اپنے والد ماجد کے ساتھ سندھ تشریف لے آئے اور نائد ضلع میں شہر پارکر میں مقیم ہو گئے، اتفاق سے کوئٹہ کے زلزلہ پر لکھا گیا مرثیہ موسوم بہ "اشکِ غم" ۱۳۶۱ھ ان کی نظر سے گزرا، انہوں نے حضرت مدظلہ العالی کو منظوم مکتوب ارسال کیا اس کے چند شعر ملاحظہ فرمائیں [1]

قَدْ اَتیٰ مِنْ صَاحِبِ الْمَجْدِ الْاَصِیْلِ — خَیْرُ اِرْشَادٍ اِلَی الْعَبْدِ الضَّئِیْلِ

نَامَۃُ سِلْکِ لَاٰلِیْ رَا مِثَال — قِطْعَۃُ عِقْدِ ثُرَیَّا رَا مَثِیْل

[1] مقاماتِ خیر ص۳۷

زَیْدُ نِ الْعَلَّامَۃُ الْفَرْدُ الَّذِیْ　　　خَصَّہُ الرَّحْمٰنُ بِالْفَضْلِ الْجَزِیْلِ

حضرت سرہندی نے اس مکتوبِ منظوم کو حضرت مولانا کی کمالِ سخنوری پر اس طرح ختم کیا ہے۔

حُسن ایں نظم از بیاں مستغنی است　　　بر فروغِ خور بجُوید کس دلیل

معجز است ایں شعر یا سحرِ حلال　　　ہاتف آورد ایں سخن یا جبرئیل

کس نہ داند گفت شعرے زیں نمط　　　کس نیارد سُفت درّے زیں قبیل

نظم سرہندی بہ وصفِ شعر تو　　　باد چوں طومارِ اوصافت طویل

حضرت مولانا کی سخنوری کے بارے میں ایک قادر الکلام، عمر رسیدہ شاعر یہ فرمارہے ہیں کہ نظم کی خوبی تعریف سے بالاتر ہے۔ سورج کی روشنی پر کون دلیل لاتا ہے۔ یہ اشعار معجزہ ہیں یا جادو، ہاتفِ غیبی کا یا جبرئیل کا القا اور الہام ہیں، تو اب یہ عاجز اس سلسلہ میں کیا کہے۔

مولانا سرہندی کے منظوم مکتوب کے جواب میں حضرت مولانا نے منظوم عربی خط ارسال کیا ہے۔ اس کے چند شعر ملاحظہ فرمائیں۔

قَدْ اَتَتْ مَاْلُکَۃٌ مَنْظُوْمَۃٌ　　　مِنْ بَلِیْغٍ ذِیْ صِفَاتٍ بَاھِرَہ

قِطْعَۃٌ مُزْدَانَۃٌ فَتَّانَۃٌ　　　لَاتُضَاھِیْھَا الْعُیُوْنُ السَّاھِرَہ

کُلُّ شِعْرٍ وَرْدَۃٌ فِیْ حُسْنِہٖ　　　کُلُّ لَفْظٍ مِثْلُ دُرٍّ فَاخِرَہ

بَھْجَۃُ الْاُسْلُوْبِ مِنْ مِیْزَاتِھَا　　　دِقَّۃُ التَّعْبِیْرِ فِیْھَا الظَّاھِرَہ

اِنَّمَا مِنْ حُسْنِ سَبْکٍ اَصْبَحَتْ　　　فِیْ سَنَاھَا کَالْبُدُوْدِ السَّافِرَہ

حضرتِ والا نے اپنا منظوم جواب اس دعائیہ شعر پر ختم کیا ہے۔

وَلْیُرَفِّلْہُ الْاِلٰہُ دَائِمًا　　　فِی الْھَنَاءِ وَالنِّعَمِ الْغَامِرَہ

اب چند فارسی ابیات بھی ملاحظہ فرمالیں۔ یہ ابیات کوئٹہ کے زلزلۂ فاجعہ کے سلسلہ میں فرمائے ہیں جو شب جمعہ، ۲ر صفر ۱۳۵۴ھ میں واقع ہوا۔ اس کا تاریخی نام "نغمۂ ہجراں" ۱۳۵۴ھ ہے۔ اس حادثۂ جانکاہ میں حضرتِ والا کی والدۂ ماجدہ، ایک بھتیجہ اور دو بھتیجیاں اور افغان مخلصین میں سے دو افراد شہید ہوئے جب ملبہ صاف کیا گیا حضرت والدۂ ماجدہ سجدہ ریز تھیں اور کاٹ کی بیخ صدی تسبیح مبارک انگلیوں میں دبی ہوئی تھی۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ کَامِلَۃً دَائِمَۃً۔

آپ نے فرمایا ہے۔

اے صبا بشنو ز محزونِ کلام　　　یک زماں بگزار ایں ناز و خرام

تا بہ کے در لہو باشی بے خبر | چشم وا کن تا کہ بینی صد عبر
رُو بہ سوئے کوئٹہ کن کاں مقام | جائے عبرت گشتہ بہرِ خاص و عام
بود شہرے با خلائق مذ دخر | ہم بہ تہذیب و جمالش مفتخر
ہمچو لوٗ لوٗ قصرہا در عمدگی | مثلِ تارِ عِقد را ہامستوی
درمیانِ ہند و افغاں آں مکاں | ہمچو عقدے وسط جید وصدرِ داں
داشت از ہار و شمار بے شمار | ہم خزانش در طراوت چوں بہار
عیش و عشرت گرچہ بودہ بیشتر | داشت ہم جمعے ز اربابِ ہنر

چونکہ کوئٹہ حضرت والا کے والد ماجد حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہٗ کا گرامی مستقر تھا اِس لئے "نغمۂ ہجراں" میں آپ کی منقبت بھی ہے۔ فرمایا ہے۔

بود شیخ نقشبنداں را مَعِیف | کوٗ بہ عرفاں بُد مجدّد را رَدِیف
قبلۂ عالم ابوالخیرِ کبیر | ذُخرِ دیں عبداللہ آں قُطبِ شہیر
داشت از گردوں محی الدیں لقب | مولدش دہلی و فاروقی نسب
باکمال و بُد عریق اندر کمال | چوں مجدّد داشت جذبِ بے مثال
ہر چہ گویم در کمالش کمتر است | در گمانِ من، مقامش برتر است
یک نگاہش زندہ کردے صد قلوب | یک دمش از مذنباں شُستے ذنوب

حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہٗ کی خدمت میں طالبین پر احوال طاری ہوتے اس کا ایک منظر ذیل کے اشعار میں کیا خوب بیان فرمایا ہے۔

خادمانِ شاں بہ سوز و دردِ دل | ہمچو پروانہ بہ شمعِ مُشتَعِل
آہ و زاری بود ایشاں را شِعاَر | عشقِ حق می داشت شاں را بیقرار
از شرابِ معرفت بیہش بُدند | رُبَّ اَشعَث، را مثالِ خوش بُدند
گر یکے از سوز آہے می کشید | دیگرے را مُرغِ جانش می پرید
گر یکے را چشم بودے اشکبار | دیگرے را سینہ بودے ہمچو نار
گر یکے از شوق و جذبہ می تپید | دیگرے از وَجد جامہ می درید
چوں بہ حلقہ می نشستے پیشِ پیر | ہمچو ہَالَہ گرد آں ماہِ منیر
ہر یکے بہوت گشتے از جمال | محو اندر ذاتِ پاک ذوالجلال

بے خبر گشتے ز اخبارِ جہاں　　　با خبر گشتے ز اسرارِ نہاں

اس مبارک احوال کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو منظوم فرما کر ختم کیا ہے۔

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ اَنَّھَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخِیَارِکُمْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ خِیَارُکُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ۔ (ابن ماجہ)

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تم کو تمہارے بہترین افراد کے متعلق نہ بتاؤں۔ صحابہ نے عرض کیا، ضرور بتائیں۔ آپ نے فرمایا تم میں بہترین افراد وہ ہیں جن پر نظر پڑے تو اللہ یاد آئے۔

حضرت مولانا فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ مردانِ خدا　　　دیدنِ شاں یادِ حق بخشد ترا
بس ہمیں تعریف نیکاں آمدہ　　　بس ہمیں توصیف مرداں آمدہ
ختم سازم وصف شاں برایں کلام　　　تا کہ قولِ مصطفیٰ یابد ختام

حضرت مولانا نے کوئٹہ کے زلزلہ اور بربادی کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

کوئٹہ بُد گرچہ یکتا در کمال　　　ہست لیکن ہر کمالے را زوال
در شبِ تاریک و وقتِ نیم شب　　　شد جلالش را ظہورے بس عجب
کے بدارد تاب انسانِ مہیں　　　چوں بلرزد کوہ و شق گردد زمیں
طفلہا در مہدِ راحت بے خبر　　　ہمچناں کاندر صدف ماموں گہر
مرد و زن بودند جملہ محوِ خواب　　　ناگہاں نازل بر وشاں شد عذاب
بہرِ مومن گشت رحمت بالیقیں　　　بہرِ کافر صد عذاب و صد مہیں
شد صدائے از زمیں یک دم بلند　　　خانہا را یک بہ یک از پا فگند
قصرہا گشتند در آنے خراب　　　جملہ اسبابِ تعیّش شد عذاب
پُر فضا گردید از خاک و غبار　　　شد فلک از آہ مردم بے قرار
چشمِ گردوں را نہ بُد چوں تابِ دید　　　زاں ردائے خاک را بر رو کشید
یَا لَھَوْلِ الْاَمْرِ مِنْ ذَاکَ الْعَذَابْ　　　اِنَّہٗ اَمْرٌ عَظِیْمٌ لَا ارْتِیَابْ
زیرِ خشت و خاک انسانِ ضعیف　　　زیرِ پائے فیل چوں مُورِ نحیف
در دمے گردید ویراں آں بلد　　　بہرِ میت نے کفن بُد نے لحد

سال بربادی چہ پرسی از دلم — "رستخیزے بود آنجا" شد رقم
بست و ہفتم بود از ماہِ صفر — در شبِ آدینہ نزدیکِ سحر
آں سحر کو باعثِ حزن و ملال — آں سحر کو بہر عالم صد وبال
آں سحر کو درد و زحمت را بیاں — آں سحر کو صبحِ محشر را نشاں
نفسی نفسی بود وِردِ ہر بشر — ہر کسے از بیمِ محشر در خطر
اندریں محشرستاں افراد چند — از عزیزاں نیز رحلت کردہ اند
بُد شہادت در نصیب والدہ — زاں "مقامِ عالیش جنّت شدہ"
عبدِ رحماں، عائشہ، زینب چناں — جدّہ را گشتند مونس در جہاں
ہر سہ اولادِ شقیقِ اکبر اند — ہر سہ در جنّت بفضلِ داور اند
مخلصاں را ہم شدہ جانہا گداز — چوں سلیماں رفت با احمد نواز
دَادرم ہم زیرِ خاکِ بے کراں — زیرِ چوب و خشت و آہن بُد نہاں
لیک خالق را نگاہے بُد عجب — زاں بہ صحّت رَست از درد و کرب
ناصر و حافظ خدائے پاک بود — جسم سالم جامہا صد چاک بود
ہست احسانِ خدائے ذوالکرم — ماند سالم آں شقیقِ محترم
چوں ز قبر آمد بروں با صد شتاب — نعشہا را پس برآورد آنجناب
در ریاضِ قدس سَر یابِ جمیل — دفن شاں را کرد تا وقتِ اصیل
در حِظیرہ گر تو بینی شش قبور — برسرش بینی ردائے ہم ز نور
بس ہماں آرام گاہِ آخریں — ہست بہر کشتگانِ پاک دیں
گرچہ امواتند در زیرِ زمیں — لیک احیا اند در خلدِ بریں

بہ طور نمونہ "لآلیِ منظومہ" کے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں جو الہامی ہیں اور ان کی روانی اور اثر جو قاری کے قلبِ سلیم پر پڑتا ہے، پڑھنے سے اس کا اندازہ ہوتا ہے۔ فرمایا ہے

الٰہی کہاں مُشتِ خاکِ ذلیل — کہاں بارگاہِ رفیع و جلیل
تری رحمتوں نے اُٹھایا اُسے — اِلَیْہِ الوَسِیلہ سُنایا اُسے
وسیلہ نے پھر اُس کو پرواز دی — کرے عرض تجھ سے وہ آواز دی
ترے در پہ آیا وہ عبدِ ذَلول — توَسُّل سے اپنے تو کرلے قبول

توسّل بہ اسمِ جلیل و عظیم — دُعاؤں کو سُن لے بہ لُطفِ عمیم

اِس کے بعد سلسلۂ نقشبندیہ مبارکہ کو نظم کیا ہے اور اس کے بعد بڑی پیاری مناجات لکھی ہے، ماشاءاللہ ایک بندہ کا اپنے مولیٰ جلّ شانہٗ کے حضور میں کیا خوب تضرع اور عاجزی سے ملاحظہ فرمائیں۔

توسّل سے ان نیک بندوں کے سب — رہی جن کو ہر آن تیری طلب
کیا عشق نے جن کا سینہ فگار — ہُوا وجد سے جن کا دل بے قرار
رہا ذکر میں جن کا ہر ہر رُواں — ہمہ وقت ہر حال رطب اللسان
ہر اک ذرّہ کہتا تھا رَبَّ الْمَلِیْک — تری ذات ہے وحدہٗ لا شریک
لگاتے تھے دل پر بہ صُنعِ عجیب — ترے اسمِ عالی کا نقشِ غریب
انھیں کے توسّل سے یہ بے نوَا — کریما اُٹھاتا ہے دستِ دُعا
دعا مانگتا ہے بہ عجز و نیاز — سبھی پر ترا بابِ رحمت ہے باز
سوا تیرے در کے نہیں کوئی دَر — ترا لطف سب پر ہے شام و سحر
تو ہے سب کا مولیٰ تو ہے کارساز — ہر اک تیرا بندہ، تو بندہ نواز
غنی ہے تری ذات، سب ہیں فقیر — ترے در کا سائل صغیر و کبیر
شب و روز کرتا ہے سب پر عطا — مراد اپنی پاتا ہے شاہ و گدا
کرم سے ترے پَل رہا ہے جہاں — دعا میری سُن لے مرے مہرباں

دُعا

مرے جرم و عصیاں ہوں سارے معاف — گناہوں کے دھبّوں سے نامہ ہو صاف
جلی اور خفی کا نہ اُٹھے سوال — خطا اور عمَدَ کا مٹے ہر وَبال
ہو جس دم مری جان تن سے جُدا — زباں پر رہے نام جاری ترا
ترے ذکر سے قلب معمُور ہو — ترے نوُر سے چشم مسرُور ہو
مرا جسم جب ہو در آغوشِ خاک — رہے ساتھ اس دم ترا نورِ پاک
لحد میں مجھے پھر نہ تکلیف ہو — جوابوں میں ہرگز نہ توقیف ہو
قیامت میں سر پر ہو جب آفتاب — ہو میزان استادہ بہرِ حساب
نہ ہو نامہ یا رب بہ دستِ یسار — ترے لطف سے ہو مرا بیڑا پار
رہے رَبِّ سَلِّم ہی وِردِ زباں — ہوں جس دم بہشتِ بریں کو رواں

اِس پُرسوز و دَرد دُعا کے بعد "اَحوالِ عظمیٰ" "شفاعتِ کبریٰ" "انبیاء اور اولیاء کی شفاعت" اور "رحمۃٌ للعالمین" کے عنوانات پر اسی طرح بڑے سوز و گداز کے ساتھ السہلُ المُمتنع اشعار کے بعد لَآ اِلٰی منظومہ کا اختتام اس التجا پر کیا ہے۔

التجا

الٰہی بزرگوں سے اُلفت رہے	ہر اک کو نبی کی محبت رہے
فَنَا اُلفنَا ہو الٰہی نصیب	مقامِ رضا ہو الٰہی نصیب
لطائف ہوں جاری ترے نام سے	ہر اک ذرّہ تن کا لگے کام سے
نہ ہرگز خلل ہو نہ کوئی قصور	کسی حال میں بھی نہ آئے فتور
رہے زندگی بھر یہی مشغلہ	اسی پر ہو یارب مرا خاتمہ

قطعہ

گنہ سے ہوا گرچہ میں خستہ حال	برابر یہ رہتا ہے دل میں خیال
نہ ڈر زید مرشد ہے خیرِ جہاں	نبی تیرا شافع، خدا مہرباں

یہاں ایک بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرتِ والا کو ملکۂ سخنوری کے ساتھ ساتھ تاریخی مادہ نکالنے میں بھی اللہ تعالیٰ نے خصوصی کمال عنایت کیا ہے اور ماشاء اللہ اتنا بڑا ظرف اور کشادہ دلی ہے کہ اپنے واقف کاروں اور دوستوں کے کارناموں کا تاریخی مادہ میں کچھ پس و پیش نہیں فرماتے۔ مجھ کو یہاں علّامہ طیبی رحمہ اللہ کی یاد آئی۔ آپکے شاگرد خطیب تبریزی نے مشکاۃ المصابیح کی تالیف کی اور وہ مشکات لے کر اپنے استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا کتاب کی ترتیب اور تبویب سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ میں اس کتاب کی شرح لکھوں گا۔ چنانچہ آپ نے مشکات کی شرح لکھی جو "طیبی" کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت مولانا کا یہ عمل اسلافِ کرام کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ عاجز چند نمونے لکھتا ہے۔

خانقاہ شریف کے شرقی حصہ میں حضرت مولانا شاہ ابوالخیر قدس سرہ نے کتب خانہ کی بنیاد بہت عمدہ بھروادی تھی پتھر کے عمدہ ستون اور دا سے بنوالئے تھے کہ آپ رحلت فرماگئے۔ حضرتِ والا نے تعمیر مکمل فرمادی اور یہ تاریخ نکالی۔

فِیهَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ

خدا را منّت و مدحت نبی را	کہ شد تعمیر بر بنیادِ مسعود
زہاتف زید چوں پرسید سالش	"مبارک ایں کتب خانہ" بفرمود ۱۴۰۲ھ

خانقاہ شریف کی حرم سرا دو صد سالہ عمارت خستہ حال ہوگئی تھی حضرتِ والا نے از سرِ نو اس کو بنوایا اور درج ذیل تاریخ نکالی۔

حَمْدًا لَكَ يَا وَلِيَّ كُلِّ نِعْمَةٍ — بَارَكْتَ عَلَىٰ بِنَاءِ أَوْلِيَائے حق

از یُمنِ خدائے ذوالجلال زید شد — "تعمیر حرم سرائے اولیائے حق" ۱۴۰۵ھ

میرے مکرم اور مخلص دوست پروفیسر سید وحید اشرف صدر شعبۂ فارسی مدراس یونیورسٹی حضرت سید جہانگیر اشرف سمنانی قدس سرّہٗ کی اولاد امجاد میں ہیں۔ ماشاء اللہ صاحبِ قلم اور سخنور ہیں، تصوف پر ایک کتاب تالیف کی ہے۔ اُن کی دلی خواہش تھی کہ اس کتاب کا مقدمہ حضرت مولانا زید مدظلہ العالی لکھیں۔ اس عاجز کے عرض کرنے پر حضرت مولانا نے تینتیس صفحے کا مقدمہ لکھا۔ مقدمہ کیا ہے مستقل ایک تحقیقی مقالہ ہے، اور آپ نے اس کتاب پر ایک تاریخی قطعہ بھی ارشاد فرمایا، جو کہ درجِ ذیل ہے۔

وحیدِ اَشرَفی حَیَّاکَ رَبّی — تصوف را چہ خوش تعبیر کردی

چوں دُرہا را بسفتی در کلامت — "غُرَر بادا" بگو سالِ طباعت ۱۴۰۸ھ

ایک شاعر نے خوب کہا ہے۔

وَحَدَّثْتَنِي يَا سَعْدُ فَزِدْتَنِي — جُنُونًا فَزِدْنِي مِنْ حَدِيثِكَ يَا سَعْدُ

اے سعد تو نے محبوب کی باتیں بیان کر کے دیوانگی کا توشہ میرے حوالہ کر دیا۔ اب تو اپنی باتوں کا توشہ دیتا ہی رہ تاکہ میں تیری باتوں اور اس دیوانگی پر خوش ہوں۔

جی چاہتا ہے کہ حضرت والا مدظلہ العالی کی شخصیت پر اور لکھتا جاؤں مگر چونکہ چند باتیں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ النعمان رضی اللہ عنہ کی شخصیتِ مبارکہ پر اور بعد ازاں کتابِ معلّٰی پر بھی کچھ لکھنا ہے۔

"حدیثِ محبوب" کو اپنے مخلص دوست ڈاکٹر یعقوب عمر اطال اللہ بقاءہٗ بالخیر والیمن والعافیۃ پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی کی منقبت پر ختم کرتا ہوں، جس کو موصوف نے حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں حضرتِ والا سے ملاقات کے موقع پر لکھا تھا، تاکہ یہ منقبت محفوظ ہو جائے اور حضرت کے وابستگان اس سے فائدہ حاصل فرمائیں۔

منقبت

زیدی و فاروقی نسب اے بوالحسن اے بوالحسن — نو وارثِ آں مظہری کو بود سلطانِ سخن

باجانؒ شد معروف او، گشتہ شہیدِ آرزو　　آں گوہرِ دریائے ہُو، شد جانِ جاناں درچمن
بے مثل و بے ہمتا توئی، در علمِ قرآن و حدیث　　ثانی نہ داری درجہاں، اے صاحب شعر و سخن
گفتارِ یار آوردہ ئی، گوہر نثار آوردہ ئی
درعشق آں سَروِ سہی، توگشتہ سرتا پاچمن

شکاگو۔ امریکہ　　جمعہ۔ ۹ رجمادی الآخرہ ۱۴۰۶ھ
۲۹ رجنوری ۱۹۸۶ء

فصل دوم

عمرہا درکعبہ و بُت خانہ می نالدحیات　　تا زبزم عشق یک دانائے راز آید بروں

تدوین قانون اسلامی کا آغاز عظمت اور کرامت کا وہ نورانی تاج ہے جو "امامِ اعظم" کے لقب کی صورت میں امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ قدس سرّہٗ کے فرقِ مبارک پر زینت افروز ہوا۔ منعمِ حقیقی جلّ مجدہٗ نے اپنی شان فیاضی سے آپ کو بے مثال قابلیت، فہم و ذکا، بے نظیر حافظہ، فصاحت و بلاغت، سروری قلم و لسان، شہبازی زبان و بیان کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ دینی علوم میں آپ کی مسلمہ مہارت تو خیر ایک حقیقتِ ثابتہ ہے لیکن استنباطِ مسائل اور تفریعاتِ شرعیہ میں آپ کو وہ تبحر حاصل تھا کہ محدّثین اور فقہاء اپنے اشکالات کے جواب حاصل کرنے کے لئے اس منبعِ علم و حکمت کی بارگاہِ دانش کے محتاج رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام شافعی نے فرمایا[1] مَنْ لَمْ يَنْظُرْ فِي كُتُبِ اَبِي حَنِيْفَةَ لَا يَتَبَحَّرُ فِي الْفِقْهِ۔ جو حضرت سیدنا ابوحنیفہ کی تصانیف پر نظر نہیں رکھتا وہ فقہ میں تبحر حاصل نہیں کرسکتا۔

امام شافعی جب کبھی حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے کمالاتِ عالیہ کے اظہار کا ارادہ فرماتے تو جذبات کے عالم میں پکار اٹھتے۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ يَعْرِفَ الْفِقْهَ فَلْيَلْزَمْ اَبَاحَنِيْفَةَ وَاَصْحَابَهٗ فَاِنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ عِيَالٌ عَلَيْهِ فِي الْفِقْهِ۔ (جو چاہے کہ فقہ کی معرفت حاصل کرے اس کو چاہئے کہ حضرت ابوحنیفہ اور آپ کے شاگردوں کی صحبت کو لازم کرلے، اس لئے کہ سب لوگ فقہ میں ان کے محتاج ہیں)

میرے لئے یہ بات سرمایۂ افتخار ہے کہ حضرت مولانا ابوالحسن زید مدظلہ العالی کے اس عظیم شاہکار کتاب "امام الائمہ امام ابوحنیفۃ النعمان علیہ الرحمۃ والرضوان" کی تقدیم میں اس عاجز کی چند

---

[1] مناقب الامام الاعظم للموفق ۲/۶۶۔

سطروں کو جگر مِل رہی ہے۔ پوری کتاب اندھیرے میں روشنی کی کرن ہے جس کے ہر لفظ سے وہ تڑپ ٹپکتی ہے جو حضرت مصنّف مدظلہ کے قلبِ مبارک میں اپنی ملّت کے لئے ہے۔

پچھلے صفحات میں اس عاجز نے کوشش کی ہے کہ حضرت مصنّف علام مدظلہ کی شخصیت کا تعارف کروائے۔ پڑھنے والے حضرات کو صحیح اندازہ ہوگا کہ یہ کمترین اس تعارف میں کس قدر کامیاب ہوا ہے۔ اب ان اگلے صفحات میں ارادہ ہے کہ اسلام کے مقنّنِ اوّل جس کو پورا عالمِ اسلام "امامِ اعظم" کے لقب سے جانتا ہے چند سطر لکھے۔ حالانکہ قارئینِ کرام اس زیرِ نظر کتاب میں حضرت امام اعظم قدس اللہ سرّہٗ کی کامل شخصیت پر حضرت مصنّف مدظلہ العالی اپنی خاص طرزِ نگارش سے علمی شان دلربائی کے ساتھ آپ کی مبارک زندگی اور کارناموں اور آپ کے فیض لازوال کا مطالعہ فرمائیں گے۔

کمترین کا مقصد یہ ہے کہ حضرت امامِ اعظم کے ایک ادنیٰ مقلد کی حیثیت سے اپنے جذبۂ عقیدت اور مؤدت کا بجا طور پر اظہار کرے اور امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے محبّین کی فہرست میں شامل ہوجائے۔

أُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللهَ يَرْزُقُنِي الصَّلَاحَا

مجھے نیکوں سے محبّت ہے اور میں نیک تو نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ سے اُمیدوار ہوں کہ (نیکوں کی محبّت کی وجہ سے) مجھے بھی نیک بنادے۔

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، امام الائمہ، سراج الامّۃ، رئیس الفقہاء والمجتہدین، سیّد الاولیاء والمحدثین، مبشّرِ مصطفیٰ، دعاءِ مرتضیٰ، الغرض نبوّت اور صحابیت کے بعد کسی انسان میں جس قدر فضائل اور محاسن پائے جاسکتے ہیں، آپ اُن تمام اوصاف کے جامع اور رہنما تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت بمقام کوفہ ۸۰ھ میں ہوئی اور وصالِ مبارک بمقام بغداد ۱۵۰ھ میں ہوا۔

شرح تحفۂ نصائح میں مولانا محمد گل ہوی نے لکھا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایران کے بادشاہ نوشیروانِ عادل کی اولاد[1] میں ہیں اور نوشیروان حضرت اسحاق بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہما الصلاۃ والسلام کی اولاد میں ہے۔ اس طرح حضرت خلیل اللہ علیہ السلام پر حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کی خاندانی نسبت حضور خواجۂ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتی ہے جو آپ کی عظمت اور رفعت پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

---

[1] بہ حوالہ "انوار امام اعظم" از محمد منشا تابش قصوری، رضا اکیڈمی لاہور۔

اقدس میں حاضر تھے۔ اسی مجلس میں سورۂ جمعہ نازل ہوئی۔ جب حضور نے اس سورت کی آیت گیارہ "وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ"، تلاوت فرمائی تو حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ "آخرین" کون لوگ ہیں حضور نے سکوت فرمایا۔ حاضرین کے بار بار سوال کرنے پر حضور نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر دستِ اقدس رکھ کر فرمایا۔ "لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ" (اگر ایمان ثریا ستارہ کی بلندی پر بھی ہوگا تو ان کی قوم کے کچھ لوگ وہاں سے بھی ایمان کو لے آئینگے۔ [1]

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث جس کو بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے بہ اتفاق اصل صحیح ہے کہ اس میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ ہونے پر اعتماد ہے.... اس لئے کہ اہلِ فارس سے کوئی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبۂ علم کو نہ پہنچ سکا۔ [2]

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، میں نے عرض کیا۔ میں آپ کو یا رسول اللہ کہاں تلاش کروں؟ فرمایا۔ عِنْدَ عِلْمِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ۔ ابو حنیفہ کے علم کے پاس۔ [3]

اِس خواب کی روشنی میں حضرات ناظرین مشہور محدث عبد اللہ بن داؤد خریبی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کو سمجھیں کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ابو حنیفہ کے لئے نمازوں میں دعا کریں کیونکہ انہوں نے ان کے واسطے سنن اور فقہ کی حفاظت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و عبادات ہی سنن ہیں جن کا بیان صحیح طور پر ابو حنیفہ نے کیا ہے۔ حضرت مصنف نے اس کتاب کے ابتدائیہ میں علامہ خریبی کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے۔

اور اس روایت سے یہ واضح ہے کہ حضرت امام اعظم کی کنیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی عطا کردہ ہے۔ جیسا کہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آں حضور کے ارشاد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اختیار کیا اور وہ اسی کنیت و نام سے مشہور ہوئے جیسے ابو ہریرہ۔

صحابیت کے بعد تابعیت سے بڑھ کر اسلام میں کوئی مقام اور مرتبہ نہیں اور ائمۂ مجتہدین میں یہ مرتبہ عالی صرف حضرت امام اعظم ہی کو ملا ہے۔ حدائق الحنفیہ میں لکھا ہے کہ آپ بیس صحابہ سے زیادہ کے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں اور کئی ایک کی زیارت کی ہے اور بعض سے حدیث سنی ہے۔ حضرت

---

[1] تفسیر مظہری، صحیح بخاری و مسلم، بہ حوالۂ معارف القرآن (۸/ ۴۳۶)
[2] زجاجۃ المصابیح عربی از سید عبد اللہ شاہ حیدر آبادی۔ (۱/۶۱ و ۶۲) و نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح (۱/۱۵۶، ۱۵۷)
[3] کشف المحجوب از داتا گنج بخش، ہجویری بہ حوالۂ انوار امام اعظم۔

امام قسطلانی شافعی نے آپ کو تابعین کے زمرہ میں ذکر کیا ہے۔ شیخ الاسلام ابنِ حجر نے اپنے فتاوے میں لکھا ہے۔

امام ابو حنیفہ نے صحابۂ کرام کی ایک جماعت کو پایا جو کوفہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اس طرح امام اعظم اس ارشادِ نبوی کے مصداق ہیں۔ طُوْبیٰ لِمَنْ رَآنی وَلِمَنْ رَأیٰ مَنْ رَآنِیْ۔ خوش خبری اس شخص کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور اس شخص کے لئے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

حضرتِ امام اعظم کی آٹھ صحابۂ کرام سے ملاقات ثابت ہے۔ جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت انس بن مالک حضرت عبداللہ بن ابی ادفی، حضرت عمرو بن حریث، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ۔

حضرت عبداللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں۔ جب میں کوفہ پہنچا تو اہلِ کوفہ سے پوچھا یہاں سب سے زیادہ پارسا کون ہے۔ لوگوں نے کہا۔ ابوحنیفہ۔ چنانچہ ابن مبارک کا قول ہے۔ مَارَأَیْتُ اَوْرَعَ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ۔ (میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر کوئی پارسا نہیں دیکھا)

حضرت سفیان بن عُیَیْنَہ کا قول ہے۔ ہمارے زمانے میں کوئی شخص ابوحنیفہ سے زیادہ نماز پڑھنے والا مکہ مکرمہ نہیں آیا۔

حضرت ابومطیع کا بیان ہے۔ مکہ مکرمہ کے قیام کے دَوران جب بھی رات میں طواف کرنے کے واسطے بیت اللہ شریف گیا حضرت ابوحنیفہ اور حضرت سفیان ثوری کو طواف کرتے پایا۔

حضرت یحیی بن ایوب زاہد کا قول ہے۔ کَانَ اَبُوحَنِیْفَۃَ لَایَنَام اللَّیْلَ (ابوحنیفہ رات کو نہیں سویا کرتے تھے)۔ حضرت عمرو کا بیان ہے کہ ابوحنیفہ رات کی نماز میں ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے اور ان کی گریہ وزاری سے پڑوسیوں کو رحم آتا تھا۔ اور حضرت عمرو ہی کا قول ہے۔ جہاں حضرت امام ابوحنیفہ کا وصال ہوا ہے وہاں آپ نے سات ہزار قرآن مجید ختم کئے تھے۔

امام عبدالوہاب شعرانی شافعی المیزان الشریفۃ الکبریٰ میں اپنے مرشد حضرت سید علی خواص شافعی سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے مدارک اتنے دقیق ہیں کہ اکابر اولیا کے کشف کے سوا کسی کے علم کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی۔

یہاں ایک بات کے انکشاف کو جی چاہتا ہے جس کی خبر میرے استاذ حضرت مولانا ابوالوفا

علیہ الرحمہ نے دی ہے۔ حضرت مولانا کا تذکرہ مقدمہ کے ابتدائی اوراق میں گزر چکا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ امام ابوحنیفہ طریقت میں حضرت جعفر صادق کے مجاز اور خلیفہ ہیں اور پھر حضرت داؤد طائی حضرت امام ابوحنیفہ کے اسی طرح مجاز اور خلیفہ ہیں جیسے کہ حضرت حبیب عجمی کے مجاز اور خلیفہ ہیں۔ داؤد طائی نے حضرت ابوحنیفہ سے فقہ میں کمال حاصل کرنے کے بعد زہد کو اختیار فرمایا۔ چنانچہ کوفہ میں آپ کا لقب "اَلْفَقِیْہُ الزَّاہِد" تھا۔ امام ابوحنیفہ نے مراحل سلوک و طریقت حضرت جعفر صادق سے دو سال میں طے کئے ہیں پھر آپ نے فرمایا ہے۔ لَوْلَا السَّنَتَانُ لَھَلَکَ النُّعْمَانُ اگر یہ دو سال نہ ہوتے نعمان ہلاک ہو جاتا۔

امام ابوحنیفہ نے روایتِ حدیث اور سلوک و طریقت کی بجائے صرف فقہ کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا۔ آپ اسلامی قانون مرتب فرماتے رہے۔ آپ نے امتِ اسلامیہ کی منفعت میں تمام زندگی لگا دی۔ آپ کے اخلاص، ورع، اور تقویٰ کی بنا پر امتِ مرحومہ کا تین چوتھائی حصہ آپ کا حلقہ بگوش بنا۔

این سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس کا خیال رہے کہ حضرات ائمہ مجتہدین کو طریقت سے بڑا حصہ ملا ہے۔ ان کے باطن کی تابناکی نے ان کو امامت اور اجتہاد کے اعلیٰ مقام پر فائز کیا ہے۔ الجواہر المضیہ میں لکھا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے تراسی ہزار مسائل کا استنباط کیا ہے جن میں سے اڑتیس ہزار مسائل کا تعلق عبادات سے ہے اور باقی کا تعلق معاملات سے ہے۔ حضرت ابوحنیفہ نے جہالت کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کے لئے سلامتی کی راہ واضح کر دی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ کو فنِ حدیث شریف میں جو بلند مقام اللہ تعالیٰ نے عنایت کیا تھا اس کا کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

محدث کبیر محمد بن سماعہ نے کہا ہے۔ ابوحنیفہ نے اپنی کتابوں میں ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں ذکر کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے آثار صحابہ کا انتخاب کیا ہے۔[1]

حافظ یزید بن ہارون سلمی واسطی فرماتے ہیں۔ ابوحنیفہ متقی، پرہیزگار، زاہد، عالم، زبان کے سچے اور اپنے زمانے کے بڑے حافظ تھے۔ میں نے ان کے معاصرین کو دیکھا ہے۔ اُن سب کا یہی قول ہے کہ انہوں نے ابوحنیفہ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا ہے۔[2]

---

[1] الجواہر المضیہ ۲/۴۷۴۔ [2] عقود الجمان ص۱۹۳۔

امام شعبہ کا لقب "امیر المومنین فی الحدیث" ہے انہوں نے جب حضرت امام کی وفات کی خبر سُنی فرمایا۔ اہلِ کوفہ سے علم کی روشنی چلی گئی، اب یہ لوگ قیامت تک ان جیسا نہیں دیکھیں گے۔[1]

مشہور تذکرہ نگار امام ذہبی نے آپ کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے۔[2]

امام عبداللہ بن مبارک حدیث کے مشہور حفاظ میں سے ہیں۔ چار ہزار محدثین سے روایت کے باوجود حضرت امام اعظم سے روایت کرتے ہیں۔ میں حضرت امام اعظم کے بیان کو ان کے عربی قصیدہ پر ختم کرتا ہوں۔ فرمایا ہے۔[3]

(۱) لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا ۔۔۔ إِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ اَبُوْحَنِيْفَه

مسلمانوں کے امام ابو حنیفہ نے شہروں اور شہر میں رہنے والوں کو زینت بخشی

(۲) بِاَحْكَامٍ وَآثَارٍ وَفِقْهٍ ۔۔۔ كَآيَاتِ الزَّبُوْرِ عَلٰى صَحِيْفَه

قرآن، حدیث اور فقہ کے احکام سے جیسے صحائف میں زبور کی آیات نے

(۳) فَمَا فِي الْمَشْرِقَيْنِ لَهُ نَظِيْرٌ ۔۔۔ وَلَا فِي الْمَغْرِبَيْنِ وَلَا بِكُوْفَه

آپ کی مثال نہ تو کوفہ میں ملتی ہے اور نہ مشرق اور مغرب میں

(۴) يَبِيْتُ مُشَمِّرًا سَهَرَ اللَّيَالِيْ ۔۔۔ وَصَامَ نَهَارَهُ لِلّٰهِ خِيْفَه

بڑی مستعدی کے ساتھ راتوں کو عبادت میں گزارتے اور خشیتِ الٰہی میں دن کو روزہ رکھتے

(۵) فَمَنْ كَاَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْ عُلَاهُ ۔۔۔ إِمَامٌ لِلْخَلِيْقَةِ وَالْخَلِيْفَه

(علم اور دین کی) بلندی میں ابو حنیفہ کی طرح کون ہے جو امت کا امام اور (اللہ کا) خلیفہ ہے

(۶) رَأَيْتُ الْعَائِبِيْنَ لَهُ سِفَاهًا ۔۔۔ خِلَافَ الْحَقِّ مَعَ حُجَجٍ ضَعِيْفَه

میں نے ان کے نکتہ چینوں کو نادان، حق کے مخالف اور کمزور دلیلوں والا پایا

(۷) وَكَيْفَ يَحِلُّ اَنْ يُؤْذٰى فَقِيْهٌ ۔۔۔ لَهُ فِي الْاَرْضِ آثَارٌ شَرِيْفَه

ایسے مقنن کو کہ جس کے علمی فیوض پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہوں ایذا پہنچانا کیونکر درست ہے،

(۸) يَعِفُّ عَنِ الْمَحَارِمِ وَالْمَلَاهِيْ ۔۔۔ وَمَرْضَاةُ الْاِلٰهِ لَهُ وَظِيْفَه

آپ لہو و لعب اور حرام کاموں سے محفوظ رہے اور رب العزت کی خوشنودی آپ کا وظیفہ تھا

---

[1] اخبار ابی حنیفہ وصاحبیہ للصیمری ص۳۲

[2] تذکرۃ الحفاظ مطبوعہ بیروت ۱/ ۱۶۸۔ امام اعظم بحیثیت محدث کے، حوالجات مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری ادام اللہ بقارہ للاسلام والمسلمین کے مقالہ "امام اعظم ابو حنیفہ اور علمِ حدیث" سے ماخوذ ہیں۔ [3] نور الایضاح ص۲

(۹) وَقَدْ قَالَ ابْنُ اِدْرِيْسٍ مَقَالًا   صَحِيْحَ النَّقْلِ فِيْ حِكَمٍ لَطِيْفَه

اور امام شافعی نے لطیف حکمتوں کے طور پر صحیح روایت کی حیثیت سے کیا خوب فرمایا ہے

(۱۰) بِاَنَّ النَّاسَ فِيْ فِقْهٍ عِيَالٌ   عَلَى فِقْهِ الْاِمَامِ اَبِيْ حَنِيْفَه

کہ حقیقت میں تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کی فقہ کے محتاج ہیں۔

فصل سوم

احسان کرنے والوں کو یاد رکھنا انسان کا ایک اہم فریضہ ہے، خاص کر ملت کے وہ محسنین جنہوں نے ظلمت کے طوفانوں میں حق اور صداقت کی قندیلیں روشن کی تھیں اور حق کی آواز بلند کرنے کے صلہ میں طعنوں کے تیر سہے، اپنے مستقبل کو نثار کیا اور قوم کے دینی مستقبل کی حفاظت کے لئے قید خانوں میں زندگی گزار دی اور بالآخر راہِ حق میں اپنی متاعِ عزیز جان کو جاں آفرین کے سپرد کر دی۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن   خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اسی احسان مندی کے پیشِ نظر مخدومنا حضرت مولانا ابوالحسن فاروقی مدظلہ العالی نے یہ کتاب مستطاب تحریر فرمائی ہے۔ حقیقت میں زبان و قلم کی سب سے بڑی سعادت یہی ہے کہ ملت کے محسنین کے کارناموں کی ترتیب میں سرگرم رہیں۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرتِ مبارکہ پر اب تک بے شمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مگر یہ کتاب اُن تالیفات میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرتِ مصنف مدظلہ العالی نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مبارک زندگی پر مستند کتابیں جو شائع ہو چکی ہیں ان کا بالاستیعاب مطالعہ فرمایا ہے اور اس مطالعہ کی روشنی میں اپنی اس تالیف کو ایک زندہ دستاویز بنا دیا ہے۔ اِس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ پر لکھنے والے الحمد للہ ہر مسلک اور مذہب کے سوانح نگار ہیں، جن کے مکاتیبِ فکر و نظر جدا ہیں لیکن امام اعظم کی شخصیت اور بلند کردار کے سب ہی معترف ہیں اور یہ قول صد فی صد صادق آتا ہے۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْلَامُ (فضیلت یہ ہے کہ اکابر جس کی گواہی دیں)

ذیل میں یہ عاجز اپنی بات کے ثبوت میں حضرتِ مصنف نے جن مصادر اور مآخذ سے استفادہ کیا ہے ان کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے سیرت نگاروں میں الحمد للہ شوافع، موالک، حنابلہ، ظواہری، مورخین، محدثین، فقہا، متکلمین اور ائمہ صوفیہ ہیں یہ دیکھ کر مصنف نے کتاب ہٰذا کے صفحہ ۴۴ پر کیا خوب مصرع لکھا ہے۔

ہمہ عالم گواہِ عصمتِ اوست

طوالت سے بچنے کے لئے ذیل میں انہی تذکرہ نگار حضرات کا ذکر کیا جاتا ہے جو غیر حنفی ہیں، اس وجہ سے کہ ایک حنفی کا اپنے امام کی تعریف کرنا فطری امر ہے اور ممدوح کی جلالتِ شان اس میں ہے کہ دوسرے ان کی مدح میں اپنی زبان اور قلم کو استعمال فرمائیں۔

۱۔ امام مالک بانی مذہب مالکی
۲۔ امام محمد بن ادریس الشافعی بانی مذہب شافعی
۳۔ امام احمد بن حنبل بانی مذہب حنبلی
۴۔ حافظ مغرب علامہ ابن عبدالبر مالکی قرطبی
۵۔ حافظ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی مالکی
۶۔ خطیب تبریزی شافعی صاحبِ مشکاۃ المصابیح
۷۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی
۸۔ علامہ شمس الدین محمد بن یوسف دمشقی شافعی
۹۔ علامہ ابن کثیر دمشقی شافعی
۱۰۔ علامہ حافظ شمس الدین ذہبی شافعی
۱۱۔ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی
۱۲۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی
۱۳۔ علامہ ابوبکر خطیب بغدادی حنبلی پھر شافعی
۱۴۔ علامہ ابن خلدون اشبیلی مغربی مالکی
۱۵۔ علامہ ابن قیم حنبلی
۱۶۔ علامہ ابن تیمیہ حرانی دمشقی حنبلی
۱۷۔ امام عبدالوہاب شعرانی شافعی
۱۸۔ علامہ ابن العماد حنبلی
۱۹۔ علامہ ابن حزم اندلسی ظاہری
۲۰۔ علامہ یوسف الأتابکی الظاہری
۲۱۔ علامہ ابن خلکان شافعی

علاوہ ازیں عصر حاضر کے مصری محققین جنہوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی حیات اور آپ کے کارناموں کو اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا ہے، ان میں علامہ ابوزہرہ مصری، استاذ محمد بک خضری اور استاذ عبدالحلیم الجندی ہیں۔

فوق الذکر وہ نامور مصنفین ہیں جنہوں نے قرونِ اولیٰ سے لے کر اس وقت تک اپنے اپنے ادوار میں امتِ مرحومہ کے اعلام اور ابطال کے کارناموں کو محفوظ کر دیا تاکہ آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کی مبارک زندگیوں سے واقف ہو کر ان کے نقوشِ قدم پر چلیں۔ ان حضرات نے اس شعر کے مصداق کام کیا ہے۔ وللہِ در القائل۔

نامِ نیکِ رفتگاں ضائع مکن　　　　تا کہ ماند نام نیکت برقرار

معاصرت ایک بڑا حجاب ہے۔ کسی کی شخصیت کا کمال یہ ہے کہ اس کے معاصرین اس کی قدر کریں اور اس کے کمال کا اعتراف کریں۔ یہ بات بھی حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں حاصل ہے،

آپ کا مخالف بھی آپ کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا، بالعموم محدثین آپ کے مخالف رہے کہ آپ اہل الرای ہیں، لیکن اس اختلاف کے ساتھ ہی ساتھ یہ حضرات بھی آپ کے ورع اور امراء وسلاطین سے آپ کی کنارہ کشی کی وجہ سے آپ کی مدح میں رطب اللسان ہیں اور ان میں ائمۂ زہاد اور محدثین ہیں۔ اس کی تفصیل آپ کو اس کتاب کے صفحہ ۱۹۵ اور ۲۰۱ پر ملے گی، یہاں بھی یہ طور تبرک میں چند حضرات کے نام لکھنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

(۱) حضرت امام باقر (۲) امام عبداللہ بن مبارک (شیخ بخاری (۳) مسعر بن کدام (۴) سفیان ثوری (۵) سفیان بن عُیَینَہ (۶) حماد بن زید (۷) ایوب سختیانی (۸) شریک القاضی (۹) ابن شبرمہ (۱۰) یحییٰ بن سعید القطان (شیخ بخاری ومسلم) (۱۱) ابن جریج (۱۲) عبدالرزاق بن ہمام (۱۳) وکیع استاذ امام شافعی (۱۴) یزید بن ہارون (۱۵) خلف بن ایوب (۱۶) ابوعاصم النبیل شیخ بخاری (۱۷) شقیق بلخی (۱۸) یحییٰ بن معین (۱۹) الاصمعی (۲۰) فضل بن دُکین (۲۱) فضیل بن عیاض شیخ اصحاب صحاح ستہ (۲۲) علی بن مسہر شیخ اصحاب صحاح ستہ۔

حضرت مصنف نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مداحین کے چھیاسٹھ اسماءِ گرامی تحریر فرمائے ہیں جو کہ حضرت امام کے معاصرین ہیں اور اس زمانہ کے علمِ دین اور فنِ حدیث کے آفتاب اور ماہتاب ہیں رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ وَجَزَاھُمْ عَنَّا وَعَنِ الْمِلَّۃِ الْاِسْلَامِیَّۃِ خَیْرَ جَزَاءٍ وَاَحْسَنَہٗ۔

یہ کتابِ معلیٰ اسلامی تاریخ کا روشن باب ہے۔ جناب مصنف نے اس کتاب میں سارے حقائق اور وقائع کو بڑی جانفشانی اور لگن سے جمع فرمایا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جب کسی قوم کا حافظہ کمزور ہو جائے تو قوم کا مستقبل مخدوش ہو جاتا ہے۔ مؤلفِ جلیل نے ملّی تاریخ کے اس درخشاں باب کو اُجاگر فرما کر قومی سطح پر ہمارے حافظہ کو بحال کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے اور اس کتابِ مُنیف کے حوالے سے واقعات کا مطالعہ نئی نسل کے لئے اشد ضروری ہے۔

اس کتاب میں قارئینِ کرام کو واقعات کے بیان میں ایک مربوط ترتیب ملے گی۔ حمد و صلاۃ کے کے بعد حضرت امام کے نام ونسب، بشارت، حضرت امام کی تابعیت، حضرت امام کا وطن، حضرت امام کا ذریعۂ معاش، حضرت امام کے اسنادِ قرآن وحدیث اور فقہ، حضراتِ اساتذہ کا ذکر، فقہ حنفی کے اساسی اصول، حضرت امام کے نامور تلامذہ کا بیان اور ان کی خدمات، حضرت امام کے متعلق مختلف اہلِ مذہب کے بیانات اور پھر بعض تذکرہ نگاروں کے ایرادات اور ان کا جواب۔ الغرض والحمدُ للہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی مبارک زندگی کے پورے خدوخال حضرتِ مصنف کے تجزیاتی انداز کے بانکپن اور حقائق

کی صداقت نے کتاب کو علمی، فکری اور قانونی سطح پر ہماری اسلامی تاریخ کا قابلِ فخر حصّہ بنا دیا ہے۔

اس مبارک کتاب پر عاجز کی مقدمہ نگاری نے کتاب کو مطالعہ کرنے میں حائل ہونے کا کام کیا ہے، اِس پر یہ ناچیز نادم و شرمسار ہے اور مزید حائل رہنا ایک گونہ گستاخی ہے اس لئے مقدمہ کا آخری حصہ جو ایک تاریخی حقیقت سے متعلق ہے بیان کر کے اپنی عاجز بیانی کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

ہندوستان میں اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے والا اِس بات سے بخوبی واقف ہے کہ امامِ ربانی مجدّد اَلفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہ کے تجدیدی کارناموں کے بعد سے ہندوستان میں اسلامی حکومت کی نگرانی، اس کے سربراہوں کی تعلیم و تربیت، پورے ملک میں دین و شریعت کی حفاظت اور اس برِّ صغیر میں اسلام کے مستقبل کا تحفّظ کا کام اللہ تعالےٰ نے اس خاندانِ عالی شان اور اس سلسلہ کے عالی مقام مشائخ اور بزرگوں کے سپرد فرمایا۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔

مغل بادشاہوں کی دینی اصلاح کا جو عظیم کام شہنشاہ اکبر کے آخری عہد سے اِس سلسلۂ عالیہ کے بانی حضرت مجدد الف ثانی نے شروع فرمایا اس کی تکمیل حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کی ذات پر ہوئی۔ حضرت عالمگیر بلاشبہ ہندوستان کے ایک بڑے فقیہ، غیور، حامیِ دین و شریعت اور مجاہد مسلمان فرمانروا تھے۔ انہوں نے اپنی بادشاہت کے ابتدائی دَور میں جب کہ شاہجہاں بادشاہ آگرہ کے قلعہ میں محبوس تھے حضرت مجدّد الف ثانی کے خلفِ رشید و خلیفۂ ارشد حضرت خواجہ محمد معصوم کی حیات میں اُن کے پانچویں صاحبزادے حضرت شیخ سیف الدین سے بیعت کی تھی۔ حضرت شیخ سیف الدین سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے احوالِ باطن سے اپنے حضرت والد کو آگاہ کرتے تھے اور آپ اپنی فراستِ صادقہ سے سلطان اورنگ زیب عالمگیر کو اس برِّصغیر میں دین کے احیاء اور حفاظت کے لئے تیار فرما رہے تھے۔ اپنے مکاتیبِ عالیہ اور توجہاتِ باطنیہ کے ذریعہ ان کے اسلامی جذبات کو متحرک اور متعدی بنانے کی کوشش میں شب و روز منہمک تھے اور ایک ایسے دَور میں جب کہ کسی کو اس کا علم بھی نہ تھا کہ حضرت سلطان اورنگ زیب سلطنتِ مغلیہ کے آخری بااختیار طاقتور بادشاہ ہوں گے۔ حضرت ان کو "شہزادۂ دیں پناہ" کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔ حضرت سلطان نے ولایتِ کبریٰ تک سلوک طے فرمایا تھا کہ آپ کو آگرہ جانا پڑا۔ سلطان اورنگ زیب نے محلاتِ شاہی کو بدعات اور خلافِ شریعت امور سے پاک کیا۔

حضرت شیخ سیف الدین سے دہلی میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی بہت ترویج ہوئی نامور

مشائخ حضرت نور محمد بدایونی، حضرت میرزا جانِ جاناں مظہر، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ ابوسعید مجددی فاروقی، حضرت شاہ احمد سعید، حضرت شاہ عبد الغنی، حضرت شاہ ابو الخیر عبد اللہ قدس اللہ اسرارہم اور اب مخدومی حضرت شاہ ابو الحسن زید فاروقی مجددی مدّاللہ حیاتہٗ کے قیام سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ رائج ہے۔ حضرت شاہ غلام علی نے خانقاہ ارشاد پناہ بنائی۔ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے یہ مبارک خانقاہ ایک روحانی مرکز بن گئی اور یہاں سے حضرت مولانا خالد کردی شہرزوری دولتِ خلافت سے سرفراز ہو کر گئے اور مصر، شام، عراق اور ترکیہ کو سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ سے معمور فرمایا۔ ممالک عربیہ کے علماء آپ سے مستفید ہوئے۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی کے مصنف سید شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی اور خاتمۃ المحققین علامہ محمد امین ابن عابدین مؤلف ردّ المختار علی الدّرِ المختار آپ کے فیوضات سے بہرہ مند ہوئے ہیں اور وہاں بعض معاندوں نے حضرت مولانا خالد پر نکیر کی تو علامہ ابن عابدین نے رسالہ سَلُّ الْحُسَامِ الْهِنْدِيِّ لِنُصْرَةِ مَوْلَانَا خَالِدِ النَّقْشَبَنْدِيِّ لکھ کر سب کا منہ بند کیا۔ ملاحظہ فرمائیں اس رسالہ کو مجموعۂ رسائل ابن عابدین میں۔

اور حضرت شاہ رؤف احمد نے بھوپال میں خانقاہ بنائی اور مجلسِ ارشاد آراستہ کی اور شاہ سعد اللہ نے حیدرآباد دکن میں دائرۂ ارشاد پھیلایا اور خلقِ خدا کو واصل بہ حق کیا۔ ڈیرہ اسماعیل خاں میں حضرت حاجی دوست محمد قندھاری مصروفِ ارشاد رہے۔ پنجاب میں ان کے خلفاء نے مشعلیں روشن کیں۔ یہ تمام کوششیں اسی طلائی زنجیر کی کڑیاں ہیں جو افغانستان، پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش اور شام و عراق و مصر و ترکیہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان سب کڑیوں کو سرہند کے اللہ والے نے متحرک اور متعدی فرمایا ہے۔ آپ نے ایسے گرم نفس اور خلوص سے حرکت دی ہے کہ صدہا سال گزرنے پر بھی ان میں حرکت باقی ہے اور امید واثق ہے کہ تا قیامِ قیامت ان میں حرکت باقی رہے گی۔ خواجۂ دیں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ایں سلسلہ از طلائے ناب است　　　ایں خانہ ہمہ آفتاب است

حضرتِ مصنّف مدظلہ العالی کا وجودِ مبارک اور آپ کی یہ تالیفِ منیف اسی طلائے ناب کی ایک کڑی ہے۔ عاجز کا دل کہتا ہے۔ جس طرح آپ کی شخصیت منارۂ نور ہے اسی طرح یہ کتابِ معلّیٰ اسلامی ادب کی شاہراہ پر ایک نمایاں سنگِ میل ثابت ہوگی اور فنِ سوانح اور تذکرہ کے خزانوں میں ایک انمول اضافہ ہوگا۔

عاجز اپنے اس مقدمہ کو ایک پاک دل مخلص حضرت شاہ ابو الخیر عبد اللہ فاروقی قدس اللہ سرہٗ

کے مدحیہ اشعار پر ختم کرتا ہے۔ البتہ پاک دل مخلص نے "ممدوح میرے خیر زندہ رہیں مدام" لکھا ہے، عاجز نے حضرت مصنف کا اسمِ گرامی زید لکھ دیا ہے۔[1]

دہلی کو جائے طالب مولیٰ جو جا سکے | ہے اُس جگہ وہ شخص جو حق سے ملا سکے
بے حد بزرگیاں ہیں اُس عالی جناب میں | کیا کوئی اُن کے لکھنے کو خامہ اُٹھا سکے
سینوں کو تو نے نور سے لبریز کر دیا | ابرِ بہار کب تری بخشش کو پا سکے
پہنچی تجھے ولایتِ عُلیا وِرَاثَۃً | کب فہم میں کوئی تری عظمت کو لا سکے
کالشمسِ فی النّہار ترا فضل ہے عیاں | کِس طرح کوئی تیرا یہ رُتبہ چھپا سکے
قہر و عتاب میں ترے رحمت ہے مستتر | یہ نکتہ کب خیال میں ناقص کے آ سکے
روشن جہاں میں نام ہے اس خانقاہ کا | محروم جو یہاں ہو کہاں پھر وہ جا سکے
در ہے تمہارا در کوئی اس کے بغیر آج | ممکن نہیں کہ منزلِ مقصود پا سکے

ممدوح میرے زید زندہ رہیں مدام
اور ان سے اپنے کام زمانہ بنا سکے

اُمیدوارِ دُعاء

ابوالخیرات محمد عبدالستار خاں

سابق پروفیسر عربی عثمانیہ یونیورسٹی۔ حیدرآباد

پنجشنبہ۔ ۱۰ رشعبان المعظم ۱۴۱۰ھ
۸ رمارچ ۱۹۹۰ء

---

[1] ملاحظہ کریں "مقاماتِ خیر" ص ۳۸۱

ابتدائیہ

کتاب امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ نعمان علیہ من اللہ الرحمۃ والرضوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

بندۂ عاجز ابوالحسن زید فاروقی حنفی عرض کرتا ہے کہ ایک عرصہ سے عاجز کی خواہش تھی کہ مُرَبِّیِ اَقْدَم حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان (رَحِمَهُ اللّٰهُ وَرَضِيَ عَنْهُ) کا مبارک حال ائمۂ اعلام کی کتابوں سے مختصر طور پر تحریر کرے۔ آپ نے جو خدمت اِس اُمّتِ مرحومہ کی کی ہے وہ اس امر کی مقتضی ہے کہ آپ کے مبارک احوال سے اُمّتِ مسلمہ کے افراد آگاہ ہوں اور وہ آپ کے لئے دعائے خیر کرتے رہا کریں۔

علّامہ سیوطی نے رسالہ تبییض الصحیفہ[1] میں عبداللہ بن داؤد الخریبی کا یہ قول لکھا ہے
يَجِبُ عَلٰى اَهْلِ الْاِسْلَامِ اَنْ يَدْعُوا اللّٰهَ لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْ صَلَوَاتِهِمْ۔ قَالَ وَذَكَرَ حِفْظَهُ عَلَيْهِمُ السُّنَنَ وَالْفِقْهَ۔

"اہلِ اسلام پر لازم ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں ابوحنیفہ کے لئے دعا کیا کریں، کیونکہ انہوں نے ان کے واسطے سُنن اور فقہ کی حفاظت کی ہے"۔

یہ عاجز اگرچہ بیس پچیس سال کے عرصہ میں آپ کے مبارک احوال کو کتابی شکل میں پیش کرنے سے قاصر رہا ہے لیکن مولائے رحیم وکریم کے فضل وکرم سے اِس عزم سے غافل نہیں رہا، علمائے اعلام کی تالیفات کے جمع کرنے میں لگا رہا اور بعض اوقات کچھ قلمبند کرنے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اِس کتاب کے آخر میں عاجز مراجع کا بیان کرے گا۔ اس سے ناظرین کو اندازہ ہو جائے گا کہ کتنے عمدہ اور مستند مراجع فراہم کئے گئے ہیں۔

---

[1] ملاحظہ کریں ص۱۷

یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ ماہِ ربیع اوّل ۱۳۹۷ھ ۷ رمارچ ۱۹۷۷ء کو اس عاجز کا چار مہینے کے واسطے ابن العم حضرت محمد ابوسعید مجدّدی فاروقی رامپوری کے ساتھ مکہ مکرمہ جانا ہوا حضرت محمد ابوسعید کے والدِ مکرم حضرت محمد معصوم فرزند حضرت عبدالرشید اور عاجز کے والد شاہ عبداللہ ابوالخیر فرزند حضرت شاہ محمد عمر آپس میں چچازاد بھائی تھے۔ چونکہ وہ عمر میں بڑے تھے، حضرت والدان کو بھائی صاحب کہتے تھے۔

مکہ مکرمہ میں ہمارا قیام جناب محمد مدنی فرزند جناب شیخ ندیم احمد مجدّدی فاروقی رامپوری کی عمارت میں ہوا۔ یہ چھ منزلہ عمارت شارع عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما میں لاسلکی کے پاس واقع ہے۔ محمد مدنی صاحب کے صاحبزادے نے اپنے والد کی کتابیں عاجز کو دکھائیں ان کی کتابوں کی وجہ سے عاجز کے مطالعہ کا سلسلہ جاری رہا۔ ان کتابوں میں استاذ محمد ابوزہرہ کی کتاب "ابوحنیفہ۔ حیاتہ وعصرہ۔ آراؤہ وفقہہ" دستیاب ہوئی۔ عاجز نے اس کا مطالعہ کیا۔ استاذ محمد ابوزہرہ نے خوب تحقیق سے کتاب لکھی ہے۔ کتاب کی متانت ورصانت کا دل پر اثر ہوا اور عاجز نے اس کا خلاصہ اردو میں لکھا۔

اتفاق کی بات ہے کہ بھائی ابوسعید کے بڑے بیٹے حافظ قاری ادیب اور شاعر عبدالحمید حمید اپنے والد سے ملنے تین دن کے واسطے دہلی سے آگئے۔ انہوں نے اِس خلاصہ کو دیکھا اور دو تاریخی قطعات اردو میں اور ایک عربی میں کہے۔ عاجز اُردو کے قطعات لکھتا ہے ؎

تصنیف جناب حضرت زید — اللہ رے مقامِ بوحنیفہ
تاریخ حمید اس طرح تو — لکھ ــــ مظہر نامِ بوحنیفہ
۱۳ ھ ۹۷

دیگر

کتابِ خوب علمِ بوحنیفہ — یہی تو ہے بہارِ ارضِ کعبہ
حمید اس کی یہ ہے تاریخ بیشک — بنائی یادگارِ ارضِ کعبہ
۱ ۳ ھ ۹ ۷

عاجز کا خیال تھا کہ اِس خلاصہ کو طبع کرادے لیکن بعض دوسری تالیفات کی مصروفیت میں دن گزرتے گئے۔ اس دوران میں یہ خیال آیا کہ تالیفِ جدید کا لکھنا بہتر ہے۔ چنانچہ عاجز

فراہمی کتب میں مصروف ہوگیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے یہ کتاب مرتب ہوئی ہے جس کو عاجز طبع کرانے کا ارادہ کر رہا ہے۔

ایک کرم فرمانے مخالفوں کے کچھ اقوال ذکر کئے اور مشورہ دیا کہ ان کا بھی رد لکھ دیا جائے۔ عاجز نے کہا۔ معاندوں اور حاسدوں سے کوئی دَور خالی نہیں رہتا۔ ہمارے سَرور و آقا، اللہ کے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کی جو خدمت کی ہے روزِ روشن کی طرح واضح ہے اور اس کا اعتراف کثرت سے غیر مسلموں نے کیا ہے مع ہٰذا جو کج طبیعت ہیں وہ "کج دُم"[1] کی طرح مقتضائے طبیعت کا اظہار کر کے رہتے ہیں۔ دیکھو حضرت مولانا خالد کُردی فرماتے ہیں۔ ع گر نقلِ ابوجہل و محمد را نہ می دانی

عاجز نے اُن سے کہا۔ اِس اُمتِ مرحومہ کے جلیل القدر، مستند ائمۂ اعلام کے اقوال کا بیان کر دینا اور مستند کتابوں سے صحیح حالات کا لکھ دینا کافی ہے۔ خاص کر وہ بیان جو علماء مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ، ظاہریہ اور اہلِ حدیث نے حضرت امام عالیمقام کے متعلق کیا ہے کیونکہ معاند و حاسد کی قیل و قال کو کوئی نہیں روک سکتا۔ ایسے افراد کے متعلق حضرت امام نے وکیع سے فرمایا ہے۔

إِنْ يَحْسُدُونِيْ فَإِنِّيْ غَيْرُ لَائِمِهِمْ ۔۔۔ قَبْلِيْ مِنَ النَّاسِ أَهْلِ الْفَضْلِ قَدْ حُسِدُوْا

اگر ان لوگوں کو مجھ سے حسد ہے میں ان کو ملامت نہیں کرتا کیونکہ مجھ سے پہلے اہلِ فضل افراد سے حسد کیا جا چکا ہے۔

البتہ یہ عاجز امام حافظ ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ کے ایرادات اور حافظ ابوبکر احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ کی بے قاعدگی کا اور اس دَور کے بعض اہلِ حدیث کی غلط روش کا ذکر کرے گا تا کہ اہلِ نظر انصاف پسند افراد کو حقیقتِ امر کا علم ہو جائے۔

اہلِ عناد کی غلط بیانیوں کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنے عربی رسالہ "المقدمۃ السَنِیَّۃ"، میں جو کہ ۱۱۴۴ھ میں آپ نے مدینہ منورہ میں تالیف فرمایا ہے، لکھا ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ کا طریقہ رہا ہے کہ اپنے نیک بندوں کو ظالموں کے شر میں مبتلا کرتا ہے چنانچہ حضرت مجدد کو بھی ظالموں اور مبتدعین نے ایذا پہنچائی اور سخت گیر اور تنگ نظر فقہاء نے

---

[1] کج دُم، ٹیڑھی دم یعنی بچھو۔ [2] حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی نے اس رسالہ کو المجموعۃ السنیہ میں طبع کیا ہے۔

آپ پر انکار کیا۔ یہ ابتلا اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے درجات میں اضافہ کرتا ہے اور ان کی وفات کے بعد اُن کو نیکیاں پہنچاتا ہے۔

حضرت امام عالی مقام پر جو غلط الزامات بعض حاسدوں اور معاندوں نے لگائے ہیں جو بھی ان الزامات کو دُہرائے گا حضرت امام کو نیکیاں ملتی رہیں گی۔

حضرات ائمۂ دین کے درجات اللہ تعالیٰ بڑھائے ان حضرات نے جان سے، تن سے، مال سے دینِ مبین کی خدمت کی ہے۔ ان کے پیشِ نظر ارشادِ نبوی علی صاحبہ الصلاۃ، یسّروا ولا تعسّروا تھا (آسان بناؤ مشکل نہ بناؤ) لہٰذا ان حضرات نے سہولت کی راہیں کھولیں اور ان حضرات کے اختلاف سے اُمّتِ مرحومہ کو یہ فائدہ پہنچا کہ رحمت کی راہیں کُھلیں اور آسانی کے پرچم لہرائے، یہ حضرات شایانِ صد تعظیم و توقیر ہیں نہ یہ کہ ان پر جھوٹے الزام عائد کئے جائیں۔ حضرت عطار نے اپنے پند نامہ میں کیا خوب کہا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

آں اماما نے کہ کردند اجتہاد — رحمتِ حق بر روانِ جملہ باد

بوحنیفہ بُد امامِ باصفا — آں چراغِ اُمّتانِ مصطفیٰ

باد فضلِ حق قرینِ جانِ او — شاد باد اَرواحِ شاگردانِ او

صاحبش بو یوسفِ قاضی شدہ — وز محمد ذوالمنن راضی شدہ

شافعی ادریس و مالک بازفر — یافت زیشاں دینِ احمد کرّوفر

احمد حنبل کہ بود اُو مردِ حق — در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق

اِس اُمّت کے واسطے ان حضرات کا وجود سراسر رحمت ہے۔ امام شافعی نے فرمایا ہے "اِنَّ اللہَ لَا یُعَذِّبُ عَلٰی قَوْلٍ اخْتَلَفَ فِیْہِ الْفُقَهَاءُ" اللہ تعالیٰ اِس قول پر عمل کرنے والوں کو عذاب نہیں دے گا جس میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہوا ہے۔ رحمت کی راہیں کھل گئی ہیں جس پر چاہو چلو، دوسرے سے تعرض نہ کرو۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّ آخِرًا وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ دَائِمًا مُّتَجَدِّدًا۔

جمعہ ۹ جمادی الآخرہ ۱۴۰۸ھ
۲۹ جنوری ۱۹۸۸ء

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر
شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی ۶

حضرت امام عالی مقام ابوحنیفہ نعمان کے احوال

حضرتِ امام کا نام و نسب جنسیّت

آپ کے تذکرہ نگاروں کا تقریباً اتفاق ہے کہ آپ کا اسمِ گرامی نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے اور آپ کے والد کا نام ثابت ہے۔ خطیب بغدادی نے اسی نام سے "تاریخِ بغداد" کے "باب النون" میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ خطیب نے ابوجعفر کا قول بھی لکھا ہے کہ ابوحنیفہ کا نام عتیک اور ان کے والد کا نام زوطرہ ہے اور حضرت امام نے اپنا نام نعمان اور اپنے والد کا نام ثابت رکھا ہے[1] اور خطیب نے عمر بن حمّاد کا قول نقل کیا ہے۔[2]

ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی ہیں، زوطی[3] کابل کے ہیں۔ ثابت کی ولادت اسلام میں ہوئی ہے۔ زوطی بن تیم اللہ بن ثعلبہ کے مملوک تھے، پھر آزاد کر دیئے گئے۔ لہٰذا آپ کی وِلاء بنی تیم اللہ بن ثعلبہ کی پھر بنی قفل کی ہے۔ ابوحنیفہ خزّاز تھے۔ آپ کی دوکان "دار عمرو بن حریث" میں معروف تھی۔

علامہ شمس الدین شامی متوفی ۹۴۲ھ نے عمر بن حمّاد کا قول تاریخ بغداد سے لکھا ہے۔ اس میں زوطی کے والد کا نام ماہ ہے اور لکھا ہے کہ امام نووی نے لفظ زُوطیٰ کو زا کے پیش اور طا کے زبر سے لکھا ہے۔ بروزن موسیٰ اور قاموس اور طبقاتِ حنفیہ میں زا اور طا پر زبر ہے

---

[1] ملاحظہ کریں تاریخِ بغداد جلد ۱۳ صفحہ ۳۲۵۔ [2] ص ۳۲۴

[3] عاجز سے بعض محقق علماء نے کہا ہے کہ لفظ زطی کی اصل زَط ہے جو کہ جَٹ کا معرب ہے اور جٹ ہندوستان کی جاٹ قوم ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں یہ قوم بغداد کے اطراف میں آباد ہو گئی تھی۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ سابق استاذ قانون جامعہ عثمانیہ دکن نے رسالہ "امام ابوحنیفہ کی تدوین قانونِ اسلامی" کے صفحہ ۲۳ میں بہ صورتِ حاشیہ لکھا ہے "زوطی کے لفظ کا ہندوستانی جاٹ سے بھی ممکن ہے کچھ تعلق ہو یا یہ کہ وہ "چھوٹے" کا معرب ہو کیونکہ نہ صرف اس لفظ کا تلفظ "زُوطیٰ" اور "زُوَطی" دونوں میں ہے۔ (لہٰذا دونوں کے مابین "زوطے" سمجھنا چاہیئے) بلکہ اس کے معنیٰ بھی بعض مؤلف نے "چھوٹے" ہی بتلائے ہیں۔ شاید سندھی لفظ ہو۔"

بروزن سلمٰی[1]

خطیب نے حضرت امام کے دوسرے پوتے اسماعیل بن حمّاد کا یہ قول نقل کیا ہے۔[2]

"میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان از اولاد فُرسِ احرار ہوں، اللہ کی قسم ہم پر کبھی غلامی نہیں آئی ہے۔ میرے دادا (حضرت ابو حنیفہ) کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے۔ (ان کے والد) ثابت چھوٹی عمر میں حضرت علی بن ابی طالب کے پاس گئے۔ حضرت علی نے ان کے لئے اور اُن کی اولاد کے لئے برکت کی دعا کی اور ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ حضرت علی کی دُعا ہمارے حق میں قبول کرلی گئی ہو گی۔"

اسماعیل کا یہ بیان بھی ہے کہ ثابت کے والد نعمان بن مرزبان نے نوروز کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فالودہ پیش کیا اور آپ نے فرمایا۔ نَوْرُوْزُنَا کُلَّ یَوْمٍ۔ ہمارا نوروز ہر دن ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ مہرجان کا تھا اور حضرت علی نے فرمایا تھا "ہر دن ہمارا مہرجان ہے"۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکّی شافعی متوفّی ۹۷۳ھ نے لکھا ہے۔[3]

دونوں بھائیوں کے بیان میں اختلاف ہے کہ حضرت امام کے والد ثابت کے والد کا نام نعمان ہے یا زوطیٰ اور وہ مرزبان کے بیٹے ہیں یا ماہ کے۔ اس اختلاف کی یہ توجیہہ کی جاسکتی ہے کہ ایک نے ان کے نام لکھے ہوں گے اور دوسرے نے القاب کا بیان کیا ہوگا۔ اور ابن حجر نے غلامی کا اثر لینے اور نہ لینے کے متعلق کہا ہے کہ جس نے انکار کیا ہے اس نے حضرت امام کے والد ثابت سے منفی کیا ہے اور جس نے ثابت کیا ہے اس نے ثابت کے والد کے لئے ثابت کیا ہے۔

عبدالقادر مصری نے "الجواہر المضیۃ فی تراجم الحنفیۃ" کے مقدمہ کے تیسرے باب میں حضرت امام کا ذکر کیا ہے۔[4] انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام تک حضرت امام کا سلسلۂ نسب پہنچایا ہے۔ ابتدا کے چار نام اس طرح لکھے ہیں۔ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت بن کاؤس بن ہُرمُز۔

ملا علی قاری نے اپنی کتاب "مناقب الامام الاعظم" میں جو کہ بہ صورتِ ذیل "الجواہر المضیہ" چھپی ہے، لکھا ہے۔

"ثابت بن زوطا بن ماہ ہیں۔ اور لکھا ہے۔ زیادہ صحیح یہی بات ہے کہ آپ آزاد ہیں اور کسی دَور میں بھی آپ کے آبار واجداد میں غلامی کا اثر نہیں آیا ہے۔"

---

[1] عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان ص۳۶

[2] ج۱۳ ص۳۲۶ [3] الخیرات الحسان ص۱۹ [4] ج۱ ص۲۶ [5] ج۲ ص۴۵۰

علمار نے لکھا ہے کہ حضرت امام کے جدّ امجد کابل سے انبار آئے۔ وہاں ثابت کی ولادت ہوئی۔ جب انبار میں بدامنی پھیلی آپ نسا چلے گئے۔ وہاں حضرت امام کی ولادت ہوئی، پھر کوفہ آمد ہوئی۔ بعض علمار نے ترمذ کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہاں بھی کچھ قیام رہا ہے۔

آپ کی جنسیّت کے متعلق یہی قول مختار ہے کہ آپ اہلِ فارس میں سے ہیں۔ اس سلسلہ میں استاذ محمد ابوزہرہ نے اپنی تالیف "ابوحنیفہ وحیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقھہ" میں نفیس کلام لکھا ہے۔[1] اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

میرے نزدیک حضرت امام کے پوتوں کی روایتوں میں توافق کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ حضرت امام کے دادا زوطی یا نعمان اپنے وطن میں گرفتار ہوئے اور معلوم ہوتا ہے کہ ان پر احسان کیا گیا اور ان کو چھوڑ دیا گیا۔ جیسا کہ مسلمانوں کا سلوک مفتوحہ علاقہ کے کُبرائر کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔

قابلِ اعتماد یہی بات ہے کہ آپ کی اصل فارسی ہے، نہ آپ عربی ہیں اور نہ بابلی۔ آپ کے دادا پر غلامی کا دھبّہ لگا ہو یا نہ لگا ہو۔ آپ اور آپ کے والد کی ولادت آزادی کی حالت میں ہوئی ہے۔ اگرچہ بعض محققین کے ناقابلِ اعتماد قول سے معلوم ہوتا ہے کہ غلامی کا دھبّہ آپ کے والد پر لگا ہے۔ ان کے اس دعوی سے حضرت امام کی قدر، آپ کا علم، آپ کی شرافتِ نفس اور آپ کے مرتبہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ۔ اللہ کے ہاں اسی کی عزت بڑی ہے جس کا ادب بڑا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ آلِیْ کُلُّ بَرٍّ تَقِیٍّ۔ ہر نیکو کار متقی میری آل ہے۔ اور حضرت سلمان فارسی کے متعلق آپ نے فرمایا ہے۔ سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلُ الْبَیْتِ — سلمان ہم میں سے اہل بیت میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت امام کو جو ذاتی شرافت عطا کی تھی، اس کا احساس خود حضرت امام کو بھی تھا۔ آپ کے وَلَار کی نسبت بنی تیم اللہ سے تھی۔ بنی تیم اللہ کے ایک شخص نے امام صاحب سے کہا۔ آپ ہمارے مولیٰ ہیں۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ اَنَا وَاللّٰہِ اَشْرَفُ لَکَ مِنْکَ لِی۔ اللہ کی قسم تمہیں میری وجہ سے زیادہ شرافت حاصل ہوئی ہے بہ اعتبار اس شرافت کے جو تم سے مجھ کو حاصل ہوئی ہے۔

---

[1] ملاحظہ کریں صفحہ ۱۳، ۱۴۔

فارسی نسبت نے آپ کی قدر کم نہ کی اور نہ آپ کو مرتبۂ کمال تک جانے سے مانع ہوئی آپ کا نفس کسی غلام کا نفس نہیں تھا بلکہ ایک اصیل آزاد کا نفس تھا۔

مورخوں نے غیر عرب پر موالی کا استعمال کیا ہے۔ تابعین کے دور میں ہر جگہ کے فقہا یہی لوگ تھے۔ پھر استاذ ابوزہرہ نے کتاب "العقد الفرید" سے قاضی ابن ابی لیلی اور عیسیٰ بن ابان کا مکالمہ اور شیخ موفق مکی کی کتاب مناقب ابی حنیفہ سے عطاؒ اور ہشام بن عبدالملک کا مکالمہ لکھا ہے اور پھر یہ بات لکھی ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ (غیب کی بتائی ہوئی خبر) کی تصدیق ہورہی ہے کہ اگر علم ثریا کے پاس لٹکا ہوگا، ابنائے فارس کا جوان اس کو حاصل کرے گا۔" الخ

عرب میں رواج تھا کہ پردیسی اور کمزور افراد کسی با اثر شخص یا کسی قبیلہ کی پناہ حاصل کر لیا کرتے تھے۔ یقال ہُم وَلاءُ فلان اے موالون لہ یعنی دوستداران وے اند (منتہی الارب)[1]

اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب کی آیت پانچ میں فرمایا ہے۔ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ۔ (پکارو لے پالکوں کو ان کے باپ کا کر کر یہی پورا انصاف ہے اللہ کے ہاں پھر اگر نہ جانتے ہو ان کے باپ کو تو تمہارا بھائی ہیں دین میں اور رفیق ہیں) ولاء کے اثبات سے لازم نہیں آتا کہ کوئی کسی کا مملوک رہا ہو۔ عرب میں قبائلی نظام رائج تھا۔ ہر قبیلہ ان افراد کی حفاظت کرتا تھا جن کا تعلق ان سے ہوا کرتا تھا لہٰذا ضعیفوں اور پردیسیوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ کسی طاقتور کی پشت پناہی حاصل کرلیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اسی کا اظہار کیا ہے جس کا بیان اللہ تعالیٰ نے کیا ہے[2] قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ۔ کہا، مجھ کو تم سے مقابلہ کرنے کی طاقت ہوتی یا کسی مضبوط آسرے کی پشت پناہی حاصل ہوتی۔

لہٰذا حضرت امام کے دادا جب اپنے ملک سے عراق آئے آپ نے اپنی حفاظت کے لئے کسی با اثر کی دوستی اور پشت پناہی حاصل کی ہے۔ یہ ہے حقیقت جس کو معاندوں نے افسانہ بنا دیا۔

استاذ محمد بک الخضری نے لکھا ہے[3] ابنائے فارس، روم اور مصر کثرت سے اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کو موالی کہا جاتا تھا۔ جو شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا تھا وہ اس کا مولیٰ

---

[1] منتہی الارب ج۴ ص۴۵۱ [2] سورۂ ہود آیت ۸۰ [3] تاریخ التشریع الاسلامی ص۱۳۶

کہلاتا تھا۔

حضرت امام کا اسم گرامی نعمان ہے۔ عربی میں خون کو نعمان کہتے ہیں۔ خون پر مدارِ حیات ہوتا ہے۔ تفاؤلاً یہ نام رکھا جاتا ہے کہ یہ شخص سرخرو اور کامیاب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی اور آپ نے شریعتِ مطہرہ کے ایسے اصول وضوابط بیان کئے جو مقبولِ خلائق ہوئے اور امام شافعی کو کہنا پڑا: "النّاسُ فی الفقه عیالُ ابی حنیفة"۔ فقہ میں سب لوگ ابو حنیفہ کے محتاج ہیں آپ ہی کے اصول وضوابط شریعت مُطہّرہ کی تدوین و ہمہ گیری کا ذریعہ بنے ہیں۔

اور نعمان گلِ لالہ کی ایک قسم کا نام ہے۔ اس کا رنگ سُرخ ہوتا ہے اور اس کی خوشبو نہایت روح پرور اور دل آویز ہوتی ہے۔ ابتدائے موسمِ بہار میں پہاڑ کے دامن میں وہ اپنی بہار دکھاتا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی نے کتاب "امام اعظم اور علم الحدیث" صفحہ ۱۲۲ میں لکھا ہے۔ علامہ نووی نے تہذیب الاسماء واللغات کے مقدمہ میں تصریح کی ہے کہ لفظ مولیٰ زیادہ تر دوستی کے عہد و پیمان یعنی مولی الموالات کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ تاہم مولی چونکہ غلام کو بھی کہتے ہیں اس لئے امام اعظم کے بارے میں بعض لوگوں کو دھوکا ہوا ہے اور وہ مولی کے معنی غلام کے سمجھ بیٹھے ہیں لیکن چونکہ خود امام صاحب کی اپنی تصریح موجود ہے کہ یہ نسبت دوستی کے عہد و پیمان کی نسبت ہے اس لئے اب دوسرے احتمال کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ امام طحاوی مشکل الاثار میں جو فن حدیث میں اپنے موضوع پر بے مثال کتاب ہے عقدِ موالات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (جلد ۴ صفحہ ۵۴ میں)

"عبد اللہ بن یزید کہتے ہیں۔ میں امام ابو حنیفہ کے پاس گیا انھوں نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ایسا شخص جس پر اللہ نے اسلام کے ذریعہ احسان کیا یعنی نومسلم۔ امام صاحب نے فرمایا یوں نہ کہو بلکہ اُن قبائل میں سے کسی سے تعلق پیدا کرلو پھر تمہاری نسبت بھی ان کی طرف ہوگی میں خود بھی ایسا ہی تھا"

یہ عاجز عفی اللہ عنہ کہتا ہے۔ امام سیوطی نے "الجامع الصغیر" میں طبرانی کی الکبیر اور حاکم کی مستدرک سے "سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلُ الْبَيْتِ" کی روایت لکھی ہے کہ سلمان ہمارے اہلِ بیت میں سے ہے۔ یہ شرف اور مرتبہ حضرت سلمان کو ولاءِ محبت سے ملا ہے۔

اور مولانا کاندھلوی نے لکھا ہے (حاشیہ کرکے) حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں۔ مولیٰ صرف

غلام کو نہیں کہتے ہیں بلکہ ولاء اسلام، ولاء حلف اور ولاء لزوم کو بھی ولاء کہتے ہیں اور ان تعلقات والوں کو موالی کہا جاتا ہے۔ امام بخاری کو ولاء اسلام کی وجہ سے جعفی، امام مالک کو ولاء حلف کی وجہ سے تیمی اور مقسم کو حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس زیادہ رہنے کی وجہ سے مولی ابن عباس کہتے ہیں۔

بشارت سراپا کرامت

علامہ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی نے لکھا ہے۔[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کا بیان۔ ائمہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام مالک کی بشارت اس حدیث شریف سے دی ہے۔ يُوْشِكُ اَنْ يَضْرِبَ النَّاسُ اَكْبَادَ الْاِبِلِ يَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ فَلَا يَجِدُوْنَ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِيْنَةِ ۔قریب ہے علم کی تلاش میں لوگ اونٹوں پر سفر کریں گے اور ان کو مدینہ کے عالم سے زیادہ علم والا کہیں نہ ملے گا۔

اور حضرت امام شافعی کی بشارت اس حدیث شریف سے دی ہے۔ لَا تَسُبُّوْا قُرَيْشًا فَاِنَّ عَالِمَهَا يَمْلَأُ الْاَرْضَ عِلْمًا۔ قریش کو برا نہ کہو کیونکہ ان کا عالم زمین کو علم سے بھر دیگا۔

میں کہتا ہوں۔ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں ابوحنیفہ کی بشارت دی ہے جس کی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کی ہے اور ابونعیم نے اس کو حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر علم ثریا کے پاس ہو البتہ ابنائے فارس کے افراد اس کو حاصل کریں گے۔

اور شیرازی نے القاب میں قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ اگر علم ثریا سے لٹکا ہوا ہو البتہ اس کو ابنائے فارس سے کچھ لوگ حاصل کرلیں گے۔

ابو ہریرہ کی حدیث کی اصل صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ان الفاظ سے ہے۔ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ ۔ اگر ایمان ثریا کے پاس ہو البتہ فارس کے لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهٖ رَجُلٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ حَتّٰى يَتَنَاوَلَهُ ۔ اگر ایمان ثریا کے پاس ہو ابنائے فارس میں سے

---

[1] مطالعہ فرمائیں رسالہ تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہ ص ۳، ۴

ایک شخص اس حد تک پہنچ جائے گا اور اس کو حاصل کرے گا۔

اور قیس بن سعد کی حدیث طبرانی کی معجم کبیر میں ان الفاظ سے ہے۔ لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَا تَنَالُہُ الْعَرَبُ لَنَالَہُ رِجَالُ فَارِس۔ اگر ایمان ثریا کے پاس لٹکا ہو کہ عرب اس کو نہ پاسکیں، البتہ فارس کے لوگ اس کو پالیں گے۔

اور معجم طبرانی میں ہی ابن مسعود سے روایت ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْکَانَ الدِّیْنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَتَنَاوَلَہُ نَاسٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ۔ ابنِ مسعود نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر دین ثریا سے لٹکا ہوتا البتہ بعض ابنائے فارس اس کو حاصل کر لیتے۔

یہ ایک صحیح اصل ہے جس سے امام ابو حنیفہ کی بشارت اور آپ کی فضیلت کا اظہار ہو رہا ہے جیسا کہ ان دو حدیثوں سے امام مالک اور امام شافعی کی بشارت اور فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔

یہ صحیح اصل بے نیاز کر دیتی ہے موضوعی خبر سے۔ (سیوطی کا کلام تمام ہوا)

یہ عاجز کہتا ہے علامہ سیوطی نے "خبر موضوعی" کا ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت امام کے تذکرہ نگاروں نے جو روایتیں لکھی ہیں، جیسے "عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَہُ اَبُوْحَنِیْفَۃَ ھُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ یعنی میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کو ابو حنیفہ کہا جائے گا وہ قیامت میں میری امت کا چراغ ہوگا۔" ایسی موضوعی روایات کو ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے جب ایسی مستند اصل موجود ہے۔

حضرت امام کی کنّیت

آپ کے تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ آپ کی کنیت ابو حنیفہ تھی حنیفہ تانیث ہے حنیف کا۔ یعنی عبادت کرنے والا اور دین کی طرف راغب ہونے والا۔ تذکرہ نگاروں میں سے زیادہ تر اس طرف گئے ہیں کہ آپ کے صِرف ایک بیٹے تھے جن کا نام آپ نے حمّاد رکھا تھا۔ ان کے علاوہ کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے۔ ان افراد نے آپ کی کنیت ابو حنیفہ کی چند توجیہات کی ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے لکھا ہے[1]۔ "کوفہ کی مسجد میں وقف کی چار سو دواتیں طلبہ کے لئے

---

[1] امام ابو حنیفہ کی تدوین قانونِ اسلامی۔

ہمیشہ رہتی تھیں (موفق ۲/۱۴۲) اور یقیناً ابوحنیفہ کے سینکڑوں ہی شاگرد ہوئے ہوں گے۔ امام سیف الائمہ سائلی کا بیان ہے کہ ابوحنیفہ کے ایک ہزار شاگرد تھے، جن میں سے چالیس خاص فضیلت وجلالت رکھتے تھے بلکہ اجتہاد کے درجہ تک پہنچ چکے تھے۔ ابوحنیفہ ان کو خاص طور سے عزیز رکھتے تھے اور اُن کو تقرب حاصل تھا۔ ایک دن انھوں نے ان چالیس شاگردوں سے کہا۔ تم میرے سب سے جلیل القدر ساتھی اور میرے دل کے رازداں اور میرے غمگسار رہو۔ میں فقہ کی اس سواری کو زین اور لگام لگا کر تمہارے سپرد کر چکا ہوں' اب تمہیں چاہیئے کہ میری مدد کرو کیونکہ لوگوں نے مجھے دوزخ کا پُل بنا دیا ہے کہ سہولت تو دوسروں کو ہوتی ہے اور بوجھ میری پیٹھ پر رہتا ہے۔ (موفق ۲/۱۳۳)

استاذ عبدالحکیم جندی نے لکھا ہے[۱] "آپ کا حلقۂ درس وسیع تھا، آپ کے شاگرد اپنے ساتھ قلم دوات رکھا کرتے تھے۔ چونکہ اہلِ عراق دوات کو حنیفہ کہتے ہیں اس لئے آپ کو ابوحنیفہ کہا گیا یعنی دوات والے۔ (ص۲۲) بعض نے کہا ہے۔ آپ شدت سے حق کی طرف راغب اور کثرت سے اللہ کی عبادت کرتے تھے لہٰذا آپ کو ابوحنیفہ کہا گیا۔ اور لکھا ہے کہ آپ مستعمل پانی کے استعمال کو جائز نہیں سمجھتے تھے اس لئے آپ کے متبعین نے ٹوٹیوں کا استعمال شروع کیا۔ چونکہ ٹونٹی کو حنفیہ کہتے ہیں، آپ کا نام ابوحنیفہ پڑ گیا۔ (ص۲۲)

حافظ شمس الدین نے لکھا ہے۔ بعض افراد نے کہا ہے کہ آپ کی ایک بیٹی حنیفہ نام کی تھی لہٰذا آپ ابوحنیفہ ہوئے۔ لیکن آپ کے تذکرہ نگاروں میں سے ایک جماعت نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ آپ کی کوئی بیٹی نہ تھی اور بیٹا بھی بجز حمّاد کے اور کوئی نہ تھا۔ علامہ الموفق مؤلف المناقب کا بھی یہی خیال ہے۔

کتاب عقود الجمان کو "لجنۂ احیاء المعارف النعمانیہ" واقع حیدرآباد نے طبع کیا ہے۔ علامۂ اجل مولانا ابوالوفاء قندھاری رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً نے حاشیہ میں لکھا ہے۔

امام موفق نے حضرت امام کے مناقب میں لکھا ہے کہ جب حضرت امام کو فتویٰ دینے سے روکا گیا تو آپ کی بیٹی نے ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے بھائی سے دریافت کرلو۔ "فَعُلِمَ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ اِبْنَةٌ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ" آپ کے اِس ارشاد سے ظاہر ہے کہ آپ کی ایک بیٹی تھی۔

---

[۱] ابوحنیفہ بطل الحریۃ والمشائخ فی الاسلام۔ [۲] عقود الجمان ص۴۱۔

حضرت امام کی ولادت و وفات

قاضی ابو عبداللہ حسین بن علی صیمری متوفی ۴۳۶ھ نے بہ سند متصل[1] احمد بن الصلت سے اور امام ابن عبدالبر نے بہ سند متصل[2] ابو جعفر محمد بن عمرو اور عبداللہ بن جعفر رازی، اور محمد بن سماعہ سے اور یہ دونوں قاضی القضاۃ ابو یوسف سے روایت کرتے ہیں۔ سَمِعْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ حَجَجْتُ مَعَ اَبِيْ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَتِسْعِيْنَ وَلِيَ سِتَّ عَشَرَ سَنَةٍ فَاِذَا شَيْخٌ قَدِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لِاَبِيْ مَنْ هٰذَا الشَّيْخُ، فَقَالَ هٰذَا رَجُلٌ قَدْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ، فَقُلْتُ لِاَبِيْ فَاَيُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ، قَالَ اَحَادِيْثُ سَمِعَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لِاَبِيْ قَدِّمْنِيْ اِلَيْهِ حَتّٰى اَسْمَعَ مِنْهُ، فَتَقَدَّمَ بَيْنَ يَدَيَّ فَجَعَلَ يُفَرِّجُ النَّاسَ حَتّٰى دَنَوْتُ مِنْهُ، فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَفَقَّهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُهُ۔

میں نے امام ابو حنیفہ سے سُنا کہ ۹۳ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گیا۔ اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی۔ میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ ان پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ بوڑھے شخص کون ہیں۔ انھوں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور ان کا نام عبداللہ بن الحارث بن جزء ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ ان کے پاس کیا ہے میرے والد نے کہا۔ اُن کے پاس وہ حدیثیں ہیں جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہیں۔ میں نے کہا۔ مجھ کو آپ ان کے پاس لے جائیں تاکہ میں بھی حدیث شریف سُن لوں۔ چنانچہ وہ مجھ سے آگے بڑھے اور لوگوں کو چیرتے ہوئے چلے یہاں تک کہ میں اُن کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اُن سے سُنا کہ آپ کہہ رہے تھے۔

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، جس نے دین کی سمجھ حاصل کرلی، اس کی فکروں کا علاج اللہ کرتا ہے اور اس کو اِس طرح پر روزی دیتا ہے کہ کسی کو شان و گمان بھی نہیں ہوتا۔"

قاضی امام ابو یوسف کی اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کی ولادت ۷۷ھ کی ہے۔

تاریخ بغداد میں خطیب نے مزاحم بن داؤد سے اور وہ اپنے والد یا کسی دوسرے سے روایت

---

[1] ملاحظہ فرمائیں اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص۴ [2] کتاب بیان العلم و فضلہ جلد اول ص۴۵

کرتے ہیں کہ ابو حنیفہ کی ولادت سنہ ۶۱ھ میں اور وفات سنہ ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے لیکن یہ روایت کسی دوسرے نے نہیں کی ہے۔ ابو نعیم نے کہا ہے کہ آپ کی ولادت سنہ ۸۰ھ میں ہوئی ہے[۵۱]

وفیات الاعیان میں ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ کی ولادت سنہ ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور کہا گیا ہے کہ سنہ ۶۱ھ میں ہوئی ہے اور پہلا قول اصلح ہے اور آپ کی وفات رجب کے مہینہ میں ہوئی ہے اور کہا گیا ہے کہ شعبان میں ہوئی ہے اور سالِ وفات سنہ ۱۵۰ھ ہے اور کہا گیا ہے کہ جمادی الاولیٰ کی گیارہ تاریخ تھی اور کہا گیا ہے سنہ ۱۵۳ھ تھا۔ اور اصح پہلا قول ہے[۵۲]

خطیب کی سنہ ۶۱ھ کی روایت پر علماءِ ازہر نے درج ذیل حاشیہ لکھا ہے۔

وَإِلَيْهِ يَجْنَحُ مِنَ الْقُدَمَاءِ مَنْ دَوَّنَ أَحَادِيثَ النُّعْمَانِ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ كَأَبِي مَعْشَرٍ الطَّبَرِيِّ الشَّافِعِيِّ الْمُقْرِيِّ وَغَيْرِهِ -

قدیم علماءِ کرام کی وہ جماعت جس نے حضرت امام کی اُن روایات کی تدوین کی ہے جو آپ نے حضراتِ صحابہ سے کی ہیں، اس قول کی طرف میلان کیا ہے۔ جیسے ابو معشر طبری شافعی وغیرہ۔

علامہ سید احمد رضا بجنوری متع اللہ المسلمین من علمہ نے مقدمہ انوار الباری کے حصہ اول کے صفحہ پچاس میں لکھا ہے۔

"حضرت امام سنہ ۷۰ھ میں پیدا ہوئے، سنہ ولادت میں اختلاف ہے۔ علامہ کوثری نے سنہ ۷۰ھ کو دلائل و قرائن سے ترجیح دی ہے اور سنہ ۸۰ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے و ہاں حضرت عبداللہ بن الحارث صحابی سے ملے اور حدیث سنی، سنہ ۹۶ھ میں پھر حج کو گئے اور جو صحابہ زندہ تھے اُن سے ملے۔ درمختار میں ہے کہ امام صاحب نے بیس صحابہ کو دیکھا ہے۔ خلاصۃ الکمال فی اسماء الرجال میں ہے کہ چھبیس[۲۶] صحابہ کو دیکھا ہے"

علامہ قاضی صیمری اور امام ابن عبد البر نے جو روایات قاضی القضاۃ ابو یوسف سے بہ سندِ متصل روایت کی ہے عاجز کے نزدیک دوسری روایتوں سے ارجح اور قابل اعتماد ہے۔ اور حضرت امام عالی مقام کا سال ولادت سنہ ۷۰ھ ہے اور سال ولادت "جانِ پاک" سے ظاہر ہے۔
برادرِ طریقت مولانا حافظ محمد اکرام الحق، ساکن گھوسی، ضلع مئو، یوپی نے مشہور قول کی رو سے حضرت امام عالی مقام کی تاریخ "بداللہ" (۸۰) سے نکالی ہے۔ جزاہ اللہ خیرا۔

---

۵۱ ملاحظہ کریں جلد ۱۳ صفحہ ۳۳۰۔ ۵۲ ملاحظہ کریں وفیات الاعیان، جلد ۵ صفحہ ۳۱۳-۳۱۴

ایک افواہ علامہ احمد بن مصطفیٰ معروف بہ طاش کبری زادہ متوفی ۹۶۲ھ نے مِفتَاحُ السَّعَادَةِ وَمِصْبَاحُ السِّيَادَةِ "کی جلد ۲ صفحہ ۷۰ میں لکھا ہے۔

"وَسَمِعْتُ مَنْ اَثِقَ بِهِ يَرْوِيْ عَنْ بَعْضِ الْكُتُبِ اَنَّ ثَابِتًا تُوُفِّيَ وَتَزَوَّجَ اُمَّ الْاِمَامِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ الْاِمَامُ جَعْفَرُ الصَّادِقُ وَكَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ صَغِيْرًا وَ تَرَبّٰى فِيْ حِجْرِ الصَّادِقِ"

"مجھ سے ایک شخص نے کہا جس پر مجھ کو بھروسہ ہے کہ بعض کتب میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی والدہ سے امام جعفر صادق نے نکاح کر لیا۔ چنانچہ ابوحنیفہ کی تربیت حضرت جعفر صادق کے زیرِ سایہ ہوئی ہے"

امام جعفر صادق کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور یہی سَن حضرت امام ابوحنیفہ کی ولادت کا اہلِ حدیث نے مشہور کیا ہے۔ اِس قول کی رُو سے دونوں حضرات کی ولادت ایک سَن میں ہوئی ہے اور یہ ثابت ہے کہ حضرت امام نے پہلا حج اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ۹۳ھ میں کیا ہے۔ اور اس وقت آپ کی عمر سولہ سال کی تھی اور آپ کے والد ماجد حیات تھے۔ بہ ظاہر علامہ طاش کبری زادہ "يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كَاذِبُوْن" کے مصداق ہیں کہ "لا ڈالتے ہیں سنی بات اور بہت ان میں جھوٹے ہیں"، ان کی روایت اعتبار کے قابل نہیں۔

حضرت امام کی تابعیت حضرت امام عالی مقام کی تابعیت کے سلسلہ میں علاّمہ ذہبی نے "مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ" میں، علامہ جلال الدین سیوطی نے "تبییض الصحیفہ" میں، علامہ شمس الدین دمشقی نے "عقود الجمان" میں اور علاّمہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی نے "الخیرات الحسان" میں از رُوئے انصاف بہت اچھی بحث کی ہے اور حافظ کبیر ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری کی عبارت اُن کے فتاوی سے نقل کی ہے۔ عاجز ان اکابر کے اقوال کا خلاصہ لکھتا ہے۔

خلاصہ:۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کی ایک مبارک جماعت کو پایا ہے۔ آپ کی ولادت کوفہ میں ۸۰ھ میں ہوئی اور اس وقت کوفہ میں صحابہ میں سے عبداللہ بن ابی اوفی تھے۔ ان کی وفات ۸۶ھ یا اس کے بعد ہوئی ہے۔ اور ابن سعد نے ایسی سند سے کہ جس میں خلل نہیں ہے روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے انس بن مالک کو دیکھا ہے۔ ان دو حضرات کے سِوا دوسرے حضراتِ صحابہ بھی ممالک میں زندہ تھے۔ بعض حضرات نے ان روایات کو

جن کی روایت امام ابوحنیفہ نے صحابہ سے کی ہے ایک مختصر رسالہ میں جمع کر دیا ہے لیکن ان روایات کی سند ضعف سے خالی نہیں ہے اور میرے نزدیک مستند وہ بات ہے جو گزر چکی ہے کہ حضرت امام نے بعض صحابہ کو دیکھا ہے۔ یہ بات ابن سعد نے بھی کہی ہے لہٰذا اس اعتبار سے حضرت امام تابعین کے طبقہ میں سے ہیں اور یہ بات ائمۂ امصار میں سے کسی دوسرے امام کے واسطے ثابت نہیں ہے۔ جیسے ملک شام کے اوزاعی ہیں، بصرہ کے دو حماد ہیں، کوفہ کے ثوری ہیں، مدینہ منورہ کے مالک ہیں اور مصر کے لیث بن سعد ہیں۔ تمام ہوئی بات حافظ ابن حجر کی۔

علامہ شمس الدین دمشقی نے "عقود الجمان" میں تفصیل سے بحث کی ہے اور لکھا ہے

"علامہ قاضی ابو محمد العینی نے اپنی کتاب "شرح شرح معانی الآثار" کے مقدمہ میں اور اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت سے سُنا ہے، لیکن علامہ محقق قاسم بن قطلوبغا نے "جامع المسانید" للخوارزمی کے حاشیہ میں عینی کے کلام کا رد لکھا ہے۔"

اور لکھا ہے کہ ابن حجر اور دوسرے علماء نے حضرت امام کی روایت کردہ احادیث کی سند کی وجہ سے عدم صحت اور ضعف کا حکم کیا ہے کسی نے باطل نہیں قرار دیا ہے۔ بنا بریں ان روایات کے بیان کرنے میں ایک طرح کی سہولت ہے کیونکہ ضعیف حدیث کا ذکر کرنا جائز ہے اور ان کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ وارد ہے۔ لہٰذا میں ان کو ذکر کرتا ہوں۔ پھر ان پر کلام کروں گا۔

علامہ سیوطی کے پیشِ نظر وہ نسخہ رہا ہے جس کو ابومعشر نے جمع کیا۔

حضرت امام کی مرویات جن کو ابومعشر نے جمع کیا ہے

قَالَ اَبُو مَعْشَرٍ فِی جُزْئِہٖ اَخْبَرَنَا اَبُو عَبْدِ اللّٰہِ الْحُسَیْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَنْصُوْرٍ الْفَقِیْہُ الْوَاعِظُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو اِبْرَاھِیْمَ اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْقَاضِی قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْدَانَ الْحَنَفِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِیْدٍ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ عَلِیِّ السَّمَّانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْحُسَیْنِ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَحْمُوْدِ الْبَزَّارِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِیْدِ الْحُسَیْنُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُبَارَکِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعَبَّاسِ اَحْمَدُ بْنُ الصَّلْتِ بْنِ الْمُغَلِّسِ الْحِمَّانِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْوَلِیْدِ الْقَاضِی عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔

وَبِہٖ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ۔

وَبِہٖ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اِغَاثَۃَ اللَّھْفَانِ

اَقُولُ اَحمدُبنُ المُغَلِّس مَجرُوحٌ۔ یعنی ان تین روایتوں میں احمد بن الصلت بن المغلس ہے اور وہ مجروح ہے۔

پہلی حدیث (طلب العلم) کا متن مشہور ہے۔ امام نووی نے فتاوی میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اگرچہ معنی صحیح ہے اور حافظ جمال الدین المزی نے کہا ہے۔ ایک طریقہ سے اس کی روایت ہوئی ہے اور اس طریقہ سے یہ حدیث حسن کے رتبہ کو پہنچتی ہے۔

اور میں (سیوطی) کہتا ہوں کہ میرے نزدیک وہ صحیح کے رتبہ کو پہنچتی ہے کیونکہ میں تقریباً پچاس طریقوں سے واقف ہو چکا ہوں۔

دوسری حدیث (الدال علی الخیر) کا متن صحیح ہے۔ اس کی روایت صحابہ کی ایک جماعت سے ثابت ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ابومسعود کی حدیث ہے۔ مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَہٗ اَجْرُ فَاعِلِہٖ

تیسری حدیث (اِنَّ اللہَ یُحِبُّ) کا متن صحیح ہے اور صحابہ کی ایک جماعت سے اس کی روایت ثابت ہے۔ اور ضیاء مقدسی نے "مختارہ" میں بریدہ کی حدیث سے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

ثُمَّ قَالَ اَبُومَعشَر اَخبَرَنَا اَبُوعَبدِاللہِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبرَاھِیمُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوبَکرٍ الحَنَفِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوسَعِیدِ الحُسَینُ بنُ اَحمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بنُ اَحمَدَ بنِ الحُسَینِ البَصرِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَحمَدُ بنُ عَبدِ اللہِ بنِ حَرَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا المُظَفَّرُ بنُ مُنھِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَی بنُ عِیسَی بنِ المُنذِرِ الحِمصِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِی قَالَ حَدَّثَنَا اِسمَاعِیلُ بنُ عَیَّاشٍ عَن اَبِی حَنِیفَۃَ عَن وَاثِلَۃَ بنِ الاَسقَعِ اَنَّ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْ مَا یَرِیبُکَ اِلٰی مَا لَا یَرِیبُکَ۔

وَبِہٖ عَن وَاثِلَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُظھِرِ الشَّمَاتَۃَ لِاَخِیکَ فَیُعَافِیَہُ اللہُ وَیَبتَلِیکَ۔ یہ دو حدیثیں ہیں جن کی سند ایک ہے۔

پہلی حدیث (دع ما یریبک) کا متن صحیح ہے۔ صحابہ کی ایک جماعت سے اس کی روایت ثابت ہے اور اس کی تصحیح ترمذی، ابن حبان، حاکم اور ضیاء نے حسن بن علی بن ابی طالب کی حدیث سے کی ہے۔

دوسری حدیث (لا تظھر) ترمذی نے واثلہ سے دوسری وجہ سے روایت کی ہے اور اس کو حسن قرار دیا ہے اور ابن عباس کی حدیث اس حدیث کی شاہد ہے۔

ثُمَّ قَالَ اَبُومَعشَرٍ اَخبَرَنَا اَبُویُوسُفَ عَبدُ اللہِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُواِبرَاھِیمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوبَکرٍ الحَنَفِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوسَعدِ السَّمَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوعَلِیٍّ الحَسَنُ بنُ عَلِیِّ بنِ مُحَمَّدِ بنِ

إسحاق اليماني قال حدثنا أبو الحسن علي بن بابويه الأسواري قال حدثنا ابو داؤد الطيالسي عن أبي حنيفة قال ولدت سنة ثمانين وقدم عبد الله بن أنيس الكوفة سنة اربع و تسعين ورأيته وسمعت منه وانا ابن اربع عشرة سنة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حبك الشئ يعمي ويصم۔

میں سیوطی کہتا ہوں اس حدیث کی روایت ابو داؤد نے ابو الدرداء سے اپنی سنن میں کی ہے۔

یہاں یہ مشکل سوال واقع ہوا ہے کہ عبد اللہ ابن انیس جہنی مشہور صحابی کی وفات ۵۴ھ میں ہوئی ہے جو ابو حنیفہ کی ولادت سے ایک زمانہ پہلے ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرات صحابہ میں عبد اللہ بن انیس پانچ افراد تھے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ جس عبد اللہ بن انیس سے ابو حنیفہ نے روایت کی ہے وہ اس مشہور صحابی عبد اللہ بن انیس جہنی کے سوا ہو۔

ثم قال ابو معشر اخبرنا ابو عبد الله قال حدثنا ابو ابراهيم قال اخبرنا ابو بكر الحنفي قال حدثنا ابو سعد السمان قال حدثنا محمد بن موسى قال حدثنا محمد بن عياش الجلودي عن التمتام يحيى بن القاسم عن ابي حنيفة قال سمعت عبد الله بن ابي اوفى يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من بنى لله مسجدا ولو كمفحص قطاة بنى الله له بيتا في الجنة۔

میں سیوطی کہتا ہوں اس حدیث کا متن صحیح بلکہ متواتر ہے۔

وبه الى سعد السمان قال حدثنا ابو محمد عبد الله بن كثير الرازي قال حدثنا عبد الرحمن بن ابي حاتم الرازي قال حدثنا عباس بن محمد الدوري قال حدثنا يحيى بن معين عن ابي حنيفة انه سمع عن عائشة بنت عجرد رضی الله عنها تقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكثر جند الله في الارض الجراد، لا آكله ولا احرمه۔

میں کہتا ہوں اس حدیث کا متن صحیح ہے۔ ابو داؤد نے اس کی روایت سلمان سے کی ہے اور ضیاء نے "مختارہ" میں اس کو صحیح کہا ہے۔

حضرت امام کا وطن کوفہ

آپ کا وطن کوفہ ہے جو کہ عراق میں دریائے فرات کے کنارے آباد ہے۔ اِس شہر کو اور بصرہ کو خلیفۂ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بسایا ہے۔

۱۷ھ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رستم کو شکست دے کر قادسیہ کو فتح کر لیا اور کسریٰ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا اور مدائن میں آپ نے قیام کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ اور کوفہ بسانے کا حکم دیا اور انہوں نے یہ دو شہر آباد کئے۔ بعض علماء نے لکھا ہے ۱۷ھ کو بصرہ آباد ہوا اور ۱۸ھ کو کوفہ اور بعض نے ۱۹ھ لکھا ہے، لیکن مشہور قول ۱۷ھ کا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمن کے بارہ ہزار افراد کو اور نزار کے آٹھ ہزار کو کوفہ بھیجا۔ ان سب کے واسطے آپ نے روزینہ مقرر کیا۔ کوفہ کی آبادی میں بہت سرعت سے اضافہ ہوا۔ ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ جلد چھ میں کوفہ اور اہلِ کوفہ کا ذکر کیا ہے۔ صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے :" کان عمر یبدأ باھل الکوفۃ وبِہَا بُیُوتَاتُ الْعَرَبِ کُلِّھَا وَلَیْسَتْ بِالْبَصْرَۃِ "، کہ حضرت عمر اہلِ کوفہ سے شروعات کیا کرتے تھے۔ وہاں تمام عرب کے گھرانے آباد تھے اور یہ بات بصرہ میں نہ تھی "۔ اور صفحہ ۹ میں لکھا ہے۔ "ھَبَطَ الْکُوفَۃَ ثَلَاثَمِائَۃٍ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَۃِ وَسَبْعُوْنَ مِنْ اَھْلِ بَدْرٍ"۔ کوفہ میں تین سو افراد بیعتِ رضوان والے اور ستر افراد غزوہ بدر والے نازل ہوئے "۔ اس شہر کے بیچ میں عظیم الشان مسجد شریف بنوائی، جس میں چالیس ہزار افراد نماز بہ یک وقت پڑھتے تھے۔ ابن سعد نے صفحہ پانچ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا۔ "بِالْکُوفَۃِ وُجُوہُ النَّاسِ۔ کوفہ میں سرکردہ افراد ہیں "۔ اور لکھا ہے کہ حضرت عمر نے کوفہ کا ذکر کیا اور کہا۔ رُمْحُ اللّٰہِ، وَکَنْزُ الْاِیْمَانِ وَجُمْجُمَۃُ الْعَرَبِ، یَحْرُزُوْنَ ثُغُوْرَھُمْ وَیُمِدُّوْنَ الْاَمْصَارَ۔ کوفہ اللہ کا نیزہ اور ایمان کا خزانہ اور عرب کی کھوپڑی ہے۔ کوفہ والے سرحدی چوکیوں کی حفاظت کرتے ہیں اور شہروں کی مدد کرتے ہیں۔ اور آپ نے اہلِ کوفہ کو مکتوب ارسال کیا۔ ابتدا اس طرح کی :" الی رأس اہل الاسلام " اہلِ اسلام کے سرکردہ افراد کو۔

اور حضرت علی نے فرمایا۔ الکوفۃ جُمْجُمَۃُ الْاِسْلَامِ وَکَنْزُ الْاِیْمَانِ وَسَیْفُ اللّٰہِ وَرُمْحُہُ، کہ کوفہ اسلام کی کھوپڑی، ایمان کا خزانہ اور اللہ کی تلوار اور اس کا نیزہ ہے۔

اور حضرت سلمان فارسی نے فرمایا ہے۔ اَلْکُوْفَۃُ قُبَّۃُ الْاِسْلَامِ وَاَھْلُ الْاِسْلَامِ۔ یعنی کوفہ اسلام کا اور اہلِ اسلام کا گھر ہے۔

اور صفحہ سات میں لکھا ہے۔ کہ آپ نے اہلِ کوفہ کو مکتوب ارسال کیا اس میں لکھا۔

اے اہلِ کوفہ تم عرب کا سر اور ان کی کھوپڑی اور میرا وہ تیر ہو جس کو میں افتاد پڑنے پر اِدھر اُدھر پھینکتا ہوں، میں نے تمہارے پاس عبداللہ بن مسعود کو بھیج کر اپنے نفس پر تم کو ترجیح دی ہے۔

اِس مبارک شہر میں ایک ہزار صحابہ سے زیادہ افراد نے سکونت اختیار کی۔ ان حضرات کے رہنے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی تعلیم وتدریس اور پھر حضرت علی کا وہاں قیام اور جلیل القدر صحابہ کے وُرُود سے کوفہ بے مثال گلزارِ علم بن گیا۔ اسی مبارک سرزمین سے تمام علومِ اسلامیہ نے سر ابھارا ہے۔ جو صحابۂ کرام وہاں آئے ان سے حدیث شریف کے دَھلانے کھُلے۔ نحو، صَرف، لُغت، فِقہِ اللُّغۃ، علوم معانی، فِقہ اور اصولِ فقہ کا مصدر کوفہ ہی ہے۔ شاطبیہ میں سات ائمہ کی قراءات کا ذکر ہے۔ ۱۔ نافع اور وہ مدینہ کے، ۲۔ ابنِ کثیر اور وہ مکہ کے، ۳۔ ابوعمرو اور وہ بصرہ کے، ۴۔ ابن عامِر اور وہ دمشق کے، ۵۔ عاصم ۶۔ حمزہ ۷۔ کِسائی اور یہ تینوں حضرات کوفہ کے ہیں۔

علامہ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" لکھی ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں میں ہے، عاجز کے پاس نہیں ہے۔ مولانا محمد سرفراز خاں صفدر صاحب نے اپنی تالیف "مقامِ ابی حنیفہ" میں تذکرۃ الحفاظ کی صرف پہلی جِلد سے کوفہ کے ستانوے حفاظ کے اسماءِ گرامی لکھے ہیں۔

کوفہ جمجمۂ اسلام، قُبّۂ اسلام، کنز الایمان، امام الائمہ حضرت ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا وطن ہے۔ عاجز نے کہا ہے۔

شہر کوفہ ہے جو مسکن حضرتِ نعمان کا — سر ہے وہ اسلام کا مخزن ہے وہ ایمان کا
ہے یہ فرمانِ عمرؓ پھر ہے یہ فرمانِ علیؓ — قُبّۂ اسلام کہنا قول ہے سلمان کا

حضرات اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو کچھ فرمایا ہے الہامِ ربّانی ہے۔ ابھی سو سال نہیں گزرے تھے کہ دنیا نے دیکھ لیا کہ اس مبارک سرزمین میں سے ایسے ایسے افراد ظاہر ہوئے کہ انہوں نے عقدِ ثریّا کے روشن تاروں کے انوار سے تمام عالمِ اسلام کو شرقاً غرباً شمالاً جنوباً منور کر دیا۔ اِن حضرات نے ایسے دقائق حل کئے ہیں اور ایسے ایسے علوم و فنون ایجاد کئے ہیں کہ دنیا محوِ حیرت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو جُمجُمۃُ العرب اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمجمۃ الاسلام فرمایا ہے ان حضرات کے ارشاد کا اظہار ہو رہا ہے۔

حضرت امام کی وجہ معاش

حضرت امام کے تمام تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ آپ ریشمی کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کام آپ کو اپنے والد سے ملا تھا یا آپ نے یہ عمل از خود اختیار کیا تھا۔ ریشمی کپڑے کے تاجر کو عربی میں الخزّاز کہتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے لکھا ہے[۱] کہ حضرت امام کا مَصنَع، دوکان سرائے عمرو بن حریث میں تھی۔

۱؎ ج ۱۳ ص ۳۲۵

صیمری نے لکھا ہے[1] کہ حفص بن عبدالرحمٰن کاروبار میں آپ کے شریک تھے۔

استاذ محمد ابو زہرہ نے آپ کی تجارت کے متعلق نفیس مقالہ لکھا ہے[2]۔ اس کا خلاصہ لکھا جاتا ہے۔

تاجر ابو حنیفہ ایسی چار صفتوں سے متصف ہوئے کہ معاملات سے ان کا جوڑ ملتا ہے اور ان اوصاف کی وجہ سے آپ ایک کامل اور ماہر تاجر ہوئے۔ جس طرح کہ علماء کی جماعت میں آپ سب سے برتر اور فائق تھے۔ وہ چار صفتیں یہ ہیں۔

۱۔ آپ کا نفس غنی تھا۔ لالچ کا اثر کسی وقت بھی آپ پر ظاہر نہیں ہوا۔ حالانکہ لالچ کا اثر اکثر نفوس پر غالب آجاتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ اچھے کھاتے پیتے گھرانے کے فرد تھے جس پر محتاجی کی مذلت کبھی طاری نہیں ہوئی۔

۲۔ نہایت درجہ امانت دار تھے اور آپ کے نفس سے جس شے کا بھی تعلق ہوتا تھا اسی میں شدید تھے۔

۳۔ آپ معاف اور درگزر کرنے والے تھے، نفس کی دَنَاءَت سے اللہ نے آپ کو بچا رکھا تھا۔

۴۔ آپ بڑے دیندار تھے، شریعت کے احکام پر سختی سے عمل پیرا تھے، دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت کرتے تھے۔

ان اوصافِ عالیہ کا اجتماعی طور پر جو اثر آپ کے تجارتی معاملات پر ہوا اس کی وجہ سے تاجروں کے طبقہ میں انوکھے تاجر ہوئے اور بیشتر افراد نے آپ کی تجارت کو حضرت خلیفۃ المسلمین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تجارت سے تشبیہ دی ہے۔ گویا کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تجارت کی ایک مثال پیش کر رہے ہیں اور آپ ان طریقوں پر چل رہے ہیں جن پر سلفِ صالح کا عمل تھا۔ مال کے خریدنے کے وقت بھی اسی طرح امانت داری کے طریقہ پر عامل رہتے تھے جس طرح بیچنے کے وقت عامل رہا کرتے تھے۔

ابن حجر مکی نے "الخیرات الحسان" میں لکھا ہے کہ ایک عورت آپ کے پاس ریشمی کپڑا بیچنے کے واسطے لائی۔ آپ نے اس سے دام پوچھے۔ اس نے ایک سو بتائے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ زیادہ کا ہے، تم کیا کہتی ہو۔ اس نے ایک سو بڑھائے اور اسی طریقہ پر وہ چار سو تک پہنچی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ چار سو سے زیادہ کا ہے۔ وہ بولی تم مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا کسی شخص کو لاؤ کہ وہ اس کے دام لگائے۔ چنانچہ وہ ایک شخص کو لائی اور اس نے پانچسو میں وہ کپڑا خریدا۔

---

[1] اخبار ابی حنیفہ ص۴۴ [2] کتاب ابو حنیفہ صفحہ ۲۷، ۲۸، ۲۹۔

حضرت امام بیچنے والے کی غفلت اور لاعلمی سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے تھے بلکہ صحیح کیفیت کی ہدایت فرماتے تھے۔ اگر کوئی خریدار غریب ہوتا تھا یا وہ آپ کا دوست ہوتا تھا تو آپ اس سے فائدہ نہیں لیا کرتے تھے بلکہ اپنے فائدے میں سے بھی اس کو دیا کرتے تھے۔

خطیب نے لکھا ہے۔ ایک ضعیفہ آپ کے پاس آئی اور اس نے کہا۔ یہ کپڑا آپ کو جتنے میں پڑا ہے اس دام پر میرے ہاتھ فروخت کر دیں۔ آپ نے فرمایا تم چار درم میں لے لو۔ وہ بولی میں بڑھیا ہوں میرا مذاق کیوں اڑاتے ہو۔ آپ نے فرمایا میں نے دو کپڑے خریدے تھے اور ان میں سے ایک کپڑے کو اس دام سے چار درم کم پر فروخت کر دیا۔ اب یہ دوسرا کپڑا ہے جو چار درم میں مجھ کو پڑا ہے لہٰذا تم چار درم میں اس کو لے لو۔

اور خطیب بیان کرتے ہیں کہ ایک کپڑے میں کچھ عیب تھا۔ آپ نے اپنے شریک حفص بن عبدالرحمٰن کو وہ عیب دکھایا اور ان سے کہا۔ اس کپڑے کو فروخت کرتے وقت گاہک کو یہ عیب دکھا دینا۔ حفص مال لے گئے اور اس کو بیچ کر روپیہ لے آئے لیکن اس عیب دار کپڑے کا عیب گاہک کو بتانا بھول گئے۔ جب امام ابو حنیفہ کو اس کا علم ہوا آپ نے سارے مال کی ساری قیمت صدقہ کر دی۔

اس ورع اور حلال رزق پر اکتفا سے آپ کی تجارت آپ پر ہُن برساتی تھی۔ تاریخ بغداد میں ہے، آپ تجارت کے نفع کو سال بھر تک جمع کرتے تھے پھر اس سے اساتذہ اور محدثین کی ضروریات از قسم خوراک و پوشاک اور دوسری ضروریات خرید کر اُن کو پیش کرتے تھے۔ اور جو روپیہ نقد رہ جاتا تھا وہ ان حضرات کو دیتے تھے اور ان سے فرماتے تھے۔ میں نے اپنے مال میں سے کچھ نہیں دیا ہے یہ سب مال اللہ کا ہے اس نے اپنے فضل و کرم سے تمہارے واسطے مجھ کو دیا ہے جو میں پیش کرتا ہوں "

عبدالحکیم جندی نے لکھا ہے [1]۔ حضرت امام اپنی دوکان میں تھے ایک شخص نے ریشمی کپڑا طلب کیا۔ آپ نے اپنے فرزند حماد سے کپڑا دکھانے کو کہا۔ وہ کپڑا لائے اور دکھاتے وقت انہوں نے "صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ" کہا۔ عرب ممالک میں یہ مبارک جملہ مقامِ تحسین میں بولا جاتا ہے۔ عاجز نے یہاں ہندوستان میں اپنے حضرت والد اور کلاں سال افراد کو ایسے موقع پر "ماشاء اللہ کیا کہنا" کہتے سُنا ہے۔ حضرت امام نے جب اپنے فرزند سے یہ کلمہ تحسین سنا تو فرمایا: "مَنْ قَدْ مَدَحْتَهُ"

---

[1] ملاحظہ کریں ابو حنیفہ بطل الحریۃ ص۵۱۔

ہائیں، تم نے اس کپڑے کی تعریف کردی۔ اب تم اس کپڑے کو اُٹھاؤ۔ اور اس گاہک کے ہاتھ وہ کپڑا فروخت نہیں کیا۔

امام موفق نے لکھا ہے۔ امام ابوحفص عمر بن ابی بکر بن محمد زرنجری اپنے والد ابوعبداللہ ابن ابی حفص الکبیر سے وہ حامد بن آدم سے وہ اسد بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی کوشش رہا کرتی تھی کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقوال و افعال و خصال کی پیروی کریں، کیونکہ حضرت ابوبکر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں سب سے افضل، سب سے اعلم، سب سے افقہ، سب سے اَورَع، سب سے اَتقی، سب سے اَعبَد، سب سے اَزہَد، سب سے اَسخَا اور سب سے اجود تھے۔ اسی طرح ابوحنیفہ تابعین میں سب سے زائد علم والے، سب سے زائد متقی، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ دینے والے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مکہ میں ایک دوکان تھی وہاں کپڑا فروخت کرتے تھے، حضرت ابوحنیفہ نے ان کا اتباع کیا اور کپڑے کی آپ نے تجارت کی۔

علامہ ابن حجر مکی نے امام ابویوسف کا یہ بیان لکھا ہے۔[۵۲]

"حضرت امام سے جب بھی کسی شخص نے اپنی حاجت بیان کی آپ اس کی حاجت روائی کرتے۔ آپ کے صاحبزادے حماد نے جب استاد سے سورۂ فاتحہ پڑھی، آپ نے استاد صاحب کو پانچسو درہم دیئے اور دوسری روایت میں ایک ہزار درہم دینے کا بیان ہے۔ استاد صاحب نے کہا میں نے کام ہی کیا کیا ہے جو آپ نے اتنی زیادہ رقم مجھ کو ارسال کی ہے۔ آپ نے استاد صاحب کو بُلا کر فرمایا۔ آپ نے میرے بیٹے کو جو تعلیم دی ہے اس کو کم چیز نہ سمجھئے۔ اللہ کی قسم اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ کی گنجائش ہوتی ہم پیش کرتے۔

وکیع نے بیان کیا۔ مجھ سے ابوحنیفہ نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔ "اَرْبَعَۃُ آلاَفٍ وَدُوْنَہُ نَفَقَۃٌ"، چار ہزار اور اس سے کچھ کم نفقہ ہے۔ (یعنی سال بھر کے لئے یہ مقدار کافی ہی) اور اس ارشادِ گرامی کی وجہ سے میں چالیس سال سے چار ہزار درم سے زائد کا مالک نہیں ہوا ہوں۔ اگر محتاجی کا کھٹکا مجھ کو نہ ہوتا میں اپنے پاس ایک درہم بھی نہ رکھتا۔

سفیان بن عُیَیْنَہ نے بیان کیا کہ ابوحنیفہ کثرت سے صدقہ کیا کرتے تھے، ان کو جو بھی فائدہ ہوا کرتا تھا وہ دے دیا کرتے تھے۔ مجھ کو اس کثرت سے تحفے ارسال کئے کہ مجھ کو وحشت ہونے لگی۔ میں نے اُن کے بعض اصحاب سے اس کی شکایت کی۔ انہوں نے کہا۔ تم ذرا اُن تحفوں کو دیکھتے

---

[۵۱] ملاحظہ کریں کتاب المناقب از موفق ج۱ ص۹۲ [۵۲] الخیرات الحسان صفحہ ۳۷، ۳۸

جوانہوں نے سعید بن ابی عروبہ کو بھیجے ہیں۔ ابوحنیفہ نے محدّثین میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑا کہ اس کے ساتھ بھلائی نہ کی ہو۔

مِسعَر نے کہا کہ ابوحنیفہ جب بھی اپنے واسطے یا اپنے عیال کے واسطے کپڑا یا میوہ خریدتے تھے، پہلے اسی مقدار میں کپڑا یا میوہ علماء شیوخ کے واسطے خریدتے۔

ابو یوسف نے بیان کیا۔ اگر آپ کسی کو کچھ دیا کرتے تھے اور وہ آپ کا شکر کرتا تھا تو آپ کو بڑا ملال ہوتا تھا اور آپ فرماتے تھے۔ شکر اللہ کا کرو کہ اس نے یہ روزی تم کو دی ہے۔

آپ نے بیس سال تک میرا اور میرے گھر کا خرچہ برداشت کیا اور میں جب بھی آپ سے کہتا کہ میں نے آپ سے زائد دینے والا کسی کو نہیں دیکھا ہے، آپ فرماتے اگر تم کبھی حمّاد (آپ کے مبارک استاد) کو دیکھ لیتے تو کیا کہتے۔

اور ابو یوسف نے کہا۔ میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر اچھی عادتوں والا نہیں دیکھا اور آپ کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ابوحنیفہ کو علم عمل سخا اور داد و دہش اور قرآنی اخلاق سے مزین کر دیا تھا۔

شقیق نے بیان کیا میں ابوحنیفہ کے ساتھ کسی طرف جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک شخص نے آپ کو دیکھا اور وہ دوسرے راستہ پر جانے کی کوشش کرنے لگا۔ آپ نے اس کو آواز دی اور وہ آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے کہا۔ تم دوسرے راستہ کی طرف کیوں مُڑ گئے تھے۔ اس نے کہا میں نے آپ سے دس ہزار درہم قرض لئے تھے اور بہت دن گزر گئے اور میں تنگدست ہو گیا ہوں لہٰذا مجھ کو آپ سے حیا آئی۔ آپ نے کہا۔ سبحان اللہ۔ تمہارے حالات اتنے بگڑ گئے ہیں تو میں نے وہ ساری رقم تم کو دی اور میں اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں۔ تم مجھ سے اپنے کو نہ چھپایا کرو اور تم نے جو زحمت برداشت کی ہے اس سے مجھ کو معاف کر دو۔

یہ روایت بیان کر کے شقیق نے کہا۔ مجھ کو یقین ہو گیا کہ ابوحنیفہ درحقیقت زاہد ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

فضیل نے کہا کہ ابوحنیفہ زیادہ کرم کرنے میں اور بات کم کرنے میں اور علم و اہلِ علم کی تکریم کرنے میں مشہور تھے۔

شریک نے کہا۔ جو شخص آپ سے پڑھتا تھا آپ اس کو نان نفقہ کی طرف سے مستغنی کر دیا کرتے تھے بلکہ اس کے گھر والوں پر بھی خرچ کرتے تھے اور جب وہ علم پڑھ لیتا تھا تو آپ اس سے فرماتے تھے۔ اب تم کو بڑی دولت مِل گئی ہے اور تم کو حلال و حرام کی پہچان ہو گئی ہے۔

ابن حجر ہیتمی نے الخیرات الحسان کی پچیسویں فصل اس عنوان سے لکھی ہے کہ اپنی کمائی سے کھانا اور عطیات کا رد کرنا۔ اور پھر لکھا ہے۔ [1]

حضرت امام کی یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ آپ ریشمی کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور اس کام میں آپ خوش نصیب تھے اور آپ کو خوب مہارت حاصل تھی۔ آپ کی دکان تھی اور آپ کے شریک خرید و فروخت کے سلسلہ میں سفر پر جایا کرتے تھے۔ آپ اپنے نفس سے بے نیاز تھے۔ آپ کو طمع اور لالچ سے کسی طرح کا لگاؤ نہ تھا۔ حسن بن زیاد نے کہا ہے۔ قسم ہے اللہ کی کہ آپ نے خلفاء اور اُمراء کا ہدیہ اور عطیہ کبھی قبول نہیں کیا۔ منصور نے تیس ہزار درہم کئی دفعات میں بھیجے (تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ دس دس ہزار کرکے تین مرتبہ میں بھیجے تھے) آپ نے منصور سے کہا میں بغداد میں پردیسی ہوں۔ لوگوں کی امانتیں میرے پاس ہیں۔ میرے پاس جگہ نہیں ہے کہ اُن کو محفوظ کروں۔ آپ اس کو بیت المال میں رکھوا دیں۔ منصور نے آپ کی التجا قبول کی اور آپ کا مال بیت المال میں رکھوا دیا۔ جب حضرت امام کی وفات ہوئی، لوگوں کی امانتوں کو بیت المال سے نکالا گیا۔ اس وقت وہ تیس ہزار درہم بھی سامنے آئے اور منصور کو کہنا پڑا۔ خَدَعَنَا اَبُو حَنِیْفَةَ ابو حنیفہ ہم کو بازی دے گئے۔

یہ بھی لکھا ہے کہ منصور کی بیوی کا منصور سے اختلاف ہوا۔ منصور کی بیوی نے کہا۔ میں انصاف چاہتی ہوں اور وہ اِس بات پر راضی ہوئی کہ فیصلہ ابو حنیفہ کریں۔ چنانچہ ابو حنیفہ کو بُلایا گیا اور منصور کی بیوی پردے کے پیچھے بیٹھیں۔ منصور نے حضرت امام سے کہا۔ کتنی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ آپ نے فرمایا چار عورتوں سے۔ منصور نے کہا اور لونڈیاں۔ آپ نے فرمایا۔ جتنی چاہے رکھے۔ منصور نے اپنی اہلیہ کو سناتے ہوئے کہا۔ خیال سے سُن لو۔ حضرت امام نے منصور سے کہا۔ جناب امیر المومنین۔ اللہ نے انصاف کرنے والوں کے لئے چار بیویوں کا جواز بیان کیا ہے ورنہ ایک کا حکم ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔ اگر تم کو خوف ہو کہ انصاف نہیں کر سکو گے تو ایک"۔ ہم کو چاہیئے کہ اللہ کے بیان کردہ آداب پر عمل کریں۔ یہ سُن کر منصور خاموش ہو گئے اور حضرت امام تشریف لے گئے۔ منصور کی بیوی نے آپ کو گرانقدر عطیہ ارسال کیا۔ (دوسرے تذکرہ نگاروں نے پچاس ہزار درہم لکھا ہے) آپ نے وہ ہدیہ پھیر دیا اور فرمایا میں نے اللہ کے دین کے واسطے مجادلہ کیا ہے نہ کہ کسی سے تقرب حاصل کرنے کے لئے اور نہ دنیا کی

---

[1] ملاحظہ کریں صفحہ ۵۵، ۵۶۔

طلب کے لئے۔"

حضرت امام کا حُلیہ و اخلاق

خطیب نے لکھا ہے۔[1]

ابو یوسف نے کہا ہے۔ امام ابو حنیفہ میانہ قد تھے نہ چھوٹے اور نہ لمبے۔ لوگوں سے اچھی طرح بات کرتے تھے۔ آپ کا لہجہ بہت عمدہ ہوتا تھا۔ اپنے کام میں نہایت سمجھدار تھے۔

ابو نعیم نے کہا ہے۔ ابو حنیفہ کا چہرہ اچھا، کپڑے اچھے، خوشبو اچھی، مجلس اچھی، بہت کرم کرنے والے اور رفیقوں کے بڑے غمخوار۔

عمر بن حماد (آپ کے پوتے) نے کہا ہے۔ ابو حنیفہ کا قد درازی کی طرف مائل تھا۔ آپ کے رنگ میں گندمی رنگ کی جھلک تھی۔ (آپ کا لباس صاف ہوتا تھا) آپ کپڑے بدل لیا کرتے تھے۔ ہیئت اچھی، کثرت سے خوشبو کا استعمال کرتے تھے۔ جب سامنے سے آتے یا گھر سے نکلتے تو آپ کے پہنچنے سے پہلے آپ کی خوشبو کی لپٹ پہنچ جاتی تھی۔

سعید بن سالم بصری ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں عطاء سے ملا اور میں نے ان سے کچھ دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کس جگہ کے ہو۔ میں نے کہا کوفی ہوں۔ فرمایا، تم اس بستی کے ہو جس کے باشندے اپنے دین میں تفریق پیدا کر کے فرقوں میں بٹ گئے ہیں۔ میں نے کہا۔ میں ان ہی لوگوں میں سے ہوں۔ فرمایا، کس فرقہ میں سے ہو۔ میں نے کہا۔ اُس جماعت سے ہوں جو سلف کو گالی نہیں دیتی، قدر پر ایمان رکھتی ہے، گناہ کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں کہتی۔ فرمایا، تم آیا کرو۔"

عبد الحکیم جندی نے لکھا ہے۔[2]

حضرت امام نے ایک دن اپنے جلیسوں میں سے ایک شخص کو بوسیدہ لباس میں پایا۔ جب مجلس برخاست ہوئی اور صرف وہ شخص رہ گیا، آپ نے اس سے فرمایا۔ اِس جانماز کو اٹھاؤ اور اس کے نیچے جو ہے اس کو لے لو۔ اس شخص نے جانماز اُٹھائی۔ اس کے نیچے سے ایک ہزار درہم نکلے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ درہم لو اور اپنی ہیئت ٹھیک کرو۔ اس نے کہا۔ مجھ کو ضرورت نہیں ہے میں مالدار ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم نے یہ حدیث شریف نہیں سنی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یَرَیٰ اَثَرَ نِعْمَتِہٖ عَلٰی عَبْدِہٖ۔ اللہ کو پسند ہے کہ وہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے۔ تم کو چاہئے

---

[1] ملاحظہ کریں ص ۳۳۰۔ [2] صفحہ ۷۱، ۷۲۔

کہ اپنی حالت اچھی رکھو تاکہ تمہارا دوست تم کو دیکھ کر افسُردہ دل نہ ہو۔"

ابن حجر مکی نے لکھا ہے۔[1]

ابراہیم بن عُیَینَہ چار ہزار درہم کے مقروض تھے اور قرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے وہ قید ہوئے۔ ان کے دوستوں نے اُن کی رہائی کے لئے چندہ کرنے کی راہ نکالی۔ جب یہ لوگ چندہ لینے کے واسطے حضرت امام کے پاس آئے اور آپ کو واقعہ کا علم ہوا۔ آپ نے فرمایا جو چندہ جمع کیا ہے واپس کر دو اور پوری رقم چار ہزار اُن کو پیش کر دی۔

واضح ہو یہ ابراہیم سفیان بن عُیَینَہ کے بھائی تھے اور سفیان مشہور محدّث تھے جیسا کہ دوسرے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے۔

علامہ الموفق نے یوسف بن خالد السمتی کا رِحْلَہ (سفرنامہ) لکھا ہے۔ وہ بصرہ سے حضرت امام کی خدمت میں آئے اور پھر حضرت امام ہی کے پاس رہے، وہ کہتے ہیں۔[2]

حضرت امام ہر پیر اور جمعرات اور جمعہ کی رات کو مغرب اور عشاء کی نماز جامع مسجد میں پڑھا کرتے تھے اور آپ کا حلقہ جامع مسجد میں صبح کی نماز سے ظہر کی نماز تک اور عشاء کی نماز سے ایک تہائی رات تک رہا کرتا تھا۔ اور اپنی مسجد میں عصر کے بعد سے مغرب تک آپ کا حلقہ رہا کرتا تھا۔ اور ظہر سے عصر تک اپنے گھر میں تخلیہ میں رہتے تھے۔ آپ پہلی نماز (عصر کی نماز) میں تعجیل کرتے تھے اور مغرب میں تاخیر اور عشاء میں تعجیل اور فجر اسفار میں پڑھتے تھے۔ ہفتہ کا دن اُن کے حوائج کا دن تھا (اپنے کاموں میں مصروف رہتے تھے) اس دن نہ مجلس میں بیٹھتے اور نہ بازار کو جاتے۔ گھر کے اسباب اور املاک کا بندوبست کرتے۔ بازار میں ضحیٰ کے وقت سے ظہر تک آپ بیٹھا کرتے تھے۔ اور جمعہ کے دن آپ اپنے تمام اصحاب کی دعوت اپنے گھر میں کرتے تھے۔ ان کے واسطے کھانا پکواتے تھے اور ان کو شدید نبیذ پلاتے تھے۔ کھانا ہمارے ساتھ نہیں کھاتے تھے البتہ نبیذ کے پینے میں ہمارے شریک ہو جاتے تھے۔ فرماتے تھے میں اس وجہ سے کھانا الگ کھاتا ہوں کہ تم تکلف نہ کرو۔ آپ طرح طرح کے میوے ہمارے سامنے رکھتے اور خوش ہوا کرتے تھے۔ آپ اپنے نفس ہی سے سخی تھے۔ آپ کا چہرہ اچھا، لباس اچھا اور معطر اور ہر مہینہ میں ایک مرتبہ باغ کی تفریح کرلتے اور پھر سب کو اَعیُن کے حمام کو لے جاتے۔

علامہ شمس الدین شامی نے لکھا ہے کہ حضرت امام میانہ قد تھے، نہ طویل اور نہ قصیر اور صورت

---

[1] الخیرات الحسان ص۳۸   [2] مناقب ج۲ صفحہ ۱۰۵ ، ۱۰۶

میں عمدہ اور گفتار میں بلیغ اور پوری طرح گرفت کرنے والے اور آپ کا لہجہ شیریں اور جوبات کرتے خوب واضح کرتے۔

حضرت امام کا زُہد و ورع اور خشیت و عبادت

محدث قاضی ابو عبداللہ حسین بن علی صیمری نے لکھا ہے [1]

ابن مبارک نے سفیان ثوری سے کہا۔ اے ابو عبداللہ، ابو حنیفہ غیبت کرنے سے کتنے دور ہیں میں نے کبھی نہیں سُنا کہ انہوں نے اپنے کسی مخالف کی غیبت کی ہو۔ سفیان ثوری نے میری بات سُن کر کہا۔ اللہ کی قسم وہ نہایت سمجھدار ہیں، وہ اپنی نیکیوں پر ایسا امر مسلط نہیں کرنا چاہتے جو اُن کو ضائع کردے۔ ص ۳۱

ابراہیم بن سعد جوہری کا بیان ہے کہ میں خلیفہ ہارون رشید کے پاس تھا کہ ابو یوسف کی آمد ہوئی۔ ہارون رشید نے ابو یوسف سے کہا۔ ابو حنیفہ کے اخلاق کا بیان کرو۔ ابو یوسف نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ (ق آیت ۱۸) وہ نہیں نکالتا اپنی زبان سے کوئی بات کہ اس کے پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہے۔

پھر ابو یوسف نے کہا۔ جہاں تک میرا علم ہے ابو حنیفہ محرماتِ الٰہیہ سے بچانے کی بہت کوشش کرتے تھے، ان کا ورع بہت تھا اس بات سے کہ دین میں کوئی ایسی بات کہیں جس کا اُن کو علم نہ ہو، ان کی خواہش رہتی تھی کہ اللہ کی اطاعت کی جائے اور کوئی بھی اس کی نافرمانی نہ کرے، وہ اپنے زمانے کے دنیاداروں سے بچتے تھے، دنیوی جاہ و عزت میں ان سے مُنافسہ نہیں کرتے تھے۔ ان کا زیادہ وقت خاموش رہنے میں گزرتا تھا، ہمیشہ فکر میں رہا کرتے تھے، عمل میں فراخی تھی، باتیں بنانے والے نہیں تھے۔ اگر ان سے مسئلہ پوچھا جاتا تھا اور ان کو اس سلسلہ میں علم ہوتا تھا وہ اس کو بیان کردیتے تھے اور جو سنا ہے جواب میں کہہ دیتے تھے اور اگر اس سلسلہ میں کچھ نہیں سنا ہے صحیح اور حق طریقہ پر قیاس کرتے تھے اور اپنے نفس کی اور دین کی حفاظت کرتے تھے، علم کو اور مال و دولت کو خوب لگاتے تھے۔ ان کا نفس تمام لوگوں سے بے نیاز تھا۔ لالچ اور حرص کی طرف ان کا میلان نہ تھا۔ غیبت کرنے سے بہت دُور تھے۔ اگر کسی کا ذکر کرتے تو بھلائی سے کرتے۔

یہ سُن کر ہارون رشید نے کہا۔ یہی اخلاق صالحین (نیکوں) کے ہیں اور پھر کاتب سے کہا۔ یہ بیان لکھ کر میرے بیٹے کو دو تاکہ وہ اس کو پڑھے اور پھر ہارون رشید نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے

[1] ملاحظہ کریں اخبار ابی حنیفہ واصحابہ۔

میرے بیٹے، اس بیان کو حفظ کر لو۔ اگر اللہ نے چاہا میں کبھی تم سے پوچھ لوں گا۔ ص۳۱

ابو عبید قاسم بن سلام نے محمد بن حسن سے سُنا کہ ابو حنیفہ اپنے زمانے میں یکتا تھے۔ اگر زمین پھٹ کر اُن کے مثال کا ظہور ہو تو وہ علم و کرم و غمخواری و ورع اور اللہ کے واسطے ایثار کرنے کا ایک عظیم پہاڑ کی شکل میں نمودار ہوگا اور ساتھ ہی وہ فقیہ بھی۔ ص۳۲

ملیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم زفر کے پاس تھے وہاں سفیان کا اور ابو حنیفہ کا ذکر آیا۔ زفر نے کہا جس وقت ابو حنیفہ حلال و حرام کا بیان کیا کرتے تھے تو سفیان کو ان کا نفس فکر و پریشانی میں ڈالتا تھا۔ ابو حنیفہ سے بڑھ کر نبیل و شریف کون تھا۔ وہ ورع کرنے میں اور غیبت نہ کرنے میں اتنے بلند مقام پر تھے کہ خلقِ خدا اس سے عاجز تھی۔ ابو حنیفہ میں قوتِ برداشت اور صبر کرنے کا مادّہ بہ درجۂ اتم تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ ص۳۲

ابن مقاتل کا بیان ہے۔ میں نے ابن مبارک سے سنا کہ میں اگر کسی شخص سے ابو حنیفہ کی مذمّت سنتا ہوں، میں نہیں چاہتا کہ اس کو دیکھوں یا اُس کے پاس بیٹھوں کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں سے کوئی عذاب اس پر نازل نہ ہو جائے اور اس کے لپیٹ میں کہیں میں بھی نہ آجاؤں۔ اللہ تعالیٰ پوری طرح جانتا ہے کہ میں اس یاوہ گو سے بیزار ہوں۔ جو شخص بھی ابو حنیفہ کی تعریف کرتا ہے ابو حنیفہ اس سے برتر ہیں۔ قسم ہے اللہ کی آپ اللہ سے ڈرتے تھے، اپنی زبان کی حفاظت کرتے تھے، آپ کا کھانا پینا حلال اور پاک تھا، اور قسم ہے اللہ کی آپ کا علم بہت زیادہ تھا اور خوب پھیلا ہوا تھا۔ ص۳۲

ابن جریج نے کہا۔ مجھ کو خبر ملی ہے کہ کوفہ کے فقیہ نعمان کا وَرَع شدید ہے اور وہ اپنے دین کی اور اپنے علم کی خوب حفاظت کرتے ہیں اور وہ اہلِ دنیا کو اصحابِ آخرت پر ترجیح نہیں دیتے ہیں۔ میرا خیال ہے عنقریب علم میں ان کی عجب شان ہوگی۔ (ص۳۲)

عمرو بن عون سے یزید بن ہارون نے کہا۔ میں نے ایک ہزار مشائخ سے پڑھا ہے اور میں نے ان سے علم حاصل کیا ہے۔ اللہ کی قسم ہے کہ میں نے اُن میں ابو حنیفہ کی طرح وَرَع میں اَشد اور اپنی زبان کا احفظ کسی کو نہیں دیکھا۔ (ص۳۴)

ابو یوسف نے بیان کیا۔ میں انیس سال ابو حنیفہ سے وابستہ رہا، میں نے آپ کو شام کے وضو سے غدَات (صبح) کی نماز پڑھتے دیکھا۔ میں نے آپ سے زیادہ اس بات کی خواہش رکھنے والا کسی کو نہیں پایا کہ علم پر عمل کیا جائے اور لوگوں کو علم سے بہرہ ور کیا جائے۔ ابو حنیفہ کی

زندگی میں میرا ایک بیٹا مر گیا۔ میں نے اس کی تکفین، تدفین اور نماز جنازہ کا کام ایک شخص کے سپرد کیا اور میں ابو حنیفہ کے حلقہ میں شریک ہوا، آپ کا حلقہ شاذ و نادر ہی مجھ سے فوت ہوا ہے۔ ص۴۵

ابو نعیم نے کہا۔ میں علماءِ کرام سے بہ کثرت ملا ہوں جیسے اعمش، مسعر، حمزۃ الزیات، مالک بن مغول، اسرائیل، عمرو بن ثابت اور دوسرے اکابر جن کو میں شمار نہیں کر سکتا اور میں نے ان حضرات کے ساتھ نماز پڑھی ہے لیکن میں نے کسی کو بھی ابو حنیفہ کی نماز سے اچھی نماز پڑھنے والا نہیں پایا۔ نماز پڑھنے سے پہلے آپ دعا کرتے تھے اور اللہ سے سوال کرتے تھے اور روتے تھے۔ آپ کی حالت کو دیکھ کر کہنے والے کہا کرتے تھے۔ قسم ہے اللہ کی، یہ شخص اللہ سے ڈرتا ہے۔ (ص۴۵)

معافی بن عمران نے الجویریہ سے سنا کہ میں نے حماد بن ابی سلیمان، محارب بن دثار، علقمہ بن مرثد، عون بن عبداللہ، سلمۃ بن کہیل، عطاء، طاؤس، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے اور میں ان کی صحبت میں رہا ہوں اور میں نے ابو حنیفہ کو ان کی جوانی میں دیکھا ہے اور ان سب حضرات سے ان کو اَحْسَنَ لَیْلاً پایا یعنی ان کی رات سب میں اچھی تھی (شب بیداری اور عبادت گذاری میں گزرتی تھی) رضی اللہ عنہ۔ (ص۴۵)

خارجہ بن مصعب نے کہا۔ خَتَمُ الْقُرْآنَ فِی رکعۃ اربعۃ من الائمۃ۔ قرآن مجید کو ایک رکعت میں از اول تا آخر ائمہ میں سے چار حضرات نے پڑھا ہے اور وہ حضرت عثمان بن عفان، تمیم داری، سعید بن جبیر اور ابو حنیفہ ہیں۔ رضی اللہ عنہم (ص۴۴)

یہ عاجز ابوالحسن زید کہتا ہے کہ ابن حجر ہیتمی مکی نے الخیرات الحسان کے صفحہ ۴۴ سطر سات میں خارجہ کی روایت۔ خَتَمَ الْقُرْآنَ فِیْ رَکْعَۃٍ دَاخِلَ الْکَعْبَۃِ اَرْبَعَۃٌ وَعَدَّ مِنْھُمْ اَبَا حَنِیْفَۃَ۔ کہ بیت اللہ شریف کے اندر قرآن مجید کا ختم ایک رکعت میں چار حضرات نے کیا ہے اور ان چار میں ابو حنیفہ کو شمار کیا ہے۔

اور ابن حجر نے اسی صفحہ میں سطر ۱۸ اور اس کے بعد لکھا ہے۔

"بعض اہلِ مناقب نے لکھا ہے کہ حضرت امام نے جب آخری حج کیا تو آپ نے اپنا آدھا مال بیت اللہ شریف کے خدمتگاروں کو دیا تاکہ ان کو بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھنے کا موقع مل جائے۔ چنانچہ آپ کو موقع ملا اور آپ نے نصف کلام پاک ایک ٹانگ پر اور نصف کلام پاک دوسری ٹانگ پر کھڑے ہو کر پڑھا اور پھر آپ نے یہ دعا کی۔ یَا رَبِّ عَرَفْتُكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ وَمَا عَبَدْتُكَ حَقَّ الْعِبَادَۃِ فَھَبْ لِیْ نُقْصَانَ الْخِدْمَۃِ لِکَمَالِ الْمَعْرِفَۃِ،

فَنُودِیَ مِنْ زَاوِیَۃِ الْبَیْتِ، عَرَفْتَ فَاَحْسَنْتَ وَاَخْلَصْتَ الْخِدْمَۃَ غُفِرَ لَکَ وَلِمَنْ کَانَ عَلٰی مَذْھَبِکَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ ۔یعنی اے میرے پروردگار میں نے تجھ کو جانا اچھی طرح کا جاننا اور میں تیری بندگی جیسی چاہیئے تھی نہیں کرسکا۔ میری بندگی کی کوتاہی کو بہ وجہ کمال معرفت عفو فرما۔ اس وقت بیت اللہ شریف کے کونے سے یہ ندا آئی۔ تونے جانا اور اچھا جانا اور تونے بندگی اخلاص سے کی لہٰذا بخشی گئیں (تیری کوتاہیاں) اور ان سب کی جو تیرے طریقہ پر رہوں گے قیامت برپا ہونے تک۔

اور ابن حجر نے صفحہ ۶ میں لکھا ہے۔

قال بعضہم ما رأیتُ اَصْبَرَ عَلَی الطَّوَافِ وَالصَّلَاۃِ وَالْفُتْیَا بِمَکَّۃَ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اِنَّمَا کَانَ کُلَّ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ فِیْ طَلَبِ الْاٰخِرَۃِ، وَسَمِعَ ھَاتِفًا فِی الْمَنَامِ وَھُوَ فِی الْکَعْبَۃِ یَقُوْلُ یَا اَبَا حَنِیْفَۃَ اَخْلَصْتَ خِدْمَتِیْ وَ اَحْسَنْتَ مَعْرِفَتِیْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکَ،

اور بعض حضرات نے کہا ہے۔ میں نے مکہ مکرمہ میں ابوحنیفہ سے طواف و نماز اور فتویٰ دینے میں زیادہ مشغول کسی شخص کو نہیں دیکھا ہے، وہ ساری رات اور سارا دن آخرت کی طلب میں رہتے اور بیت اللہ شریف کے اندر نیند کی حالت میں انھوں نے ہاتف سے سُنا کہ وہ کہہ رہا تھا۔ اے ابوحنیفہ۔ تونے میری خدمت اخلاص سے کی اور میری معرفت اچھی حاصل کی، میں نے تیری خطائیں معاف کردیں۔

اور پھر لکھا ہے۔ اور تیرے اخلاص اور احسان کی وجہ سے قیامت تک تیرے پیروؤں کی خطائیں معاف کیں۔

پھر یہ تحریر کیا ہے۔ آپ اپنے دین پر حریص تھے اور آپ نے لوگوں میں اپنا مذہب اس وقت پھیلایا ہے جب کہ خواب میں حضرت نبویّہ کا اشارہ آپ کو ملا کہ اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو دعوت دو اور اپنی خلوت اور شرمیلے پن اور تواضع و انکساری کو چھوڑو۔ جب آپ کو اجازت اس ذاتِ قدسی صفات عَلَیْہِ مِنَ الصَّلَوٰتِ اَکْمَلُھَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَجْمَعُھَا سے ملی جو اللہ کے خزانوں کا خازن ہے، تو آپ نے اپنا مذہب پھیلایا اور آپ کا مذہب خوب ہی پھلا پھُولا اور شرقًا غربًا، عَجَمًا عَرَبًا پھیلا اور آپ کو ایسے اصحاب ملے جنہوں نے آپ کے مذہب کے اصول اور فروع کو مدوّن کیا۔ الخ

علّامہ موفق نے لکھا ہے۔[1]

---

[1] ملاحظہ کریں المناقب ج۱ ص۱۹۸

سفیان بن زیاد بغدادی نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ کا ورع انتہا درجہ کا تھا۔ وہ ریشمی کپڑے کے تاجر تھے، بڑی دقیق نظر سے خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کا ایک شخص کپڑا خریدنے کے واسطے آپ کی دوکان پر پہنچا اور وہاں سے اپنی پسند کا کپڑا ایک ہزار درہم کو خریدا اور مدینہ منورہ روانہ ہوگیا۔ چند روز کے بعد حضرت امام کو اس کپڑے کی تلاش ہوئی اور دوکان کے کارندہ نے آپ سے اس کے فروخت کر دینے کا ذکر کیا اور بتایا کہ ایک ہزار درہم کو فروخت کیا گیا۔ آپ نے اس کارندہ سے کہا۔ کیا میری دوکان پر بیٹھ کر لوگوں کو لوٹتے ہو۔ اور آپ نے اس کو الگ کرکے روپیہ ساتھ لے کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں وہ کپڑا پہنے ہوئے ایک شخص کو دیکھا۔ آپ کی اس سے بات ہوئی اور آپ نے اس کو چھ سو درہم دیئے اور کوفہ کو روانہ ہوگئے۔

اور صفحہ ۱۹۹ میں لکھا ہے کہ عطار بن جبلہ نے کہا۔ میں نے علماء میں سے کسی کو بھی اس بات میں اختلاف کرتے نہیں پایا کہ ابو حنیفہ قوم میں سب سے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ باورع اور سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے اور سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔

اور صفحہ ۲۰۶ میں لکھا ہے۔ بکیر بن معروف نے کہا۔ جو شخص ابو حنیفہ کو دیکھ لے وہ سمجھ جائیگا کہ صاحبِ کمال فقیہ جس کی تعریف نہ کی جاسکے کیسا ہوتا ہے اور وہ معرفت والا جس کی تہہ کو کوئی نہ پاسکے کیسا ہوتا ہے اور انتہا درجہ کا باورع اور عبادت میں حد درجہ کوشش کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔ ابو حنیفہ کو جو بھی دیکھتا ہے سمجھ جاتا ہے۔ اِنَّہٗ خُلِقَ لِلْخَیْرِ۔ کہ آپ کی تخلیق ہی بھلائی کے واسطے ہوئی ہے۔

حضرت امام کا علم کی طرف راغب ہونا

می گزشتم زغم آسودہ کہ ناگاہ زکمین　　عالم آشوب نگاہے سرِ راہم بگرفت

الموفق نے لکھا ہے[1] یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا کہ حضرت امام نے فرمایا۔ ایک دن میرا گزر علامہ شعبی پر ہوا، انھوں نے مجھے بلایا اور مجھ سے کہا۔ تم کہاں جایا کرتے ہو۔ میں نے کہا بازار اپنے استاد کے پاس جاتا ہوں اور میں نے استاد کا نام بتایا۔ انھوں نے کہا۔ میرے پوچھنے کا مقصد بازار کا جانا نہ تھا بلکہ علمار کے پاس جانے کا تھا۔ میں نے کہا۔ علمار کے پاس میرا جانا کم ہے۔ انھوں نے کہا۔ تم غفلت میں نہ پڑو، علم میں اپنے کو لگاؤ، علمار کی مجلسوں میں جایا کرو۔ میں تم میں بیداری اور کھوج لگانے کا مادّہ پاتا ہوں۔

آپ نے یہ فرماکر کہا شعبی کی بات کا میرے دل پر اثر ہوا اور بازار کا جانا میں نے چھوڑا اور میں نے علم کی راہ اختیار کی اور اللہ نے مجھ کو فائدہ پہنچایا۔

آپ کے اِس ارشاد سے ظاہر ہے کہ آپ نے تجارتی اصول کسی استاد سے حاصل کئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے لُطف وکرم سے اپنے وقت کے کامیاب تاجروں میں سے آپ کو کیا۔

اور اس ارشاد سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ علّامہ شعبی کی نصیحت کے بعد علمِ دین کی تحصیل کی طرف راغب ہوئے۔ اس سلسلہ میں تذکرہ نگاروں نے چند روایتیں لکھی ہیں۔ عاجز ان میں سے تین روایتیں لکھتا ہے۔

ا۔ الموفق نے لکھا ہے[2] یحییٰ بن شیبان نے حضرت امام کا یہ بیان نقل کیا کہ مجھ کو علمِ کلام میں مجادلہ کرنے کا شغف تھا اور مجادلوں اور مناظروں میں ایک زمانہ گزر گیا چونکہ مباحثے اور مناظرے کرنے والے افراد زیادہ تر بصرہ میں تھے اسی لئے بیس سے زائد مرتبہ بصرہ جانا ہوا۔ کبھی ایک سال کے قریب بھی بصرہ میں میرا رہنا ہوا ہے۔ میں نے خوارج میں اَبَاضِیَّہ اور صَفَرِیَّہ سے اور حَشْوِیَّہ کے طبقات سے مناظرے کئے ہیں۔ میں علمِ کلام کو سب سے اعلیٰ علم سمجھتا تھا اور دل میں کہتا تھا کہ یہ

---

[1] ملاحظہ کریں المناقب ج ۱ ص ۵۹　[2] ایضاً ص ۵۹ اور اس کے بعد۔

اصل دین ہے۔

ایک مدت کے بعد دل میں خیال آیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور ان کے پیروؤں سے یہ باتیں پوشیدہ نہیں تھیں جن میں ہم مبلا ہتے کرتے ہیں۔ وہ حضرات ان باتوں کو جانتے ہوئے ان کی طرف راغب نہیں ہوئے، بلکہ ان حضرات نے سختی کے ساتھ اِن باتوں سے منع کیا ہے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ حضرات دین کے مسائل اور ابوابِ فقہ میں غور و خوض کرتے تھے۔ اسی میں اِن کی گفتگو ہوتی تھی اور اسی میں ان کی مجلسیں ہوا کرتی تھیں۔ وہ اسی کی تشویق اور تعلیم کیا کرتے تھے۔ اسی میں ان کے مناظرے ہوا کرتے تھے اور اسی کیفیت میں سابقین کا پہلا دَور ختم ہوا اور ان ہی کی پیروی تابعین نے کی ہے۔

جب ہم پر یہ بات ظاہر ہوگئی ہم نے مناظرے چھوڑ دیئے اور علمِ کلام میں غور و خوض کرنے سے باز آئے۔ ہم نے سلف کا طریقہ اختیار کیا اور اصحابِ معرفت کی صحبت میں بیٹھے۔

میں نے یہ بھی دیکھا کہ جو لوگ علمِ کلام میں مجادلے کرتے ہیں ان کے چہروں پر متقدمین کے چہروں کا سا اثر نہیں ہوتا ہے اور نہ ان کا طریقہ صالحین کا طریقہ ہوتا ہے۔ میں نے اُن کے دلوں کو سخت پایا۔ وہ کتاب و سنّت اور طریقۂ سلف کی مخالفت کی پروا نہیں کرتے ہیں اور نہ ان میں وَرع و تقویٰ ہوتا ہے۔ مجھ کو یقین ہو گیا کہ اس میں خوبی نہیں ہے۔ اور میں اس سے الگ ہو گیا۔ حمد اللہ ہی کے لئے ہے۔

۲؎ خطیب نے اور الموفق نے لکھا ہے۔ ۱؎

امام زفر حضرتِ امام کے جلیل القدر شاگرد ہیں وہ حضرت امام سے نقل کرتے ہیں کہ علمِ کلام میں میری شہرت اتنی بڑھ گئی کہ میری طرف اُنگلیاں اُٹھنے لگیں۔ میری مجلس حمّاد کے حلقۂ درس کے پاس تھی۔ ایک دن ایک عورت نے آکر مجھ سے سوال کیا کہ ایک شخص کی بیوی ایک باندی ہے وہ شخص چاہتا ہے کہ اپنی بیوی کو صحیح طریقہ سے طلاق دے۔ وہ کتنی طلاقیں دے گا۔ میں نے اس عورت سے کہا تم جا کر حمّاد سے پوچھو پھر ان کے جواب سے مجھ کو خبر دو۔ چنانچہ عورت اُن کے پاس گئی اور پھر یہ جواب لائی کہ جب عورت حیض سے پاک ہو جائے خاوند اس سے ہمبستری نہ کرے اور اس کو ایک طلاق دیدے اور عورت سے الگ رہے۔ جب عورت کو دوسری مرتبہ

۱؎ ملاحظہ کریں ج ۱۳ ص ۳۳۳ اور المناقب ج ۱ ص ۵۵۔

حیض آجائے اور وہ اس سے پاک ہوجائے خاوند اس سے ہمبستری نہ کرے اور دوسری طلاق دیدے اور عورت سے الگ رہے۔ جب اس کو حیض آجائے اور وہ اس سے پاک ہوجائے وہ اپنے خاوند کے نکاح سے نکل گئی اور اس کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے۔ عورت سے یہ جواب سُن کر میں نے اپنی جوتیاں اٹھائیں اور حماد کے حلقہ میں جاکر بیٹھ گیا۔ جو کچھ حمّاد سے سنتا اس کو یاد کر لیتا۔ حمّاد کا قاعدہ تھا، دوسرے دن شاگردوں سے دریافت کیا کرتے تھے۔ ان کے شاگرد غلطیاں کرتے تھے لیکن مجھ کو یاد ہوا کرتا تھا۔ لہٰذا حمّاد نے مجھ کو اپنے قریب بیٹھنے کی جگہ دی۔

۳۔ خطیب نے لکھا ہے[۱] حضرت امام ابو یوسف بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام اعظم سے دریافت کیا گیا کہ آپ فقہ کی طرف کیسے راغب ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے جب علم پڑھنے کا ارادہ کیا تو تمام علوم پر نظر ڈالی۔ علمِ کلام اور عقائد کے متعلق خیال آیا کہ اس میں فائدہ کم ہے اور عاقبت کا کھٹکا ساتھ لگا ہوا ہے اور علمِ نحو و ادب کے متعلق خیال آیا کہ میرا مشغلہ بچوں کا پڑھانا بن جائیگا اور شعر گوئی میں تعریف و مدح اور غلط بیانی کے سوا کچھ نہیں اور علمِ قرأت میں دوسروں کو پڑھا دینے کے سوا کچھ نہیں اور تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے مبارک کلام سے بحث ہے اور یہ نازک مرحلہ ہے اور احادیث شریفہ کو جمع کرنے کے لئے ایک عمر چاہیئے اور پھر کہنے والے کہیں گے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اور میں نے جب فقہ پر نظر ڈالی تو مجھ پر اس کی جلالتِ شان ظاہر ہوئی۔ اس میں علماء و مشائخ اور اصحابِ دانش سے واسطہ پڑتا ہے، اقامتِ دین، فرائض کی ادائیگی اور عبادت کرنے کے طریقوں کی معرفت کا تعلق اسی مبارک طریقہ سے ہوتا ہے۔ (مختصراً)

ان تین روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت امام کا میلان علمِ کلام کی طرف تھا اور آپ نے خوارج سے مناظرے کئے اور آپ کی کافی شہرت ہوئی، پھر آپ کی طبیعت فقہ کی طرف راغب ہوئی اور آپ نے حضرت حمّاد کی صحبت اختیار کی اور فقہ میں درجۂ کمال کو پہنچے۔ دَورِ فقاہت میں اگرچہ آپ مناظرے کی طرف راغب نہ تھے لیکن اتفاقی طور پر احیاناً اکثر شیعہ اور خوارج سے مناظرے کی نوبت آجاتی تھی۔ عاجز ایک مناظرے کا حال لکھتا ہے تاکہ آپ کی نباہت، حاضر جوابی اور لَا یَخَافُونَ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ کی کچھ کیفیت کا حال ناظرین کو معلوم ہو۔

حضرت امام کا خوارج سے زانیہ اور شرابی کے متعلق ایمان پر پُر مناظرہ | امام موفق

---

[۱] ملاحظہ کریں ج ۱۳ ص ۳۳۱۔

نے لکھا ہے۔[1]

خوارج کو معلوم ہوا کہ گناہ کرنے کی وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہ اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہتے، لہٰذا اُن کے ستّر افراد آپ کی محفل میں آئے۔ چونکہ محفل میں جگہ نہ تھی وہ کھڑے رہے اور انہوں نے کہا۔ اے ابوحنیفہ ہم ایک ہی ملّت کے ہیں تم اہلِ مجلس سے کہو کہ وہ ہم کو جگہ دیں۔ چنانچہ ان کے واسطے کشائش کر دی گئی اور وہ آکر حضرت امام کے چاروں طرف کھڑے ہوگئے اور اُن سب نے اپنی تلواریں سونت لیں پھر انہوں نے حضرت امام سے کہا۔ اے اِس اُمّت کے دشمن، اور اُن میں سے بعض نے کہا۔ اے اس امت کے شیطان۔ اور پھر انہوں نے کہا۔ ہم میں سے ہر ایک کے لئے تمہارا قتل کرنا ستّر سال کے جہاد سے بہتر ہے۔ اور ہم نہیں چاہتے کہ تم پر ظلم کریں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم میرے ساتھ انصاف کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ہم انصاف کریں گے۔ آپ نے کہا۔ تم اپنی تلواروں کو نیام میں کر لو کیونکہ تلواروں کی چمک سے دل ہَوتا ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہم اپنی تلواروں کو نیام میں کیسے کریں جبکہ ہم اپنی تلواروں کو تمہارے خون سے رنگنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ فَتَكَلَّمُوْا عَلٰى اِسْمِ اللّٰهِ، تو پھر اللہ کا نام لے کر بات کرو۔ وہ بولے۔ مسجد کے دروازے پر دو جنازے ہیں۔ ایک عورت کا ہے اس نے زنا کیا، جب احساس حمل ہوا خودکشی کر لی اور دوسرا جنازہ مرد کا ہے، اس نے پیٹ بھر کر گلے تک شراب پی، پھر غرغر کرتا ہوا مر گیا۔ حضرت امام نے اُن سے کہا۔ ان دونوں افراد کا تعلق کس مذہب سے ہے، کیا یہودی ہیں۔ وہ بولے نہیں۔ آپ نے پوچھا کیا نصرانی ہیں۔ جواب ملا نہیں۔ آپ نے دریافت کیا، کیا مجوسی ہیں۔ اس کا جواب بھی نہیں سے ملا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو بتاؤ کہ وہ کس ملّت سے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ اِن دونوں کا تعلق اُس ملّت سے ہے جو اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہتی ہے (یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں) آپ نے اُن سے پوچھا کہ یہ شہادت یعنی یہ گواہی ایمان کا کتنا حصّہ ہے؟ انہوں نے کہا یہ شہادت پورا ایمان ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ایسے افراد کے متعلق تم مجھ سے کیا پوچھتے ہو جن کے متعلق تم کہتے ہو کہ وہ مومن تھے۔ انہوں نے کہا کہ ان باتوں کو چھوڑو، یہ بتاؤ کہ یہ دونوں اہلِ جنّت میں سے ہیں یا اہلِ نار میں سے۔ آپ نے فرمایا۔ میں ان دونوں کے متعلق وہ بات کہوں گا جو اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس قوم کے بارے میں کہی ہے جن کا جرم اِن دونوں کے

---

[1] ملاحظہ کریں المناقب ج۱ ص۱۲۴، ۱۲۵۔

جرم سے بڑا تھا۔ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورۂ ابراہیم آیت ۳۶) جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے اور جس نے میرا کہنا نہ مانا تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اور میں وہ بات کہوں گا جو اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس قوم کے بارے میں کہی ہے جن کا جرم ان دونوں کے جرم سے بڑا تھا۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (سورۂ مائدہ آیت ۱۱۸) اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو معاف کردے تو تو ہی زبردست حکمت والا ہے۔ اور میں وہ بات کہوں گا جو اللہ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام نے کافروں کی اِس بات اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ (کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں اور تیرے ساتھ کمینے ہو رہیں) کے جواب میں کہی ہے۔ وَمَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ (سورۂ شعراء آیت ۱۱۱ تا ۱۱۴) جو کام وہ کر رہے ہیں مجھ کو اس کی کیا خبر، ان سے حساب کا پوچھنا میرے پروردگار ہی کا کام ہے اور میں ایمان لانے والوں کو ہٹانے والا نہیں۔ اور میں حضرت نوح علیہ السلام کی یہ بات کہوں گا۔ وَلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُكُمْ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ (سورۂ ہود آیت ۳۱) جو لوگ تمہاری آنکھوں میں کمینے ہیں اُن کے متعلق میں نہ کہوں گا کہ اللہ اِن کو بھلائی نہ دے گا۔ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ اُن کے جی میں ہے، اگر میں یہ کہوں تو میں بے انصاف ہوں"۔ یہ سن کر خوارج نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اور انہوں نے کہا ہم اس مسلک سے بیزار ہوتے ہیں جس پر ہم تھے اور اب ہم وہ مسلک اور دین اختیار کرتے ہیں جو کہ اے ابوحنیفہ تمہارا ہے۔ اور ان لوگوں نے کہا۔ فَقَدْ آتَاكَ اللّٰهُ فَضْلًا وَّحِكْمَةً وَّعِلْمًا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم کو فضیلت اور دانائی اور علم عطا کیا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ اُن سب نے خوارج کا مسلک چھوڑا اور اہلِ جماعت کا مسلک اختیار کیا اور خیر سے روانہ ہوگئے۔

حضرت امام نے اوائلِ احوال میں مناظرے کئے۔ دورِ فقاہت میں مناظروں سے اجتناب کیا، اتفاقی صورت جیسی کہ اب پیش آئی، اس سے بحث نہیں۔ آپ اپنے فرزندِ گرامی حماد کو اور شاگردوں کو مناظروں سے روکتے تھے۔ علامہ الموفق نے لکھا ہے۔[1]

عمر بن حماد بن ابی حنیفہ اپنے والد حماد سے بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے

---

[1] ملاحظہ کریں المناقب ج۱ صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸۔

فرمایا علمِ کلام حاصل کر لو، یہ علمِ کلام فقہ اکبر ہے۔ چنانچہ میں نے یہ علم حاصل کیا اور مجھ کو اس میں مہارت حاصل ہوئی۔ ایک دن میں اصحاب کرام سے مناظرہ کر رہا تھا کہ حضرت والد کی آمد ہوئی، آپ نے دریافت کیا تمہارے پاس کون لوگ ہیں، میں نے اُن کے نام آپ کو بتائے۔ آپ نے فرمایا۔ یَا حَمَّادُ دَعِ الْكَلَامَ اے حماد کلام کو چھوڑ دو۔ میں نے اُن سے کہا آپ ہی نے علمِ کلام حاصل کرنے کو کہا تھا۔ فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو اور پھر فرمایا۔ اے میرے بیٹے ہاں میں نے تم سے کہا تھا لیکن اب تم کو اس سے روکتا ہوں۔ اصحابِ کلام کا پہلے ایک قول اور ایک دین تھا پھر شیطان نے اُن میں عداوتیں ڈال دیں ان میں اختلاف پیدا ہوئے اور بعض نے بعض کو کافر قرار دیا۔ مشائخ نے اس کو بُرا سمجھا اور اہلِ سلامت نے ان لوگوں سے کہا کہ اے لوگو تمہارا امام تمہارا قبلہ تمہاری کتاب تمہاری شریعت ایک ہے۔ جس بات میں اختلاف ہے اس میں مباحثہ کر لو لہٰذا ہم جمع ہو جاتے تھے اور کوئی تقریر کرتا تھا اور شیطانی اثرات کا بیان کرتا تھا اور سامعین روتے تھے اور مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ آج کل تمسخر کیا جاتا ہے اور ٹھٹھے لگاتے ہیں۔ ایسی صورت میں اس سے بچنا اولیٰ ہے۔ (مختصراً)

حضرت امام عالی مقام نے جس ہوش رُبا حالت میں فَتَكَلَّمُوا عَلَىٰ اِسْمِ اللهِ کہہ کر ستر تشنگی تلواروں میں محصور ہو کر جس طرح حق کا اظہار کیا ہے کیا وہ افراد جو حضرت امام کی مخالفت میں شب و روز مصروف رہتے ہیں، اِس کی نظیر پیش کر سکتے ہیں۔ عاجز کے نزدیک حضرت امام کا اس موقع میں اظہارِ حق کرنا مصداق ہو رہا ہے اِس آیتِ مبارکہ کا۔ "يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (مائدہ آیت ۵۴) "لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں، اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے، یہ فضل ہے اللہ کا، دے گا جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے خبردار"

علامہ قاضی ابو عبداللہ حسین بن علی صیمری نے "اخبار ابو حنیفہ" کے صفحہ نو میں متصل سند سے حسن بن سلیمان کے متعلق لکھا ہے۔ اَنَّهُ قَالَ فِي تَفْسِيرِ الْحَدِيثِ الَّذِي جَاءَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَظْهَرَ الْعِلْمُ۔ قَالَ هُوَ عِلْمُ اَبِي حَنِيفَةَ وَتَفْسِيرُهُ الْآثَارَ کہ انہوں نے اس حدیث شریف "قیامت بر پا نہ ہوگی جب تک علم ظاہر نہ ہو جائے" کے بیان اور تشریح میں کہا ہے کہ علم سے مراد ابو حنیفہ کا علم اور ان کی تشریح جو احادیثِ مبارکہ کی کی ہے ظاہر نہ ہو جائے۔

عاجز کے نزدیک حسن بن سلیمان نے پوری طرح احوال کو دیکھ کر یہ قول کہا ہے کہ جو شخص بھی اسلامی فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ابو حنیفہ کا محتاج ہے جیسا کہ امام شافعی نے کہا ہے۔ یہ عاجز

دیکھتا ہے کہ جب بھی کوئی نیا مسئلہ نکلتا ہے حضرت امام ہی کے قواعد استنباط سے اس کا حل نکلتا ہے۔

ع - کیا دینِ جہانگیر ہے کیا شرع متیں ہے

حضرت امام کی سند قرآن مجید کی

حضرت امام نے قرآن مجید حفظ کیا اور آپ نماز میں قرآن مجید کا ختم کیا کرتے تھے۔ آپ بہ کثرت قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ صیمری نے خارجہ بن مصعب سے نقل کیا ہے[1] کہ آپ نے "خَتَمَ الْقُرْآنَ فِيْ رَكْعَةٍ" ایک رکعت میں قرآن مجید کا ختم کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ کو کثرتِ تلاوت سے متشابہات پر پورا عبور تھا۔

علامہ شامی نے عقود الجمان میں لکھا ہے[2] کئی طریقوں سے ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہ نے قرارت امام عاصم بن ابی النجود سے پڑھی ہے جو کہ فنِ قرارت کے سات ائمہ میں سے جن کی قرارات کا ذکر امام شاطبی نے کیا ہے ایک مشہور امام ہیں۔

حافظ ابوالخیر محمد ابن جزری نے لکھا ہے[3] امام عاصم کی وفات ۱۲۷ھ کے اواخر میں یا ۱۲۸ھ کے اوائل میں ہوئی ہے۔ اور لکھا ہے: "وہ قرارت جو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے اور اس قرارت کو ابوالفضل محمد بن جعفر خزاعی نے جمع کیا ہے اور ان سے ابوالقاسم ہُذلی وغیرہ نے نقل کیا ہے بے اصل ہے۔ ابوالعلا واسطی نے کہا ہے کہ خزاعی نے جو کتاب لکھی ہے اور ان حروف کی نسبت ابوحنیفہ کی طرف کی ہے۔ اس کے متعلق دارِقُطنی اور ایک جماعت نے لکھا ہے کہ وہ موضوعی ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کتاب کی روایت میں نے کی ہے۔ اس میں ہے۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءَ اس میں لفظ مبارک اللہ پر پیش ہے اور لفظ العلماء کے ہمزہ پر فتحہ یعنی زبر ہے۔ اکثر مفسرین نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی نسبت حضرت کی طرف کی ہے اور پھر توجیہ بیان کرنے کے سلسلہ میں تکلفات بارِدہ سے کام لیا ہے۔ حالانکہ حضرت امام اس سے بری ہیں۔

اللہ تعالیٰ امام جزری اور ان کے رفقاء کو اجرِ کثیر دے کہ ان حضرات نے حق کا اظہار کر کے امام کے دامن کو صاف کر دیا۔ ایسے ہی نادان کرم فرماؤں کے متعلق فارسی کا یہ مشہور مقولہ ہے۔ دشمن دانا بہ از دوست نادان۔

ابنِ حجر ہیتمی نے الخیرات الحسان میں خزاعی کی کتاب کا ذکر کیا ہے[4] اور لکھا ہے کہ ایک جماعت نے کہ ان میں دارقطنی بھی ہیں اس کتاب کو موضوعی قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ کتاب بے اصل

---

[1] اخبار ابی حنیفہ ص۴۵۔ [2] ص۳۱۸ [3] النشر فی قرارات العشر جلد ۱ ص۱۶۱ [4] ص۶۰

ہے، امام ابوحنیفہ اس سے بَری ہیں۔ وہ صاحبِ فہم اور دیندار تھے۔ بھلا وہ قراراتِ متواترہ کو چھوڑ کر قرارات شاذہ کیوں لیتے۔

حضرت امام کی سند حدیث شریف کی

علامہ موفق نے لکھا ہے۔[1]

"امام احمد بن حفص معروف بہ ابوحفص کبیر شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی کے صاحبزادے ابوحفص صغیر ابو عبداللہ محمد بن احمد کے زمانہ میں شافعیہ اور حنفیہ میں معارضہ ہوا کہ ابوحنیفہ اور شافعی میں افضل کون ہے۔ ابوحفص صغیر نے کہا۔ دونوں حضرات کے مشائخ کا شمار کرلیا جائے۔ جس کے مشائخ زیادہ ہوں، وہ افضل ہے۔ امام شافعی کے اسّی مشائخ شمار میں آئے اور ابوحنیفہ کے چار ہزار۔

علامہ شمس الدین محمد بن یوسف صالحی شامی شافعی نے لکھا ہے۔[2]

حضرت امام عالی مقام کے مشائخ کے اسمارِ گرامی لکھے ہیں جو کہ تین سو چوبیس ہیں۔ اور حضرت امام سے روایت کرنے والوں کے نام لکھے ہیں جو کہ نوسو چونتیس ہیں۔

واضح رہے علامہ شافعی نے صرف اسمارِ گرامی تحریر کئے ہیں اور عاجز نے ان کو شمار کیا ہے۔

واضح رہے شمار عاجز نے کیا ہے۔ ہوسکتا ہے ایک دو عدد کی کمی بیشی آگئی ہو۔

خطیب بغدادی نے حضرت امام عالی مقام کا ذکر اس طرح کیا ہے۔[3]

"النعمان بن ثابت ابوحنیفہ، تیمی، اصحاب رائے کے امام اور اہلِ عراق کے فقیہ نے انس بن مالک کو دیکھا ہے اور عطاء بن رباح، ابواسحاق سبیعی، محارب بن دثار، حماد بن ابی سلیمان، ھیثم بن جبیب الصواف، قیس بن مسلم، محمد بن منکدر، نافع مولی ابن عمر، ہشام بن عروہ، یزید بن الفقیر، سماک بن حرب، علقمہ بن مرثد، عطیہ بن العرفی عبدالعزیز بن رفیع، عبدالکریم ابوامیہ وغیرہم سے سنا ہے۔

ابوحنیفہ سے روایت ابویحیی الحمانی، ہشیم بن بشیر، عباد بن العوام، عبداللہ بن المبارک، وکیع بن الجراح، یزید بن ہارون، علی بن عاصم، یحیی بن نصر بن حاجب، ابویوسف قاضی، محمد بن حسن شیبانی، عمرو بن محمد العنقزی، ہوزہ بن خلیفہ، ابوعبدالرحمٰن المقرئ عبدالرزاق بن ہمام اور دوسرے افراد نے کی ہے۔

حافظ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی المتوفی ۷۴۸ھ الشافعی نے مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ میں لکھا ہے۔[4]

---

[1] المناقب ج۱ ص۳۸۔ [2] عقود الجمان کا چوتھا اور پانچواں باب۔ [3] تاریخ بغداد ج۱۳ ص۳۲۳۔ [4] ملاحظہ کریں ص۱۱، ۱۲

آپ نے حضرت امام کے دس شیوخ کا ذکر کر کے لکھا ہے۔ وَعَدَدٌ كَثِيرٌ مِّنَ التَّابِعِينَ اور تابعین میں سے ایک بڑی جماعت۔

اور آپ سے استفادہ کرنے والوں کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

تفقہ آپ سے بڑوں کی ایک جماعت نے حاصل کی۔ ان میں سے زفر بن ہذیل، ابو یوسف القاضی، حضرت امام کے فرزند حماد، نوح بن ابی مریم معروف بہ نوح الجامع، ابو مطیع الحکم بن عبداللہ البلخی، الحسن بن زیاد اللؤلؤی، محمد بن الحسن اور اسد بن عمرو القاضی اور آپ سے محدثین اور فقہاء نے بہ کثرت روایت کی ہے کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے اقران میں سے ہیں، مغیرہ بن مقسم، زکریا بن ابی زائدہ، مسعر بن کدام، سفیان الثوری، مالک بن مغول، یونس بن ابی اسحاق۔ اور ان کے بعد کے ہیں۔ زائدہ، شریک، حسن بن صالح، ابوبکر بن عیاش، عیسیٰ بن یونس، علی بن مسہر، حفص بن غیاث، جریر بن عبدالحمید، عبداللہ بن المبارک، ابو معاویہ، وکیع، المحاربی، ابو اسحاق، الفزاری، یزید بن ہارون، اسحاق بن یوسف الازرق، المعافی بن عمران، زید بن الحباب، سعد بن الصلت، مکی بن ابراہیم، ابو عاصم النبیل، عبدالرزاق بن ہمام، حفص بن عبدالرحمٰن السلمی عبید اللہ بن موسیٰ، ابو عبدالرحمٰن المقرئ، محمد بن عبداللہ الانصاری، ابو نعیم، ہوذۃ بن خلیفہ، ابو اسامہ، ابو یحییٰ الحمانی، ابن نمیر، جعفر بن عون اسحاق بن سلیمان الرازی وخلائق یعنی اور خلق خدا۔

علامہ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے۔[۵۱]

ان افراد کا ذکر جن سے حضرت امام نے روایت کی ہے اور حضرات تابعین اور ان کے اتباع میں سے چوراسی حضرات کے نام لکھے ہیں۔

پھر ان افراد کا ذکر کیا ہے جنہوں نے حضرت امام سے روایت کی ہے اور یہ بچانوے افراد کے نام ہیں۔

علامہ ابن حجر ہیتمی نے الفصل الثلاثون فی سندہ فی الحدیث میں لکھا ہے۔[۵۲]

"گزر چکا ہے کہ حضرت امام نے چار ہزار مشائخ سے جو کہ ائمۂ تابعین تھے اور دوسرے حضرات سے روایت کی ہے اور اسی بنا پر علامہ ذہبی اور دوسرے حضرات نے حضرت امام کا شمار حدیث شریف کے حفاظ میں کیا ہے۔ اور جس نے یہ خیال کیا ہے کہ حدیث کی طرف آپ کا خیال کم تھا اس نے تساہل

---

[۵۱] تبییض الصحیفہ ص۶

سے کام لیا ہے یا حسد کی بنا پر یہ بات کہی ہے۔ یہ بات ایسے شخص کے متعلق کیسے صحیح ہو سکتی ہے جس نے بے شمار مسائل استنباط کئے ہوں اور وہ اپنے مخصوص طریقہ استنباط میں پہلا شخص ہو، جس کا بیان اس کے اصحاب نے اپنی تالیفات میں کیا ہے۔

بات یہ ہے کہ وہ مسائل کے استنباط کے کام میں مصروف تھے اس لئے ان کی روایتیں پھیلی نہیں جس طرح پر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی روایتیں ان کی مصروفیات کی وجہ سے کم ہوئیں۔ یہ حضرات مصالح عامۂ مسلمین میں مصروف تھے حالانکہ چھوٹے صحابہ سے زیادہ روایتیں ان کی ہیں۔ یہی حال امام شافعی اور امام مالک کا ہے کہ ان کی روایتیں ان افراد سے کم ہیں جو روایات کرنے کے لئے فارغ تھے، جیسے ابو زُرعہ اور ابن معین تھے۔ مالک اور شافعی مسائل کے استنباط کرنے میں مصروف تھے۔

یہ واضح رہے کہ روایت بغیر دِرَایت کے چنداں مفید نہیں ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے اس کی مذمت میں ایک باب لکھا ہے۔

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر دمشقی شافعی متوفی ۷۷۴ھ نے لکھا ہے۔[1]

"هُوَ الْإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ وَاسْمُهُ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ مَوْلَاهُمُ الْكُوفِيُّ، فَقِيهُ الْعِرَاقِ، وَأَحَدُ أَئِمَّةِ الْإِسْلَامِ وَالسَّادَةِ الْأَعْلَامِ، وَأَحَدُ أَرْكَانِ الْعُلَمَاءِ، وَأَحَدُ أَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ أَصْحَابِ الْمَذَاهِبِ الْمُتَنَوِّعَةِ وَهُوَ أَقْدَمُهُمْ وَفَاةً، لِأَنَّهُ أَدْرَكَ عَصْرَ الصَّحَابَةِ، وَرَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قِيلَ وَغَيْرَهُ، وَذَكَرَ بَعْضُهُمْ أَنَّهُ رَوَى عَنْ سَبْعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ، فَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔"

"آپ امام ابو حنیفہ ہیں آپ کا نام نعمان بن ثابت ہے، ولاء ایک کوفی کی ہے، آپ عراق کے فقیہ ہیں اور اسلام کے ائمہ میں سے اور نام آور حضرات میں سے ایک فرد ہیں اور علماء کے ارکان سے ایک رکن ہیں اور چار مختلف مذاہب کے اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ آپ نے صحابہ کا دور پایا ہے اور انس بن مالک کو دیکھا ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کے سوا دوسرے کو بھی دیکھا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ انھوں نے سات صحابہ سے روایت کی ہے۔"

ابن کثیر نے آپ کے بعض مشائخ اور بعض شاگردوں کا ذکر کر کے لکھا ہے۔ یحییٰ بن معین نے کہا ہے۔ آپ ثقہ اور اہلِ صدق میں سے ہیں اور جھوٹ بولنے کا اتہام آپ پر نہیں لگایا گیا ہے۔

یحییٰ بن سعید فتوی میں آپ کے قول کو اختیار کرتے تھے اور کہا کرتے تھے۔ ہم اللہ کے سامنے

---

[1] ملاحظہ کریں البدایۃ والنہایہ ج۱۰ ص۱۰۷۔

جھوٹ نہیں بولیں گے۔ ہم نے ابو حنیفہ کی رائے سے بہتر رائے کسی کی نہیں سُنی ہے۔ ہم نے آپ کے اکثر اقوال لئے ہیں۔

ابو نعیم نے کہا ہے۔ ابو حنیفہ مسئلہ کی تہہ تک پہنچتے تھے۔ مکی بن ابراہیم نے کہا ہے۔ ابو حنیفہ دنیا کے سب سے بڑے عالم تھے۔ خطیب نے سند کے ساتھ اسد بن عمرو سے روایت کی ہے کہ امام ابو حنیفہ ہر رات نماز میں قرآن مجید پڑھتے تھے (ختم کرتے تھے) اور اتنا رویا کرتے تھے کہ ان کے پڑوسیوں کو اُن پر ترس آتا تھا۔ آپ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ اور جہاں آپ کی وفات ہوئی ہے ستر ہزار مرتبہ کلامِ الٰہی کا ختم کیا ہے۔

علامہ ابن عماد حنبلی نے لکھا ہے۔ [1]

آپ نے عطاء بن رباح سے اور ان کے طبقہ کے افراد سے روایت کی ہے اور حماد بن سلیمان سے تفقہ حاصل کیا۔ آپ بنی آدم کے عقلمند افراد میں سے تھے۔ فقہ اور عبادت اور ورع اور سخاوت کے جامع تھے۔ حکومت کے انعامات قبول نہیں کئے۔ اپنی کمائی میں سے خرچ کیا کرتے تھے اور دوسروں کو دیا کرتے تھے۔ آپ کا بڑا کارخانہ ریشم کا تھا۔ آپ نے کاریگر اور مزدور رکھے تھے۔ شافعی نے کہا ہے۔ تفقّہ میں لوگ ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔ یزید بن ہارون نے کہا ہے۔ میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ ورع والا اور صاحب عقل کسی کو نہیں پایا۔

علامہ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی شافعی مصنف مشکوٰۃ المصابیح نے اپنی کتاب "الاِکمال فی اسماء الرجال" میں آپ کا ذکر کیا ہے اور اپنے بیان کے آخر میں لکھا ہے۔

شریک نخعی کا بیان ہے کہ ابو حنیفہ کی خاموشی بہت ہوا کرتی تھی۔ آپ زیادہ تر فکر میں رہا کرتے تھے۔ لوگوں سے بات کم کیا کرتے تھے۔ یہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ آپ کو علمِ باطن حاصل تھا اور آپ مہمّاتِ دین میں مصروف رہا کرتے تھے۔ جس شخص کو خاموشی اور زہد مل جائے اس کو علمِ کامل مل گیا ہے۔ اگر ہم آپ کے مناقب اور فضائل کی تشریح کریں، بات بڑھے گی اور مقصد حاصل نہ ہو گا (یعنی آپ کی مدح انتہا کو نہ پہنچے گی) آپ عالم تھے، پرہیز گار تھے، زاہد تھے عبادت گزار تھے، شریعت کے علوم میں امام تھے۔ اگر چہ ہم نے اپنی کتاب مشکات میں ان سے کوئی روایت نہیں لی ہے لیکن اس رسالہ میں اُن کا ذکر کر کے ان کے مرتبہ کی بلندی اور ان کے علم کی کثرت سے برکت حاصل کرتے ہیں"

---

[1] ملاحظہ کریں شذرات الذہب ج۱ ص۲۲۷

آگاہی :۔ علامہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "الانتقاء" میں حضرت امام مالک کے حال میں صفحہ بارہ میں لکھا ہے " وروی عنہ من الائمۃ سوی ھؤلاءِ ابو حنیفہ وسفیان الثوری و ابن عُیینۃ وشعبۃ الحجاج والأوزاعی والليث بن سعد۔ الخ

ائمہ میں جن کا ذکر کیا جاچکا ہے ان حضرات نے بھی روایت کی ہے ۔ ابو حنیفہ، سفیان ثوری، ابن عُیَیْنَہ، شعبۃ بن الحجاج، اوزاعی، لیث بن سعد الخ۔

کتاب الانتقاء کے طبع کرانے والے نے صفحہ تیرہ، چودہ اور پندرہ میں حاشیہ لکھا ہے اس کا نقل کرنا اور ترجمہ پیش کرنا طول عمل ہے۔ لہٰذا عاجز خلاصہ پیش کرتا ہے۔

یہ بات دو روایتوں کی بنا پر کہی گئی ہے۔ **ایک روایت** ابن شاہین اور دارقطنی کی "غرائبِ مالک" میں محمد بن مخزوم سے ہے۔ وہ اپنے دادا محمد بن ضحاک سے وہ عمران بن عبدالرحیم اصبہانی سے وہ بکار بن الحسن سے وہ حمّاد بن ابو حنیفہ سے وہ ابو حنیفہ سے وہ مالک بن انس سے وہ عبداللہ بن الفضل سے وہ نافع بن جبیر بن مطعم سے وہ ابن عباس سے وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ الأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأمَرُ وَصَمْتُهَا إِقْرَارُهَا یعنی رانڈ اپنے نفس کی مالکہ ہے اور کنواری سے اجازت لی جائے گی اور اس کی خاموشی اس کا اقرار ہے۔ **دوسری روایت** خطیب بغدادی نے مالک کے رُوات میں محمد بن علی صلحی واسطی سے کی ہے وہ ابوزرعہ احمد بن الحسین سے وہ علی بن محمد بن مہرویہ سے وہ مجیر بن الصلت سے وہ قاسم بن حکم العرنی سے وہ ابو حنیفہ سے وہ مالک سے وہ نافع سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ کعب بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا میری بکریوں کو عورت چرا رہی تھی۔ ایک بھیڑ کے متعلق اس کو خیال ہوا کہ وہ مرنے والی ہے لہٰذا اس نے دھاردار پتھر سے بھیڑ کو ذبح کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کے گوشت کو کھانے کی اجازت دی۔

احادیث شریفہ کی تلاش اور تتبع کرنے والوں کو یہی دو روایتیں ملی ہیں۔ سیوطی نے الفانید فی حلاوۃ الأسانید میں ان روایتوں کو لکھا اور تسلیم کر لیا ہے لیکن دونوں روایتوں میں علت ہے۔ پہلی روایت میں حماد بن ابو حنیفہ کی روایت کی روایت امام مالک سے ہے اپنے والد ابو حنیفہ سے نہیں ہے۔ حماد بن ابی حنیفہ کو حماد عن ابی حنیفہ سمجھ لیا گیا ہے جیسا کہ ابو عبداللہ محمد بن مخلد عطار نے اپنے مختصر رسالہ "مارواہ الأکابر عن مالک" میں روایت کی ہے لکھا ہے۔ حدثنا ابو محمد القاسم بن ہارون قال حدثنا عمران نا بکار بن الحسن الاصبہانی قال حدثنا حماد بن ابی حنیفہ قال حدثنا مالک بن انس، الحدیث،

اس مختصر رسالہ میں روایۃ زہری ویحییٰ بن سعید وابن جریج وثوری وشعبہ وہیثم عروہ واوزاعی وحاد بن ابی حنیفہ وحماد بن زید وابراہیم بن طہمان وورقاء وغیرہم کا مالک سے ذکر ہے ابوحنیفہ کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا سند میں ابوحنیفہ کا اضافہ کرنا راوی کا وہم ہے۔

اور دوسری روایت میں ابوحنیفہ تک سلسلہ درست ہے اور ابوحنیفہ نے عبدالملک سے روایت کی ہے جو کہ ابن عمیر ہیں اور وہ نافع سے روایت کرتے ہیں۔ ابن الصلت سے مغالطہ عبدالملک کا مالک سے ہوا ہے جیسا کہ اس حدیث کے طرق سے ثابت ہے اور یہی سبب ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے مالک سے ابوحنیفہ کی روایت ثابت نہیں کی ہے۔

حضرت امام کی سندِ تفقہ فی الدین

علامہ قاضی صیمری نے لکھا ہے۔ [1] حماد بن سلمہ نے بیان کیا کہ ابراہیم نخعی کی وفات کے بعد اہلِ کوفہ کی نظر حماد بن ابی سلیمان مفتی کوفہ کی طرف گئی اور وہ اپنے استاد ابراہیم نخعی کے قائم مقام اور جانشین ہوئے۔ ان کی وجہ سے اہلِ کوفہ بے فکر ہو گئے اور جب حماد بن ابی سلیمان کی وفات ہوئی اہلِ کوفہ کو پھر فکر ہوئی کہ آپ کا قائم مقام اور جانشین کس کو بنایا جائے۔ آپ کے فرزندِ گرامی جناب اسماعیل اچھی معرفت رکھتے تھے۔ چنانچہ جناب حماد کے شاگرد ابوبکر نہشلی، ابوبردہ عنبی، محمد بن جابر وغیرہم اسماعیل بن حماد کے پاس گئے۔ چونکہ اسماعیل کو علمِ نحو اور کلام عرب سے شغف تھا اس لئے انھوں نے اپنے والد کی قائم مقامی اختیار نہ کی۔ پھر ان حضرات نے ابوبکر نہشلی سے کہا کہ وہ اپنے استاد کی جگہ بیٹھیں۔ انھوں نے عذر کیا۔ پھر انھوں نے ابوبردہ سے کہا اور وہ معذرت خواہ ہوئے۔ اب ان حضرات نے ابوحنیفہؒ نعمان سے کہا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ علم ضائع ہو، لہٰذا میں آپ صاحبان کی خواہش پوری کرتا ہوں اور آپ اپنے استاد کی جگہ بیٹھے۔ آپ کی طرف لوگوں کا رجوع ہوا۔ ابو یوسفؒ، اسد بن عمرو، قاسم بن معنؒ، زفر بن ہذیلؒ ولید اور دوسرے اہلِ فضل آپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ابوحنیفہ نے ان کو فقیہ بنانا شروع کر دیا۔ آپ ان حضرات سے بہ محبت پیش آتے اور ان کی مدد کیا کرتے تھے۔

ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، شریک، سفیان آپ کی مخالفت کیا کرتے تھے اور کوشش میں رہتے تھے کہ آپ ناکام ہوں۔ لیکن آپ کی کیفیت اور مقام مستحکم ہوا۔ امراء آپ کے محتاج ہوئے اور خلفاء آپ کا ذکر کرنے لگے۔

---

[1] ملاحظہ کریں اخبار ابی حنیفہ واصحابہ صـ

اور لکھا ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے داؤد طائی سے سنا کہ کوفہ کے مفتی حماد بن ابی سلیمان تھے۔ ان کے بیٹے کا نام اسماعیل تھا۔ حماد کی وفات کے بعد لوگوں کا خیال ہوا کہ اسماعیل کو ان کی جگہ بٹھا دیں لیکن ان کو اشعار اور ایامِ عرب سے لگاؤ تھا تو حماد کے اصحاب نے ابوبکر نہشلی، ابوبردہ، محمد بن جابر حنفی وغیرہم سے کہا گیا اور ان حضرات نے عذر کیا۔ اس وقت ابوحصین اور حبیب بن ثابت نے کہا کہ یہ خزّاز (ریشمی کپڑے کا تاجر) اچھی معرفت رکھتا ہے اگرچہ اس کی عمر کم ہے، اس کو حماد کی جگہ بٹھاؤ۔ چنانچہ لوگوں نے ان کو حماد کی جگہ بٹھایا۔

ریشمی کپڑے کے یہ تاجر مالدار تھے سخی تھے اور ذکی تھے۔ وہ مسندِ علم پر بیٹھے اور سب کچھ برداشت کیا اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور ان کو داد و دہش سے نوازا۔ اور حکام اور امرائنے اُن کا اکرام کیا۔ لہٰذا آپ کی شان بلند ہوئی اور اصحابِ علم میں سے اعلیٰ طبقہ کے افراد آپ کے پاس آئے اور ان کے بعد ابویوسف، اسد بن عمرو، قاسم بن معن، ابوبکر ہُذَلی، ولید بن ابان آپ کے پاس آئے۔

وہ فراد جو اُن کی مخالفت کرتے تھے اور ان کی بُرائی کے خواہاں تھے، وہ ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، ثوری اور شریک اور ایک جماعت تھی۔

آپ کا مرتبہ بالا و برتر ہوتا گیا اور آپ کے اصحاب بہت ہو گئے اور مسجد جامع میں آپ کا حلقہ سب حلقوں سے بڑا ہو گیا اور سوالات کے جوابات کثرت سے دیئے جانے لگے۔ آپ نے مخالفوں کی ایذا رسانی پر صبر کیا اور ان میں سے ہر ضعیف پر فراخ دلی کا ثبوت دیتے رہے اور کھاتے پیتے افراد کو تحفے ارسال کئے لہٰذا لوگوں کا رُخ آپ کی طرف مڑا۔ امراء، حکام اور اشرافِ کرام نے آپ کی عزت کی۔ آپ نے مشکلات کا سامنا کیا، لہٰذا سب آپ کے شکر گزار ہوئے اور آپ نے ایسے امور انجام دیئے کہ عرب ان سے قاصر تھے۔ آپ اپنے وسیع علم کی بدولت یہ سب کچھ کر گئے اور تقدیر نے آپ کا ساتھ دیا اور آپ کو بلند مقام حاصل ہو گیا جس پر آپ کے مخالف حسد کرنے لگے۔

ملیح بن وکیع نے اپنے والد سے سُنا کہ ایک شخص نے ابوحنیفہ سے دریافت کیا۔ فقہ حاصل کرنے کے لئے کس چیز سے مدد لی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ ہمت پوری ہو۔ اُس نے کہا ہمت کیسے پوری کی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ علائق کو چھوڑو۔ اس نے پوچھا علائق کو کیسے چھوڑا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ ضرورت کے وقت شے کو بہ قدر حاجت لو اس میں اضافہ نہ کرو۔

شعبہ نے بیان کیا کہ میں نے حماد بن ابی سلیمان (حضرت امام کے استادِ عالی مقام) سے سُنا کہ ابوحنیفہ ہمارے پاس بہت قاعدے سے، وقار کے ساتھ، دھیان لگا کر بیٹھا کرتے ہیں ہم اُن کو علم

کی غذا دیتے ہیں اور اُن سے مشکل سوالات کرتے ہیں۔ قسم ہے اللہ کی وہ بہت اچھی سمجھ اور اچھے حافظے کے ہیں۔

لوگوں نے ان کی بُرائی کی اور اللہ کی قسم وہ ان لوگوں سے زیادہ علم والے ہیں۔ کل ان کو اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ علم نعمان کا جلیس ہے جس طرح پر کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ دن کا نور ہے جو رات کی تاریکی کو زائل کرتا ہے۔

ابو غسان نے بیان کیا کہ میں نے اسرائیل سے سُنا، وہ کہہ رہے تھے، کیا اچھے شخص نعمان تھے، وہ کیا خوب حافظ تھے ہر اُس حدیث کے جس میں فقہ ہوتی تھی، ان کو کتنی زیادہ تلاش ایسی احادیث کی رہا کرتی تھی۔ یہ طریقہ انھوں نے حمّاد سے سیکھا اور اس کو بہت اچھی طرح محفوظ رکھا، لہٰذا ان کی عزت خلفاء اور اُمراء اور وزراء نے کی، فقہ میں اگر کوئی شخص اُن سے مناظرہ کرتا تھا تو اُن کی ہمتِ نفس بڑھتی تھی، مِسْعر کہا کرتے تھے، اگر کسی شخص نے اللہ کے راستے کے لئے ابو حنیفہ کو اپنا امام بنا لیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ اُس کو خوف نہیں ہے، اس نے اپنے نفس کی حفاظت کرنے میں کوتاہی نہیں کی ہے۔

علی بن عاصم نے کہا ہے، اگر ابو حنیفہ کے علم کو ان کے زمانے کے اہلِ علم کے علم کے ساتھ تولا جائے تو ابو حنیفہ کا علم بھاری رہے گا۔

ابو یوسف نے ابو حنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ فقہ کی قدر و منزلت اور اہلِ فقہ کی قدر و منزلت کو وہ شخص نہیں جان سکتا جس کا بیٹھنا اہلِ مجلس پر بار ہو۔

عبدالرزاق بن ہمام محدثِ شہیر نے بیان کیا کہ ہم مَعْمَر کے پاس تھے کہ عبداللہ بن مبارک کی آمد ہوئی معمر نے کہا ابو حنیفہ سے بڑھ کر فقہ کی مہارت رکھنے والا مجھے کوئی اور نظر نہیں آتا جو کہ اللہ کی مخلوق کے لئے فقہ اور قیاس کے ذریعہ راہِ نجات دکھانے والا ہو۔ میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ محتاط کسی کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کے دین میں کسی قسم کا شک شامل کر کے اپنے نفس کے لئے وبال تیار کرنے پر آمادہ ہو۔

علامۂ شہیر و فہامۂ تحریر السید محمد مرتضیٰ الحسینی الزبیدی رحمہ اللہ نے "عُقُودُ الجَواھِرِ المُنِیْفَہ فِی اَدِلَّۃِ مَذْھَبِ الاِمَامِ اَبِی حَنِیْفَۃَ مِمَّا وَافَقَ فِیْہِ الاَئِمَّۃَ السِّتَّۃَ اَوْ اَحَدَھُم"، تحریر کی ہے اور ماہ ربیع الاول ۱۱۹۷ھ میں اس تالیف سے فارغ ہوئے ہیں۔ نام نہاد اہلِ حدیث اس کتاب کو دیکھیں کہ حضرت امام عالی مقام نے کس طرح احادیثِ مبارکہ کا اتباع کیا ہے۔ آپ نے چودہ صفحات کا مقدمہ لکھا ہے۔ اس میں سے کچھ فوائد یہ عاجز لکھتا ہے۔

صفحہ ۶ میں ہے۔ شبابۃ بن سوار نے کہا۔ شعبہ کی رائے ابو حنیفہ کے متعلق اچھی تھی۔

علی بن المدینی نے کہا کہ ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشیم، وکیع بن الجراح، عباد بن العوام، جعفر بن عون، نے حضرت امام سے روایت کی ہے اور آپ ثقہ ہیں اور آپ میں کچھ نقص نہیں ہے۔

یحییٰ بن سعید نے کہا۔ بسا اوقات ہم ابوحنیفہ کے قول کو پسند کرتے ہیں اور اسی کو لیتے ہیں۔

ازدی نے بیان کیا کہ یحییٰ نے کہا۔ میں نے ابویوسف سے الجامع الصغیر سنی ہے۔

محمد بن بکر بن داسہ نے کہا۔ میں نے ابوداؤد سلیمان بن الاسعث سجستانی سے سنا وہ کہہ رہے تھے۔ اللہ رحم فرمائے مالک پر وہ امام تھے، اللہ رحم فرمائے شافعی پر وہ امام تھے، اللہ رحم فرمائے ابوحنیفہ پر وہ امام تھے۔

عبداللہ بن وہب نے بیان کیا کہ امام مالک سے ایک مسئلہ پوچھا گیا۔ آپ نے اس کا جواب دیا۔ مسئلہ پوچھنے والے نے ان سے کہا۔ اہلِ شام آپ سے خلاف کرتے ہیں اور ان کا یہ قول ہے۔ آپ نے کہا۔ مَتَى كَانَ هٰذَا الشَّانُ لِاَهْلِ الشَّامِ اِنَّمَا هُوَ وَقْفٌ عَلٰى اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَالْكُوْفَةِ۔ شام کو یہ مرتبہ کب سے ملا ہے۔ یہ بات تو مدینہ والوں اور کوفہ والوں کے لئے ہے۔

میں نے امینی کی خلاصۃ الاثر میں پڑھا ہے کہ امام شمس الدین محمد بن علّامِ بابلی شافعی حفظ اور اتقان میں مشہور تھے۔ اُن سے احمد بن عبداللطیف بشیشی شافعی نے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے۔ اگر ہم سے دریافت کیا جائے کہ ائمہ میں افضل کون سا امام ہے ہم کہیں گے ابوحنیفہ سب میں افضل ہیں۔

حماد بن زید نے بیان کیا کہ ایوب سختیانی کے سامنے ابوحنیفہ کا ذکر برائی سے کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں لیکن اللہ چاہتا ہے کہ اس کا نور کامل ہو۔ ہم نے ان لوگوں کے مذاہب بھی دیکھے جو ابوحنیفہ کو برا کہتے تھے کہ وہ مٹ گئے اور بے جان ہو گئے اور ابوحنیفہ کا مذہب باقی ہے۔ قیامت تک کے لئے اور زمانہ جتنا گزرتا جاتا ہے اس کے نور اور برکت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اب لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اہلِ سنت وجماعت پیروانِ ابوحنیفہ و مالک و شافعی و حنبلی ہیں۔ جس نے بھی ابوحنیفہ کے مذہب پر طعن کیا ہے اس کا مذہب مٹا ہے وہ پہچانا نہیں جاتا اور ابوحنیفہ کا مذہب زمین پر شرقاً غرباً پھیل رہا ہے اور لوگوں کی اکثریت اُسی پر ہے۔

اور صفحہ بارہ[12] میں لکھا ہے۔ فَمَنْ كَانَ بِهٰذِهِ الْمَثَابَةِ مِمَّنْ اَثْنٰى عَلَيْهِ هٰؤُلَاءِ الْاَئِمَّةُ وَشَهِدُوْا لَهٗ بِالصِّدْقِ وَالْاَمَانَةِ وَالْوَرَعِ وَالْاِحْتِيَاطِ وَالْاِخْلَاصِ كَيْفَ يُظَنُّ بِهٖ اِنَّهٗ يَتْرُكُ الْاِحْتِيَاطَ فِيْ مَذْهَبِهٖ. هٰذَا عَيْنُ الْاِفْتِرَاءِ عَلَيْهِ وَحَاشَاهُ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ حَاشَاهُ۔

جس کا لوگوں میں یہ مرتبہ ہو کہ ایسے ائمۂ گرامی (مصنّف نے امام مالک اور امام شافعی کی مدح و ثنا لکھی ہے) ان کی تعریف کرتے ہیں اور ان کی صداقت اور امانت اور ورع اور ان کی احتیاط اور اخلاص کی شہادت دیتے ہیں۔ اُن کے متعلق یہ خیال کس طرح کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مذہب میں محتاط نہیں رہیں گے۔ یہ فاسد خیال سراسر اُن پر تہمت ہے، وہ اس سے بری ہیں اور بری ہیں۔

اور لکھا ہے کہ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نے بارگاہِ ربّ العزت میں دعا کی کہ اے اللہ مجھ کو بنی اسرائیل کی زبان سے محفوظ کردے۔ اللہ کی طرف سے ان کو خطاب ہوا۔ اے موسیٰ میں نے لوگوں کی زبان اپنے متعلق بھی بند نہیں کی ہے تمہارے متعلق کیسے بند کردوں۔

ابو عاصم النبیل نے حضرت امام کے قادحین کے سلسلہ میں نصیب کا یہ مصرعہ پڑھا۔ سَلِمْتَ وَهَلْ حَیٌّ مِنَ النَّاسِ یَسْلَمُ۔ تم سلامت رہو کیا کوئی متنفس لوگوں سے سالم رہا ہے۔

حضرت امام کی فقہ کا سلسلہ

علامہ موفق نے لکھا ہے[1] مکہ مکرمہ کے دار الحناطین میں حضرت امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی کا اجتماع ہوا۔ اوزاعی نے ابو حنیفہ سے کہا۔ کیا بات ہے کہ نماز میں رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت تم رفع یدین نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں صحت کے ساتھ کچھ ثابت نہیں ہے۔ اوزاعی نے کہا۔ کس طرح صحت کے ساتھ ثابت نہیں ہے، مجھ سے زہری نے ان سے سالم بن عبد اللہ نے اُن سے ان کے والد عبد اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ ابو حنیفہ نے اوزاعی سے کہا۔ ہم سے حماد نے کہا' اُن سے ابراہیم نے' اُن سے علقمہ اور اسود نے ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز شروع کرتے وقت اور پھر رفع یدین کسی جگہ نہیں کرتے تھے۔ اوزاعی نے کہا۔ میں تم سے زہری، از سالم از والد خود عبد اللہ کی روایت بیان کرتا ہوں اور تم حماد از ابراہیم کا بیان مجھ سے کرتے ہو۔ ابو حنیفہ نے کہا کہ حماد بن ابی سلیمان اَفقَہ تھے زہری سے اور ابراہیم اَفقَہ تھے سالم سے اور اگر ابن عمر صحابی نہ ہوتے تو میں کہتا کہ علقمہ ان سے افقہ ہیں۔ اور اسود کے بہت فضائل ہیں اور عبد اللہ بن مسعود تو پھر عبد اللہ ہی ہیں۔ یہ سُن کر اوزاعی خاموش ہو گئے۔

اس واقعہ کو امام ابو المحاسن المرغینانی نے بصورت ارسال روایت کی ہے اور انھوں نے عبد اللہ بن مسعود کی جگہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا ہے اور مرغینانی کی روایت کی ایک وجہ ہے کہ حضرت عمر نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس روایت کا مدار حضرت عبد اللہ بن مسعود ہی پر ہے یعنی حضرت عمر کے ارشاد کے راوی ابن مسعود ہیں۔

حضرت امام عالی مقام کے ارشاد گرامی سے یہ بات متحقق ہے کہ حضرت امام کی سند کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ محدثین کے سلسلۃُ الذہب سے اس سلسلۂ نعمانیہ کے شایاں خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ باقی باللہ

---

[1] ملاحظہ کریں المناقب ج۱ ص۱۳۱

نقشبندی قدس اللہ روحہ کا یہ شعر ہے۔

این سلسلہ از طلائے ناب است　　　این خانہ تمام آفتاب است

سلسلۂ زہریہ کے متعلق امام لیث بن سعد کے مکتوب کا مطالعہ ناظرین فرمائیں۔ حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی نقشبندی قدس سرّہٗ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ناقصے گر کند این سلسلہ را طعنِ قصور　　　حاشا للہ کہ برآرم بہ زباں ایں گلہ را

ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند　　　روبہ از حیلہ چساں بگسلد این سلسلہ را

اِس سلسلہ میں حضرت مجدّد شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے مکتوب کا مطالعہ ناظرین فرمائیں۔

حضرت امام حمّاد

آپ کی کنیت ابو اسماعیل ہے اور والد کا نام مسلم اور کنیت ابو سلیمان ہے۔ فقیہ کوفہ کے نام سے حضرت حماد کی شہرت تھی۔ آپ امام ابراہیم نخعی کے علوم کے حامل اور ان کے جانشین تھے۔ آپ مردِ یگانہ اور صاحبِ احوال تھے۔ حدیث شریف کی روایت حضرت انس بن مالک، سعید بن المسیب وغیرہما سے کی تھی۔ امام مسلم اور اصحابِ سنن نے آپ کی مرویات کو لیا ہے۔ جس وقت آپ حدیث شریف کی روایت کیا کرتے تھے آپ پر ایک حال طاری ہو جاتا تھا۔ بسا اوقات غلبۂ احوال کی وجہ سے آپ پر بے خودی چھا جاتی تھی، ہوش آنے پر وضو کرتے اور جس جگہ سے حدیث رہ گئی تھی اُسی جگہ سے آپ اس کی روایت کرتے تھے۔ آپ نہایت سمجھدار اور حسّاس شخص تھے۔ ماہِ رمضان شریف میں ہر روز پچاس افراد کو کھانا کھلاتے تھے اور عید کے دن ان میں سے ہر ایک کو ایک کپڑا اور ایک سو درہم عنایت کرتے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ سے کہا۔ آپ میرے لئے اس کام کی سفارش ابن زیاد سے کر دیں، ابن زیاد کوفہ کا گورنر تھا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا۔ تم کو اس کام میں کتنے منافع کی توقع ہے، اس نے ایک ہزار درہم بتائے۔ آپ نے اس کو پانچ ہزار درہم دیے اور فرمایا۔ اس حقیر رقم کے واسطے ابنِ زیاد کے سامنے اپنی آبرو کیوں ضائع کروں۔

علامہ ابن عماد حنبلی نے "شذرات الذہب" میں لکھا ہے۔ آپ سخی، مالدار، محتشم اور گفتار کے صادق تھے۔

مغیرہ کا بیان ہے کہ جب حج کر کے جناب حماد کوفہ آئے آپ نے اہلِ کوفہ سے کہا۔ تمہارے بچے اور بچوں کے بچے (یعنی آپ کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد) عطاء، مجاہد اور طاؤس سے زیادہ فقیہ ہیں۔ میں ان حضرات کو دیکھ کر آ رہا ہوں۔

آپ کے اس ارشاد پر بعض اہلِ حدیث نے اعتراض کیا ہے[1]۔ اہلِ حدیث نے آپ کے قول کو استخفاف پر محمل کیا ہے، حالانکہ آپ کا قول مقید ہے کہ تفقہ میں امام حمّاد کے شاگردوں کا پایہ بلند ہے۔ کیا امام شافعی نے نہیں فرمایا ہے۔ اَلنَّاسُ فِی الفِقہِ عَیَالُ اَبِی حَنِیفَۃَ کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے محتاج ہیں، کیا امام اعمش نے نہیں کہا ہے۔ نَحنُ الصَّیَادِلَۃَ وَاَنتُمُ الاَطِبَّاءُ کہ ہم اہل روایت بمنزلہ عطار کے ہیں جو مفردات فروخت کرتا ہے اور تم اصحابِ فقہ بہ منزلہ طبیب کے ہو۔

مشہور مقولہ ہے۔ لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ۔ ہر فن کے افراد ہوا کرتے ہیں۔ حضرات عطاءؒ مجاہدؒ طاؤس وغیرہم نے ارشاداتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ کی روایت کی ہے۔ حضراتِ صحابہ سے جو کچھ انہوں نے سُنا ہے اس کا بیان کیا ہے وہ یقیناً شایانِ صد اکرام و احترام ہیں، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

امام حماد کی وفات سنہ ۱۲۰ھ میں ہوئی ہے۔ آپ کی جلالتِ قدر، عالی حوصلگی، راست گفتاری، امراء سے بے نیازی اور علم کی بے پایانی کا اندازہ حضرت امام عالی مقام کی ذاتِ ستودہ صفات سے کیا جائے جو اُن کے تربیت یافتہ تھے کہ آپ نے ان کو کیا اعلیٰ تربیت دی اور کس بلند مقام پر پہنچایا، عاجز کے نزدیک متنبّی کا یہ شعر آپ کے حسب احوال ہے۔

مَضَتِ الدُّھُورُ وَمَا اَتَینَ بِمِثلِہٖ ‏ ‏ ‏ ‏ وَلَقَد اَتیٰ فَعَجَزنَ عَن نُظَرَائِہٖ

زمانے گزرے اور اس کا مثل نہ لائے، اور وہ آگیا تو اب اس کی نظیروں سے عاجز ہیں۔ رحمۃ اللہِ علیہِ وَعَلیٰ مَن رَبَّاہُ وَرَضِیَ عَنہُمَا۔

حضرت امام ابراہیم نخعی

آپ کی کنیت ابو عمران ہے والد کا نام یزید تھا۔ آپ عراق کے مسلّم فقیہ تھے۔ چھوٹی عمر میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ اگرچہ آپ نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیثِ مبارکہ کی روایت کی ہے لیکن آپ کی زیادہ تر روایتیں ائمہ تابعین سے ہیں جیسے مسروق، علقمہ، اسود ہیں۔ آپ کی نظر بہ نسبت روایت کے درایت پر زیادہ تھی اور آپ حدیث کی روایت میں ارسال زیادہ کرتے تھے یا اپنے اسناد والا اسناد حضرت عبد اللہ بن مسعود کا نام لے کر حدیث شریف بیان کر دیا کرتے تھے۔ آپ سے مشہور محدّث اعمش نے کہا۔ جب آپ عبد اللہ بن مسعود کی روایت بیان کریں تو بیچ کے واسطہ کا بھی ذکر کر دیا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں راوی کا نام لے کر ذکر کروں تو سمجھ لو کہ مجھ سے صرف اسی ایک راوی نے حدیث بیان کی ہے اور اگر میں راوی کا نام نہ لوں تو سمجھ جاؤ کہ

---

[1] یہ اعتراض ایک ضخیم عربی کتاب میں ہے جو چودھویں صدی میں چھپی ہے۔

روایت کرنے والے چند افراد ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے کہ روایت بغیر فہم وتدبّر کے اور فہم وتدبّر بغیر روایت کے ٹھیک نہیں، یعنی روایت کے ساتھ درایت کی اور درایت کے ساتھ روایت کی ضرورت ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جب ہم کسی کے جنازہ میں شریک ہوتے تھے یا کسی کے مرنے کی خبر سنتے تھے تو ہم پر دنوں اس کا اثر رہتا تھا، ہم کو احساس ہوتا تھا کہ مرنے والے کی انتہا یا جنت پر ہے یا دوزخ پر، اور اب ہم جنازہ میں شریک ہونے والوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ دنیوی باتوں میں مصروف رہتے ہیں۔

اور فرمایا۔ ہم کسی بڑے کام کو دیکھتے ہیں اور اس کا ذکر نہیں کرتے، ہم کو ڈر لگتا ہے کہیں ہم اس میں مبتلا نہ ہوجائیں۔

اور فرمایا جو شخص نماز کی تکبیر افتتاح میں تساہل کرے اس کی فلاح سے ہاتھ دھولو۔

آپ کو اہلِ بیت اطہار سے غایت درجہ محبت تھی۔ اس دفورِ محبت کی وجہ سے بعض افراد نے آپ کو شیعہ لکھ دیا ہے۔

آپ کی پرورش علم وفضل وکمال وزُہد وخشیّت واتّقا کے گہوارے میں ہوئی۔ حضرت علقمہ بن قیس نخعی آپ کے ماموں تھے اور حضرت اسود اور حضرت عبدالرحمٰن آپ کے دوسرے ماموں یزید بن قیس نخعی کے صاحبزادے تھے اور یہ تینوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خصوصی اصحاب میں سے تھے۔ حضرت اسود کے فرزند کا نام بھی عبدالرحمٰن تھا، وہ بھی عالم وفاضل اور صاحبِ کمال تھے۔

حضرت امام ابراہیم اپنے وقت کے فقیہ عراق اور امام اہل رائے تھے، جو مسئلہ پیش آتا تھا اس کو حل فرماتے تھے، فقہ تقدیری میں بحث نہیں کرتے تھے۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا، آپ پر رقّت طاری ہوگئی اور آنسو بہنے لگے۔ کسی نے رونے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا، ملک الموت کا انتظار کر رہا ہوں، معلوم نہیں جنّت کی بشارت لائے گا یا دوزخ کی خبر سنائے گا۔

۹۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ امام شعبی نے لوگوں سے کہا۔ سب سے زیادہ فقیہ کو دفن کرکے تم آرہے ہو۔ کسی نے کہا کیا حسن بصری سے بھی زیادہ۔ آپ نے کہا، صرف حسن بصری سے زیادہ نہیں بلکہ تمام اہلِ بصرہ، اہلِ کوفہ، اہلِ شام۔ اہلِ حجاز سے زیادہ فقیہ تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ واکرم نزلہ۔

حضرت ابو عبد الرحمٰن علقمہ نخعی

آپ قیس کے صاحبزادے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خصوصی اصحاب میں سے ہیں، آپ کے بھتیجے عبد الرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود حج کے ارادے سے روانہ ہوئے حضرت علقمہ کسی وجہ سے ان کے ساتھ نہ جا سکے، انہوں نے مجھ کو آپ کے ساتھ روانہ کیا اور فرمایا کہ تم ان کی خدمت میں رہو، ان کے اعمال پر پوری طرح نظر رکھو اور ان کے ارشادات کو خیال سے سُنو اور پھر مجھ کو مطلع کرنا۔

حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود سے کہا۔ اے ابو عبد الرحمٰن کیا آپ کے شاگرد بھی آپ کی طرح قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں۔ آپ نے علقمہ سے تلاوت کرنے کو کہا۔ انہوں نے تلاوت کی اور حضرت خبّاب بہت خوش ہوئے۔

حضرت علقمہ اور آپ کے صاحبزادے حضرت ابو عبیدہ حضرت ابن مسعود کے آئینے کہلائے۔ یہ دونوں حضرات کامل طور پر حضرت ابن مسعود کے احوال سے متّصف تھے۔ امام بخاری نے التاریخ الکبیر میں لکھا ہے۔ كَانَ اَبُوْعُبَيْدَةَ اَشْبَهَ صَلَاةٍ بِعَبْدِ اللهِ فَرَأَيْتُ يُصَلِّي لَا يُحَرِّكُ شَيْئًا وَمَا يَطْرِفُ۔ تمیم بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ ابو عبیدہ کی نماز عبداللہ کی نماز سے بہت مشابہ تھی۔ میں نے اُن کو دیکھا کہ نماز میں کسی عضو کو حرکت نہیں دیتے تھے حتّٰی کہ پلک تک کو بھی نہیں ہلاتے تھے۔

علقمہ کے متعلق امام یافعی نے لکھا ہے کہ اُن سے صحابہ کرام فتویٰ لیا کرتے تھے۔

کتاب "حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کی فقہ" میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے۔ علقمہ کا علم میرے علم سے کم نہیں ہے۔

آپ کی وفات ۶۲ھ میں ہوئی۔ جب حضرت ابن عباس کو یہ خبر پہنچی آپ نے فرمایا۔ مَاتَ رَبَّانِيُّ الْعِلْمِ۔ علم کا سرپرست اُٹھ گیا۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

حضرت اسود بن یزید نخعی

آپ حضرت علقمہ کے بھتیجے اور حضرت ابن مسعود کے خصوصی اصحاب میں سے ہیں۔ آپ صاحبِ علم، صاحبِ تقویٰ اور عابد و زاہد تھے۔ آپ کثرت سے حج اور عمرہ کیا کرتے تھے۔ آپ اِحرام گھر سے باندھ کر روانہ ہوتے تھے، چاہے حج ہو یا عمرہ، روزے بڑی کثرت سے رکھتے تھے۔ کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے آپ کا رنگ بدل جاتا تھا اور زیادہ رونے کی وجہ سے آپ کی بینائی زائل ہو گئی تھی۔ دن اور رات میں سات سو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

امیرالمومنین حضرت امیر معاویہ کے زمانے میں خشک سالی ہوئی، انہوں نے حضرت اسود سے دعائے استسقاء کرائی۔ امیر معاویہ نے حضرت اسود کو پکڑا اور کہا۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَسْقِیْ اِلَیْکَ بِخَیْرِنَا وَاَفْضَلِنَا اَلْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ۔ اے اللہ ہم اپنے میں اچھے اور افضل اسود بن یزید کے ذریعے مینہہ برسنے کی تجھ سے دُعا کرتے ہیں " اور پھر حضرت معاویہ نے حضرت اسود سے کہا۔ آپ ہاتھ اٹھائیں اور دعا کریں۔ چنانچہ آپ نے اپنے مبارک ہاتھ اُٹھائے اور مینہ برسا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے[1] اسود بن یزید نخعی بڑے تابعیوں، اور ابن مسعود کے مشہور اصحاب اور کوفہ کے مشہور افراد میں سے تھے، ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور روزوں کی کثرت کی وجہ سے بینائی جاتی رہی تھی، حج و عمرہ کے سلسلہ میں اسی مرتبہ بیت اللہ گئے۔ آپ کوفہ سے احرام باندھ کر اور نیت کر کے روانہ ہوتے تھے۔ ۶۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ کثرتِ صوم کی وجہ سے آپ کا بدن نیلا اور زرد پڑ جاتا تھا۔ جب وفات کی گھڑی پہنچی، آپ رونے لگے۔ کسی نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، میں کیوں نہ روؤں، مجھ سے زیادہ رونے کا حقدار اور کون ہے، اللہ کی قسم، اگر اللہ اپنے لطف و کرم سے مجھ کو اپنی مغفرت سے نوازے، مجھ کو اپنے کردار کی وجہ سے اپنے مولیٰ سے شرمندگی رہے گی۔ دیکھو کوئی شخص معمولی خطا کرتا ہے اور جس کی خطا کی ہے وہ اس کو معاف بھی کر دیتا ہے پھر بھی وہ ہمیشہ اس شخص سے شرمندہ اور خجل رہتا ہے۔

حضرت قاضی ابو یوسف نے کہا ہے کہ حضرت امام سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت علقمہ اور حضرت اسود میں افضل کون ہے۔ آپ نے فرمایا، قسم بہ خدا میری کیا بساط ہے جو ان دونوں حضرات کے متعلق کچھ کہوں، میرا کام یہ ہے کہ ان کے واسطے دعا کروں۔ رضی اللہ عنہم وافاض علینا من علومہم۔

حضرت ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعودؓ[2] معروف بہ ابنِ اُمِّ عبد

آپ سابقینِ اوّلین میں سے ہیں، امام بغوی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہے۔ اسلام لانے والوں میں چھٹا شخص میں

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۹ صـ ۱۲

[2] آپ کے مبارک احوال ابن عبدالبر کی کتاب الاستیعاب، امام یافعی کی کتاب مرآۃ الجنان، ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ، ابن حجر عسقلانی کی کتاب الاصابہ، ابن عماد کی کتاب شذرات الذہب ابن قیم کی کتاب اعلام الموقعین اور صاحب مشکٰوۃ کی کتاب الاکمال سے ماخوذ ہیں۔

ہوں، آپ کے اسلام لانے کا واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے یکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپ عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرارہے تھے کہ اُدھر سے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفیق حضرت ابوبکر صدیق کا گزر ہوا، آپ نے دودھ طلب کیا۔ ابن مسعود نے فرمایا۔ اِنِّی مُؤْتَمَنٌ۔ مجھ کو امانتدار بنایا گیا ہے کہ بکریاں چراؤں اور اُن کی حفاظت کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریوں میں سے ایسی بکری تلاش کی جو بچہ دینے کے قابل نہ ہوئی تھی، آپ نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا اور اس کو دوہا، آپ نے اور حضرت ابوبکر نے دودھ پیا، اس کیفیت کو دیکھ کر ابن مسعود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ عَلِّمْنِیْ مِنْ هٰذَا الدُّعَاءِ۔ (مجھ کو اس دعا کی تعلیم کریں) آپ نے ابن مسعود کے سر پر رحمت سے بھرا ہوا ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ "یَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَاِنَّكَ عَلِیْمٌ مُعَلِّمٌ"۔ (اللہ تم پر رحم فرمائے، تم تعلیم دینے والے چھوٹے لڑکے ہو) اور دوسری روایت میں "غُلَامٌ مُعَلِّمٌ"۔ (تم تعلیم دینے والے لڑکے ہو) عُلَیْم تصغیر کا لفظ ہے۔ محبت کے موقع پر تصغیر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ رَجُل (آدمی) کو رُجَیْل کہہ دیتے ہیں۔

لفظ مُعَلِّم لام کے کسرہ سے (زیر سے) اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کا ترجمہ علم سکھانے والا ہے، اور اگر اس لفظ کو لام کے فتحہ سے پڑھا جائے تو یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اس کا ترجمہ تعلیم یافتہ ہو یعنی سیکھے سکھائے ہو، ہے۔ علامہ ابن قیم نے علیم معلم کی روایت لکھی ہے[1] علیم کے معنی اچھے علم والا ہے۔

حضرت ابن مسعود کا مشرف بہ اسلام ہونا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مشرف بہ اسلام ہونے سے پیشتر ہے۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے خصوصیت کے ساتھ محبت تھی۔ آپ نے ابن مسعود سے فرما دیا تھا۔ اِذْنُكَ اَنْ تَرْفَعَ الْحِجَابَ وَاَنْ تَسْمَعَ سِوَادِیْ حَتّٰی اَنْهَاكَ وَكَانَ یُعْرَفُ فِی الصَّحَابَةِ بِصَاحِبِ السِّوَادِ وَالسِّوَاكِ[2]۔ تم کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں، پردہ اُٹھا کر اندر آجاؤ اور ہماری خاص باتیں سُنو، جب تک کہ میں تم کو روکوں۔ آپ صحابہ میں صَاحِبُ السِّوَادِ السِّوَاكِ کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی خدمتیں متعلق تھیں، مثلاً جُتیل کا اُٹھانا، مسواک کا ساتھ رکھنا، آپ کے آگے چلنا، نہاتے وقت پردہ کرنا، خواب سے بیدار کرنا۔ چنانچہ صاحبُ النعلین اور صاحبُ الوسادِ بھی آپ کے مبارک القاب تھے۔

آپ کو ذوالہجرتین بھی کہتے تھے یعنی دو ہجرت کرنے والے۔ کیونکہ آپ نے حبشہ کو ہجرت کی

---

[1] ملاحظہ کریں اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۶

[2] ملاحظہ کریں الاستیعاب از علامہ ابن عبدالبر ج ۱ ص ۳۷ اور النہایہ فی غریب الحدیث میں اَلسِّوَادُ بالکسر اَلسِّرَارُ ہے۔

جب وہاں آپ نے سُنا کہ اہلِ مکّہ نے مسلمانوں کے ساتھ ظلم و تعدی چھوڑ دی ہے، آپ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ چوں کہ وہاں کے احوال بد سے بدتر تھے آپ پھر حبشہ چلے گئے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے اور تمام لڑائیوں میں شریک ہوئے۔ کیا غزوۂ بدر، کیا غزوۂ اُحد اور کیا دوسرے غزوات، آپ ہر جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔

آپ نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے اس لئے آپ کو ذوالقبلتین بھی کہتے ہیں۔ آپ پہلے شخص ہیں کہ بیت اللہ شریف کے پاس بلند آواز سے کلامِ پاک کی تلاوت کی ہے۔ اس وقت کوئی اپنا اسلام ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ بیت اللہ شریف کے پاس تلاوت کون کر سکتا تھا۔ آپ مستانہ وار بیت اللہ شریف کے پاس گئے اور بلند آواز سے سورۂ الرحمٰن کی تلاوت کی، اشقیا نے آپ کو زد و کوب کر کے اپنی بدبختی کا اظہار کیا۔

ابن قیم نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنْ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ، وَمِن اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ، وَمِنْ سَالِمٍ مَوْلٰی حُذَیْفَةَ، وَمِنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ۔ قرآن مجید کو ان چار افراد سے حاصل کرو اور سب سے پہلے حضرت ابن مسعود کا نام لیا ہے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود سے فرمایا۔ مجھ کو قرآن مجید سناؤ۔ ابن مسعود نے کہا۔ آپ پر کلامِ پاک کا نزول ہوتا ہے میں آپ کو کیا سُناؤں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ مجھے پسند ہے کوئی کلامِ پاک مجھ کو سنائے۔ چنانچہ ابن مسعود نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کی، جب آپ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰۤؤُلَاۤءِ شَهِیْدًا (آیت ۴۱) پر پہنچے آپ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہہ رہے ہیں۔ اور آنحضرت نے فرمایا بس کرو۔

علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو چاہے کہ قرآن مجید کی ایسی تلاوت کرے جیسا کہ اس کا نزول ہوا ہے وہ ابن مسعود کی طرح تلاوت کرے اور پھر آنحضرت نے ابن مسعود سے فرمایا۔ "سَلْ تُعْطَهْ"، مانگو تم کو دیا جائے گا۔ اس یقینی مقبولیت کے وقت حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا لَا یَرْتَدُّ وَنَعِیْمًا لَا یَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ نَبِیِّكَ فِیْ اَعْلٰی جَنَّةِ الْخُلْدِ۔ اے اللہ میں تجھ سے وہ ایمان طلب کرتا ہوں جو پھرے نہیں اور ایسی نعمتیں چاہتا ہوں جو تمام نہ ہوں اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقتِ اعلیٰ جنّتِ خلد میں چاہتا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی بشارت دی جو جنتِ خلد میں ہوگی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات اور اطوار میں عبداللہ بن مسعود سے مشابہت رکھنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محفوظ اصحاب سمجھتے ہیں۔ (اِنَّ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ اَقْرَبُهُمْ اِلَى اللهِ زُلْفَى)۔ کہ اُن میں عبداللہ بن مسعود اللہ کے زیادہ قریب تر ہیں درجات میں۔

اَلْاِكْمَالُ فِى اَسْمَاءِ الرِّجَالِ میں ہے۔ "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عليه وسلم رَضِيْتُ لِاُمَّتِىْ مَارَضِىَ لَهَا ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ وَسَخَطْتُ مَا سَخَطَ لَهَا ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ" يَعْنِى ابْنَ مَسْعُوْدٍ۔ میں اپنی امت کے واسطے وہ پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود ان کے واسطے پسند کریں، اور ان کے واسطے اس کو ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود ان کے واسطے ناپسند کریں۔

علامہ تورپشتی نے لکھا ہے۔ اِس مبارک ارشاد کے پیشِ نظر جب ہم حضرت ابوبکر کی خلافت کے مسئلہ کو دیکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعود نے فرمایا۔ اِنَّا نَرْضٰى لِدُنْيَانَا مَنِ ارْتَضَاهُ لِدِيْنِنَا۔ ہم اپنے امور دنیویہ کے واسطے اسی کو پسند کرتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے کام کے واسطے پسند کیا ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کے واسطے مقرر کیا ہے۔ ابن مسعود کی اس دلیل کو صحابہ نے تسلیم کیا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابن مسعود کا یہ ارشاد پہلا اجتہاد تھا۔

بدر کے دن معاذ اور معوذ پسران عفراء نے ابوجہل کو گھائل کیا۔ حضرت ابن مسعود کا گزر اس طرف ہوا۔ ابوجہل کی آخری گھڑی قریب آگئی تھی۔ حضرت ابن مسعود کی تلوار کام کی نہ تھی آپ نے ابوجہل کی تلوار اٹھائی، ابوجہل کی نظر آپ پر پڑی وہ آپ کے ارادہ کو بھانپ گیا اور اس نے کہا۔ لَقَدْ رَقِيْتَ مَرْقًى صَعْبًا يَا رُوَيْعِىَ الْغَنَمِ۔ اے بھیڑوں کے حقیر چرواہے تو نے کٹھن کام پر ہاتھ ڈالا ہے۔ حضرت ابن مسعود نے اُسی کی تلوار سے اس کی گردن کاٹی اور اس کا سر اور اس کی تلوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ آنحضرت نے وہ تلوار آپ ہی کو عنایت کی۔

حضرت ابن مسعود کا قد چھوٹا تھا۔ پنڈلیاں پتلی پتلی تھیں۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر سے کسی چیز کے لانے کو فرمایا۔ لہٰذا وہ درخت پر چڑھے۔ ان کی باریک پنڈلیوں کو دیکھ کر حضرات صحابہ کو ہنسی آگئی۔ آنحضرت نے فرمایا۔ تم ہنستے کیا ہو عبداللہ کی ٹانگیں میزان میں

(اللہ کی ترازو میں) اُحد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ نے ایک دن کسی کو دیکھا کہ اس کا تہبند لٹکا ہوا تھا۔ آپ نے اس سے کہا کہ تہبند اُٹھاؤ۔ اس نے کہا۔ اے ابن مسعودؓ تم بھی اپنا تہبند اُٹھاؤ۔ آپ نے فرمایا۔ میری پنڈلیاں پتلی پتلی ہیں اور رنگ سانولا ہے، تمہاری طرح نہیں ہوں۔ اس واقعہ کی خبر حضرت عمرؓ کو ہوئی۔ آپ نے اس شخص کے کوڑے لگائے اور فرمایا تو ابن مسعودؓ کی بات لوٹاتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے ایک دن ابن مسعودؓ کو بیٹھا دیکھا۔ فرمایا کُنَیِفٌ مُلِیَٔ عِلماً علم و معرفت سے بھری چھاگل ہیں۔

ابن قیم نے لکھا ہے۔ اہلِ کوفہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ آپ نے ان کو تحفہ دیا۔ آپ نے اہلِ شام کو بھی تحفہ دیا اور اہلِ شام کا تحفہ اہلِ کوفہ کے تحفے سے زیادہ تھا۔ اس پر اہلِ کوفہ نے آپ سے شکایت کی، آپ نے فرمایا اگر میں نے اہلِ شام کو بُعدِ مسافت کی وجہ سے تحفہ زیادہ دیا ہے میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو تمہارے ساتھ کر کے تم کو نوازا ہے۔

حضرت عمرؓ نے سن ۲۱ھ میں حضرت عمّار بن یاسرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ بھیجا اور اہلِ کوفہ کو لکھا۔

میں نے عمّار بن یاسرؓ کو امیر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ اصحاب اور اہلِ بدر میں سے ہیں۔ تم اِن دونوں کی پیروی اور اطاعت کرو اور ان کے ارشاد کو دھیان سے سُنو۔ میں نے اپنے نفس پر ایثار کر کے عبداللہ کو تمہارے پاس بھیجا ہے۔ یعنی ابن مسعودؓ کو۔

شقیق ابو وائل بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے حلقوں میں بیٹھا ہوں، میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کی بات سے انکار کرتے کسی کو نہیں دیکھا اور نہ کسی صحابی نے آپ کا رَد کیا ہے۔

ابو ظبیان کہتے ہیں۔ مجھ سے ابن عباسؓ نے دریافت کیا۔ تم دونوں قراءتوں میں سے کونسی قراءت پڑھتے ہو۔ میں نے کہا، پہلی، ابن مسعودؓ کی قرائت۔ آپ نے فرمایا، یہی آخری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ایک مرتبہ جبریلؑ کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے اور وفات کے سال دو مرتبہ قرآن مجید پڑھا ہے اور اس وقت عبداللہ بن مسعودؓ حاضر تھے لہٰذا ان کو ناسخ و منسوخ اور مُبَدّل کا علم ہے۔

ابن سعد نے ابو عمرو شیبانی سے حضرت ابو موسیٰ اشعری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "جب تک تم میں حِبر موجود ہے مجھ سے نہ پوچھا کرو یعنی جب تک جلیل القدر عالم عبداللہ بن مسعود ہیں ان سے مسائل دریافت کرلیا کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود حدیث مبارک کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت صفوان بن عسّال مرادی سے کرتے ہیں۔

اور آپ سے آپ کے دو صاحبزادے عبدالرحمٰن و ابو عبیدہ اور آپ کے بھتیجے عبداللہ بن عتبہ، آپ کی اہلیہ زینب ثقفیہؓ اور حضرات صحابہ میں سے عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ عبداللہ بن زبیر، ابو موسیٰ اشعری، ابو رافع، ابو شریح، ابو سعید خدری، جابرؓ انس، ابو جحیفہ، ابو امامہ، حجاج بن مالک اسلمی، طارق بن شہاب، ابو ثور الفہمی عبداللہ بن الحارث الزبیدی، عمرو بن الحارث المصطلقی، قرۃ بن ایاس اور کلثوم بن مصطلق روایت کرتے ہیں۔

اور تابعین میں سے علقمہ، اسود، مسروق، ربیع بن خثیم، زید بن وہب، ابو وائل، قاضی شریح بن الحارث، ربعی بن حراش، حارث بن سوید التیمی، زر بن حبیش، ابو عمرو شیبانی، عبداللہ بن شداد، عبداللہ بن حکیم، عبدالرحمٰن ابی لیلی، عبیدۃ بن عمرو السلمانی، ابو عثمان النہدی، ابوالاسود الدؤلی اور خلق کثیر نے آپ سے روایت کی ہے۔

آپ سنہ ۲۰ھ سے سنہ ۳۰ھ تک کوفہ میں مقیم رہے۔ یہ وہی کوفہ ہے جس کو ۱۷ھ میں یا ۱۸ھ یا ۱۹ھ میں حضرت عمر نے بسایا اور حضرت عَلِیم مُعلم عبداللہ بن مسعود کو وہاں قرآن مجید کی تعلیم دینے اور مسائلِ دین بتانے کے واسطے بھیجا، آپ کی برکت سے کوفہ پہلا اسلامی مدرسہ بنا اور حضرت عمر نے اس مبارک مدرسہ کو کنز الایمان قرار دیا اور حضرت علی نے اس کو جُمجُمَۃُ الاِسلام اور حضرت سلمان نے قُبّۃ الاسلام کا لقب دیا۔

کِتابُ الفِقہِ عَلَی المَذَاھِبِ الاَربَعَۃِ کے قسم عبادات کے مقدمہ میں لکھا ہے:

تُلُقِّیَ العِلمُ عَن حَمَّادِ بنِ اَبِی سُلَیمانَ وَھٰذَا تَلَقّٰی عَن اِبراھِیمَ النَّخعِیِّ وَاِبراھِیمُ اَخَذَ عَن عَلقَمَۃَ بنِ قَیسٍ تَلمِیذِ عَبدِ اللّٰہِ بنِ مَسعُودٍ وَکَانَ ابنُ مَسعُودٍ یَمِیلُ اِلَی الاِجتِھَادِ بِالرَّایِ فَلَمَّا اَرسَلَہٗ عُمَرُ اِلَی الکُوفَۃِ وَجَدَ بِھَا مَرتَعًا خَصِیبًا نَمّٰی فِیہِ ھٰذَا المَیلَ وَقَوّٰی عِندَہٗ مَلَکَۃَ اِستِنبَاطِ الاَحکَامِ، لِاَنَّہٗ وَجَدَ بِالعِرَاقِ مَسَائِلَ کَثِیرَۃً لَم یَکُن لَہٗ بِھَا عَھدٌ بِالمَدِینَۃِ وَاِحدَاثُ جُزئِیَّاتٍ کَانَت تَتَجَدَّدُ کُلَّ یَومٍ فَکَانَ لَابُدَّ مِن عَرضِ ھٰذِہِ المَسَائِلِ

وَالْاِحْدَاثِ عَلٰی قَوَاعِدِ الشَّرِیْعَةِ لِاسْتِنْبَاطِ الَّتِی تُنَاسِبُهَا۔

امام ابوحنیفہ نے علم حماد بن ابی سلیمان سے اور انہوں نے ابراہیم نخعی سے اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود کے شاگرد علقمہ بن قیس سے حاصل کیا۔ ابن مسعود کا میلان رائے سے اجتہاد کی طرف تھا اور جب حضرت عمر نے ان کو کوفہ بھیجا وہاں اُن کے خیال کو تقویت ملی اور ان کے میلان رائے میں اضافہ ہوا، کیونکہ عراق میں بہت سے ایسے مسائل پیش آئے جن سے مدینہ منورہ کے قیام میں سابقہ نہیں پڑا تھا۔ نئی نئی جزئیات ہر روز پیش آتی تھیں لہٰذا ضروری ہوا کہ ان پیش آمدہ مسائل کو قواعدِ شرعیہ پر پیش کیا جائے اور اس کے حکم کا جو اس کے مناسب ہو استنباط کیا جائے۔

اور چند سطر بعد لکھا ہے۔ وَقَدْ مَهَرَ اَبُوْحَنِیْفَةَ فِی الْفِقْهِ وَاشْتَهَرَ فِی الْعِرَاقِ وَشَهِدَ لَهٗ بِعُلُوِّ مَقَامِهٖ فِی الْفِقْهِ مَالِكٌ وَالشَّافِعِیُّ وَكَثِیْرٌ مِّنْ عُلَمَاءِ وَقْتِهٖ۔

فقہ میں ابوحنیفہ کو مہارت حاصل ہوئی اور عراق میں آپ مشہور ہوئے۔ آپ کی فقہی مہارت کا اعتراف امام مالک اور امام شافعی اور آپ کے زمانہ کے بہت علماء نے کیا ہے۔

کسی نے کہا ہے اور حقیقتِ امر کا اظہار کیا ہے۔

اَلْفِقْهُ زَرْعُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَعَلْقَمَةُ ۔۔۔ حَصَادُهٗ ثُمَّ اِبْرَاهِیْمُ دَوَّاسُ

نُعْمَانُ طَاحِنُهٗ یَعْقُوْبُ عَاجِنُهٗ ۔۔۔ مُحَمَّدٌ خَابِزٌ وَالْآكِلُ النَّاسُ

۱۔ فقہ ابن مسعود کا کھیت ہے اور علقمہ اس کے کاٹنے والے ہیں اور ابراہیم اس کے روندنے والے ہیں۔

۲۔ ابوحنیفہ نعمان اس کے پیسنے والے، یعقوب ابویوسف اس کے گوندھنے والے اور محمد پکانے والے اور بندگانِ خدا کھانے والے ہیں۔

یہ عاجز عفی اللہ عنہ کہتا ہے

مُبارَك سِلسِلَه

سلسلہ ہے خوب کیا نعمان کا ۔۔۔ ہے سَراسَر یہ کرم رحمان کا

حضرتِ حمّاد سے نعمت ملی ۔۔۔ اُن کو ابراہیم سے دولت ملی

اُن کے مُرشِد عَلْقَمہ اَسْوَدْ ہوئے ۔۔۔ وہ جہاں میں اَعْلَم و اَسْعَدْ ہوئے

اِبنِ اُمِّ عَبْد کے اصحاب سے ۔۔۔ نام آور ہیں یہ دو مہتاب سے

کیا بیاں ہو مجھ سے حضرت[1] کا کمال ۔۔۔ اَرْفَع و اعلیٰ ہے بیحد بے مِثال

---

[1] حضرت عبداللہ بن مسعود ابن امِّ عبد رضی اللہ عنہ۔

آپ ہیں وہ فردِ اَکمَل یکہ تاز | جو ہوئے ہیں رُوزِ اوّل سرفراز
سرورِ عالم نے ان سے کہہ دیا | ہو عَلیم اور ہو مُعلِّم اے فتیٰ
پھر رفاقت مصطفیٰ کی مِل گئی | خُلد کی اعلیٰ بشارت مل گئی
یہ مبارک سلسلہ ہے بے مثال | ہے یہی حَبلِ مَتینِ ذُوالجَلَال
ہے یہی مسلک ہمارا بالتَّمام | عُروَتِ وُثقیٰ یہی ہے لا کلام

زیدؔ ہے اس پر فِدا از جان ودل
کچھ نہیں اس کو غرض از غِشّ و غِلّ

افسوس کا مقام

جمع قرآن مجید کے سلسلہ میں خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں برادرانہ طور کی شکر رنجی ہوئی، اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے "تحفۂ اثنا عشریہ" میں نفیس کلام کہا ہے۔ یہ عاجز اس کا خلاصہ اردو میں لکھتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ قرآن مجید کی قرارت میں اختلافات رونما ہو رہے ہیں، قرآآت شاذہ کو ترویج دی جارہی ہے، دُعائے قنوت کے بعض جملوں کو قرآن مجید میں شامل کیا جارہا ہے اور بعض تفسیری جملے بڑھا دیئے گئے ہیں۔ حضرت عثمان نے اکابر صحابہ جیسے حضرت علیؓ حضرت حذیفۃ بن الیمان وغیرہما رضی اللہ عنہم اجمعین سے مشورہ کیا اور طے پایا کہ تمام مصاحف کو جمع کر لیا جائے، چنانچہ سب حضرات سے ان کے مصاحف لے لئے گئے۔ حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنا مصحف حضرت عثمان کے حوالے کر دیا، حضرت ابن مسعود اپنا مصحف دینے پر راضی نہ ہوئے اور ان سے جبریہ ان کا مصحف لیا گیا۔ شاہ عبدالعزیز نے لکھا ہے۔[۱]

"و این فعل ابن مسعود با عثمان رضی اللہ عنہما از قبیل شکر رنجیہاست کہ اخوان و اقران را باہم می باشد"۔ یعنی ان دونوں حضرات کا یہ اختلاف اقران اور برادران کے اختلاف کی طرح کا ہے۔ حضرت ابن مسعود نے جو قرآن سالہا سال میں لکھا تھا اس کو اپنے سے الگ کرنا نہیں چاہتے تھے اور حضرت عثمان کے سامنے اُمّتِ اسلامیہ کی ہدایت کا سوال تھا کہ قرآن مجید میں اختلاف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ قرآن مجید اختلافات سے پاک وصاف رہا ہے اور رہے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فتنہ کا آغاز ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

---

[۱] ملاحظہ کریں تحفۂ اثنا عشری صفحہ ۶۳۲۔ سطر ۱۵، ۱۶۔

شہادت کے بعد طرح طرح کے فتنوں نے سر اُبھارا اور فِرَقِ باطلہ کا ظہور ہوا۔ اس دورِ پُرفتن میں حجاج کا ظہور ہوا۔ صَلَتْ بن دینار کا بیان ہے کہ وَاسِط کی مسجد کے منبر پر حجاج نے کہا۔ عبداللہ بن مسعود منافقوں کا رئیس ہے۔ اگر میں اس کو پا لیتا زمین کو اس کا خون پلاتا۔[1] کہاں اس اَشقی الاشقیار کی یہ خواہش اور کہاں سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ اللّٰہَ اللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ"۔ میرے اصحاب کے بارے میں خدا سے خوف کرو، خدا سے خوف کرو، تم میرے بعد ان کو اپنی ملامت کا ہدف نہ بنانا۔ اور مشکوٰۃ کے باب المناقب میں صحیحین کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ"۔ میرے اصحاب کو بُرا نہ کہو (گالی مت دو) اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کی مقدار میں سونا صرف کرے وہ میرے اصحاب کے ایک مُد بلکہ نصف مُد کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا۔

اِس حدیث شریف کا تعلق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت خالد بن الولید سے ہے رضی اللہ عنہما۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سابقین الاوّلین میں سے ہیں اور حضرت خالد بن ولید "وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ" (اور جو اُن کے پیچھے آئے نیکی سے) کے مبارک زُمرے میں سے ہیں۔ حضرت خالد نے حضرت عبدالرحمٰن کو کچھ کہہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضراتِ سابقین اوّلین کے مرتبہ سے اُن کو آگاہ فرمایا ہے۔

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ بعض افراد حضرت عثمان یا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے متعلق تحقیق کے نام پر کچھ لکھ جاتے ہیں۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشاد کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔ ان افراد کا بھروسہ بعض روایات پر ہے۔ ان کو خبر نہیں ہے کہ ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اخبار آحادِ عُدُوْل اگر مجمع عَلَیْھَا اصول کے خلاف ہوں تو وہ غیر مقبول ہیں۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ ارشادِ گرامی اللہ اللہ فی اصحابی پر نظر رکھیں۔ حضراتِ صحابہ کے عمل کی ہم سے پوچھ نہ ہو گی اور ہماری لب کشائی کی یقیناً ہم سے پوچھ ہو گی۔ وَفَّقَنَا اللّٰہُ لِمَرْضَاتِہٖ۔

---

[1] ملاحظہ کریں البدایۃ والنہایہ ج ۹ ص ۱۲۹

حضرت امام کے اساسی اصول

مسائل کے استنباط اور استخراج کے سلسلہ میں آپ کے سات اصول ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید و فرقانِ حمید۔
۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و تقریرات۔
۳۔ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل اور ان کے فتاویٰ۔
۴۔ اجماع۔ یعنی اہلِ علم کا کسی دَور میں کسی مسئلہ پر اتفاق کر لینا۔
۵۔ قیاس، یعنی کسی ایسے مسئلہ کا حکم جس کا بیان نہیں آیا ہے کسی ایسے مسئلہ سے نکالنا جس کا حکم معلوم ہو۔
۶۔ استحسان۔ علماء نے فرمایا ہے، قیاس کی ایک قسم جلی اور واضح ہے اور اس کا اثر ضعیف ہوتا ہے اور دوسری قسم خفی اور غیر واضح ہے لیکن اس کا اثر قوی ہوتا ہے۔ پہلی قسم کو قیاس کہتے ہیں اور دوسری قسم کو استحسان۔
۷۔ وہ مروج طریقہ ہے جس پر بندگانِ خدا کا تعامل ہو۔

علامہ ابن حجر ہیتمی نے لکھا ہے۔[۱]

سمجھ لو، علماء کی اِس بات سے کہ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اہلِ رائے ہیں کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ علماء نے ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کی تنقیص کی ہے یا یہ نہ سمجھ لے کہ یہ حضرات اپنی رائے کو سنت پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ حضرت امام ابو حنیفہ سے یہ بات متعدد طریقوں سے کثرت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ پہلے قرآن مجید سے لیتے ہیں۔ اگر قرآن مجید میں حکم نہیں ملتا ہے تو سنت سے لیتے ہیں اور اگر سنت میں نہ مِلا تو حضراتِ صحابہ کا قول لیتے ہیں اور اس قول کو لیتے ہیں جو قرآن یا سنت کے زیادہ قریب ہو، اور اگر صحابہ کا قول نہیں ملتا تو آپ تابعین کے قول کے پابند نہیں رہتے، بلکہ آپ بھی اجتہاد کرتے ہیں جیسا کہ تابعین نے اجتہاد کیا ہے۔

---

[۱] ملاحظہ کریں الخیرات الحسان کی فصل گیارہ۔

فضیل بن عیاض نے کہا ہے۔ اگر مسئلہ میں صحیح حدیث ملتی ہے ابو حنیفہ اس کو لیتے ہیں اور اگر صحابہ یا تابعین سے ہو تو بھی صورت ہے ورنہ وہ قیاس کرتے ہیں اور قیاس اچھا کرتے ہیں۔

ابن مبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کی ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ملتی ہے تو سر آنکھوں پر اور اگر صحابہ سے روایات ہیں تو ہم ان میں سے کسی روایت کو لیتے ہیں اور صحابہ کے دائرۂ اقوال سے باہر نہیں نکلتے ہیں اور اگر اقوال تابعین کے ہوتے ہیں ہم ان کی پابندی نہیں کرتے ہیں بلکہ ہم بھی اپنی رائے بیان کرتے ہیں۔

اور ابن مبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کی ہے، لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ میرے متعلق کہتے ہیں کہ میں اپنی رائے پر فتویٰ دیتا ہوں۔ میں تو اَثر پر فتویٰ دیتا ہوں۔

اور ابن مبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کی ہے۔ کتاب اللہ میں حکم ہوتے ہوئے کسی کو اپنی رائے سے بولنے کا حق نہیں ہے اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کے ہوتے ہوئے کسی کو بولنے کا حق نہیں ہے۔ اور اسی طرح حضراتِ صحابہ کے اجماع کے ہوتے ہوئے کسی کو بولنے کا حق نہیں ہے۔ البتہ جس امر میں صحابہ کا اختلاف ہوا ہے تو ہم اس قول کو لیتے ہیں جو قرآن کے قریب تر ہو یا سنّت کے قریب تر ہو۔ اس کے بعد ہی قیاس کیا جاتا ہے اور اپنی رائے سے اجتہاد وہ شخص کر سکتا ہے جس کو اختلاف کا علم ہو اور قیاس کو جانتا ہو، اسی پر حضرت امام کا عمل تھا۔

مزنی نے کہا میں نے شافعی سے سنا قیاس میں لوگ ابو حنیفہ کے محتاج ہیں چونکہ ابو حنیفہ کے مذہب کے قیاسات بہت دقیق ہوا کرتے ہیں اس لئے مزنی ان حضرات کے کلام کا مطالعہ کثرت سے کیا کرتے تھے۔ امام طحاوی مزنی کے بھانجے تھے۔ انہوں نے مزنی کے اس عمل کو دیکھا اور وہ ابو حنیفہ کے پیرو ہو گئے۔ جیسا کہ امام طحاوی نے اس کا بیان کیا ہے۔

ایک دن ابو حنیفہ کسی سے قیاس میں بحث کر رہے تھے۔ وہاں ایک شخص بیٹھا تھا وہ چلّا کر بولا۔ اس مقایسہ کو چھوڑ دو کیونکہ پہلا قیاس ابلیس نے کیا تھا۔ حضرت امام نے اس سے کہا۔ ابلیس نے اپنے قیاس سے اللہ کے حکم کو رَد کیا ہے جس کا بیان اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے لہٰذا ابلیس کافر ہوا اور ہمارا قیاس اللہ کے امر کی پیروی کے لئے ہے کیونکہ ہم مسئلہ کو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سُنّت اور ائمۂ صحابہ اور تابعین کے اقوال کی طرف لے جا رہے ہیں ہم فرماں برداری کے سلسلہ میں گھوم رہے ہیں، بھلا ہم کس طرح ابلیس ملعون کے مساوی ہو سکتے ہیں۔ یہ سن کر اس شخص

نے کہا مجھ سے غلطی ہوئی، میں توبہ کرتا ہوں، اللہ تمہارے دل کو منوّر کرے جس طرح تم نے میرے دل کو منوّر کیا ہے۔

حسن بن صالح کا بیان ہے کہ ابو حنیفہ ناسخ و منسوخ کی تحقیق دقیق نظر سے کیا کرتے تھے۔ آپ اہلِ کوفہ کی احادیث کے عارف تھے اور جس پر لوگوں کا عمل رہتا تھا اس کی پیروی سختی سے کیا کرتے تھے۔ آپ ان روایات کے حافظ تھے جن کی روایت آپ کے اہلِ بلد کرتے تھے۔

ابنِ مبارک کا بیان ہے کہ ابو حنیفہ کہا کرتے تھے۔ ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ ایک رائے ہے ہم کسی کو مجبور نہیں کرتے کہ اس پر عمل کرے اور نہ ہم یہ کہیں کہ اس پر عمل واجب ہے۔ اگر کسی کے پاس اس سے بہتر رائے ہو وہ لائے ہم اس کو قبول کریں گے۔

علامہ ابن حزم اندلسی ظاہری نے کہا ہے "ابو حنیفہ کے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کے مذہب میں ضعیف حدیث پر عمل قیاس سے اَولیٰ ہے۔

فائدہ: علامہ ابن قیمؒ نے "ابو حنیفہ یقدم الحدیث" کی سرخی لکھی ہے کہ "ابو حنیفہ حدیث شریف کو مقدم رکھتے تھے" اور پھر لکھا ہے۔[1]

اصحابِ ابو حنیفہ رحمہُ اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ابو حنیفہ کے مذہب میں ضعیف حدیث بہتر ہے قیاس اور رائے سے، لہٰذا انہوں نے ضعیف حدیث کی وجہ سے سفر میں کھجور کی نبیذ سے وضو کرنے کو قیاس اور رائے پر مقدم رکھا ہے اور ایک ضعیف حدیث کی بنا پر دس درم سے کم کی چوری میں ہاتھ کاٹنے سے روکا ہے اور ایک حدیث کی وجہ سے کہ اس میں ضعف ہے اکثر حیض دس دن قرار دیا ہے اور جمعہ کی نماز قائم کرنے کے لئے مصر (شہر) کی شرط اسی طرح کی حدیث سے رکھی ہے اور کنوئیں کے مسائل میں آثارِ غیر مرفوعہ کی وجہ سے قیاس محض کو چھوڑ دیا ہے۔ ابو حنیفہ آثارِ صحابہ کو قیاس اور رائے پر مقدم رکھتے ہیں اور یہی امام احمد کا مسلک ہے اور سلف کے نزدیک حدیثِ ضعیف کی وہ اصطلاح نہیں ہے جو متاخرین کی ہے۔ بلکہ جس کو متاخرین حسن کہتے ہیں سلف اس کو ضعیف کہہ جاتے ہیں"

علامہ شامی نے عقود الجمان کے "الباب العاشر" میں علامہ ابن عبد البر کی کتاب الاستغنا سے لکھا ہے۔

"كَانَ مَذْهَبُهُ فِي أَخْبَارِ الآحَادِ العُدُولِ أَنْ لَا يُقْبَلَ مِنْهَا مَا خَالَفَ الأُصُولَ المُجْمَعَ عَلَيْهَا

---

[1] ملاحظہ فرمائیں اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲۱

ابو حنیفہ کا مذہب اخبار آحاد عدول کے سلسلہ میں یہ تھا کہ جو خبر واحد اصولِ مسلّمہ اور متفقہ کے خلاف ہو وہ غیر مقبول ہے۔[1]

اب یہ عاجز حضرت امام کے چھ اصولوں کا بیان مختصر طریقہ پر کرتا ہے اور پھر حیلہ کا ذکر کیا جائے گا۔ واللہ الموفق والمعین۔

اصلِ اوّل قرآن مجید: یہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے جو فصاحت و بلاغت میں آپ ہی اپنی مثال ہے۔ اس مبارک کتاب سے وہی شخص حکم بیان کر سکتا ہے جو علومِ عربیہ سے پوری طرح واقف ہو۔ خاص و عام، مشترک و مُؤوّل کو پہچانتا ہو اور ظاہر و نَص کی تمیز کرتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ مفسّر ہے یا محکم، اور اس کا جو بیان کیا گیا ہے وہ حقیقی ہے یا مجازی اور وہ صریح ہے یا کنائی اور جو استدلال کیا گیا ہے وہ نص عبارت ہے یا اشارہ ہے وہ دلالت و اقتضا کے فرق کو بھی سمجھتا ہو۔

ان امور کو دیکھتے ہوئے علماءِ اعلام کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ کسی بھی صورت سے ہو ہی نہیں سکتا، البتہ اس کا بیان اور شرح کی جا سکتی ہے۔ اردو تراجم بہ کثرت شائع ہوئے ہیں، ان سب کے مرجع و مآب حضرت شاہ عبدالقادر قدس سرہٗ ہیں۔ آپ نے "موضع قرآن" (۱۲۰۵ھ) کے ابتدائیہ میں لکھا ہے۔

"چند ہندوستانیوں کو معنیِ قرآن اس سے آسان ہوئے لیکن اب بھی اوستاد سے سند کرنا لازم ہے۔ اوّل، معنی قرآن بغیر سند معتبر نہیں۔ دوم ربطِ کلامِ ماقبل و مابعد سے پہچاننا اور قطع کلام سے بچنا بغیر اوستاد نہیں آتا۔ چنانچہ قرآن زبانِ عربی ہے اور عرب بھی محتاج اوستاد تھے۔"

حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کرتے تھے۔ اور یہی سلسلہ آپ کی امّت میں اللہ کے لطف و کرم سے رائج ہے۔ اگر کوئی سرپھرا اس کے خلاف کرتا ہے اس کی بات مقبول نہیں ہوتی ہے۔

حضرت امام کے کثرتِ تلامیذ کا بیان امام ابن عبدالبر مالکی، امام ذہبی شافعی، امام سیوطی شافعی نے کیا ہے۔ آپ کے پڑھانے کا طریقہ پوری آزادی کا تھا۔ شاگردوں کو اجازت تھی کہ اپنے اشکالات بیان کریں، مباحثہ کریں۔ اور جس پر اتفاق ہو جاتا تھا اس کو آپ کے اصحاب لکھ لیا کرتے تھے۔ ہر مسئلہ از روئے احادیثِ مرویہ اور از روئے قواعدِ عربیہ درست ہوتا تھا۔ ائمہ اعلام نے کھلے طور پر اس کا اعتراف کیا ہے کہ ائمہ مجتہدین میں یہ بات اور کیفیت کسی دوسرے کو نہیں نصیب ہوئی ہے۔

---

[1] علامہ ابن عبدالبر کی پوری عبارت حضرت امام کی مخالفت کے بیان میں آئے گی۔

اصل دوم حدیث مبارک : جو کچھ آنحضرت نے فرمایا ہے یا آپ کے سامنے کوئی کام کیا گیا اور آپ نے اس سے روکا نہیں یا آپ کو کچھ کرتے ہوئے دیکھا گیا ہو، وہ حدیث ہے۔ حدیث کی روایت کے سلسلہ میں تمام ائمۂ حدیث کی کوشش رہی ہے کہ وہ صحیح طور پر حدیث کی روایت کریں، اگر احادیثِ مبارکہ کی تدوین کا کام حضراتِ صحابہ کے دَور میں کیا جاتا تو سہل ہوتا، چونکہ وہ مبارک دَور تبلیغِ اسلام اور جہاد کا دَور تھا اس طرف کوئی متوجہ نہ ہوسکا اور جب اس کام کی طرف اللہ کے نیک بندے متوجہ ہوئے، احادیثِ مبارکہ میں تصرفات کا دَور شروع ہوچکا تھا، لہٰذا حضرت امام نے اخبارِ آحاد عُدول کے قبول کرنے کے لئے یہ شرط لگائی کہ روایت اس وقت قبول کی جائیگی کہ وہ روایت ایسی اصل کے خلاف نہ ہو جس کو سب نے قبول کیا ہے۔ اے کاش اس شرط کو دوسرے ائمۂ حدیث بھی تسلیم کرتے اور بعد کے افراد دقتوں سے محفوظ رہتے، جس کا ذکر حضرت امام کی مخالفت کے بیان میں آئے گا۔

اصل سوم حضرات صحابہ کا عمل اور ان کے فتاوی : حضرت امام نے فرمایا ہے۔ اگر کتاب اللہ میں اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجھ کو حکم نہیں ملتا ہے میں صحابہ کے اقوال میں سے کسی کا قول لیتا ہوں اور ان کے دائرۂ اقوال میں سے باہر نہیں نکلتا ہوں۔

استاد ابو زہرہ نے اس سلسلہ میں اعلام ائمہ کا کلام نقل کرکے لکھا ہے۔

ابو سعید بردعی نے کہا ہے۔ صحابی کی تقلید واجب ہے' لہٰذا قیاس کو چھوڑنا ہوگا اور کرخی نے کہا ہے کہ صحابی کی تقلید اس وقت کی جائے گی جب وہ بات قیاس سے نہ کہی جاسکے جیسے حضرت انس اور عثمان بن ابی العاص کا قول ہے کہ اقلِ حیض تین دن ہے اور اکثر حیض دس دن' اور جیسے حضرت عائشہ کا قول ہے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ زید بن اَرقم نے کسی کے ہاتھ آٹھ سو میں کوئی شے فروخت کی اور روپیہ وصول کرنے سے پہلے وہی شے اس سے چھ سو میں خرید لی۔ آپ نے زید بن ارقم کو کہلا بھیجا۔ اگر تم نے توبہ نہ کی، اللہ تمہارے حج کو اور جہاد کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہے باطل کردے گا۔ یہ سن کر زید بن ارقم حضرت صدیقہ کے در پر ندامت کرتے ہوئے توبہ کُناں حاضر ہوئے۔ حضرت صدیقہ نے یہ آیت پڑھی "فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ" (بقرہ۔ ت ۲۷۵) پھر جس کو نصیحت پہنچی اپنے رب کی اور باز آیا تو اس کا ہے جو آگے ہوگا، حضرت زید بن ارقم کے حج اور جہاد کا از روئے قیاس اس فعل سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا ظاہر ہے کہ حضرت صدیقہ نے آنحضرت سے سُنا ہے

شمس الائمہ سرخسی نے کہا ہے کہ دلائل سے ثابت ہے کہ حضرات صحابہ کے اقوال کا لینا ہر حال میں واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ (توبہ۔ت ١٠٠) "اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور جو اُن کے پیچھے آئے نیکی سے" اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر اور انصار صحابہ کی مدح کی ہے اور ان لوگوں کی مدح کی ہے جنہوں نے ان حضرات کی پیروی کی ہے۔ ان کی پیروی کرنی مدح کا سبب ہے، اور اس مدح اور پیروی کی وجہ سے اللہ ان کی پیروی کی طرف بُلاتا ہے اور یہ اتباع اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ دین میں ان کی رائے کی پیروی کی جائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَنَا اَمَانٌ لِاَصْحَابِيْ وَاَصْحَابِيْ اَمَانٌ لِاُمَّتِيْ۔ میں اپنے صحابہ کے واسطے امان ہوں اور میرے صحابہ میری امت کے لئے امان ہیں۔

امام سرخسی نے مزید دلیلیں لکھی ہیں اور استاد ابو زہرہ نے ان کو نقل کیا ہے۔ خلاصۂ کلام اس طرح پر ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ حضراتِ صحابہ کا اتباع کرتے تھے۔ آپ کے مذہب کے بعض ائمہ اس طرف گئے ہیں کہ آپ اپنے قیاس کو قولِ صحابی پر ترجیح دیتے تھے لیکن ہم آپ کے صریح قول کو ترجیح دیتے ہیں اور یہی آپ کے ورع و تقویٰ سے متفق ہے۔ آپ نے صاف طور سے فرمایا ہے۔ میں دائرۂ اقوالِ صحابہ میں سے جس قول کو پسند کرتا ہوں لیتا ہوں میں ان کے اقوال کے دائرے سے باہر نہیں جاتا ہوں۔ پھر حضرت امام نے چند تابعیوں کا نام لے کر فرمایا ہے۔ جس طرح اِن افراد نے کوشش کی ہے میں بھی کرتا ہوں۔ میں ان کے اقوال کا پابند نہیں ہوں۔

اصل چہارم اجماع: استاد ابو زہرہ نے لکھا ہے۔ اُن اکثر علماء کے قول کی رُو سے جنہوں نے اجماع کو اسلامی فقہ کے اصول میں سے ایک اصل قرار دیا ہے اجماع کی یہ تعریف کی جاسکتی ہے کہ اسلامی امت کے مجتہدین کسی زمانہ میں کسی اَمر پر اتفاق کریں۔ یہ تعریف امام شافعی نے اپنے رسالہ میں لکھی ہے اور علماء اصول فقہ نے اس کو پسند کیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس کو اپنی فقہ کے اصول میں سے ایک اصل قرار دیا ہے یا نہیں۔

حنفی مذہب کے علماء نے کہا ہے کہ اجماع اصولِ فقہ میں سے ایک اصل ہے اور ان حضرات نے چند طرق سے اس کا اثبات کیا ہے۔

ان علمار نے کہا ہے۔ اجماع قولی بھی ہوتا ہے اور سکوتی بھی۔ وہ کہتے ہیں اگر کسی مسئلہ میں علمار کا اختلاف دو صورتوں میں یا زیادہ صورتوں میں محدود رہا اور یہ محدودیت ایک عرصہ تک قائم رہی اور پھر کوئی عالم اس مسئلہ میں نقل کی ہوئی رایوں کے علاوہ کوئی رائے ظاہر کرے تو اس کا یہ فعل اجماع کے خلاف ہے۔

ان حضرات نے فروع ماثورہ اور اقوالِ اصحاب ابوحنیفہ سے اس قول کو ثابت کیا ہے۔ ہم نے ان حضرات کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جنہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ کی سوانح حیات لکھی ہیں۔ ہم کو یہ عبارت ملی ہے کہ آپ کتاب وسنت و آرار صحابہ اور قیاس پر عامل تھے اور اس کے ساتھ ہم کو یہ بھی ملا، جیساکہ مناقبِ مکی میں ہے کہ آپ "شَدِیْدَ الْاِتِّبَاعِ لِمَا کَانَ عَلَیْہِ النَّاسُ بِبَلَدِہٖ" شدت کے ساتھ پیروی کرتے تھے جس پر آپ کے بَلَد (ملک) میں عمل ہوتا تھا۔ اور مناقبِ مکی میں سہل بن مزاحم کا یہ قول ملا، "وَکَلَامُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اَخْذٌ بِالثِّقَۃِ وَفِرَارٌ مِنَ الْقُبْحِ وَالنَّظَرُ فِیْ مُعَامَلَاتِ النَّاسِ وَمَا اسْتَقَامُوْا عَلَیْہِ اُمُوْرُھُمْ" ابوحنیفہ کی بات یعنی ان کا طریقہ یہ تھا کہ معتمد کو لیتے اور بد سے بچتے اور لوگوں کے معاملات کو پرکھتے اور جس پر کہ ان کے امور درست بیٹھتے۔

ان دو روایتوں سے جو کہ آپ کے معاصرین کی ہیں آپ کے طریقہ استنباط کا پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے وطن کے فقہا کی روش پر قائم تھے اور جن مسائل میں نص (قطعی حکم) نہیں ملتا تھا۔ تعامُل پر عمل کرتے تھے یعنی آپ کے وطن میں جو رائج ہوتا تھا اس کو لیتے تھے۔ اس سے یہ بات صاف طور سے ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے وطن کے علمار کا اتباع کرتا ہو وہ یقیناً علمار کے متفقہ فیصلہ کا اتباع کرے گا۔

تین وجوہات کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ فقہار کے نزدیک اجماع حجت ہے۔

۱۔ صحابۂ کرام پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد کیا کرتے تھے اور جب سیاستِ عامّہ کی صورت پیدا ہوتی تھی حضرت عمر صحابہ کو جمع کرتے تھے اور ان سے مشورہ کرتے تھے اور ان کی رائے معلوم کرتے تھے اور جب کسی بات پر صحابہ کا اتفاق ہوجاتا تھا اس پر عمل کرتے تھے۔ اور اگر صحابہ میں اختلاف ہوتا تھا تو معاملہ اہلِ علم کے سپرد کردیتے تھے اور جس بات پر ان کا اتفاق ہوتا تھا اس پر عمل کیا جاتا تھا اور یہ وہ اجماع ہے کہ اس کی مخالفت جائز نہیں۔

۲۔ وہ اجتہاد کا دَور تھا، ہر امام اجتہاد کرتا تھا اور وہ اپنے وطن کے متفقہ فیصلہ کے خلاف سے اپنے کو بچاتا تھا تاکہ اس کا قول شاذ نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ اپنے بَلَد کے متفقہ مسائل کی شدت

سے پیروی کرتے تھے۔ امام مالک اہلِ مدینہ کے اتفاق کو خبر واحد پر مقدم رکھتے تھے۔ ان وجوہات کی بنا پر ہمارا پختہ خیال ہے کہ اجماع حجت ہے اور اس کی مخالفت جائز نہیں۔

۳۔ اس سلسلہ میں بعض آثار بھی وارد ہیں جن سے اجماع کے حجت ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ جیسے حدیثِ نبوی ہے۔ لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ۔ میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی اور ارشادِ گرامی ہے۔ مَارَآہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے اور امام شافعی نے روایت کی ہے۔ أَلَا فَمَنْ سَرَّہٗ بُحْبُحَۃُ الْجَنَّۃِ فَلْیَلْزَمِ الْجَمَاعَۃَ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ مَعَ الْفَذِّ وَھُوَ مِنَ الْاِثْنَیْنِ اَبْعَدُ۔ سمجھ لو جس کو جنّت کی راحت پسند ہو وہ جماعت سے لگا رہے اکیلے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور وہ دو سے دُور رہتا ہے۔

استاد ابو زہرہ نے امام ابو یوسف کی کتاب "اَلرَّدُّ عَلٰی سِیَرِ الْاَوْزَاعِیِّ" کی عبارت نقل کی ہے۔ اوزاعی نے اجماع سے احتجاج کیا ہے۔ ابو یوسف نے ان کے احتجاج کو رد کرتے ہوئے کہا ہے اوزاعی نے حجاز اور شام کے بعض ایسے مشائخ کو دیکھ لیا ہے "مَنْ لَا یُحْسِنُ الْوُضُوْءَ وَلَا التَّشَھُّدَ وَلَا اُصُوْلَ الْفِقْہِ" جن کو صحیح طور پر نہ وضو آئے اور نہ تشہد اور نہ اصول فقہ۔ یعنی ایسے افراد کا اجماع، اجماع ہی نہیں ہے۔ دَورِ اجتہاد میں اجماع کی حجیّت میں اختلاف نہیں ہوا ہے بلکہ غلط طور پر اجماع قرار دینے پر شافعی وغیرہ نے انکار کیا ہے جس طرح ابو یوسف نے اوزاعی کے بیان کردہ اجماع کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ علماءِ حنفیہ نے کہا ہے اجماع حجت ہے۔ امام ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے اور آپ کے صاحبین کا بھی یہی مسلک ہے۔ اجماع سکوتی کو بھی حنفیہ نے تسلیم کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضراتِ صحابہ نے مسئلہ کی صورت محدود کر دی ہے۔ ان کے اقوال میں سے کوئی قول اختیار کیا جا سکتا ہے کوئی نیا قول نہیں کہا جا سکتا۔

اصل پنجم قیاس: کتاب وسنت اور اجماع سے جن مسائل کا حکم معلوم ہو چکا ہے ان احکام کی عِلّتوں کو سمجھ کر دوسرے مسائل کے حکم کو معلوم کرنا قیاس ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل کو حاکم بنا کر یمن بھیجنے کا قصد فرمایا آپ نے معاذ سے کہا۔ بِمَا تَقْضِیْ تم حکم کس سے کرو گے۔ عرض کی۔ کتاب اللہ سے۔ آپ نے فرمایا۔ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ اگر کتاب اللہ میں حکم نہ ملا۔ عرض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت سے۔ آپ نے فرمایا۔ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ اگر تم کو سنّتِ رسول میں حکم نہ ملا۔ عرض کی اَجْتَھِدُ بِرَاْئِیْ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ یہ سُن کر سردارِ دو عالم نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِہٖ بِمَا

يَرْضٰى بِهٖ رَسُوْلَهٗ حمد ہے اس اللہ کے لئے جس نے اپنے رسول کو توفیق اس بات کی دی کہ وہ اللہ کے رسول کو راضی کرے۔

شریعت کے احکام کی علتوں کا معلوم کرنا آسان کام نہیں ہے اس کے لئے اسبابِ نزول کا معلوم کرنا، الفاظ کا، عبارات کا، اشارات کا سمجھنا ضروری ہے۔ شریعت کے احکام میں دینی اور دنیوی فوائد مضمر ہیں، علل کے معلوم کرنے سے اُن فوائد سے استفادہ کا موقع ملتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ قیاس کر کے حکم بیان کر دیا کرتے تھے۔ آپ کے بیان کردہ مسائل کو دیکھ کر آپ کے اتباع نے احکام کی علتوں کا بیان کیا ہے اور قیاس کرنے کے قواعد و ضوابط مقرر کئے ہیں۔ اس سلسلہ میں امام فخر الاسلام بزدوی کی کتاب "اصول فقہ" قابلِ اعتماد ہے۔ اس کتاب کو دیکھ کر حضرت امام کی مساعی کا اندازہ لگایا جائے جو انہوں نے مدۃ العمر کی ہیں اور ارشادِ نبوی "يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا" آسانی پیدا کرو سختی نہ کرو، کے پیشِ نظر مسلمانوں کے واسطے کیسے ابوابِ یُسر کھولے ہیں۔ اللہ آپ کو اسلام اور مسلموں کی طرف سے اجرِ کثیر دے۔

علّامہ قاضی غسّان بن محمد بن عبید اللہ بن سالم المروزی النیساپوری ابو یحییٰ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

وَضَعَ الْقِيَاسَ اَبُوْحَنِيْفَةَ كُلَّهٗ	فَاَتٰى بِاَوْضَحِ حُجَّةٍ وَقِيَاسٍ
قیاس کی ساری بنیاد ابو حنیفہ نے رکھی ہے	آپ واضح حجت اور قیاس لے کر آئے ہیں
وَبَنٰى عَلَى الْاٰثَارِ رَاسَ بِنَائِهٖ	فَاَتَتْ غَوَامِضُهٗ عَلَى الْاَسَاسِ
اور آپ نے آثارِ مبارکہ پر اپنی تعمیر کی اساس رکھی ہے	لہٰذا قیاس کی باریکیاں مضبوط اساس پر ہیں

واضح رہے کہ آپ کی روایتوں کو کتاب الآثار کے نام سے آپ کے جلیل القدر شاگردوں نے روایت کی ہے اور بعد کے ائمہ نے مسانید کے نام سے ان کو جمع کیا ہے۔

اصل ششم، اللہ کا احسان استحسان : امام ابوالحسن کرخی نے استحسان کا بیان اس طرح کیا ہے کہ مجتہد کسی مسئلہ میں زیادہ قوی وجہ کی بِنا پر اس حکم سے عدولی کرے جو اس مسئلہ کے امثال میں کر چکا ہے۔

وضاحت کے لئے ایک مسئلہ لکھا جاتا ہے۔

شکاری پرندوں کا جھوٹا پانی نجس ہے یا نہیں۔ قیاس کی رُو سے پانی نجس ہے کیوں کہ شکاری پرندوں کا حکم شکاری چوپایوں کا ہے۔ دونوں کا گوشت نجس ہے لہٰذا دونوں کا جھوٹا پانی

نجس ہونا چاہیئے لیکن یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا کے پیشِ نظر شکاری پرندوں کا پانی نجس نہیں ہے کیونکہ پرندہ چونچ سے پانی پیتا ہے اور چونچ میں اس کا لعاب نہیں ہوتا ہے، بہ خلاف چوپائے کے کہ وہ ہونٹوں اور زبان سے پانی پیتا ہے، اس کا لعاب پانی میں ملتا ہے اور پانی نجس ہو جاتا ہے لہٰذا شکاری پرندہ کا پانی کراہت کا متحمل ہے نجس نہیں ہے۔

استحسان کے بیان میں ائمہ کے الفاظ مختلف ہیں۔ بعض ائمہ نے کہا ہے کہ قیاس کا چھوڑنا اور لوگوں کے واسطے ان کے مناسب امر کا اختیار کرنا استحسان ہے۔

بعض نے کہا ہے جس امر میں خاص وعام مبتلا ہوں اس میں راہِ سہولت کا نکالنا استحسان ہے۔

بعض نے کہا ہے فراخی کا اختیار کرنا استحسان ہے۔

بعض نے کہا ہے سہولت کا فراہم کرنا اور تکلیف سے بچانا استحسان ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ یعنی اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر مشکل۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا۔ آنحضرت کا یہ خطاب حضرت علی اور حضرت معاذ کو ہے کہ تم دونوں آسانی کرو، مشکل نہ بناؤ۔

قیاس اور استحسان درحقیقت دو قیاس ہیں۔ ایک جلی ہے اور اس کا اثر ضعیف ہے۔ اور دوسرا خفی ہے لیکن اس کا اثر قوی ہے۔ پہلا قیاس ہے اور دوسرا استحسان ہے۔[1]

قاضی صیمری نے لکھا ہے[2] بشر بن الولید نے محمد بن حسن شیبانی سے روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنے اصحاب کے ساتھ قیاس میں مناظرہ کیا کرتے تھے اور آپ کے اصحاب بھی دادِ تحقیق دیا کرتے تھے اور آپ سے خوب معارضہ کرتے تھے لیکن جب آپ أَسْتَحْسِنُ فرماتے تھے تو پھر آپ کے اصحاب میں سے کسی کی رسائی آپ تک نہیں ہوتی تھی اور آپ اس کثرت سے استشہادات پیش کرتے تھے کہ سب آپ کے قول کو تسلیم کرتے اور آپ کو دعائیں دیتے۔

استحسان کے متعلق امام مالک نے کہا ہے۔ اَلْاِسْتِحْسَانُ تِسْعَۃُ اَعْشَارِ الْعِلْمِ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے استحسان ہے یعنی اس میں کامل علم اور دقتِ نظر اور فہم راسخ کی ضرورت ہے۔ یہ نہایت مہتم بالشان علم ہے۔

بعض شوافع نے استحسان کی شدت سے مخالفت کی ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں امام شافعی

---

[1] ملاحظہ فرمائیں سرخسی کی مبسوط ج۱ ص۱۴۵ [2] اخبار ابی حنیفہ ص۱۱

کا قول نقل کیا ہے۔ مَنِ اسْتَحْسَنَ فَقَدْ شَرَعَ۔ جس نے استحسان کیا اس نے شریعت بنائی۔

اس قول کی علت یہ ہے قیاس کا ثبوت شریعت سے ہے۔ جو شخص قیاس کو چھوڑ کر استحسان پر عمل کرے اس نے نئی شریعت بنائی۔ لیکن ہم جب ابو حنیفہ کے استحسانات کو دیکھتے ہیں تو ان میں نص اور قیاس کی مخالفت نہیں پاتے بلکہ ہم کو اس میں نص اور قیاس کا تمسک نظر آتا ہے۔ اگر ہم استحسان کو چھوڑ کر صرف قیاس پر عمل کریں تو عوام کے مصالح کو نظر انداز کرنا پڑے گا۔ حالانکہ مصالحِ عامہ کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔ شریعت نے اس کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔

بعض محققین نے کہا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا ہے۔ مَنِ اِسْتَحْسَنَ فَقَدْ شَرَحَ جس نے استحسان کیا ہے اس نے شرح و بسط سے کام لیا حقائق کو سمجھا ہے اور مسئلہ بیان کیا ہے۔

عاجز کہتا ہے یہ بات جس نے کہی ہے درست کہی ہے۔ قاضی صیمری نے لکھا ہے۔ [1]

ہم سے عمر بن ابراہیم نے، ان سے مکرم نے، ان سے احمد نے کہا۔ میں نے مزنی سے سنا۔ وہ کہتے تھے میں نے شافعی سے سنا۔ انہوں نے کہا۔ اَلنَّاسُ عَيَالٌ عَلٰى اَبِيْحَنِيْفَةَ فِى الْقِيَاسِ وَالْاِسْتِحْسَانِ یعنی قیاس میں اور استحسان میں لوگ ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔ امام مزنی کی اس روایت نے اَلْحَقُّ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ کی یاد دلا دی کہ حق ظاہر ہو کر بلند و بالا ہوتا ہے اور کوئی شے اس سے بالاتر نہیں ہوتی۔

احناف کے بعض متاخر مشائخ نے کہا ہے کہ استحسان پر عمل بہتر اور اَولیٰ ہے باوجود اس کے کہ احسان کی جگہ قیاس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

امام سرخسی نے ان لوگوں کا رد کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ قول وہم کی بِنا پر ہے، کیونکہ ہماری کتابوں میں یہ عبارت ہے۔ اِلَّا اَنَّا تَرَكْنَا الْقِيَاسَ "مگر ہم نے قیاس چھوڑ دیا ہے" جس چیز کو چھوڑ دیا جاتا ہے اس پر عمل جائز نہیں۔ ہمارے مشائخ نے بعض اوقات چھوڑے ہوئے قیاس کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں۔ اِلَّا اِنِّىْ اَسْتَقْبِحُ ذٰلِكَ "مگر میں اس کو قبیح سمجھتا ہوں" اور یہ کھلی ہوئی بات ہے۔ مَا يَجُوْزُ الْعَمَلُ بِهٖ شَرْعًا يَكُوْنُ اسْتِقْبَاحُهٗ كُفْرًا "جو چیز شرعاً جائز ہو اس کو قبیح سمجھنا کفر ہے"۔ اگر اس قیاس پر بھی عمل جائز ہوتا ہمارے مشائخ ہرگز اس قیاس کو قبیح نہ سمجھتے لہٰذا جہاں استحسان کی وجہ سے قیاس چھوڑا گیا ہے وہاں اس قیاس پر عمل جائز نہیں۔

۷۔ تعامل: امام موفق نے سہل بن مزاحم سے روایت کی ہے۔

---

[1] ملاحظہ کریں اخبار ابی حنیفہ صہ ۱۲

كَلَامُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اَخْذٌ بِالثِّقَۃِ وَفِرَارٌ بِالْقُبْحِ وَالنَّظَرُ فِیْ مُعَامَلَاتِ النَّاسِ وَمَا اسْتَقَامُوْا عَلَیْہِ وَصَلُحَتْ عَلَیْہِ اُمُوْرُھُمْ ۔ ابوحنیفہ کی بات یہ تھی کہ وہ مستند اور صحیح کو لیتے تھے اور بُرے سے دُور رہتے تھے، وہ لوگوں کے معاملات پر نظر رکھتے تھے اور دیکھتے تھے کہ ان کا صحیح رویہ کیا ہے اور اُن کے امور کس ڈھب پر درست بیٹھے ہیں۔

یُمْضِی الْاُمُوْرَ عَلَی الْقِیَاسِ فَاِذَا قَبُحَ الْقِیَاسُ یُمْضِیْھَا عَلَی الْاِسْتِحْسَانِ مَادَامَ یُمْضِیْ لَہٗ فَاِذَا لَمْ یُمْضِ لَہٗ رَجَعَ اِلٰی مَا یَتَعَامَلُ بِہِ الْمُسْلِمُوْنَ ۔

حضرت امام قیاس کرکے مسئلہ حل کرتے تھے اور جب قیاس میں قباحت پیدا ہوتی تھی استحسان سے حل کرتے جب تک کہ استحسان ساتھ دیتا تھا اور جب معاملہ اٹک جاتا تھا آپ مسلمانوں کے طورطریقوں اوران کے تعامل کی طرف رجوع کرتے۔

اِس بیان سے دو باتیں ثابت ہوئیں کہ پہلے آپ قیاس اور استحسان سے مسئلہ حل کرنے کی سعی کرتے۔ اگر قیاس واستحسان سے راہِ سہولت نہیں نکلتی تھی آپ لوگوں کے تعامل اور عرف سے مسئلہ حل کرتے تھے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ اصولِ ستّہ (چھ اصول) کے بعد عرف سے حضرت امام استدلال کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے ارشاد مَارَآہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ۔ (جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے) سے عرف کا دلیل ہونا ثابت کرتے ہیں

۸۔ حیلے: علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر معروف بہ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ نے کتاب اعلام المؤقعین کے جلد سوم اور چہارم میں تین سو اکسٹھ صفحات میں اس کا بیان کیا ہے۔ انہوں نے اساسی طور پر حیلوں کو تین قسم میں رکھا ہے۔ پہلی قسم ایسے خفیہ طریقوں کا استعمال کرنا ہے جس کی وجہ سے حرام فعل جائز ہو جائے۔ ایسے حیلے حرام ہیں۔

دوسری قسم ایسے حیلوں کی ہے کہ جس شے کو حاصل کرنا چاہتا ہے وہ جائز اور مشروع کام ہے اور جن خفیہ طریقوں سے اُس تک پہنچتا ہے وہ بھی جائز ہیں۔ مثلاً کوئی شخص چاہتا ہے کہ اس شے سے فائدہ حاصل کروں یا اس کام کی وجہ سے نقصانات اور مضرات سے محفوظ رہوں، ایسے حیلے جائز اور بہتر ہیں۔ بعض سلف نے اس سلسلہ میں کہا ہے۔ اَلْاَمْرُ اَمْرَانِ اَلْاَمْرُ فِیْہِ حِیْلَۃٌ فَلَا یُعْجَزُ عَنْہُ وَالْاَمْرُ لَا حِیْلَۃَ فِیْہِ فَلَا یُجْزَعُ مِنْہُ ۔ کام دو طرح کے ہیں ایک ایسا ہے کہ

اس میں سوچ سمجھ اور تدبیر کی ضرورت ہے لہٰذا اس میں بے پروائی نہ کرے اور ایک ایسا کام ہے کہ اس میں کسی شے کی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا صابر بہ رضائے الٰہی رہے، جزع فزع سے بچے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ کوئی اپنا حق لینا چاہتا ہے یا ظلم سے بچنا چاہتا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے امورِ مباحہ سے مدد لیتا ہے۔ یہ قسم بھی جائز ہے۔ حضرات ائمہ جائز اور مباح طریقوں کی نشاندہی کر کے بندگانِ خدا کی مشکلیں آسان کرتے ہیں حرام طریقوں سے اُن کا تعلق نہیں ہوتا ہے۔

کتاب الحیل کی روایت خطیب کی

خطیب نے تاریخ بغداد کی جلد تیرہ صفحہ ۴۲۶ میں لکھا ہے کہ ہم سے محمد بن اسماعیل سلمی نے اس سے ابو توبہ الربیع بن نافع نے، اس سے عبداللہ بن مبارک نے کہا "من نظر فی کتاب الحیل لابی حنیفة اَحَلَّ مَاحَرَّمَ اللهُ وَحَرَّمَ مَا اَحَلَّ اللهُ"۔ جو ابو حنیفہ کی "کتاب الحیل" دیکھے گا وہ اللہ کے حرام کردہ کو حلال کردہ کو حرام کرے گا

اس روایت پر علمائِ ازہر نے حاشیہ لکھا ہے اور اس کے راویوں میں محمد بن اسماعیل سلمی ہے اس کے متعلق ذہبی کی کتاب میزان میں کلام ہے اور ابو حنیفہ کی کتاب الحیل ہمارے دیکھنے میں نہیں آئی ہے اور لکھا ہے۔

وَقَدْ قَالَ شَیْخُ الْاِسْلَامِ اَحْمَدُ بْنُ تَیْمِیَةَ رَحِمَہُ اللهُ وَھُوَ اَعْرَفُ النَّاسِ بِمَذَاھِبِ السَّلَفِ وَاُصُولِھِمْ وَقَوَاعِدِھِمْ، بَعْدَ اَنْ ذَکَرَ کَلَامَ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُبَارَکٍ وَغَیْرِہٖ مِنَ الْعُلَمَاءِ فِیْ کِتَابِ الْحِیَلِ اَلَّذِیْ لَیْسَ فِیْ کَلَامِ وَاحِدٍ مِنْھُمْ نِسْبَتُہٗ لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَلَا لِغَیْرِہٖ مِنْ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ مَا نَصُّہٗ وَاِنَّمَا قَالَ مِثْلُ ھٰؤُلَاءِ الْاَئِمَّةِ فِیْ کِتَابِ الْحِیَلِ مَا قَالُوْا لِاَنَّ فِیْہِ الْاِحْتِیَالَ عَلٰی تَاخِیْرِ صَوْمِ رَمَضَانَ وَاِسْقَاطِ الزَّکٰوةِ وَالْحَجِّ وَاِسْقَاطِ الشُّفْعَةِ وَحِلِّ الرِّبَاءِ وَاِسْقَاطِ الْکَفَّارَاتِ فِی الصِّیَامِ وَالْاِحْرَامِ وَالْاَیْمَانِ وَحِلِّ السِّفَاحِ وَفَسْخِ الْعُقُوْدِ وَفِیْہِ الْکِذْبُ وَشَھَادَةُ الزُّوْرِ وَاِبْطَالُ الْحُقُوْقِ وَغَیْرُ ذٰلِکَ وَمِنْ اَقْبَحِ مَا فِیْہِ اِحْتِیَالٌ لِمَنْ اَرَادَتْ فِرَاقَ زَوْجِھَا بِاَنْ تَرْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ فَیُعْرَضُ عَلَیْھَا الْاِسْلَامُ فَلَا تُسْلِمُ فَتُحْبَسُ وَیَنْفَسِخُ النِّکَاحُ، ثُمَّ تَعُوْدُ اِلَی الْاِسْلَامِ، اِلٰی اَشْیَاءَ اُخَرَ وَکَثِیْرٌ مِّنْ ھٰذِہِ الْحِیَلِ حَرَامٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ، مِنْ جَمِیْعِ الطَّوَائِفِ بَلْ بَعْضُھَا کُفْرٌ کَمَا قَالَہُ ابْنُ الْمُبَارَکِ وَغَیْرُہٗ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّنْسَبَ الْاَمْرُ بِھٰذِہِ الْحِیَلِ الَّتِیْ ھِیَ مُحَرَّمَةٌ بِالْاِتِّفَاقِ اَوْھِیَ کُفْرٌ اِلٰی اَحَدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ وَمَنْ یَّنْسِبُ ذٰلِکَ اِلٰی اَحَدٍ مِّنْھُمْ فَھُوَ مُخْطِئٌ جَاھِلٌ بِاُصُوْلِ الْفُقَھَاءِ وَاِنْ کَانَتِ الْحِیْلَةُ قَدْ تُنْفَذُ عَلٰی اَصْلِ بَعْضِھِمْ بِحَیْثُ لَا یُبْطِلُھَا عَلٰی صَاحِبِھَا، فَاِنَّ الْاَمْرَ بِالْحِیْلَةِ شَیْئٌ وَعَدَمُ اِبْطَالِھَا عَلٰی مَنْ یَّفْعَلُھَا شَیْئٌ آخَرُ

الی ان قال۔

وَاِنَّمَا غَرْضُنَا ھٰھُنَا اَنَّ ھٰذِہِ الْحِیْلَۃَ الَّتِیْ ھِیَ مُحَرَّمَۃٌ فِیْ نَفْسِھَا لَا یَجُوْزُ اَنْ یُنْسَبَ اِلٰی اِمَامٍ اَمَّۃٍ اَمَرَ بِھَا فَاِنَّ ذٰلِکَ قَدْحٌ فِیْ اِمَامَتِہٖ وَذٰلِکَ قَدْحٌ فِی الْاُمَّۃِ، حَیْثُ اِئْتَمُّوْا بِمَنْ لَا یَصْلُحُ لِلْاِمَامَۃِ وَفِیْ ذٰلِکَ نِسْبَۃُ بَعْضِ الْاَئِمَّۃِ اِلٰی تَکْفِیْرٍ اَوْ تَفْسِیْقٍ وَھُوَ غَیْرُ جَائِزٍ۔ اِلٰی آخِرِ مَا اَطَالَ بِہٖ مِنَ الْقَوْلِ الَّذِیْ نَزَّہَ بِہٖ اَبَا حَنِیْفَۃَ وَاَصْحَابَہٗ وَعَامَّۃَ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ اَنْ یَقُوْلُوْا بِشَیْءٍ مِّنْ ذٰلِکَ۔

(ترجمہ) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جو کہ سلف کے مذاہب اور ان کے اصول و قواعد سے برنسبت دوسرے افراد کے بہت زیادہ واقف ہیں، عبداللہ بن مبارک اور دوسرے علمار کا کلام ذکر کرکے کہا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کے کلام میں بلکہ علمائے مسلمین میں سے کسی کے کلام میں اس کتاب کی نسبت ابوحنیفہ کی طرف نہیں ہے اور لکھا ہے۔

" ان جیسے ائمۂ کرام نے اس کتاب کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس وجہ سے کہا ہے کہ اس میں رمضان کے روزوں کو مؤخر کرنے اور زکات و حج کے ساقط کرنے اور شفعہ کا حق ضائع کرنے اور سُود کو جائز کرنے اور روزوں اور احرام اور قسموں کے کفّاروں کے ہٹانے اور بدکاری کو حلال کرنے اور عہد و پیمان کے توڑنے جس میں جھوٹ اور جھوٹی گواہی اور حقوق کا بطلان شامل ہیں اور ان کے علاوہ نہایت بُرے حیلے اس عورت کے لئے جو اپنے شوہر سے الگ ہونا چاہتی ہے، یہ ہے کہ عورت اسلام سے پھر جائے، پھر اس پر اسلام کو پیش کیا جائے تو وہ مسلمان نہ ہو پھر اس عورت کو قید کیا جائے تو نکاح ٹوٹ جائے گا اور پھر وہ مسلمان ہو جائے اور اس قسم کے بہت سے حیلے ہیں جو باتفاقِ علمار حرام ہیں۔ اس میں تمام طائفوں کا اتفاق ہے بلکہ بعض حیلے تو کفر ہیں اور ایسے حیلوں کا کسی امام کی طرف منسُوب کرنا جائز نہیں ہے اور جو شخص کسی امام کی طرف ایسے حیلے منسوب کرتا ہے وہ فقہا کے اصول سے جاہل ہے، چاہے کوئی حیلہ کسی امام کے کسی اصل (کسی قاعدے) کے تحت اس طرح آجاتا ہو کہ وہ حیلہ کرنے والے کے لئے اس کو باطل نہیں قرار دے رہا ہے کیونکہ حیلہ کرنے کا حکم دینا الگ بات ہے اور حیلہ کرنے والے کے لئے حیلہ کو باطل قرار نہ دینا الگ فعل ہے۔

یہ لکھ کر ابن تیمیہ نے کچھ وضاحت کی ہے اور پھر لکھا ہے۔ یہاں پر ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہر وہ حیلہ جو اپنی ذات سے حرام ہے، کسی امام سے اس کی نسبت جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں اس کی امامت پر عیب لگ رہا ہے اور اس وجہ سے امتِ اسلامیہ پر دھبّہ لگتا ہے کہ اِس خیرِ اُمّۃ نے ایسے شخص کو اپنا امام بنایا ہے، اس نسبت کی وجہ سے اس امام کی تکفیر یا تفسیق ثابت ہوتی ہے اور

یہ جائز نہیں ہے۔ الخ

اس کے بعد علماء ازہر نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے "وَقَدْ سَلَكَ مَسْلَكَهُ فِي هٰذَا وَاقْتَفَى اَثَرَهُ تِلْمِيْذُهُ الْعَلَّامَةُ ابْنُ الْقَيِّمِ فِي كِتَابِ اَعْلَامِ الْمُوَقِّعِيْنَ وَبِمَا قَالَهُ شَيْخُ الْاِسْلَامِ اِبْنُ تَيْمِيَةَ وَتِلْمِيْذُهُ اِبْنُ الْقَيِّمِ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى يَنْهَارُ كُلُّ مَا سَاقَهُ الْخَطِيْبُ فِي هٰذَا الْبَابِ وَغَيْرُهُ طَعْنًا عَلٰى اَبِي حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَلْ مَنْ تَاَمَّلَ مَا لَمْ نَذْكُرْهُ مِنْ كَلَامِ اِبْنِ تَيْمِيَةَ، خَشْيَةَ الْاِطَالَةِ، رَاٰى فِيْهِ التَّعْرِيْضَ بِالْخَطِيْبِ فِي تَشْنِيْعِهِ عَلٰى اَبِي حَنِيْفَةَ فَانْظُرْهُ فِي اِقَامَةِ الدَّلِيْلِ اِلٰى اِبْطَالِ التَّحْلِيْلِ، فِي الْجُزْءِ الثَّالِثِ مِنَ الْفَتَاوٰى، وَاِنَّمَا اعْتَمَدْنَا كَلَامَ هٰذَيْنِ الْاِمَامَيْنِ لِاَنَّهُمَا مِنْ اَكْبَرِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالذَّابِّيْنَ عَنْ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَمَذَاهِبِهِمْ، فَكِلَاهُمَا شَهَادَةٌ عَلٰى مُتَعَصِّبِي اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَكَيْفَ يَنْسِبُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ هٰذَا الْكِتَابَ اِلٰى اَبِي حَنِيْفَةَ مَعَ اَنَّهُ مِنْ تَلَامِذَتِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُجِلُّوْنَهُ حَيًّا وَمَيِّتًا كَمَا نَقَلَ ذٰلِكَ الثِّقَاتُ الْعُدُوْلُ نَقْلًا يُفِيْدُ الْعِلْمَ الْقَطْعِيَّ۔

اور ابن تیمیہ کے طریقہ اور منہج پر اُن کے شاگرد ابن القیم رحمہما اللہ تعالیٰ کے بیان سے وہ سب کچھ نیست و نابود ہو جاتا ہے جو خطیب وغیرہ نے ابوحنیفہ پر طعن و تشنیع کے سلسلہ میں کہا ہے بلکہ اگر کوئی اس تحریر کو کہ جس کو ہم نے مضمون طویل ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا ہے، ابن تیمیہ کے فتاویٰ کے تیسرے حصہ میں "اِقَامَةُ الدَّلِيْلِ عَلٰى اِبْطَالِ التَّحْلِيْلِ" کے بیان میں پڑھے وہ دیکھ لیگا کہ ابن تیمیہ نے خطیب پر گرفت کی ہے کہ اس نے ابوحنیفہ کی شناعت کیوں کی ہے، ہم نے ان دو اماموں (ابن تیمیہ، ابن قیم) کی بات پر بھروسہ کیا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں بڑے محدثین میں سے ہیں اور یہ دونوں اہلِ حدیث کی طرف سے دفاع کیا کرتے ہیں۔ بھلا عبداللہ بن مبارک اس کتاب کی نسبت امام ابوحنیفہ کی طرف کیسے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے ہیں اور وہ ابوحنیفہ کی جلالتِ قدر کا بیان ان کی حیات میں اور پھر ان کی وفات کے بعد کیا کرتے تھے، جس کو ثقہ اور عادل افراد نے نقل کیا ہے اور اس سے علم یقینی ثابت ہے۔ علماءِ ازہر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن تیمیہ نے ابن مبارک اور دوسرے علماء سے صرف کتابُ الحیل کا ذکر کیا ہے ابوحنیفہ کی طرف کتاب کی نسبت نہیں کی ہے جیسا کہ خطیب نے کیا ہے۔

حضرتِ امام کے محیّر العقول جوابات

قاضی صیمری نے لکھا ہے[1] کہ ابو یوسف شدید مریض ہوئے اور ابو حنیفہ ان کی عیادت کو کئی مرتبہ گئے، آخری مرتبہ آپ نے ابو یوسف کے مرض میں شدت دیکھ کر فرمایا۔ میں نے تم کو اپنے بعد مسلمانوں کے واسطے سوچا تھا، اگر تم کو حادثہ پیش آجائے مسلمانوں پر اُفتاد پڑے گی اور تمہارے ساتھ بہت علم ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

عقود الجمان کی روایت میں ہے: "اگر یہ جوان مرجاتا ہے کوئی دوسرا شخص اس کی جگہ نہیں لے سکتا"

یہ بات ابو یوسف کو پہنچی اور اللہ نے ان کو شفا دی، ان کو خیال ہوا کہ فقہ میں اپنا الگ حلقہ قائم کریں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا الگ حلقہ قائم کیا۔ جب ابو حنیفہ کو اس کی خبر ہوئی، آپ نے ایک شخص سے کہا تم یعقوب (ابو یوسف) کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کرو کہ ایک شخص نے درزی کو کوئی کپڑا چھوٹا کرنے کے واسطے دیا' دو درہم اُجرت قرار پائی۔ کچھ دن بعد مالک اپنا کپڑا لینے درزی کے پاس گیا، درزی نے کہا۔ تمہارا کوئی کپڑا میرے پاس نہیں ہے۔ کپڑے کا مالک کچھ دن بعد پھر درزی کے پاس گیا۔ اس نے کپڑا چھوٹا کیا ہوا مالک کو دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ درزی کو اُجرت دی جائے گی یا نہیں۔ حضرت امام نے اس شخص سے کہا۔ اگر ابو یوسف جواب دیں کہ اُجرت دی جائے گی تم کہنا غلط ہے اور اگر وہ کہیں نہیں دی جائے گی جب بھی ان سے کہنا غلط ہے۔ چنانچہ یہ شخص گیا اور ابو یوسف سے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ اُجرت دینی ہے۔ اس شخص نے کہا۔ یہ غلط ہے۔ ابو یوسف سوچ میں پڑ گئے۔ پھر انہوں نے کہا اُجرت نہیں دی جائے گی۔ اس شخص نے پھر کہا یہ غلط ہے۔ یہ سُن کر ابو یوسف اسی وقت اُٹھ کر ابو حنیفہ کے پاس آئے۔ آپ نے دیکھ کر کہا۔ غالباً درزی کا مسئلہ تم کو لایا ہے اور پھر آپ نے بتایا کہ اگر درزی نے کپڑا غصب کرنے کے بعد چھوٹا کیا ہے تو اُجرت نہیں ہے اس نے اپنے واسطے چھوٹا کیا ہے۔ اور اگر غصب کرنے سے پہلے چھوٹا کیا ہے تو اُجرت دینی ہے۔

---

[1] اخبار ابی حنیفہ واصحابہ صفحہ ۱۵

۲- اور صیمری نے لکھا ہے ۵۱؎ وکیع نے بیان کیا ہے کہ ایک ولیمہ کی دعوت میں ابو حنیفہ، سفیان، مسعر مالک بن مغول، جعفر بن زیاد، احمر اور حسن بن صالح کا اجتماع ہوا۔ کوفہ کے اشراف اور موالی کا اجتماع تھا۔ صاحب خانہ نے اپنے دو بیٹوں کی شادی ایک شخص کی دو بیٹیوں سے کی تھی۔ یہ شخص گھبرایا ہوا آیا اور اس نے کہا۔ ہم ایک بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں اور اس نے بیان کیا گھر میں غلطی سے ایک کی بیوی دوسرے کے پاس پہنچا دی گئی اور دونوں نے اپنے بھائی کی بیوی سے شب باشی کر لی ہے۔ سفیان ثوری نے کہا کوئی بات نہیں۔ حضرت علی کے پاس حضرت معاویہ نے آدمی بھیجا کہ اُن سے مسئلہ پوچھ کر جواب لائے۔ جب اس شخص نے حضرت علی سے استفسار کیا۔ آپ نے فرمایا، کیا تم معاویہ کے فرستادہ ہو کیونکہ ہمارے ملک میں یہ صورت پیش نہیں آئی ہے۔ اور آپ نے کہا۔ میرے نزدیک دونوں افراد پر شب باشی کرنے کی وجہ سے مہر واجب ہے۔ اور ہر عورت اپنے زوج کے پاس چلی جائے (یعنی جس سے اس کا نکاح ہوا ہے) لوگوں نے سفیان کی بات سُنی اور پسند کی۔ امام ابو حنیفہ خاموش بیٹھے رہے۔ مسعر نے ان سے کہا۔ تم کیا کہتے ہو۔ سفیان ثوری نے کہا وہ اس بات کے علاوہ کیا کہیں گے۔ ابو حنیفہ نے کہا۔ دونوں لڑکوں کو بُلاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں آئے حضرت امام نے ان میں سے ہر ایک سے دریافت کیا "تم کو وہ عورت پسند ہے جس کے ساتھ تم نے شب باشی کی ہے"۔ ان دونوں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے ہر ایک سے کہا اس عورت کا نام کیا ہے جو تمہارے بھائی کے پاس گئی ہے۔ دونوں نے لڑکی کا اور اس کے باپ کا نام بتایا۔ آپ نے اُن سے کہا۔ اب تم اس کو طلاق دو۔ چنانچہ دونوں نے طلاق دی اور پھر آپ نے خطبہ پڑھ کر ہر ایک کا نکاح اس عورت سے کر دیا جو اس کے پاس رہی ہے۔ اور آپ نے دونوں لڑکوں کے والد سے کہا۔ دعوتِ ولیمہ کی تجدید کرو۔

ابو حنیفہ کا فتویٰ سن کر سب متحیّر ہوئے اور مسعر نے اُٹھ کر ابو حنیفہ کا مُنہ چُوما اور کہا تم لوگ مجھ کو ابو حنیفہ کی محبّت پر ملامت کرتے ہو۔

۳- اور صیمری نے لکھا ہے ۵۲؎ شریک کا بیان ہے کہ ساداتِ بنی ہاشم میں سے ایک ادھیڑ عمر کے جوان بیٹے کا جنازہ تھا۔ سفیان ثوری، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلی، ابو الاحوص، مندل اور حبان اور شہر کے عمائد شریک تھے۔ میں بھی اس جنازہ میں تھا۔ اچانک جنازہ کھڑا ہو گیا اور معلوم ہوا کہ مرنے والے کی والدہ دیوانہ وار گھر سے نکل آئی ہیں۔ وہ ہاشمیہ تھیں کسی نے اُن پر کپڑا ڈال دیا۔ مرنے والے

۵۱؎ ص۱۶۱ ۵۲؎ ص۱۷

کے والد اُن پر چلائے اور اُن سے گھر جانے کو کہا۔ انہوں نے انکار کیا۔ والد نے طلاق کی قسم کھائی تاکہ وہ گھر چلی جائیں۔ والدہ نے تمام غلام باندیوں کے آزاد ہونے کی قسم کھائی کہ وہ نہیں جائیں گی، جب تک جنازے کی نماز نہ پڑھ لیں گی۔ سب لوگ حیران ہوئے۔ اس پریشانی کی حالت میں لڑکے کے والد نے امام ابو حنیفہ کو پکارا چنانچہ آپ وہاں پہنچے اور انہوں نے دونوں کے قسموں کو معلوم کیا اور باپ سے کہا بڑھو اور اپنے بیٹے کی نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ انہوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ نے لڑکے کی والدہ سے کہا جاؤ تمہاری قسم پوری ہوگئی اور لڑکے کے والد سے کہا تمہاری قسم بھی پوری ہوگئی۔

ابن شبرمہ نے اس دن ابو حنیفہ سے کہا "عَجَزَتِ النِّسَاءُ اَنْ يَلِدْنَ مِثْلَكَ سَرِيْعًا مَا عَلَيْكَ فِي الْعِلْمِ كُلْفَةٌ"۔ یعنی عورتیں عاجز ہوگئی ہیں کہ تم جیسا تیز فکر جنیں، تم کو علمی مسائل کی وجہ سے کوئی کوفت نہیں ہوتی ہے۔

۴۔ صیمری نے لکھا ہے [۱] ابن مبارک نے بیان کیا کہ ایک شخص نے ابو حنیفہ سے پوچھا کہ میں اپنی دیوار میں موکھا پھوڑنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھوڑ لو لیکن ہمسایہ کے گھر میں نہ دیکھو، وہ ہمسایہ قاضی ابن ابی لیلی کے پاس گیا۔ قاضی نے دیوار کے مالک کو موکھا پھوڑنے سے منع کیا، وہ ابو حنیفہ کے پاس آیا۔ آپ نے کہا تم اس جگہ دروازہ کھول لو۔ ہمسایہ پھر قاضی کے پاس گیا۔ اور قاضی نے دروازہ کھولنے سے روکا، مکان والا ابو حنیفہ کے پاس آیا کہ قاضی نے روک دیا آپ نے اس سے پوچھا تمہاری دیوار کی قیمت کیا ہے۔ اس نے تین دینار بتائے۔ آپ نے اس سے کہا لو یہ رقم اور ساری دیوار گرادو۔ چنانچہ وہ دیوار گرانے لگا اور ہمسایہ قاضی کے پاس پہنچا۔ قاضی نے کہا وہ اپنی دیوار گرا رہا ہے اور پھر دیوار کے مالک سے کہا جاؤ اپنی دیوار گراؤ اور جیسی چاہو بناؤ۔ پڑوسی نے قاضی سے کہا کہ آپ نے موکھے کے وقت کیوں روکا تھا وہ تو کم معاملہ تھا۔ قاضی نے کہا، میں کیا کروں وہ ایسے شخص کے پاس جاتا ہے جو میری خطا کو پکڑتا ہے۔

۵۔ صیمری نے لکھا ہے [۲] وکیع نے کہا۔ ہم ابو حنیفہ کے پاس تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میرے بھائی کی وفات ہوئی ہے اس نے چھ سو دینار چھوڑے اور اب مجھ کو ورثہ میں ایک دینار ملا ہے۔ ابو حنیفہ نے کہا کہ میراث کی تقسیم کس نے کی ہے۔ اس نے کہا داؤد طائی نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا انہوں نے ٹھیک کی ہے کیا تمہارے بھائی نے دو لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ عورت

---

[۱] ص۱۸ [۲] ص۱۲

نے ہاں میں جواب دیا۔آپ نے پوچھا اور ماں چھوڑی ہے۔عورت نے ہاں میں جواب دیا۔آپ نے پوچھا اور بیوی چھوڑی ہے ۔عورت نے ہاں میں جواب دیا۔آپ نے پوچھا اور ایک بہن اور بارہ بھائی چھوڑے ہیں۔عورت نے ہاں میں جواب دیا۔آپ نے کہا لڑکیوں کا دو تہائی حصہ ہے یعنی چارسو دینار اور چھٹا حصہ ماں کا ہے یعنی ایک سو دینار اور آٹھواں حصہ بیوی کا ہے یعنی پچھتر دینار باقی رہے پچیس دینار، اس میں سے بارہ بھائیوں کے چوبیس دینار یعنی ہر بھائی کو دو دینار اور تم بہن ہو تمہارا ایک دینار ہوا۔

۶۔صیمری نے لکھا ہے [1] اسد بن عمرو نے بیان کیا کہ قتادہ کوفہ آئے اور ابی بُردہ کے گھر میں قیام کیا۔آپ نے کہا حلال و حرام کے متعلق جو بھی استفسار کرے گا میں اس کا جواب دوں گا اُن سے ابوحنیفہ نے کہا، آپ کیا کہتے ہیں اس شخص کے متعلق جو برسوں گھر سے غائب رہا اور اس کی بیوی سے کہا گیا کہ وہ مرگیا ہے اور اس کی بیوی کو یقین ہوا کہ وہ مرگیا ہے لہٰذا اس نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا۔اب اس کا پہلا شوہر آگیا اور عورت کے لڑکا پیدا ہوا۔پہلے شوہر نے لڑکے سے نفی کی اور دوسرے شوہر نے اس کو اپنا بیٹا بتایا۔اس صورت میں دونوں نے عورت پر الزام لگایا ہے یا صرف اس نے الزام لگایا ہے جس نے لڑکے کو بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔

پھر ابوحنیفہ نے کہا اگر قتادہ رائے سے جواب دینگے تو خطا کرینگے اور اگر انہوں نے حدثنا سے جواب دیا تو جھوٹ بولیں گے (یعنی اس مسئلہ میں کوئی حدیث نہیں ہے) قتادہ نے کہا۔کیا یہ صورت پیش آگئی ہے ۔اُن سے کہا گیا کہ پیش نہیں آئی ہے ۔قتادہ نے کہا پھر کیوں مجھ سے پوچھتے ہو۔ ابوحنیفہ نے کہا۔علماء مصائب کے لئے اپنے کو تیار کرتے ہیں تاکہ اس مصیبت کے نازل ہونے پر اپنے کو بچائیں کہ کس طرح اس میں پڑیں اور کس طرح اس میں سے نکلیں۔

قتادہ نے کہا اس کو چھوڑو اور تفسیر میں کچھ دریافت کرو۔ ابوحنیفہ نے کہا کیا کہتے ہو اِس آیت میں۔ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ اَنَا آتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ (نمل ۳۹) وہ شخص بولا جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا میں لا دیتا ہوں تجھ کو وہ پہلے اس سے کہ پھر آوے تیری طرف پھرے آنکھ۔

قتادہ نے کہا یہ شخص آصف بن برخیا ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کا کاتب تھا اور اس

---

[1] صـ ۲۳

کو اسم اعظم معلوم تھا۔ ابو حنیفہ نے پوچھا۔ کیا سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم تھا یا نہیں۔ قتادہ نے کہا ان کو علم نہیں تھا۔ آپ نے کہا۔ نبی کے زمانہ میں نبی سے زیادہ علم والا کیا کوئی شخص ہوتا ہے۔ قتادہ نے کہا۔ تفسیر کے متعلق میں تم سے کچھ نہیں کہتا، مجھ سے ایسی بات پوچھو جس میں علمار نے اختلاف کیا ہو۔ ابو حنیفہ نے ان سے پوچھا۔ کیا تم مومن ہو۔ قتادہ نے کہا، اَرْجُوْ، میں امید رکھتا ہوں۔ ابو حنیفہ نے کہا کیوں۔ قتادہ نے کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَلِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ" (شعرار - ۸۲) اور وہ جو مجھ کو توقع ہے کہ بخشے میری تقصیر دِن انصاف کے۔ ابو حنیفہ نے قتادہ سے کہا۔ تم نے وہ جواب کیوں نہیں دیا جو "اَوَلَمْ تُؤْمِنْ" کیا تو نے یقین نہیں کیا، کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہے۔ "قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ" (سورہ بقرہ ۲۶۰) کہا کیوں نہیں لیکن اس واسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو، یہ سُن کر قتادہ ناراض ہو کر گھر چلے گئے۔ اور کہا میں اب اُن سے (ابو حنیفہ سے) بات نہیں کروں گا۔

ابو حنیفہ نے بیان کیا کہ کئی سال کے بعد قتادہ پھر کوفہ آئے۔ ان کی بینائی جاتی رہی تھی میں نے بلند آواز سے پوچھا۔ اے ابو الخطاب، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں کیا کہتے ہو۔ وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (نور آیت ۲) اور دیکھے ان کا پٹنا مسلمانوں کی ایک جماعت۔ قتادہ نے کہا طائفہ سے مُراد ایک آدمی یا زیادہ ہیں۔

ابو حنیفہ نے کہا، میری آواز سے انہوں نے مجھ کو پہچان لیا اور انہوں نے لوگوں سے سُنا کہ وہ مجھ کو کنیت سے پکارتے ہیں۔

۷۔ صیمری نے لکھا ہے [1] ابراہیم الصائغ نے بیان کیا کہ میں عطار بن رباح کے پاس تھا اور ابو حنیفہ بھی تھے۔ انہوں نے عطار سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَآتَیْنَاهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ (انبیار ۸۴) اور دیئے اس کو اس کے گھر والے اور ان کے برابر ساتھ ان کے۔ اس کا بیان کیا ہے۔ عطار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی بچوں کو لوٹا دیا یعنی زندہ کر دیا اور بیوی بچوں کا مثل ان کو دیا۔ ابو حنیفہ نے کہا کیا اللہ نے مزید ایسی اولاد ان کو دی جو کہ اُن کے صلب سے نہیں ہے۔ اے ابو محمد۔ عطار نے کہا، اللہ تم کو عافیت دے۔ میں نے اس سلسلہ میں نہیں پوچھا ہے۔ ابو حنیفہ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی اہلیہ اور اولاد لوٹائی اور مثل اولاد کی اجر کا عنایت کیا۔ یہ سُن کر عطار نے کہا۔ یہ اچھا ہے۔

---

[1] ص ۲۴۷

فائدہ: حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے "موضح قرآن" (۱۲۰۵ھ) میں لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ نے اولاد مَری ہوئی جلائی اور نئی اولاد دی۔

یعنی مَری ہوئی اولاد اسی وقت زندہ کردی اور بعد میں حضرت ایوب علیہ السلام کے صلب سے اتنی ہی اولاد عنایت کی۔

علامہ شامی محمد یوسف شافعی نے لکھا ہے۔ [1]

۱۔ حسن بن زیاد لوٗلوٗی کا بیان ہے۔ ایک دیوانی عورت تھی کہ اس کو اُمّ عمران کہتے تھے اس کے پاس سے ایک شخص اس کو کچھ کہتا ہوا گزرا۔ اس عورت نے اس شخص کو "اے زانیوں کے بچے" کہا قاضی ابن ابی لیلیٰ نے عورت کی یہ بات سنی اور حکم دیا کہ عورت کو پکڑ کر لائیں اور اس کو مسجد لے گئے۔ قاضی ابن لیلیٰ نے مسجد میں اس کی دو حدیں لگوائیں۔ ایک حد باپ کی وجہ سے اور ایک ماں کی وجہ سے۔ اس واقعہ کی خبر امام ابو حنیفہ کو ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ ابن ابی لیلیٰ نے اس واقعہ میں چھ غلطیاں کی ہیں۔

۱۔ دیوانی پر حد جاری کی ہے حالانکہ دیوانی پر حد نہیں ہے۔

۲۔ حد مسجد میں قائم کی حالانکہ مسجد میں حد قائم نہیں کی جاتی۔

۳۔ عورت کو کھڑا کر کے حد لگوائی حالانکہ عورت کو بٹھا کر حد ماری جاتی ہے۔

۴۔ اس عورت پر دو حدیں قائم کیں، حالانکہ حد ایک ہی لگتی ہے۔ اگر کوئی ایک جماعت کو اے زانیوں کہدے، اس کو ایک حد لگے گی۔

۵۔ عورت نے جس شخص کے ماں باپ کو زانی کہا تھا وہ دونوں غائب تھے حالانکہ حد ان کے سامنے لگنی تھی۔

۶۔ دونوں حدوں کو ایک ساتھ لگوایا گیا ہے، حالانکہ دوسری حد اس وقت لگنی چاہئیے جب پہلی حد کی چوٹیں ٹھیک ہو جائیں۔

حضرت امام کی صحیح علمی تنقید قاضی ابن ابی لیلیٰ کو پہنچی، وہ گھبرا کر امیر کوفہ کے پاس پہنچے۔ اور ابو حنیفہ کی شکایت کی۔ امیر نے حکم جاری کر دیا کہ ابو حنیفہ فتویٰ نہ دیا کریں۔ پھر امیر عیسیٰ بن موسیٰ نے کچھ مسائل ابو حنیفہ کے پاس بھیجے آپ نے ان کا جواب لکھ دیا۔ امیر کو آپ کے جوابات پسند آئے اور اس نے آپ کو اجازت دے دی کہ فتویٰ دیا کریں۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیں۔ عقود الجمان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان ص ۲۶۳

۲- اور شامی نے لکھا ہے [۱] ابوالولید طیالسی نے روایت کی ہے کہ مشہور خارجی ضحّاک شارِی کوفہ میں داخل ہو گیا۔ اس نے ابو حنیفہ سے کہا کہ توبہ کرو۔ آپ نے پوچھا، کس چیز سے توبہ کروں۔ اس نے کہا کہ حَکَمَین کے تجویز کرنے سے (حضرت علی اور حضرت معاویہ میں مصالحت کرانے کی کوشش سے) ابو حنیفہ نے اس سے کہا کہ تم مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو یا مناظرہ کرو گے۔ اس نے کہا کہ مناظرہ کروں گا۔ آپ نے کہا اگر کسی بات پر ہم میں اور تم میں اختلاف ہو جائے تو ہمارا فیصلہ کون کرے گا۔ ضحاک نے کہا تم جس کو چاہو مقرر کردو۔ ابو حنیفہ نے ضحاک کے رفقاء میں سے ایک سے کہا۔ تم یہاں بیٹھو اور جس بات میں ہم دونوں کا اختلاف ہو تم فیصلہ کرنا۔ پھر آپ نے ضحاک سے کہا۔ کیا تم اس پر راضی ہو۔ اس نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ آپ نے کہا۔ "قَدْ جَوَّزْتَ التَّحْکِیْمَ"۔ تم نے تحکیم کو تسلیم کر لیا ہے، وہ لاجواب ہو کر چلا گیا۔

۳- اور شامی نے ابو یوسف سے روایت کی ہے [۲] کہ ایک شخص نے ابو حنیفہ سے کہا کہ میں نے قسم کھائی کہ اپنی بیوی سے بات نہیں کروں گا جب تک وہ مجھ سے بات نہ کرلے، اور میری بیوی نے قسم کھائی کہ جو مال میرا ہے وہ سب صدقہ ہوگا اگر وہ مجھ سے بات کرلے جب تک کہ میں اس سے بات نہ کرلوں۔ ابو حنیفہ نے اس شخص سے کہا۔ کیا تم نے یہ مسئلہ کسی سے پوچھا ہے۔ اس شخص نے کہا میں نے سفیان ثوری سے یہ مسئلہ پوچھا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ تم دونوں میں سے جو بھی دوسرے سے بات کرے گا وہ حانث ہو جائیگا۔ ابو حنیفہ نے اس شخص سے کہا۔ جاؤ اپنی بیوی سے بات کرو، تم دونوں میں سے کوئی بھی حانث نہ ہوگا۔ وہ شخص ابو حنیفہ کی بات سُن کر سفیان ثوری کے پاس گیا۔ اس شخص کی سفیان ثوری سے کچھ رشتہ داری بھی تھی، اس نے ابو حنیفہ کا جواب سفیان سے بیان کیا، وہ جھنجھلا کر ابو حنیفہ کے پاس آئے اور انہوں نے ابو حنیفہ سے غصہ میں کہا۔ کیا تم حرام کراؤ گے۔ آپ نے کہا کیا بات ہے، اے ابو عبداللہ۔ اور پھر آپ نے سوال کرنے والے سے کہا کہ اپنا سوال ابو عبداللہ کے سامنے دُہراؤ۔ چنانچہ اس نے اپنا سوال دُہرایا اور ابو حنیفہ نے اپنا فتویٰ دُہرایا۔ سفیان نے کہا۔ تم نے یہ بات کہاں سے کہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خاوند کے قسم کھانے کے بعد اس کی بیوی نے خاوند سے بات کی لہٰذا خاوند کی قسم پوری ہو گئی اب وہ جا کر بیوی سے بات کرلے تاکہ اس کی قسم پوری ہو جائے اور دونوں میں سے کوئی بھی حانث نہیں ہے۔

یہ سن کر سفیان ثوری نے کہا "اِنَّهُ لَیَکْشِفُ لَكَ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ شَیْءٍ کُلُّنَا عَنْهُ غَافِلٌ"۔

---

[۱] صفحہ ۲۶۴ [۲] صفحہ ۲۶۶

حقیقتِ امر یہ ہے کہ تم پر علم کے وہ دقائق واضح ہوتے ہیں کہ ہم سب اس سے غافل ہیں۔

۴۔ اور شامی نے علی بن مسہر کی روایت لکھی ہے[1] کہ ہم ابو حنیفہ کے پاس تھے کہ عبداللہ بن مبارک آئے اور انہوں نے کہا۔ کیا کہتے ہو اِس امر میں کہ ایک شخص اپنی ہنڈیا پکا رہا تھا، اتفاق سے ایک پرندہ اس میں جا پڑا اور مر گیا۔ ابو حنیفہ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ تم کیا کہتے ہو۔ انہوں نے ابن عباس کا قول نقل کیا کہ شوربا بہا دیا جائے اور بوٹیوں کو دھو کر کھا لیا جائے۔ ابو حنیفہ نے کہا ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ اگر ہنڈیا میں شوربا جوش کھا رہا ہے اور اسی حال میں پرندہ گرا ہے تو گوشت پھینک دیا جائے اور شوربا بہا دیا جائے اور اگر ہنڈیا میں جوش نہیں آ رہا ہے اور وہ سکون کی حالت میں ہے، شوربا بہا دیا جائے اور گوشت کو دھو کر کھا لیا جائے۔ ابن مبارک نے کہا۔ آپ یہ بات کس وجہ سے کہہ رہے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے کہا جوش کی حالت میں سرکہ اور گرم مصالح سے بوٹیاں لتھڑ جاتی ہیں اور گوشت دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ یہ سُن کر ابن مبارک نے کہا۔ "ھٰذَا زَرِّیں" یہ ہے زریں قول یعنی بہت بہتر بات۔ اور ابن مبارک نے "عقدِ انامل" کے حساب سے تیس کے عدد کی شکل میں ہاتھ کی انگلیوں کو کیا یعنی تین انگلیاں بند اور شہادت کی انگلی کو انگوٹھے کے ناخن پر رکھ دینا، خَتمی امر کے لئے اس صورت کا استعمال اب بھی جہاتِ افغانستان میں ہوتا ہے۔

۵۔ اور شامی نے حسن بن زیاد کی روایت نقل کی ہے[2] ایک شخص نے اپنے گھر میں کچھ مال دفن کیا اور وہ بھول گیا کہ کس جگہ مال دفن کیا ہے۔ وہ امام ابو حنیفہ کے پاس گیا اور اُن سے فریاد کی، آپ نے فرمایا یہ فقہ کا مسئلہ نہیں ہے۔ تمہارے واسطے حیلہ کرتا ہوں، تم جاؤ اور ساری رات نماز پڑھو، اللہ نے چاہا تم کو یاد آ جائے گا۔ چنانچہ اس نے نماز پڑھی شاید رات کا چوتھائی حصہ گزرا ہوگا اور وہ جگہ یاد آ گئی۔ اور پھر اس نے امام ابو حنیفہ سے آکر بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں سمجھتا تھا کہ شیطان تم کو ساری رات نماز پڑھنے کے واسطے نہ چھوڑے گا۔ کاش تم اللہ کے شکرانہ میں ساری رات نماز میں صَرف کر دیتے۔

۶۔ اور شامی نے محمد بن الحسن کی روایت لکھی ہے[3] کہ ایک شخص کے گھر میں چور داخل ہوئے انہوں نے اس کا مال و متاع لیا اور اس سے تین طلاق کی قسم لی کہ وہ کسی سے نہیں کہے گا، اس نے صبح کو دیکھا کہ چور اس کا مال فروخت کر رہے ہیں اور وہ کچھ کہہ نہیں سکتا۔ وہ حضرت امام کی

---

[1] ص ۲۶۶ [2] ص ۲۶۸ [3] ص ۲۶۹

خدمت میں حاضر ہوا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے اس سے کہا تم اپنے محلہ کے امام کو مؤذن کو اور گوشہ نشینوں کو میرے پاس لے آؤ۔ جب یہ صاحبان آگئے آپ نے صورتِ واقعہ سے سب کو آگاہ کیا اور اُن سے پوچھا کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ اس شخص کا مال اس کو مل جائے۔ سب نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ آپ نے ان صاحبان سے کہا کہ تم اپنے محلہ کے ہر فاجر و فاسق کو اپنے گھر میں یا محلہ کی مسجد میں جمع کرو اور پھر تم اس شخص کو لے کر دروازہ پر کھڑے ہو جاؤ اور ایک ایک کو باہر جانے دو ہر شخص کے متعلق اس سے پوچھو۔ کیا یہ شخص تمہارا چور ہے۔ اس کے انکار پر اس کو جانے دو اور جس شخص کے متعلق یہ خاموش رہے اس کو پکڑ لو۔ چنانچہ آپ کے بتلائے ہوئے طریقہ سے سب چور پکڑ لئے گئے اور سارا مال برآمد کر لیا گیا۔

۷۔ اور شامی نے شراحیل کی روایت لکھی ہے [۱] کہ ابو حنیفہ سے پوچھا گیا کہ اقامت کہنے والا اقامت کہنے سے پہلے کھنکارتا ہے، کیا اس کی کوئی اصل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اقامت کہنے والوں کی طرف سے یہ ایک طرح کا اعلام ہے کہ اب وہ تکبیر کہنے والے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رات میں ایک وقت میری حاضری کا تھا اور میں جب حاضر ہوتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوتے تھے۔ آپ تنحنح فرما کر مجھ کو اجازت مرحمت فرماتے تھے۔

۸۔ اور شامی نے ابن مطیع سے روایت کی ہے [۲] کہ ایک شخص کی وفات ہوئی، اس نے ابو حنیفہ کے واسطے وصیت کی، آپ باہر گئے ہوئے تھے، آپ کے آنے پر قضیہ ابن شبرمہ کی عدالت میں پیش ہوا حضرت امام نے گواہ پیش کئے کہ فلاں شخص مرا ہے اور اس نے آپ کے واسطے یہ وصیت کی ہے۔ ابن شبرمہ نے حضرت امام سے کہا کہ تم حلفیہ بیان دوگے کہ گواہوں نے حق پر گواہی دی ہے۔ آپ نے فرمایا مجھ پر قسم نہیں ہے، میں غائب تھا۔ ابن شبرمہ نے کہا "ضَلَّتْ مَقَايِيسُكَ" تمہارے قیاسات بھٹک گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا، تم اندھے شخص کے متعلق کیا کہوگے، جس کو کسی نے زخمی کر دیا ہے اور دو گواہ مارنے والے کی شناخت کر رہے ہیں، کیا تم اندھے سے کہوگے کہ وہ گواہوں کی صداقت کا حلفیہ بیان دے۔ حالانکہ اس نے نہیں دیکھا ہے۔ ابن شبرمہ نے یہ سُن کر حضرت ابو حنیفہ کے حق میں فیصلہ دیا۔

۹۔ اور شامی نے لکھا ہے [۳] یوسف بن خالد بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ سے سنا کہ ربیعۃ الرای اور یحییٰ بن سعید قاضی کوفہ کی آمد ہوئی ہے۔ یحییٰ نے ربیعہ سے کہا کیا اِس شہر

---

[۱] [۲] صفحہ ۲۷۰ [۳] صفحہ ۲۷۲

کے رہنے والوں پر تم کو تعجب نہیں ہوتا کہ وہ سب ایک شخص کی رائے پر متفق ہو گئے ہیں۔ ابوحنیفہ کہتے ہیں جب مجھ کو یحییٰ کی بات کی خبر ہوئی، میں نے یعقوب (ابو یوسف) زفر اور دوسرے اصحاب کو ان کے پاس بھیجا، میں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ تم یحییٰ سے قیاس میں مناظرہ کرو۔ چنانچہ یحییٰ کے پاس پہنچ کر یعقوب نے ان سے کہا دو افراد کی ملکیت میں ایک غلام ہے۔ ایک نے غلام کو آزاد کر دیا۔ یحییٰ نے کہا یہ جائز نہیں ہے۔ یعقوب نے وجہ پوچھی۔ یحییٰ نے کہا اس میں ضرر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "لَاضَرَرَ وَلَاضِرَارَ" اسلام میں نقصان پہنچانا اور تکلیف پہنچانی نہیں ہے۔ یعقوب نے کہا ہے اگر دوسرا مالک اپنا حصہ آزاد کر دے۔ یحییٰ نے کہا اس کا آزاد کرنا جائز ہے۔ یعقوب نے کہا تم نے اپنی پہلی بات چھوڑ دی ہے اگر پہلے کا آزاد کرنا درست نہیں ہے تو دوسرے کے آزاد کرنے پر بھی وہ غلام رہے گا۔ یہ سن کر یحییٰ خاموش ہو گئے۔

۱۰۔ اور شامی نے لکھا ہے [1] امام طحاوی نے امام لیث بن سعد سے سنا کہ وہ کہتے تھے میں ابوحنیفہ کا ذکر سنا کرتا تھا اور میری تمنا اور خواہش تھی کہ ان کو دیکھوں۔ اتفاق سے میں مکہ میں تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگ ٹوٹے پڑے ہیں اور ایک شخص ان کو یَا اَبَا حَنِیْفَۃَ کہہ کر صدا کر رہا تھا لہٰذا میں سمجھ گیا کہ یہ شخص ابوحنیفہ ہیں۔ آواز دینے والے نے ان سے کہا میں دولتمند ہوں میرا ایک بیٹا ہے۔ میں اس کی شادی کرتا ہوں، روپیہ خرچ کرتا ہوں، وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے، میں اس کی شادی پر کافی روپیہ خرچ کرتا ہوں اور یہ سب ضائع ہوتا ہے، کیا میرے واسطے کوئی حیلہ ہے۔ ابوحنیفہ نے کہا تم اپنے بیٹے کو اس بازار لے جاؤ جہاں لونڈی غلام فروخت ہوتے ہیں وہاں اس کے پسند کی لونڈی خرید لو، وہ تمہاری ملکیت میں رہے، اس کا نکاح اپنے بیٹے سے کر دو، اگر وہ طلاق دے گا باندی تمہاری رہے گی۔

یہ کہہ کر لیث بن سعد نے کہا "فَوَاللّٰہِ مَا اَعْجَبَنِیْ جَوَابُہٗ کَمَا اَعْجَبَنِیْ سُرْعَۃُ جَوَابِہٖ۔ اللہ کی قسم ہے آپ کے جواب پر مجھ کو اتنا تعجب نہیں ہوا جتنا کہ ان کے جواب دینے کی سرعت سے ہوا۔ یعنی پوچھنے کی دیر تھی کہ جواب تیار تھا۔

۱۱۔ اور شامی نے لکھا ہے [2] اسماعیل بن محمد بن حماد کو شک ہوا کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے یا نہیں، میں شریک کے پاس گیا اور اُن سے دریافت کیا، انہوں نے کہا۔ طَلِّقْھَا وَاَشْھِدْ عَلٰی رَجْعَتِھَا۔ اس کو طلاق دے دو اور پھر گواہ بنا کر اس کی طرف رجوع کر لو۔ پھر میں سفیان ثوری

---

[1] صفحہ ۲۷۲ [2] صفحہ ۲۷۲

کے پاس گیا اور اُن سے پوچھا انہوں نے کہا اگر تم نے طلاق دی ہے کہہ دو میں نے اس کی طرف رجوع کیا۔ پھر میں زفر بن ہذیل کے پاس گیا اور ان سے دریافت کیا۔ انہوں نے کہا جب تک تم کو طلاق دینے کا یقین نہ ہو وہ تمہاری بیوی ہے۔ پھر وہ ابو حنیفہ کے پاس گئے اور شریک، سفیان اور زفر کے اقوال ذکر کیے۔ آپ نے فرمایا، سفیان نے از روئے ورع جواب دیا ہے اور زفر نے عین فقہ کی رُو سے جواب دیا ہے اور شریک کا جواب ایسا ہے جیسے میں کسی سے کہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میرا کپڑا پیشاب سے ملوّث ہوا ہے یا نہیں اور وہ جواب دے کہ اپنے کپڑے پر پیشاب کر لو اور پھر دھو لو۔

۱۲۔ اور شامی نے لکھا ہے [۱] اعمش کو ابو حنیفہ سے لگاؤ نہیں تھا اور نہ وہ اچھائی سے پیش آتے تھے۔ اعمش کے اخلاق میں کچھ کمزوری تھی، اُن کو یہ صورت پیش آگئی کہ انہوں نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھالی۔ اگر ان کی بیوی گیہوں کے ختم ہونے کا ذکر ان سے کرے یا ان کو کہلوائے یا کسی سے کہے کہ وہ ذکر کرے یا وہ اس کا اشارہ کرے۔ ان کی بیوی پریشان ہوئی اور راہِ خلاص کی تلاش میں رہی۔ کسی نے اس سے کہا کہ تم ابو حنیفہ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ ابو حنیفہ کے پاس گئی۔ اور واقعہ بیان کیا۔ ابو حنیفہ نے کہا کوئی بات نہیں جب اعمش سو جائیں تو اُن کے ازار بند یا کسی کپڑے سے گیہوں رکھنے کا تھیلا باندھ دو جب اُن کی آنکھ کھلے گی وہ سمجھ جائیں گے۔ اعمش کی بیوی نے یہی کیا، جب اعمش اُٹھے اور ان کے ساتھ گیہوں کا تھیلا گھِسٹا آیا وہ سمجھ گئے کہ یہ حیلہ ابو حنیفہ نے بتایا ہے اور انہوں نے کہا۔ ہم چین سے کب رہ سکتے ہیں جب کہ ابو حنیفہ موجود ہیں۔ انہوں نے ہماری عورتوں میں ہماری فضیحت کرادی اور ہمارے عاجز ہونے اور ہماری عقل کی کمی کو اُن پر ظاہر کر دیا۔

۱۳۔ اور شامی نے لکھا ہے [۲] کہ مناقب الزرنجری میں ہے کہ ابو حنیفہ کوفہ کی مسجد شریف میں تھے کہ آپ کے پاس ایک رافضی آیا اور وہ "شیطان الطاق" سے مشہور تھا، اس نے ابو حنیفہ سے استفسار کیا کہ "اَشَدُّ النَّاسِ" (لوگوں میں سب سے شدید) کون ہے۔ آپ نے کہا۔ ہمارے قول سے حضرت علی ہیں اور تمہارے قول سے حضرت ابو بکر ہیں۔ اس نے کہا تم نے پلٹ کر بات کہی ہے۔ آپ نے کہا۔ ہم اس وجہ سے حضرت علی کو اشدالناس کہتے ہیں کہ ان کو معلوم ہوا کہ خلافت ابو بکر کا حق ہے اور انہوں نے ابو بکر کو خلافت سپرد کر دی اور تم کہتے ہو کہ خلافت حضرت علی کا حق تھا اور حضرت ابو بکر نے ان سے زبردستی لے لیا، حضرت علی میں طاقت نہ تھی کہ ان سے لیتے، تمہارے اس قول سے ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر اَشَدُّ النَّاس ہیں۔ یہ سُن کر شیطان الطاق حیران ہو کر چلا گیا۔

---

[۱] صفحہ ۲۷۵ [۲] صفحہ ۲۷۷

۱۴- اور شامی نے لکھا ہے [1] امام ابوالفضل کرمانی کی روایت ہے کہ کوفہ میں خوارج داخل ہوگئے ان کے نزدیک گناہِ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اور جو شخص ان کے عقائد کو تسلیم نہ کرے وہ بھی کافر ہے۔ کوفہ میں داخل ہونے والے خوارج سے کہا گیا کہ ابوحنیفہ کوفہ کا امام ہے لہٰذا وہ ابوحنیفہ کے پاس آئے اور آپ سے کہا، "تُبْ مِنَ الْكُفْرِ"، کفر سے توبہ کرو۔ آپ نے فرمایا۔ اَنَا تَائِبٌ من کفرکم" تمہارے کفر سے میں تائب ہوں۔ خوارج نے ابوحنیفہ کو پکڑا، آپ نے خوارج سے کہا۔"بعلمٍ قُلْتُمْ اَمْ بِظَنٍّ"، تم نے یہ بات از رُوئے علم کہی ہے یا خیال وگمان سے کہی ہے۔

یہ عاجز کہتا ہے حضرت امام کے اس قول سے ظاہر ہے کہ آپ نے خوارج کی بات کا جواب دیا ہے۔ خوارج کی بات کا ذکر کتاب میں نہیں ہے۔

خوارج نے کہا ہم نے گمان سے یہ بات کہی ہے۔ آپ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" یعنی بعض گمان گناہ ہے۔ لہٰذا تم کفر سے توبہ کرو۔ خوارج نے کہا تم بھی کفر سے توبہ کرو، آپ نے فرمایا۔ اَنَا تَائِبٌ مِنْ كُلِّ كُفْرٍ۔ میں ہر کفر سے تائب ہوں۔

امام ابوالفضل کرمانی نے یہ واقعہ لکھ کر تحریر کیا ہے۔ اس واقعہ سے ابوحنیفہ کے مخالفوں نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ مشہور کیا ہے کہ ابوحنیفہ سے دو بار کفر سے توبہ کرائی گئی ہے۔

۱۵- اور کرمانی نے لکھا ہے [2] دہریوں کی ایک جماعت حضرت امام کو قتل کرنے کے لئے اُن کے پاس پہنچی۔ حضرت امام نے ان سے کہا۔ مجھ کو کچھ مہلت دو کہ ہم ایک مسئلہ میں بحث کریں پھر جو بھی تم چاہو کرنا۔ آپ نے فرمایا تمہاری کیا رائے ہے اس کشتی کے متعلق جو سامان اور امتعہ سے بھری ہوئی سمندر کی موجوں میں ہے، کیا وہ بغیر کسی ملاح کے سمندر میں رواں ہے۔ انہوں نے کہا۔ یہ ناممکن ہے۔ آپ نے کہا کیا عقل اس بات کو مانتی ہے کہ دنیا کا اتنا بڑا کارخانہ بغیر کسی حکیم مدبر کے چل رہا ہے۔

یہ سُن کر دہریوں نے توبہ کی اور اپنی تلواروں کو نیاموں میں رکھا۔

۱۶- اور کرمانی نے لکھا ہے [3] وکیع نے کہا۔ ہمارا ایک پڑوسی حدیث کے حافظوں میں سے تھا۔ وہ امام ابوحنیفہ پر قیل وقال کرتا رہتا تھا۔ ایک رات اس میں اور اس کی بیوی میں کچھ تکرار ہوگئی۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا۔ اگر تو نے آج کی رات مجھ سے طلاق کی طلب کی اور میں نے تجھ کو طلاق نہ دی تو تُو طالق ہے یعنی تجھ کو طلاق ہے۔ اور اس کی بیوی نے اس سے کہا۔ اگر میں تجھ سے طلاق نہ طلب کروں تو میرے غلام آزاد ہیں۔ پھر دونوں کو ندامت ہوئی اور وہ دونوں ثوری کے پاس گئے

---

[1] صفحہ ۲۸۱ [2] ۲۸۳ [3] صفحہ ۲۸۲

اور ابن ابی لیلی کے پاس گئے۔ دونوں کوئی حل تلاش نہ کر سکے اور پھر مجبورًا وہ میاں بیوی امام صاحب کے پاس گئے، آپ نے اس شخص کی بیوی سے کہا۔ تم طلاق کی طلب کرو۔ چنانچہ اس نے طلاق طلب کی، پھر آپ نے اس شخص سے کہا تم اپنی بیوی سے کہو، تجھ کو طلاق ہے اگر تو چاہے۔ پھر آپ نے ان دونوں سے کہا، تم دونوں کی قسم درست ہوگئی اور تم پر اب کوئی گرفت نہیں ہے۔ اور آپ نے اس شخص سے کہا، تم اللہ تعالیٰ سے ایسے شخص کی غیبت اور برائی کرنے سے توبہ کرو جس نے تم کو علم تک پہنچایا۔ چنانچہ میاں بیوی حضرت امام کے واسطے ہر نماز کے بعد دعا کیا کرتے تھے۔

۱۷۔ اور مناقب خوارزمی سے لکھا ہے [1] کہ ایک دن ابن ہبیرہ کے پاس حضرت امام تشریف لے گئے وہاں ابن ہبیرہ ایک شخص کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس شخص نے جب دیکھا کہ ابن ہبیرہ حضرت امام کی خاطر مدارات کر رہا تھا۔ اس شخص نے کہا یَا اَبَا حنیفة تعرفنی (اے ابوحنیفہ تم مجھ کو پہچانتے ہو) آپ نے فرمایا۔ تم وہ ہو کہ اذان کہتے وقت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو کھینچ کر کہتے ہو۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت امام کا اس بات کہنے سے یہ مقصد تھا کہ اس شخص کا اہلِ توحید ہونا ظاہر ہو جائے۔ اس سوال و جواب کی وجہ سے ابن ہبیرہ نے اس کو رہا کر دیا۔

علامہ موفق نے المناقب میں لکھا ہے۔ [2]

علی بن عاصم نے کہا میں ابوحنیفہ کے پاس گیا اور حجّام ان کے بال کاٹ رہا تھا۔ آپ نے حجام سے کہا کہ سفید بالوں کو کاٹ دو۔ حجام نے کہا یہ ٹھیک نہیں۔ آپ نے وجہ دریافت کی۔ اس نے کہا کہ سفید بال اور بڑھ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا تو تم کالے بال کاٹ دو تاکہ وہ زیادہ ہو جائیں۔

علی بن عاصم کا بیان ہے کہ یہ بات شریک کو پہنچی وہ ہنسے اور انہوں نے کہا۔ اگر وہ قیاس کرنا چھوڑتے تو حجام کے ساتھ قیاس چھوڑتے۔

خارجہ نے بیان کیا [3] ابوجعفر منصور عباسی نے ابوحنیفہ کو بلایا۔ حضرت امام جب منصور کے پاس پہنچے وہاں ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ کو بیٹھا دیکھا۔ ابن ابی لیلیٰ کوفہ کے قاضی تھے اور ابن شبرمہ بغداد کے قاضی تھے۔ منصور نے ابوحنیفہ سے دریافت کیا۔ کیا کہتے ہو خوارج کے متعلق جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا ہو اور ان کا مال لیا ہو۔ ابوحنیفہ نے کہا۔ آپ ان دونوں قاضیوں سے دریافت کریں جو کہ آپ کے پاس ہیں۔ منصور نے کہا۔ ایک نے کہا ہے کہ اس معاملہ میں ان سب

---

[1] صفحہ ۲۸۵ [2] ملاحظہ کریں مناقب الامام الاعظم ج۱ ص۱۰۶ [3] ج۱ ص۱۱۶

کی گرفت ہوگی اور دوسرے نے کہا ہے کہ کسی چیز میں بھی گرفت نہ ہوگی۔ یہ سُن کر ابو حنیفہ نے کہا دونوں نے جواب میں خطا کی ہے۔ منصور نے کہا اسی واسطے ہم نے تم کو بلوایا ہے کہ حکم کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر خوارج نے قتل و غارتگری کی ہے اور ان خوارج پر اسلامی احکام جاری نہیں تھے ان سے گرفت نہیں کی جائے گی اور اگر خوارج نے قتل و غارتگری کی ہے اور ان پر اسلامی قوانین جاری تھے ان پر گرفت کی جائے گی۔

منصور ابو جعفر کے دربار میں اس وقت جتنے بھی علماء تھے انہوں نے کہا۔ اَلْقَوْلُ مَاقَالَ اَبُوحَنِیْفَۃ حقیقت وہی ہے جو ابو حنیفہ نے بیان کی ہے۔

اسد بن عمرو نے بیان کیا[1] کہ عمر بن ذر ابو حنیفہ کے پاس آئے اور کہا کہ میرا ایک پڑوسی شیعی ہے اس کو ایک مسئلہ پیش آگیا ہے۔ ابو حنیفہ نے کہا اپنے پڑوسی کو لاؤ۔ چنانچہ عمر بن ذر اپنے پڑوسی کو لے کر آئے۔ پڑوسی نے ابو حنیفہ سے کہا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا تو مجھ پر حرام ہے۔ ابو حنیفہ نے کہا تمہارے پیشوا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قول سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ اس نے کہا میں اپنے پیشوا کا قول نہیں پوچھتا۔ آپ نے فرمایا تُو نے جس وقت اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے، تیری نیت کیا تھی۔ اس نے کہا میری نیت کچھ نہ تھی۔ آپ نے پوچھا کیا تو نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی۔ اُس نے کہا میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو نے طلاق کی نیت نہیں کی ہے تو پھر کوئی بات نہیں ہے۔ اس نے کہا اللہ آپ کو جزائے خیر دے اور جنت عطا کرے چاہے میں ناخوش رہوں۔

محمد بن ابی مطیع نے بیان کیا[2] میں نے اپنے والد سے سُنا کہ میں نے ہر فن میں سے چار ہزار مشکل مسائل جمع کئے اور میں ان مسائل کو لے کر ابو حنیفہ کے پاس گیا۔ آپ نے مجھ سے کہا اس قسم کے مسائل تمہارے پاس کثرت سے ہوں گے۔ میں نے کہا ایسے مسائل میرے پاس تقریباً چار ہزار ہیں آپ نے فرمایا جس وقت میں مشغول ہوا کروں مجھ سے ان مسائل کو نہ پوچھا کرو بلکہ ایسے وقت پوچھا کرو جب میں فارغ ہوا کروں۔ چنانچہ میں آپ کی فراغت کا منتظر رہا کرتا تھا۔ اور میں نے فرصت کے اوقات میں آپ سے سب مسائل پوچھ لئے۔ مسائل کے تمام ہونے پر آپ نے مجھ سے کہا۔ اے ابو مطیع مجھ کو ان مسائل کا حسن اور ان کی دقت اور جودت پسند آئی۔ اور ایسے مسائل کو وہی شخص جمع کر سکتا ہے جو صاحب استعداد ہو۔ امام موفق نے لکھا ہے۔ ابو مطیع بلخی مشہور امام ہوئے ہیں۔

---

[1] ج ۱ ص ۱۱۶ [2] ج ۱ ص ۱۴۱، ۱۴۲

احکام شرعیہ کے مدوّنِ اوّل حضرت امامِ اعظم

امام الموفق نے بہ سند متصل امام ابوالقسم بن برہان نحوی ثقہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ فَهْمًا لِمَذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَنَحْوِ الْخَلِيْلِ رَأَى مِنْهُمَا الْآيَةَ الْبَاهِرَةَ وَالْجُرْعَةَ الْمُعْجِزَةَ وَاسْتَنَارَ فِيْ قَلْبِهٖ، اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَخُصَّ بِهِمَا اِلَّا مَنْهَجَ الْحَقِّ وَشِرْعَةَ الصِّدْقِ [1]

جس کو اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ کے مذہب اور امام خلیل بصری کی نحو کے سمجھنے کی صلاحیت عنایت کرتا ہے وہ متحیر کرنے والی نشانی اور عاجز کر دینے والا گھونٹ بھرے گا اور اس کے دل میں نور پیدا ہوگا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ابو حنیفہ کے مذہب اور خلیل کی نحو سے راہِ حق اور طریقۂ صدق کو مخصوص کیا ہے۔

استاذ ادیب ابو یوسف یعقوب بن احمد نے کہا ہے [2]

حَسْبِيْ مِنَ الْخَيْرَاتِ مَا اَعْدَدْتُهُ	يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ رِضَى الرَّحْمٰنِ
دِيْنُ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ خَيْرِ الْوَرٰى	ثُمَّ اعْتِقَادِيْ مَذْهَبَ النُّعْمَانِ

کافی ہیں مجھ کو قیامت کے دن وہ بھلائیاں جو اللہ کی رضامندی کے لئے میں نے مہیا کر رکھی ہیں۔ اور وہ حضرت محمد بہترین خلائق کا دین اور ابو حنیفہ نعمان کے مذہب کا اعتقاد ہے۔

علامہ شمس الدین محمد بن یوسف صالحی شافعی دمشقی (الشامی) نے لکھا ہے۔ [3]

اِنَّهُ (اَبَا حَنِيْفَةَ النُّعْمَانَ) اَوَّلُ مَنْ دَوَّنَ عِلْمَ الْفِقْهِ وَرَتَّبَهُ اَبْوَابًا ثُمَّ تَابَعَهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ فِيْ تَرْتِيْبِ الْمُوَطَّأِ، لَمْ يَسْبِقْ اَبَا حَنِيْفَةَ اَحَدٌ لِاَنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّمَا كَانُوْا يَعْتَمِدُوْنَ عَلٰى قُوَّةِ حِفْظِهِمْ فَلَمَّا رَأَى اَبُوْ حَنِيْفَةَ الْعِلْمَ مُنْتَشِرًا خَافَ عَلَيْهِ فَجَعَلَهُ اَبْوَابًا مُبَوَّبَةً وَكُتُبًا مُرَتَّبَةً فَبَدَأَ بِالطَّهَارَةِ ثُمَّ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ بِالصَّوْمِ ثُمَّ بِسَائِرِ الْعِبَادَاتِ ثُمَّ بِالْمُعَامَلَاتِ ثُمَّ خَتَمَ بِالْمَوَارِيْثِ لِاَنَّهَا اٰخِرُ اَحْوَالِ النَّاسِ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ وَضَعَ كِتَابَ الْفَرَائِضِ وَاَوَّلُ مَنْ وَضَعَ كِتَابَ الشُّرُوْطِ۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیں المناقب ج ۲ ص ۱۲۱ [2] ص ۱۳۳ [3] ملاحظہ فرمائیں "عقود الجمان" ص ۱۸۲

یقیناً ابو حنیفہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علمِ فقہ کی تدوین کی ہے اور اس کو ابواب پر مرتب کیا ہے۔ پھر مالک بن انس نے موطا کی ترتیب میں ابو حنیفہ کا اتباع کیا ہے۔ ابو حنیفہ پر سبقت کوئی نہیں کر سکا ہے کیونکہ حضرات صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کا اعتماد اپنی قوتِ حفظ پر تھا۔ جب ابو حنیفہ نے دیکھا کہ علمِ شریعت اطراف و اکنافِ عالم میں پھیل گیا ہے، آپ کو اس علم کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوا لہٰذا آپ نے اس کو ابواب و کتب میں مرتب اور منضبط کیا، ابتدا کتاب الطہارت سے کی۔ پھر کتاب الصلاۃ، کتاب الصوم، کتاب عبادات، کتاب معاملات کا بیان کیا اور کتاب المواریث پر ختم کیا کیونکہ یہی لوگوں کی آخری حالت ہے اور آپ ہی وہ اول شخص ہیں جس نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط تصنیف کی۔

وَرَوَى الْقَاضِي أَبُوعَبْدِ اللهِ الصَّيْمَرِيُّ عَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ الْجُوزَجَانِيِّ قَالَ قَالَ لِي أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَاضِيُ الْبَصْرَةِ، نَحْنُ أَبْصَرُ بِالشُّرُوطِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ، فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ الْإِنْصَافَ بِالْعُلَمَاءِ أَحْسَنُ إِنَّمَا وَضَعَ هٰذَا أَبُو حَنِيفَةَ، فَأَنْتُمْ زِدْتُمْ وَنَقَصْتُمْ وَحَسَّنْتُمُ الْأَلْفَاظَ وَلٰكِنْ هَاتُوا شُرُوطَكُمْ وَشُرُوطَ أَهْلِ الْكُوفَةِ قَبْلَ أَبِي حَنِيفَةَ، فَسَكَتَ، ثُمَّ قَالَ، اَلتَّسْلِيمُ لِلْحَقِّ أَوْلَى مِنَ الْمُجَادَلَةِ فِي الْبَاطِلِ۔ انتهى، وَهُوَ كَمَا قَالَ الْمُتَنَبِّيُّ شِعْرٌ۔

إِمَامٌ رَسَتْ لِلْعِلْمِ فِي كُنْهِ صَدْرِهِ جِبَالٌ جِبَالُ الْأَرْضِ فِي جَنْبِهَا قُفُّ

قاضی ابو عبداللہ صیمری نے ابو سلیمان جوزجانی سے روایت کی ہے کہ مجھ سے بصرہ کے قاضی احمد بن عبداللہ نے کہا: شروط میں ہم اہلِ کوفہ سے زیادہ ماہر ہیں۔ میں نے کہا علماء کے لئے انصاف کرنا زیادہ بہتر ہے اِن شروط کے وضع کرنے والے اور بیان کرنے والے ابو حنیفہ ہوئے ہیں۔ ان کی بیان کی ہوئی شرطوں کو تم نے لیا اور کہیں کوئی لفظ بڑھایا اور کہیں سے گھٹایا اور کہیں کسی لفظ کو اچھے لفظ سے بدلا۔ تم مجھ کو اپنے (اہلِ بصرہ کے) شرط اور اہلِ کوفہ کے ان شروط کو دکھاؤ جو ابو حنیفہ سے پہلے کے ہوں۔ یہ سُن کر وہ خاموش ہوئے اور انہوں نے پھر کہا، حق کا مان لینا بہتر ہے اس سے کہ غلط بات میں مباحثہ کیا جائے۔ انتہی

امام ابو حنیفہ کی شان ایسی ہے جیسا کہ متنبّی نے اس شعر میں کہا ہے۔

"ایسے امام ہیں کہ ان کے سینہ کے گوشوں میں علم کے ایسے پہاڑ جمے ہوئے ہیں کہ زمین کے پہاڑ ان کے سامنے پتھریلے ٹیلے ہیں۔"

اور شامی نے یہ بھی صفحہ ۱۹۹ میں لکھا ہے۔ یحییٰ بن آدم نے بیان کیا کہ میں نے موسیٰ

سینانی سے کہا۔ جو لوگ ابو حنیفہ پر اعتراضات کرتے ہیں اُن کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ سینانی نے کہا۔ اِنَّ اَبَا حَنِيْفَةَ جَاءَ هُمْ بِمَا يَعْقِلُوْنَهُ وَمَا لَا يَعْقِلُوْنَهُ مِنَ الْعِلْمِ فَحَسَدُوْهُ۔ ابو حنیفہ نے ان کے سامنے علم کے ایسے نکتے رکھے کہ ان میں سے کچھ کو یہ لوگ سمجھے اور کچھ کو نہ سمجھے، لہٰذا۔ وہ لوگ امام ابو حنیفہ سے حسد کرنے لگے۔

۳۔ علامہ عبدالوہاب بن احمد شعرانی شافعی متوفی ۹۷۳ھ نے "المیزان الشعرانیہ" کے "فصول فی بعض الأجوبة" کے "الفصل الاوّل" میں لکھا ہے۔[1]

الفصل الاول فِی شَهَادَةِ الائمة بغزارة العلم وبيان ان جميع اقواله وافعاله وَعِنَايَتِهِ مُشَيَّدَةٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔

میں اس پہلی فصل میں حضرات ائمہ کی شہادت کا بیان کر رہا ہوں کہ حضرت امام اعظم کا علم خوب کثرت سے تھا اور یہ بیان کرتا ہوں کہ آپ کے سب اقوال اور افعال اور آپ کی ساری کوشش کی بنیاد کتاب وسنت ہے۔

اِعْلَمْ يَا اَخِى اِنِّى لَمْ اُجِبْ عَنِ الْاِمَامِ فِى هٰذِهِ الْفُصُوْلِ بِالصَّدْرِ وَاِحْسَانِ الظَّنِّ فَقَطْ كَمَا يَفْعَلُ بَعْضُهُمْ وَاِنَّمَا اَجَبْتُ عَنْهُ بَعْدَ التَّتَبُّعِ وَالْفَحْصِ فِى كُتُبِ الْاَدِلَّةِ كَمَا اَوْضَحْتُ ذٰلِكَ فِى خُطْبَةِ كِتَابِ الْمَنْهَجِ الْمُبِيْنِ فِى بَيَانِ اَدِلَّةِ مَذَاهِبِ الْمُجْتَهِدِيْنَ۔

اے بھائی سمجھ لو کہ میں ان فصلوں میں امام ابو حنیفہ کی طرف سے جوابات کے دینے میں اپنے خیال اور ضمیر کی بنا پر جواب نہیں دے رہا ہوں جیسا کہ بعض افراد کیا کرتے ہیں بلکہ میرا جواب اس تتبع اور کاوش کی بنا پر ہے جس کا بیان میں اپنی کتاب "المنہج المبین" کے مقدمہ میں کر چکا ہوں۔

مَذْهَبُهٗ اَوَّلُ الْمَذَاهِبِ تَدْوِيْنًا وَآخِرُهَا اِنْقِرَاضًا كَمَا قَالَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْكَشْفِ قَدْ اِخْتَارَهُ اللّٰهُ اِمَامًا لِدِيْنِهٖ وَعِبَادِهٖ وَلَمْ تَزَلْ اَتْبَاعُهٗ فِى زِيَادَةٍ فِى كُلِّ عَصْرٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ،

---

[1] عاجز کے پاس اس کتاب کا قلمی نسخہ ہے۔ اس کی تاریخ کتابت گیارہ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۰۶۶ھ ہے۔ یہ کتاب شاہ ولی اللہ کے تصرف میں رہی ہے۔ کاتب کا نام السید علی بن یحییٰ گیلانی ہے۔ انہوں نے کتاب کے آخر میں یہ دو شعر لکھے ہیں۔

اِنِّىْ سَاَلْتُكَ بِاللّٰهِ الَّذِىْ خَضَعَتْ ... لَهُ السَّمٰوٰتُ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْبَارِىْ
مَهْمَا تَاَمَّلْتَهٗ فَادْعُوْ لِكَاتِبِهٖ ... لَعَلَّ كَاتِبَهٗ يَنْجُوْ مِنَ النَّارِ

۱۔ میں تجھ سے طلب کرتا ہوں اللہ کے واسطہ سے جس کے سامنے آسمان سرنگوں ہیں اور وہ یکتا عدم سے پیدا کرنے والا ہے۔
۲۔ کہ جب بھی اس کتاب کا مطالعہ کرے کاتب کے واسطے دعا کرے تاکہ وہ آگ سے نجات پائے۔ اَللّٰهُمَّ اَجِرْ عَبْدَكَ اَبَا الْحَسَنِ زَيْدَ وَعَلِىَّ بْنَ يَحْيَى الْجِيْلِىَّ مِنَ النَّارِ۔

لَوحُبِسَ اَحَدُ هُمْ وَضُرِبَ عَلَیٰ اَنْ یَخْرُجَ عَنْ طَرِیْقِهِ مَا اَجَابَ فَرَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْ اَتْبَاعِهِ وَعَنْ کُلِّ مَنْ لَزِمَ الْأَدَبَ مَعَهُ وَمَعَ سَائِرِ الْأَئِمَّةِ۔

حضرت امام کا مذہب بہ اعتبار تدوین کے سب مذاہب سے پہلا مذہب ہے اور ختم ہونے میں سب مذاہب سے آخر کا مذہب ہے جیسا کہ بعض اہلِ کشف[۵] نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابو حنیفہ کو اپنے دین کا اور اپنے بندوں کا امام بنایا ہے اور ہمیشہ اور ہر دَور میں ان کے مقلّد زیادہ رہے ہیں اور قیامت تک زیادہ رہیں گے۔ اگر ان کے مقلدوں میں سے کسی کو گرفتار کر لیا جائے یا کسی کو پکڑ کر پیٹا جائے تا کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دے وہ نہیں چھوڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کے مقلدوں سے اور ہر اس شخص سے جو امام ابو حنیفہ اور تمام اماموں کے ساتھ ادب کے طریقہ کو ملحوظ رکھتا ہے راضی ہو۔

عاجز اختصار کی وجہ سے اب ترجمہ پر اکتفا کرتا ہے۔

صفحہ ۶۴ میں لکھا ہے۔ میرے مرشد علی خواص فرمایا کرتے تھے۔ اگر امام مالک اور امام شافعی کے مقلّد انصاف سے کام لیں امام ابو حنیفہ کے کسی قول کی تضعیف نہ کریں کیونکہ امام ابو حنیفہ کی مدح اپنے اماموں سے سُن چکے ہیں یا ان تک ان کے ائمہ کی مدحت پہنچ چکی ہے میں اس سے پہلے بیان کر چکا ہوں کہ امام مالک کہا کرتے تھے اگر مجھ سے ابو حنیفہ مناظرہ کرتے اور اس ستون کے متعلق کہتے کہ اس کا آدھا حصہ سونے کا یا چاندی کا ہے وہ اس بات کو حجت سے یقیناً ثابت کر دیتے اور شافعی کی یہ بات لکھ چکا ہوں کہ سب لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے محتاج ہیں اللہ اُن سے راضی ہو۔ اگر امام ابو حنیفہ کی جلالتِ قدر کے ثابت کرنے کے لئے بجز اس واقعہ کے کہ امام شافعی نے صبح کی نماز میں امام ابو حنیفہ کی قبر کے پاس قنوت نہیں پڑھی، باوجودے کہ شافعی کے نزدیک صبح کی نماز میں قنوت کا پڑھنا مستحب ہے۔ اور کوئی واقعہ نہ ہو امام شافعی کے مقلّدین کے لئے کافی ہے کہ وہ حضرت ابو حنیفہ کا ادب کریں۔

اور صفحہ ۶۵ میں لکھا ہے۔ جو شخص کہتا ہے کہ ابو حنیفہ قیاس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر مقدم رکھتے ہیں وہ متعصب ہے وہ اپنے دین کا استخفاف کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے غافل ہے۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ بے شک کان اور آنکھ اور دل، ان سب کی، اس سے پوچھ ہے۔ اور اس ارشاد سے غافل ہے۔ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ۔ نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اس پاس ایک راہ

---

[۵] اس سلسلہ میں حضرت مجدد کا مکتوب "حضرت امام کی تعریف ائمہ کی زبانی" میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

دیکھتا تیار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے غافل ہے جو کہ آنحضرت نے حضرت معاذ سے فرمایا۔ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ اور نہیں مُنہ کے بل اوندھا گرائیں گی لوگوں کو جہنم میں مگر ان کی زبان کی کھیتیاں۔ اور امام ابوجعفر شیزاماری نے (شیزامار بلخ کا ایک گاؤں ہے) متصل سند سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے جو آپ فرمایا کرتے تھے، اللہ کی قسم ہے کہ ہم پر جھوٹ بولا اور ہم پر افترا کی ہے اس شخص نے جو ہمارے متعلق کہتا ہے کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم رکھتے ہیں، قیاس کی ضرورت تو نص کے بعد ہوتی ہے۔

اور صفحہ ۶۵ میں لکھا ہے۔ بعض شافعی مذہب طالبانِ علم میرے پاس آیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک طالب علم امام ابوحنیفہ کے اصحاب پر نکیر کیا کرتا تھا اور کہتا تھا میں ابوحنیفہ کے اصحاب کا کلام سُن نہیں سکتا۔ میں نے اس کو روکا لیکن وہ باز نہ آیا اور مجھ سے الگ ہوگیا۔ وہ اونچی عمارت کی سیڑھی سے گرا اور اس کے کولھے کی ہڈی ٹوٹ گئی وہ اس تکلیف میں رہا اور بُری حالت میں مرا۔ اس نے اپنی تکلیف کے دوران میں خواہش کی کہ میں اس کی عیادت کو جاؤں لیکن امام ابوحنیفہ کے اصحاب کے ادب کی وجہ سے میں نے انکار کیا۔ اس واقعہ کو سمجھ لو اور جان لو کہ حضرت امام کے اصحاب سیدھی راہ پر تھے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

۴۔ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی شافعی نے لکھا ہے۔[۵]

اَلْفَصْلُ الثَّامِنُ فِيْ ذِكْرِ الْآخِذِيْنَ عَنْهُ الْحَدِيْثَ وَالْفِقْهَ، قِيْلَ اِسْتِيْعَابُهُ مُتَعَذِّرٌ لَا يُمْكِنُ ضَبْطُهُ وَمِنْ ثَمَّةَ قَالَ بَعْضُ الْأَئِمَّةِ، لَمْ يَظْهَرْ لِأَحَدٍ مِنْ أَئِمَّةِ الْإِسْلَامِ الْمَشْهُوْرِيْنَ مِثْلُ مَا ظَهَرَ لِأَبِيْ حَنِيْفَةَ مِنَ الْأَصْحَابِ وَالتَّلَامِيْذِ وَلَمْ يَنْتَفِعِ الْعُلَمَاءُ وَجَمِيْعُ النَّاسِ بِمِثْلِ مَا انْتَفَعُوْا بِهٖ وَبِأَصْحَابِهٖ فِيْ تَفْسِيْرِ الْأَحَادِيْثِ الْمُشْتَبِهَةِ وَالْمَسَائِلِ الْمُسْتَنْبَطَةِ وَالنَّوَازِلِ وَالْقَضَاءِ وَالْأَحْكَامِ جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا، وَقَدْ ذَكَرَ مِنْهُمْ بَعْضُ مُتَأَخِّرِ الْمُحَدِّثِيْنَ فِيْ تَرْجَمَتِهٖ نَحْوَ الثَّمَانَمِائَةِ مَعَ ضَبْطِ أَسْمَائِهِمْ وَنَسَبِهِمْ بِمَا يَطُوْلُ ذِكْرُهٗ۔

آٹھویں فصل اُن کے بیان میں جنہوں نے آپ سے حدیث شریف اور فقہ حاصل کیا ہے، کہا گیا ہے کہ آپ سے حدیث و فقہ حاصل کرنے والوں کا بیان پوری طرح مُتعذر ہے۔ اور پورے ضبط کے ساتھ سب کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ اسی وجہ سے بعض ائمہ نے فرمایا ہے۔ اسلام کے مشہور ائمہ میں سے کسی کے بھی اِتنے شاگرد اور اصحاب نہیں ہوئے ہیں جتنے امام ابوحنیفہ کے ہوئے ہیں اور

---

[۵] ملاحظہ فرمائیں الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان ص۲۳

نہ کسی امام سے علماء اور تمام لوگوں کو مشتبہ احادیث کی تفسیر، اور استنباط کئے ہوئے مسائل اور پیش آمدہ حوادث اور قاضیوں کے مسائل اور احکام کا فائدہ ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب اور شاگردوں سے پہنچا ہے کسی سے نہیں پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اچھا اجر عنایت کرے، اور بعد میں آنے والے بعض محدثین نے حضرت امام ابوحنیفہ کے آٹھ سو شاگردوں کا خوب ضبط اور تحقیق سے بیان کیا ہے جن کا ذکر کرنا طوالت کا سبب ہے۔

حضرت امام اعظم کے جلیل القدر اصحاب

حافظ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی مالکی نے کتاب "مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبیہ" میں صفحہ گیارہ پر لکھا ہے۔

بڑوں کی ایک جماعت نے امام ابوحنیفہ سے فقاہت حاصل ہے، اُن میں سے ۱ زفر بن ہذیل ۲ قاضی ابو یوسف ۳ آپ کے فرزند حماد بن ابوحنیفہ ۴ نوح بن ابی مریم معرف بہ نوحِ جامع ۵ ابو مطیع حکم بن عبداللہ بلخی ۶ حسن بن زیاد لؤلؤی ۷ محمد بن حسن شیبانی ۸ قاضی اسد بن عمرو۔

اور آپ سے بے شمار محدثین اور فقہا نے روایت کی ہے۔ ان میں سے درج ذیل افراد ہیں۔

۱ مغیرہ بن مقسم ۲ زکریا بن ابی زائدہ ۳ مسعر بن کدام ۴ سفیان ثوری ۵ مالک بن مغول ۶ یونس بن ابو اسحاق، اور ان کے بعد کے افراد ۷ زائدہ ۸ شریک ۹ حسن بن صالح ۱۰ ابو بکر بن عیاش ۱۱ عیسیٰ بن یونس ۱۲ علی بن مسہر ۱۳ حفص بن غیاث ۱۴ جریر بن عبدالحمید ۱۵ عبداللہ بن مبارک ۱۶ ابو معاویہ ۱۷ وکیع ۱۸ المحاربی ۱۹ ابو اسحاق الفزاری ۲۰ یزید بن ہارون ۲۱ اسحاق بن یوسف اَزْرَق ۲۲ معافی بن عمران ۲۳ زید بن الحباب ۲۴ سعد بن صلت ۲۵ مکی بن ابراہیم ۲۶ ابو عاصم نبیل ۲۷ عبدالرزاق بن ہمام ۲۸ حفص بن عبدالرحمٰن سَلمی ۲۹ عبیداللہ بن موسیٰ ۳۰ ابو عبدالرحمٰن مُقری ۳۱ محمد بن عبداللہ انصاری ۳۲ ابو نعیم ۳۳ ہوذہ بن خلیفہ ۳۴ ابو اسامہ ۳۵ ابو یحییٰ حمانی ۳۶ ابن نُمیر ۳۷ جعفر بن عون ۳۸ اسحاق بن سلیمان رازی اور خلقِ خدا۔

علامہ ذہبی نے فقہ کے آٹھ اور حدیث شریف کے اڑتیس اکابر کا ذکر کیا ہے جو حضرت امام کے شاگرد تھے اور وَ خَلَائِقَ لکھ کر اظہار کر دیا ہے کہ ایک خلقِ خدا آپ سے روایت کرتی ہے۔

ذہبی کے اس رسالہ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ حافظ ابوالحجاج المزی نے کتاب تہذیب الکمال میں تقریباً ایک سو اشخاص کے نام لکھے ہیں جنہوں نے حضرت امام سے روایت کی ہے۔

حضرت امام کی اپنے شاگردوں کو نصیحت

علامہ ذہبی مالکی نے کتاب المناقب کے صفحہ ۱ میں لکھا ہے۔

اَنتُمْ مَسَارُّ قَلْبِی وَجَلاءُ حُزْنِی ، اَسْرَجْتُ لَكُمُ الْفِقْهَ وَالْجَمْتَهُ وَقَدْ تَرَكْتُ النَّاسَ يَطَؤُوْنَ اَعْقَابَكُمْ وَيَلْتَمِسُوْنَ اَلْفَاظَكُمْ ، مَا مِنْكُمْ وَاحِدٌ اِلَّا وَهُوَ يَصْلُحُ لِلْقَضَاءِ فَسَأَلْتُكُمْ بِاللهِ وَبِقَدْرِ مَا وَهَبَ اللهُ لَكُمْ مِنْ جَلَالَةِ الْعِلْمِ لَمَا صُنْتُمُوْهُ عَنْ ذُلِّ الْاِسْتِيْجَارِ وَاِنْ بُلِيَ اَحَدٌ مِنْكُمْ بِالْقَضَاءِ فَعَلِمَ مِنْ نَفْسِهِ خَرْبَةً سَتَرَهَا اللهُ عَنِ الْعِبَادِ لَمْ يَجُزْ قَضَاؤُهُ وَلَمْ يُطِبْ لَهُ رِزْقُهُ ، فَاِنْ دَفَعَتْهُ ضَرُوْرَةٌ اِلَى الدُّخُوْلِ فِيْهِ فَلَا يَحْتَجِبَنَّ عَنِ النَّاسِ وَلْيُصَلِّ الْخَمْسَ فِيْ مَسْجِدِهٖ وَيُنَادِيْ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ ، مَنْ لَهُ حَاجَةٌ ؟ فَاِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ نَادِيْ ثَلَاثَةَ اَصْوَاتٍ مَنْ لَهُ حَاجَةٌ ؟ ثُمَّ دَخَلَ اِلَى مَنْزِلِهٖ ، فَاِنْ مَرِضَ مَرَضًا لَا يَسْتَطِيْعُ الْجُلُوْسَ مَعَهُ اَسْقَطَ مِنْ رِزْقِهٖ بِقَدْرِ مَرَضِهٖ وَاَيُّمَا اِمَامٍ غَلَّ فَيْئًا اَوْ جَارَ فِيْ حُكْمٍ بَطَلَتْ اِمَامَتُهُ وَلَمْ يَجُزْ حُكْمُهُ۔

تم میری مسرت اور میرے غم کو زائل کرنے والے ہو، میں نے تمہارے واسطے فقہ پر زین کس دی ہے اور لگام لگا دی ہے اور لوگوں کو اس حال میں چھوڑ رہا ہوں کہ وہ تمہارے نقشِ قدم پر چلیں اور تمہارے ارشادات کے طلبگار ہوں، تم میں سے ہر ایک قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، میں تم سے اللہ کا اور اس رتبہ کا جو اللہ تعالیٰ نے تم کو علم کی بڑائی کا عطا کیا ہے واسطہ دیکر یہ چاہتا ہوں کہ اس علم کو اجرت لینے کی ذلت سے بچانا، اگر تم میں سے کوئی قضا میں مُبتلا ہو جائے اور اس کو اپنی کسی خرابی کا علم ہو جس کو اللہ نے اپنے بندوں سے چھپا رکھا ہے تو اس کا قاضی بننا جائز نہیں، اس کے لئے روزینہ لینا ٹھیک نہیں، اگر کوئی مجبوری کی بنا پر قاضی بن جائے تو وہ اپنے کو لوگوں سے نہ چھپائے، وہ پانچوں وقت کی نماز اپنی مسجد میں پڑھے اور ہر نماز کے وقت پکارے، کیا کوئی حاجت مند ہے اور عشار کی نماز کے بعد تین مرتبہ یہ آواز لگائے اور پھر وہ اپنے گھر جائے، اور اگر وہ ایسا بیمار ہو جائے کہ وہ بیٹھ نہ سکے تو بیماری کے دنوں کی تنخواہ نہ لے، اور جو امام (والی) مالِ غنیمت میں خیانت کرے اس کی ولایت اور امامت ختم ہوئی، اور اس کا حکم نافذ نہیں ہے۔

حضرت امام کے پانچ وصایا کا مجموعہ مولانا عاشق الٰہی رحمہ اللہ نے مرتب کیا ہے۔ بعض

فقرات یہ عاجز لکھتا ہے۔

فرمایا۔ مَنْ جَاءَكَ يَسْتَفْتِيْكَ فِي الْمَسَائِلِ فَلَا تُجِبْ اِلَّا عَنْ سُوَالِهٖ وَلَا تَضُمَّ اِلَيْهِ غَيْرَهٗ فَاِنَّهٗ يَتَشَوَّشُ عَلَيْهِ الْجَوَابُ۔ جو شخص تمہارے پاس مسائل میں فتویٰ لینے آئے، اُسے صرف سوال کا جواب دو کوئی دوسری بات جواب میں نہ ملاؤ، کیونکہ اس طرح کرنے سے اس کو جواب کے سمجھنے میں دِقّت ہوگی۔

فرمایا۔ اَقْبِلْ عَلٰى مُتَفَقِّهَتِكَ كَاَنَّكَ اتَّخَذْتَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ اِبْنًا وَّوَلَدًا لِيَزِيْدَهُمْ رَغْبَةً فِي الْعِلْمِ۔ جو لوگ تم سے فقہ حاصل کرنے والے ہوں ان کی طرف اس طرح متوجہ ہو گویا تم نے ان میں سے ہر ایک کو اپنا بیٹا اور اولاد بنا لیا ہے تاکہ ان کی علمی رغبت میں اضافہ ہو۔

فرمایا۔ كُنْ مِنَ النَّاسِ عَلٰى حَذَرٍ۔ لوگوں سے پرحذر رہو۔

فرمایا۔ مَنْ دَعَاكَ مِنْ خَلْفِكَ فَلَا تُجِبْهُ فَاِنَّ الْبَهَائِمَ تُنَادٰى مِنْ خَلْفٍ۔ اگر کوئی تم کو پیچھے سے آواز دے اس کی طرف متوجہ نہ ہو، کیونکہ پیچھے سے جانوروں کو آواز دی جاتی ہے۔

فرمایا۔ وَاذْكُرِ الْمَوْتَ وَاسْتَغْفِرْ لِلْاُسْتَاذِيْنَ وَمَنْ اَخَذْتَ مِنْهُمُ الدِّيْنَ۔ موت کو یاد کرو اور استادوں کے لئے اور جن سے علمِ دین سیکھا ہے دعائے مغفرت کرو۔

فرمایا۔ اِذَا مَشَيْتَ فِي الطَّرِيْقِ فَلَا تَلْتَفِتْ يُمْنَةً وَّيُسْرَةً۔ جب راستہ میں چلو، دائیں بائیں نہ دیکھو (بلکہ نظر زمین پر رہے)

فرمایا۔ اِيَّاكَ وَالْغَضَبَ فِي مَجْلِسِ الْعِلْمِ۔ علم کی مجلس میں غصہ سے اپنے کو بچاؤ۔

فرمایا۔ دَاوِمْ عَلٰى قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَاَكْثِرْ مِنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ وَالْمَشَائِخِ وَالْمَوَاضِعِ الْمُبَارَكَةِ۔ قرآن مجید کی ہمیشہ تلاوت کرو اور قبروں اور مشائخ کی اور مبارک مواضع کی کثرت سے زیارت کرو۔

فرمایا۔ لَا تَقُصَّ عَلَى الْعَامَّةِ فَاِنَّ الْقَاصَّ لَابُدَّ لَهٗ مِنَ الْكِذْبِ۔ عوام کے سامنے وعظ گوئی نہ کرو کیونکہ واعظ کے لئے جھوٹ بولنا ضروری ہے۔

امام سمتی بصری کو تحریر فرمایا۔ يُحْزِنُنِيْ مُفَارَقَتُكَ وَيُؤْنِسُنِيْ مَعْرِفَتُكَ فَوَاصِلْنِيْ بِكُتُبِكَ وَعَرِّفْنِيْ حَوَائِجَكَ وَكُنْ لِّيْ كَابْنٍ فَاِنِّيْ لَكَ كَاَبٍ۔ تمہاری جدائی مجھ کو رنج پہنچاتی ہے اور تمہاری معرفت میرے لئے اُنس ہے۔ تم خط کے ذریعہ مجھ سے تعلق رکھو اور اپنی حاجتوں سے مجھ کو مطلع کرو۔ تم رہو میرے لئے بیٹے کی طرح، کیونکہ میں تمہارے لئے باپ کی طرح ہوں۔

حضرت امام نے اپنے فرزند حماد کو وصیت کی۔ تَكْثِرُ ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالصَّلٰوةَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَشْتَغِلُ بِسَيِّدِ الْاِسْتِغْفَارِ وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ ۔

اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھو.... اور سید الاستغفار میں مشغول رہو۔

سید الاستغفار کا ترجمہ :۔اے اللہ تو ہی میرا پالنے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں بہ قدر اپنی طاقت کے تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں، میں تجھ سے اپنے بُرے اعمال کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، تو نے مجھ پر جو انعام کئے ہیں، میں اُن کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہ کا معترف ہوں، تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں۔

اس کی فضیلت یہ ہے کہ جو شخص اسے شام کو پڑھ لے پھر رات کو مر جائے وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص اسے صبح کو پڑھ لے پھر دن میں مر جائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

امام ابو عصمہ نوح بن ابی مریم نے بیان کیا کہ میں حضرت امام عالی مقام سے احادیث مبارکہ کے معانی دریافت کیا کرتا تھا اور آپ بہت اچھے پیرایہ میں ان کا بیان کیا کرتے تھے اور میں آپ سے دقیق مسائل پوچھتا تھا۔ایک دن حضرت امام نے فرمایا۔اے نوح تم قضا کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہو۔ اور جب میں اپنے وطن مَرو پہنچا، کچھ ہی دن گزرے تھے کہ میں قضا میں مبتلا ہو گیا۔میں نے حضرت امام کو خط لکھا کہ میں نے مجبوراً قاضی کا عہدہ قبول کر لیا ہے۔حضرت امام نے تحریر فرمایا۔تمہارے گلے میں بہت بڑی امانت ڈال دی گئی ہے ۔اِس بھنور سے نکلنے کا کوئی راستہ تلاش کرو۔ اللہ کے خوف کو لازم پکڑو۔ اور آپ نے تحریر فرمایا۔ یہ بات خوب جان لو کہ فیصلوں کے ابواب ایسے ہیں کہ ان کو بڑا عالم ہی سمجھ سکتا ہے ۔جو اصول علم (قرآن، حدیث، اقوالِ صحابہ) سے واقف ہو اور خود بھی صاحب بصیرت ہو، وہ فیصلہ کر سکتا ہے ۔جب تم کو کسی واقعہ میں اشکال پیش آئے تو کتاب و سنت اور اجماع کی طرف رجوع کرو، اگر واضح طور پر مسئلہ مِل جائے تو اس پر عمل کرو ورنہ نظائر تلاش کر کے قیاس کرو اور جو کتاب و سنت اور اجماع سے اقرب اور اَشْبَہ ہو، اس میں اہلِ معرفت سے مشورہ کرو اور اس پر عمل کرو۔جب مدعی اور مدعا علیہ حاضر ہوں تو ضعیف و قوی، شریف اور وضیع میں فرق نہ کرو۔ ایسی بات ظاہر نہ ہو کہ بڑا یا شریف تم سے بے جا اُمید

رکھنے لگے۔

اللہ تم کو سلامت رکھے اور ہم کو اور تم کو اچھی حیات اور آخرت میں بہتر مقام نصیب کرے۔

حضرت امام کی مرویات اور آرار کے ناقل آپ کے اصحاب ہیں

استاذ محمد ابو زہرہ حنفی ازہری مصری نے اپنی کتاب" ابو حنیفہ۔حیاۃ دعصرہ۔آرادہٗ وفقہ "کے صفحہ ۱۸۷ سے ۲۳۷ تک اس سلسلہ میں اچھا بیان لکھا ہے، عاجز اختصار کے ساتھ اس کو لکھتا ہے۔

استاذ محمد ابو زہرہ کی تحقیق یہ ہے کہ جو رسالے اور کتابیں خواہ وہ فقہ میں ہوں یا حدیث میں ہوں حضرت امام نے ان کو خود نہیں لکھا ہے، بلکہ آپ کے جلیل القدر شاگردوں نے جو کچھ آپ سے سُنا اس کو مرتب اور مُبَوَّب کرکے لکھا۔ کیا فقہ اور کیا حدیث۔

آپ کی آرار اور آپ کی مرویات کو نقل کرنے والے آپ کے شاگرد ہیں، ہر ایک اُن میں سے ثقہ اور صاحبِ علم وفضل ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام نے یہ فرمایا اور حضرت امام نے یہ تقریر کی، لہٰذا ہم ان کے قول کو اور ان کے نقل کو صحیح تسلیم کرتے ہیں، اب اگر یورپ کے بعض افراد ہم سے کہتے ہیں کہ تمہارے کلام میں اور نقل میں، محلِ نظر اور فکر ہے اور ان یورپیوں کی تقلید میں اگر بعض شرقیوں نے یہ بات کہی ہے، خطا وار خطا ہے اور ہم اس کی طرف التفات نہیں کرتے ہیں بلکہ ہم ان اصحاب سے حضرت امام کی فقہ نقل کرتے ہیں۔

حضرت امام کے اصحاب بہ کثرت تھے۔ ایک جماعت وہ تھی کہ کچھ مدت آپ کی خدمت میں رہ کر اور فضل وکمال حاصل کرکے اپنے وطن کو چلی گئی اور ایک جماعت وہ تھی جو آپ ہی سے وابستہ رہی، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت امام نے فرمایا کہ یہ میرے چھتیس اصحاب ہیں، ان میں سے اٹھائیس میں صلاحیت ہے کہ وہ قاضی بنیں اور چھ افراد میں فتویٰ دینے کی صلاحیت ہے اور دو جو کہ ابو یوسف اور زفر ہیں صلاحیت رکھتے ہیں کہ قاضیوں اور مفتیوں کو مہذب اور مؤدب بنائیں۔

اس میں کوئی شک اور کسی طرح کا شبہ نہیں ہے کہ یہ حضرات امامِ عالی مقام کی حیاتِ طیبہ میں پوری طرح درجۂ کمال کو پہنچ گئے تھے ان میں سے ہر ایک امام تھا البتہ امام محمد بن الحسن ابھی اِکمال وتکمیل کے درجہ پر فائز نہیں ہوئے تھے، آپ اٹھارویں سال میں تھے کہ حضرت امام کی رحلت ہوگئی اور آپ نے امام ابو یوسف سے تکمیل کی اور ثوری اور اوزاعی سے علم حاصل کیا اور امام مالک سے تین سال استفادہ کیا، ان کی موطا ان سے پڑھی۔ اس طرح آپ فقہ عراقین کے روایۃً

و دِرایۃً اور آراءِ امام مالک کے جامع ہوئے۔

قاضی القضاۃ امام ابو یوسف - یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری کوفی کی ولادت ۱۱۳ھ میں ہوئی، آپ کی نشو و نما غریب گھرانے میں ہوئی، لہٰذا آپ مجبور تھے کہ کچھ کمائیں، باوجود اس افلاس کے علم پڑھنے اور علماء کے حلقوں میں بیٹھنے کا شوق تھا، آپ قاضی ابن ابی لیلی کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے، کہا گیا ہے کہ آپ نو سال ابن ابی لیلی کے حلقہ سے وابستہ رہے۔ اتفاق سے کسی کے عقدِ نکاح کی محفل میں شریک ہوئے، قاضی ابن ابی لیلی بھی اس مجلس میں تھے، نکاح کے بعد کچھ شیرینی نچھاور کی گئی۔ ابو یوسف نے کچھ شیرینی اٹھائی، قاضی ابن ابی لیلی کو یہ فعل ناپسند آیا، انہوں نے ابو یوسف کو سخت لفظ کہا اور اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ ارشاد کیا یعنی تم کو خبر نہیں کہ یہ ناجائز ہے۔ یہ سن کر ابو یوسف امام ابو حنیفہ کے پاس آئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کے ایک انصاری کے عقدِ نکاح کی محفل میں شریک ہوئے۔ نکاح کے بعد اس نے چھوارے اُچھالے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوارے اُٹھائے اور صحابہ سے فرمایا۔ "اِنْتَهِبُوْا" لوٹو۔

اس واقعہ کے بعد ابو یوسف حضرت امام کے حلقہ سے وابستہ ہو گئے۔ حضرت امام کو ان کے گھر کی تنگدستی کا اور ان کے شوقِ علم کا علم ہوا۔ حضرت امام نے اُن سے فرمایا۔ تم اطمینان سے علم حاصل کرو اور ان کے اخراجات کے پوری طرح متکفل ہوئے۔

امام ابو یوسف حضرت امام سے فقہ میں درجہ کمال و اکمال کو پہنچے اور محدثینِ کبار سے احادیث شریفہ سُنتے تھے اور یاد کرتے تھے۔ امام ابن جریر طبری نے لکھا ہے۔

"كَانَ اَبُوْ يُوْسُفَ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْقَاضِيْ فَقِيْهًا عَالِمًا حَافِظًا ذُكِرَ اَنَّهٗ كَانَ يُعْرَفُ بِحِفْظِ الْحَدِيْثِ وَاَنَّهٗ كَانَ يَحْضُرُ الْمُحَدِّثَ فَيَحْفَظُ خَمْسِيْنَ اَوْ سِتِّيْنَ حَدِيْثًا ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُمْلِيْهَا عَلَى النَّاسِ وَكَانَ كَثِيْرَ الْحَدِيْثِ"

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی فقیہ تھے عالم تھے اور حدیث کے حافظ تھے۔ کہا گیا ہے کہ وہ حدیث کے حفظ کرنے میں مشہور تھے اور وہ محدّث کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ پچاس ساٹھ حدیثیں سنتے اور پھر کھڑے ہو کر لوگوں کو لکھا دیتے تھے وہ کثیر الحدیث تھے یعنی کثرت سے حدیثوں والے تھے۔

وہ تین خلفاء کے عہد میں قاضی رہے۔ خلیفہ مہدی، خلیفہ ہادی اور خلیفہ ہارون رشید،

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ ہارون رشید ان کا احترام کرتا تھا اور ابو یوسف اس کے نزدیک نصیبہ والے اور مرتبہ والے تھے، چوں کہ ابو یوسف قاضی تھے اور ایسے فقیہ تھے جن پر رائے غالب تھی اس وجہ سے اہلِ حدیث میں سے ایک جماعت ان کی روایت سے کتراتی تھی جیسا کہ امام طبری نے بیان کیا ہے۔

ابو یوسف سے حنفی فقہ کو بہت فائدہ پہنچا ہے۔ وہ قاضی بنے اور لوگوں کی مشکلات سے ان کو واسطہ پڑا، لہٰذا عملی طور پر ان کی جِلاء ہوئی اور مشاکل کے ازالہ کرنے کے طریقوں سے شناسا ہوئے اور لوگوں کی بیماریوں کی دوا مہیا کی۔ ابو یوسف وہ پہلے قاضی ہیں جو مملکتِ اسلامیہ کے قاضی تھے اور غالباً ابو یوسف وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی آراء کو حدیث سے مؤید کیا ہے۔ انہوں نے اہلِ رائے اور اصحابِ حدیث کے طریقہ کو جمع کیا ہے۔

ابو یوسف کی کتابیں۔ ابن ندیم نے آپ کی درج ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ کتاب فی الأصول ۲۔ کتاب الأمالی ۳۔ کتاب الصلاۃ ۴۔ کتاب الزکات ۵۔ کتاب الصیام ۶۔ کتاب الفرائض ۷۔ کتاب البیوع ۸۔ کتاب الحدود ۹۔ کتاب الوکالۃ ۱۰۔ کتاب الوصایا ۱۱۔ کتاب الصید والذبائح ۱۲۔ کتاب الغصب والاستبراء ۱۳۔ کتاب اختلاف الامصار ۱۴۔ کتاب الرد علی مالک بن انس ۱۵۔ رسالۃ فی الخراج ۱۶۔ کتاب الجوامع، یہ کتاب یحیٰی بن خالد کے واسطے لکھی اس میں چالیس کتابیں ہیں اور اس کی روایت قاضی بشر بن الولید نے کی ہے۔ آپ نے ان میں لوگوں کے اختلاف کا اور اس رائے کا جس کو اپنایا گیا ہے ذکر کیا ہے اور ابو یوسف کی کتاب املاء بھی ہے جس میں چھتیس کتابیں ہیں اور اس کی روایت قاضی بشر بن الولید نے کی ہے۔

یہ ابنِ ندیم کا بیان ہے اور ہم نے ان کے علاوہ اور کتابیں بھی دیکھی ہیں۔

۱۔ آراء ابی حنیفۃ والدفاع عنہا ۲۔ کتاب الآثار ۳۔ اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلی ۴۔ الرد علی سیر الأوزاعی۔ ہم مختصر طور پر ان کتابوں پر نظر ڈالتے ہیں۔

۱۔ **کتاب الخراج** خلیفہ ہارون الرشید کے واسطے لکھی ہے اس میں زمین کی مالیت کا بیان ہے۔ اس کتاب میں آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مالیہ سے بعض جگہ اختلاف کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ابو یوسف سے کہا گیا۔ آپ نے فرمایا جس وقت حضرت عمر نے زمین کا محصول مقرر کیا وہ زمین اس مقدارِ محصول کی بہ خوبی متحمل تھی اور خراج مقرر کرتے وقت حضرت عمر نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ مقرر کردہ خراج ہمیشہ اس مقدار میں لیا جائے گا بلکہ آپ نے حضرت حذیفہ اور حضرت عثمان

بن حنیف سے فرمایا جبکہ یہ دونوں صاحبان عراق سے محصول لگا کر آئے۔ لَعَلَّكُمَا حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَالَا تُطِيْقُ شاید تم دونوں نے زمین کی برداشت سے زائد محصول لگا دیا ہے۔ حضرت عثمان بن حنیف نے عرض کیا، جو محصول زمین پر لگایا گیا ہے زمین آسانی سے اس کو برداشت کر سکتی ہے، اگر آپ اس محصول کو دُگنا کر دیں جب بھی زمین برداشت کرے گی اور اسی طرح کا جواب حذیفہ نے بھی دیا۔

یہ کتاب کامل طور پر امام ابو یوسف کی تالیف و تصنیف ہے۔ اِس کتاب میں جہاں بھی انہوں نے حضرت امام ابو حنیفہ کا قول ذکر کیا ہے اس کی دلیل بھی بیان کی ہے اور وجہ قیاس اور استحسان کا اظہار کیا ہے اور اپنے اختلاف کا اظہار کیا ہے، میں ایک مسئلہ کا بیان کرتا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ حضرت امام کے مسلک کو کامل طور پر دلیل سے بیان کرتے ہیں، وہ امامتِ علم کی منزلت کی پوری قدر کرتے ہیں۔

دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَحْيَا اَرْضًا مَوَاتًا فَهِيَ لَهُ "، جو کسی افتادہ زمین کو آباد کرے، یہ زمین اس کی ہے۔ اس حدیث شریف کے بیان میں حضرت امام فرماتے ہیں۔ بے شک زمین کا آباد کرنے والا اس کا مالک ہو جاتا ہے اگر اس نے حاکم یا والی سے اجازت لے لی ہے تاکہ دوسرا شخص کوئی دعویٰ نہ کرے اور لڑائی جھگڑے کی راہ مسدود ہو۔ حضرت امام نے حدیث شریف کو رَد نہیں کیا ہے بلکہ آپ نے فتنہ و فساد کی راہ مسدود کی ہے۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ امام ابو یوسف کی کتاب الخراج اس دَور کی تالیف ہے جبکہ بادشاہِ وقت کامل طور پر مطلق العنان تھا۔ اس دَورِ ظلم و استبداد میں نہ حضراتِ اہلِ بیت اطہار کی جان محفوظ تھی، نہ علماءِ اخیار کی اور نہ اولیاءِ پروردگار کی۔ حضرت امام الائمہ ابو حنیفہ کا واقعہ امام ابو یوسف کے سامنے کا ہے، باوجود اس کے انہوں نے جس طرح جلیل القدر مطلق العنان بادشاہ کو اس کے سوالات کا جواب لکھا ہے حیرت کا مقام ہے، اس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ امام ابو یوسف نے نصیحت کا حق ادا کر دیا ہے۔ آپ کی اس بے مثال کتاب کا ترجمہ دہلی یونیورسٹی کے سابق عربی کے پروفیسر جناب خورشید احمد فارق نے "جائزے" کے نام سے کیا ہے۔ اس کا ابتدائی حصہ رفیقِ قدیم جناب حافظ جمیل الرحمٰن خاں سے اس عاجز کو ملا ہے، عاجز اس کو لکھتا ہے۔ حضرات ناظرین مطالعہ فرمائیں۔

جائزے ابو یوسف یعقوب خلیفہ ہارون الرشید کے چیف جسٹس تھے، الرشید سے پہلے خلیفہ مہدی (متوفی ۱۶۹ھ) اور ہادی (متوفی ۱۷۰ھ) کے بھی قاضی رہ چکے تھے۔ الرشید نے کچھ قانونی سوالات چیف جسٹس کے سامنے پیش کئے اور اُن کا مبسوط جواب طلب کیا، کتاب الخراج اُن ہی

سوالات کے تحریری جوابات کا مجموعہ ہے، ان سوالات کا تعلق نہ عبادات سے ہے، نہ افراد کے باہمی معاملات سے، اس لئے ایسے مسائل جیسے نماز، روزہ، حج یا شادی بیاہ، خرید و فروخت، لین دین، اس کتاب کے حدود سے خارج ہیں۔ کتاب کا موضوع وہ معاملات ہیں جو حکومت اور رعایا کے درمیان رونما ہوتے ہیں جن کا حکومت کے انتظام اور پالیسی سے تعلق ہوتا ہے، جیسے بند دبستِ آراضی، نظامِ آب پاشی، انتظامِ محصولات، قوانینِ جرائم، غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ، مصنّف نے ہر سوال کا جواب الگ دیا ہے۔ کتاب کی ابتدائی فصلیں چوں کہ آراضی اور لگان سے متعلق ہیں اور زیادہ تفصیل سے بیان کی گئی ہیں، اِس لئے مصنف نے کتاب کا نام "کتاب الخراج" رکھ دیا ہے۔

اسلام کے قانون لگان، قانونِ اراضی، قانونِ محصولات، تعزیرات، غیر مسلم ذمّی رعایا، ان کی عبادت گاہوں، اس کے حقوق اور پابندیوں سے متعلق، یہ سب سے زیادہ پُرانی کتاب ہے جو ہم تک پہنچی ہے۔

کتاب کی ابتدا ایک طویل مقدمہ سے ہوئی ہے، جس میں مصنّف نے اثر انگیز الفاظ میں خلیفہ کو راست بازی اور رعیّت پروری کی ہدایت کی ہے۔

امیر المومنین، خدا نے آپ کو بھاری ذمّہ داری سونپی ہے، جس کا ثواب ہر ثواب سے زیادہ اور عذاب ہر عذاب سے سخت تر ہے۔ خدا نے مسلمان قوم کو آپ کی فرمان میں دے دیا ہے اور ان کی بہبودی کا بار آپ کے کاندھوں پر ڈالا ہے اور اس بار کو آپ کے کندھوں پر ڈال کر آپ کی آزمائش کرنی چاہی ہے۔ آپ کی صبح و شام بہت سے انسانوں کی تعمیرِ حیات کے لئے وقف ہو گئی ہے اور ہر وہ عمارت جس کا سنگِ بنیاد خوف الٰہی کے علاوہ کسی اور اصول پر قائم ہو، پائندہ نہیں ہوتی۔ بہت جلد خدا اس عمارت کو بنانے والے کے سر پر گرا دیتا ہے۔ لہٰذا رعیت کی دیکھ بھال کا جو منصب آپ کو دیا گیا ہے، اُسے نا خداترسی یا بے توجہی سے ضائع نہ ہونے دیجئے۔ آج کا کام کل پر نہ چھوڑیئے۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو وہ کام ضائع ہو جائے گا، جس طرح چَرانے والا مویشیوں کی حفاظت کے لئے اُن کے مالک کے سامنے جواب دہ ہے، اسی طرح حکمراں خدا کے سامنے رعایا کی بہبودی کے لیے ذمّہ دار ہیں، رعیّت کی کسی معاملے میں اپنی ذاتی خواہش یا میلان کو دخل نہ دیجئے، نہ غصّہ اور غضب میں آکر کوئی قدم اٹھایئے اور اس بات کا دھیان رکھئے، کہیں خدا آپ سے ناراض نہ ہو جائے، احکام جاری کرتے وقت اپنے پرائے، عزیز اور اجنبی میں تفریق نہ کیجئے، خدا کا خوف یہ نہیں کہ زبان سے اس کا اظہار کیا جائے، خدا کا خوف یہ ہے کہ دل میں اس کا زندہ احساس ہو اور آپ کے ہر کام میں

اس کی جھلک نظر آئے، ایسا نہ ہو کہ جب خدا کے سامنے آپ حاضر ہوں تو آپ کا نامۂ اعمال ظلم وستم کی سیاہی سے رنگا ہوا اور جزا کی عدالت کا حاکم لوگوں کو اعمال کی بِنا پر جزا سزا دے گا، اُن کے منصب یا خاندانی تعلق کا کچھ لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ آپ کو بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا ہے اور آپ کو بغیر باز پرس کے نہیں چھوڑا جائے گا، بلاشبہ خدا آپ سے آپ کے سارے کاموں کے بارے میں پوچھ گچھ کرے گا، بس آپ خیال رکھئے کہ آپ کیا جواب دیں گے، آپ کو یاد رہے کہ کوئی انسان خدا کی پیشی سے اس وقت تک نہیں ہٹ سکتا جب تک اِن چار سوالوں کا جواب نہ دیدے۔

۱۔ اپنے علم سے کِس طرح کام لیا۔
۲۔ اپنے جسم کو کِس تگ و دو میں کھپایا۔
۳۔ مال کس طرح کمایا اور کن کاموں میں خرچ کیا۔
۴۔ اپنی عمر کو کن کاموں میں صَرف کیا۔

امیر المومنین، اِن سوالوں کا جواب تیار رکھئے، وہ وقت نہ بھولئے جب خدا کی بھَری مجلس میں اِن تمام اعمال کی نقاب کشائی ہوگی، جو آپ نے در پردہ کئے ہوں گے۔ خدا کی نظر میں تعمیری اور اصلاحی کاموں سے بہتر کوئی کام نہیں ہے اور تخریب و فساد سے زیادہ وہ کسی کام کو بُرا نہیں سمجھتا۔ ارتکابِ معاصی کفرانِ نعمت کے برابر ہے۔ اور جب کسی قوم نے نعمتِ خداوندی کی قدر نہ کی، معاصی کی مرتکب ہوئی اور توبہ نہ کی تو اس کی عزت اور نعمت سب چھین لی گئی اور خدا نے دشمنوں کو اس پر مسلط کر دیا۔

قاضی ابو یوسف ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ بعض زمانہ مالی دشواریوں میں گزرا، امام ابو حنیفہ متوفی ۱۵۰ھ کے خاص شاگرد تھے۔ امام ابو حنیفہ ان کی مالی مدد بھی کرتے تھے اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ تعلیم سے فارغ ہو کر قاضی ابو یوسف خلیفہ عباسی مہدی (متوفی ۱۶۹ھ) کے قاضی ہو گئے، مہدی کے بعد ہادی (متوفی ۱۷۰ھ) نے انہیں اس منصب پر برقرار رکھا اور جب ہارون الرشید خلیفہ ہوا (۱۷۰ھ) تو اس نے قاضی ابو یوسف کو اُن کے تجربے، فقہی لیاقت اور دینی بصیرت سے متاثر ہو کر حکومت کا چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) مقرر کر دیا۔

اسلامی فقہ کے طالب علم جانتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ (ولادت ۸۰ھ وفات ۱۵۰ھ) صرف مشہور حدیثیں جانتے تھے اور آحاد حدیثوں پر اعتماد نہیں کرتے تھے، جو پہلی صدی ہجری کے اموی دَور

میں بڑے پیمانے پر وضع ہونے لگی تھیں۔ انہوں نے غیر مشہور احادیث اور آثارِ صحابہ و تابعین کی جگہ قرآن اور قرآن سے قیاس اور اجتہاد کو قانون سازی کی بنیاد قرار دے لیا تھا اور یہی مسلک ان کے شاگردوں کا ہو گیا تھا، جن میں سے تین کو عباسی دَور میں سرکاری جج اور سرکاری مُشیر ہونے کے باعث بڑا عروج حاصل تھا اور جنھوں نے ہر شہر اور چھاؤنی میں اپنے ہم مسلک قاضی مقرر کر دیئے تھے۔ ساری اسلامی قلمرَو کے محدّث جو معاشرے پر چھائے ہوئے تھے اور جن کی مذہبی اور اخلاقی اور ذہنی گرفت عوام اور بہت سے خواص پر بڑی سخت تھی، ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کے مخالف ہو گئے، انہوں نے محسوس کیا کہ اگر اجتہاد کا دروازہ قانون سازی کے لئے کھل گیا تو حدیث کا، جسے وہ اپنے حلقوں میں پڑھاتے تھے، جس کی بڑے پیمانے پر اشاعت کرتے تھے اور جس کی بدولت انہیں معاشرے میں عزّت و وجاہت حاصل تھی، بازار سرد ہو جائے گا، لوگ حدیث پڑھنا چھوڑ دیں گے اور وہ سارے سماجی و اقتصادی منافع جو انھیں حدیث گوئی سے حاصل تھے ختم ہو جائیں گے اور معاشرے کی مذہبی، فکری اور قانونی قیادت ان کی بجائے اجتہاد سے قانون بنانے والوں کے ہاتھ میں آجائے گی محدّثوں[1] نے ابوحنیفہ اور ان کے ہم مسلک ججوں اور فقیہوں کے خلاف زبردست محاذ بنا لیا اور وہ خود، اُن کے شاگرد اور بہت سے ذی اثر اور دربار سے تعلق رکھنے والے قدردانوں نے اجتہاد کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ یہ بدعت ہے، زندقہ ہے، الحاد ہے۔ وقت کے ممتاز محدّثوں نے ابوحنیفہ پر ہادمِ ارکانِ اسلام، زندیق اور ملحد جیسے لیبل لگا دیئے۔

کتاب الخراج میں متوسط تقطیع کے قریب سوا دو سو صفحے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈیڑھ سو سے زیادہ حدیثیں اور صحابۂ کرام نیز تابعین کی لگ بھگ ساڑھے تین سو قانونی آراء بیان کی گئی ہیں۔

قاضی ابویوسف پہلے خلیفہ رشید کے ہر سوال کا جواب دیتے ہیں۔ پھر اس جواب کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام یا تابعین کے قول و فعل کو بہ طورِ سند پیش کرتے ہیں۔ ابویوسف اپنی خصوصیتوں اور روایتوں کے انتخاب میں سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہیں اور اکثر وہی حدیثیں پیش کرتے ہیں جو انھیں اسلامی نظریات سے ہم آہنگ معلوم ہوئی ہیں، جہاں تک صحابہ کے قانونی اقوال کا تعلق ہے، ابویوسف نے اکثر ان صحابۂ کرام کے اقوال پیش کئے ہیں جن کا حکومت و خلافت سے تعلق تھا مثلاً کتاب میں عمر فاروق رضؓ کے اقوال و افعال کے حوالے سب سے زیادہ ہیں۔ علی حیدرؓ اور ابوبکر صدیق رؓ

---

[1] اہلِ حدیث کے حسد کرنے اور مخالفت کرنے کی توجیہ و جہ۔

سے بھی استناد کیا گیا ہے اور عمر فاروق کے بعد عمر بن عبد العزیز اموی خلیفہ (۹۹ تا ۱۰۱ م) کے اقوال وآرار سب سے زیادہ قانونی سند کے طور پر بیان کئے ہیں، تابعین میں صرف اُن محدثوں کے اقوال سے استناد کیا ہے جن پر مصنف کو اعتماد تھا۔ ان میں کوفہ ہی کے محدث نہیں بلکہ حجاز اور شام کے ممتاز شیوخ بھی شامل ہیں۔ مثلاً حماد، ابراہیم، ابن ابی لیلی، شعبی، امام مالک، نافع، سعید بن المسیب اور زہری۔

ابو یوسف ایسے علمار کی روایت قبول کرنے سے گریز نہیں کرتے، جنہیں محدث طبقہ بالعموم ناپسند کرتا ہے، جیسے محمد بن اسحاق اور کلبی، ان کے پیش نظر یہ نہیں ہوتا کہ راوی کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے بلکہ یہ کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اُسے ان کی نقہی عقل تسلیم کرتی ہے یا نہیں۔

کتاب کے بعض اقتباسات

جزیہ وصول کرنے کے لئے ذمیوں (غیر مسلموں) کو مارا نہ جائے نہ دھوپ میں کھڑا کیا جائے، نہ اور کوئی جسمانی اذیت دی جائے بلکہ اُن کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ (ص ۱۲۳)

پھر خلیفہ کو مخاطب کر کے۔ امیر المومنین! آپ اپنے افسروں کو اس بات کی تاکید کیجئے کہ ذمیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، اُن کی پوری نگرانی کی جائے، ان کے ساتھ ظلم وزیادتی نہ ہو، نہ اُن کی طاقت سے زیادہ جزیہ وصول کیا جائے، نہ ان کا مال ومتاع ناجائز طریقہ سے لیا جائے۔

مصنف نے ایک روایت بیان کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اموی افسر ذمیوں سے ناجائز مطالبے کرتے تھے، جن سے مجبور ہو کر انھیں اپنی مصنوعات سستی بیچنی پڑتی تھیں۔ خلیفہ عمر بن عبد العزیز سے کسی نے ان کے عہد میں اشیار کی گرانی کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا۔ مجھ سے پہلے خلفار ذمیوں سے ان کی طاقت سے زیادہ جزیہ (ٹیکس) اور خراج (لگان) لیتے تھے اور ذمی اپنا سامان ارزاں بیچنے پر مجبور ہو جاتے تھے اور اس کے نتیجہ میں چیزیں سستی ہو جاتی تھیں، میں ذمی سے اتنا لیتا ہوں جتنا وہ آسانی سے ادا کر سکتا ہے اب وہ جس قیمت پر چاہتا ہے اپنا سامان بیچتا ہے۔ (ص ۱۳۳)

مصنف نے ایک اور روایت بیان کی ہے جو بتاتی ہے کہ عمر فاروقؓ ایسے ذمیوں کی جو کمانے سے معذور تھے خزانہ سے مدد کرتے تھے۔ انہوں نے ایک اندھے بوڑھے بھکاری کو کسی دروازہ پر بھیک مانگتے دیکھا تو اس کے بازو پر ہاتھ مار کر پوچھا۔ تمہارا کیا مذہب ہے؟

بھکاری: میں یہودی ہوں۔

عمر فاروق: تم بھیک کیوں مانگتے ہو؟

بھکاری: میں بھیک سے جزیہ اور اپنی معاش فراہم کرتا ہوں۔

عمر فاروق اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور اسے کچھ لاکر دیا پھر بیت المال کے خزانچی کو بُلا کر کہا۔ اس کا اور اس جیسے معذوروں کا خیال رکھو، بخدا یہ انصاف نہیں کہ ہم اس کی جوانی کھائیں اور بڑھاپے میں اُسے بے سہارا چھوڑ دیں۔ پھر قرآن کی یہ آیت پڑھی "اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ" فقراء سے مراد مسلمان نادار ہیں اور یہ اہلِ کتاب کے مساکین میں سے ہے۔ (ص۱۲۶)

بڑے شہروں جیسے کوفہ، بصرہ، بغداد اور دمشق کے ذمیّوں سے جزیہ وصول کرنے کا طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ خلیفہ ہر شہر میں ایک ایماندار افسر جس کی راست بازی پر اُسے بھروسہ ہو، جزیہ وصول کرنے کے لئے مقرر کرے اور اس کے ساتھ مددگار اسٹاف لگائے، یہ اسٹاف شہر کے یہودیوں، نصاریٰ، پارسیوں صَابِئہ اور سامِرہ کو جمع کر کے اس کے پاس لائے اور وہ ان سے حسب ذیل جزیہ وصول کرے۔

۱۔ مالداروں سے اڑتالیس درہم سالانہ۔ اس صنف میں خاص طور پر ایسے لوگ ہوں گے جیسے مہاجن، بزاز، جاگیردار، بڑے تاجر، حکیم۔

۲۔ تاجر اور صنعت پیشہ لوگ۔ ان سے ان کی حیثیت اور آمدنی کے مطابق جزیہ وصول کیا جائے۔ ان میں جو خوب کھاتے پیتے ہوں ان سے اڑتالیس درہم اور متوسط آمدنی والوں سے چوبیس درہم لئے جائیں۔

۳۔ دست کار جیسے درزی، رنگ ساز، قصاب اور موچی، ان سے بارہ درہم۔

میری رائے ہے کہ امیر المومنین آپ نہ عراق، نہ اسلامی حکومت کی کسی دوسری اراضی میں لگان کا ٹھیکہ دیں، کیونکہ اگر پیداوار کم ہوئی اور ٹھیکیدار کو مقررہ رقم سے کم وصول ہوا تو وہ کاشتکاروں اور زمینداروں پر ظلم کرے گا اور ان سے ٹھیکہ کی کل رقم وصول کرنے میں ظلم و ستم سے کام لے گا اور ظلم و ستم کے معنیٰ ہیں زراعت کی تباہی اور رعیت کی بربادی۔ ٹھیکیدار کو اس کی کیا پرواہ، اگر زراعت یا رعیت تباہ ہو اسے تو اپنے ٹھیکے کی سلامتی سے دلچسپی ہوتی ہے۔ اس بات کا بھرپور احتمال ہے کہ وہ ٹھیکہ کی مقررہ رقم سے زیادہ وصول کرے اور رعیت کے ساتھ زیادتیاں کرے، انہیں مارے، جلتی دھوپ میں کھڑا کرے، ان کی گردنوں میں پتھر لٹکائے۔ اور یہ تکلیفیں دے کر کاشتکاروں سے وہ روپیہ وصول کرے جو اُن پر واجب نہیں ہے اور اس طرح خدا کی زمین میں فساد برپا کرے جس سے خدا نے روکا ہے۔ خدا کا حکم تو بس اتنا ہے کہ کسانوں سے اس قدر لیا جائے جو اُن کی ضروریات سے بچ رہے، ان کی برداشت سے زیادہ لینا بالکل ناجائز ہے۔ میں ٹھیکیداری کی مخالفت اس اندیشہ

سے کررہا ہوں کہ کہیں ٹھیکیدار اُن سے ایسے مالی مطالبے نہ کرے جو اُن کے ذمے نہیں ہیں اور انھیں پورا کرانے کے لئے ایسے طریقے اختیار کرے جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہو کہ ایک طرف کسانوں کو نقصان پہنچے اور دوسری طرف وہ تنگ آکر زراعت چھوڑ بیٹھیں جس سے سرکاری آمدنی کم ہو جائے، جہاں ظلم و ستم ہوگا وہاں کوئی بھلائی نہیں پنپے گی اور جہاں راست بازی ہوگی وہاں ہر کوشش پھلے پھولے گی۔

امیر المومنین، خدا آپ کو سلامت رکھے، میری رائے ہے کہ آپ لگان کی وصولی کے لئے ایسے افسر مقرر کریں جو کسانوں کے خیر اندیش، دیندار اور راست باز ہوں اور ان میں سے آپ جسے افسرِ اعلیٰ مقرر کریں تو ضروری ہے کہ وہ مذکورہ صفات کے علاوہ فقیہ اور عالمِ دین بھی ہوں، اس کی سیرت بے عیب ہو، سمجھ دار تجربے کار لوگوں سے مشورہ کرنے میں اپنی ہتک نہ سمجھے، اس کی پاکبازی مسلم ہو، صحیح کام کرنے میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرے۔ صرف خدا کی خوشنودی کے لئے صحیح کام کرے، اس سے اگر لغزش ہو تو خدا کی ناراضی کا خوف اس کے دل میں لرزش پیدا کردے، شہادت دے تو اس کی شہادت مقبول ہو فیصلہ کرے تو فیصلہ بے لاگ ہو، حاکموں کو میں نے دیکھا ہے کہ مال گزاری کے افسروں کے انتخاب میں احتیاط سے کام نہیں لیتے، کوئی شخص اگر ان کے دروازے پر کچھ دن ٹھہرا رہے تو اُسے گورنری جیسا عہدہ جس سے مسلمانوں کی زندگی اور موت، نیز محصولات اس کے تصرف میں آجاتے ہیں، اُسے دے دیتے ہیں اور شاید اس شخص کی دینداری اور سلامت روی کا پورا اطمینان کئے بغیر۔

جس شخص کو آپ گورنر یا حاکمِ اعلیٰ بنائیں اسے تاکید کردیجئے کہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ سختی سے پیش نہ آوے، نہ انھیں حقارت کی نظر سے دیکھے، نہ ان کے ساتھ بے نیازی اور بے پرواہی کا برتاؤ کرے بلکہ اُن کے سامنے نرمی کا لباس پہن کر آئے، جس میں تقویٰ اور پرہیزگاری کا رنگ جھلکتا ہو مگر یہ سختی اور پرہیزگاری ظلم کی شکل اختیار نہ کرے اور نہ ماتحتوں کو ایسا کام کرنے پر مجبور کیا جائے جن کے لئے وہ ملازم نہیں رکھے گئے ہیں۔ حاکمِ اعلیٰ کو آپ یہ بھی تاکید کردیجئے کہ وہ نکوکاروں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور بدکاروں کو قانون کے شکنجے میں کسے، ذمیوں کے ساتھ اس کا برتاؤ انصاف پر مبنی ہو اور مظلوم کا حق ظالم سے دلوائے، نیز مالگزاری کی تحصیل اس ضابطے کے مطابق ہو جو اُسے حکومت کی طرف سے ملا ہے اور مال گزاری کا کوئی نو ایجاد طریقہ کاشت کاروں پر نہ آزمائے۔ اِس بات کی تاکید کردیجئے کہ کاشت کاروں اور زمینداروں سے اپنی مجلس میں جہاں تک بیٹھنے اور بات چیت کرنے کا تعلق ہے مساویانہ برتاؤ رکھے تاکہ انصاف کے سامنے رشتہ دار، اجنبی، بڑے اور چھوٹے سب برابر ہوں۔

جس شخص کو آپ تحصیل لگان کا افسرِ اعلیٰ منتخب کریں اس کے ساتھ سپاہیوں کی ایک جماعت بھی رکھیے۔ یہ سپاہی رضاکار نہ ہوں، بلکہ سرکاری ملازم ہوں جنہوں نے آپ کی خیر خواہی کا حلف اُٹھایا ہو اور آپ کی خیر خواہی یہ ہے کہ کسانوں کے ساتھ زیادتی نہ ہو، یہ حکم کر دیجئے کہ ان سپاہیوں کو ماہ بماہ پابندی کے ساتھ خزانے سے تنخواہ ملتی رہے اور خراج یا لگان کی مد سے ایک پیسہ بھی انہیں نہ دیا جائے، جزیہ اور لگان گزار اگر کہیں کہ افسرِ اعلیٰ کی تنخواہ ہمارے ذمّے رکھی جائے تو ان کی یہ بات نہ مانئے اور تنخواہ کا بار ان پر نہ ڈالئے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ گورنروں اور افسرانِ محصولات کے ساتھ مقربوں کا ایک گروہ رہتا ہے اور یہ مقرب راست باز نہیں ہوتے، جن سے یہ افسر سرکاری کاموں میں مدد لیتے ہیں، یہ لوگ سپرد کئے ہوئے کام ٹھیک انجام نہیں دیتے اور نہ ان لوگوں کے ساتھ انصاف سے پیش آتے ہیں، جن کے ذمّے سرکاری مالی مواخذات ہوتے ہیں، ان کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ لگان اور جزیہ کے نام سے جو چاہتے ہیں لے لیتے ہیں اور ذمّیوں کے مال سے جو چاہتے ہیں ہضم کر لیتے ہیں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ اپنی مطلوبہ اشیاء کے حصول میں ظلم وستم سے بھی دریغ نہیں کرتے، اس کے علاوہ افسر اور ان کے مقرّب جب کسی گاؤں کا دورہ کرتے ہیں تو مقامی باشندوں (ذمّیوں) سے کھانے پینے کی ایسی چیزیں طلب کرتے ہیں جو ان کی بساط سے باہر ہوتی ہیں اور قانوناً اُن پر عائد نہیں ہوتیں، یہ چیزیں کسی نہ کسی طرح انہیں فراہم کرنا پڑتی ہیں، اِس طرح غریب گاؤں والوں کی پیٹھ ٹوٹ جاتی ہے، یہ بھی ہوتا ہے کہ افسرِ محصولات اپنے کسی مقرّب کو کاشت کار کے پاس لگان وصول کرنے بھیج دیتا ہے اور کہتا ہے میری طرف سے تمہیں اتنی اتنی رقم وصول کرنے کی اجازت ہے اور یہ رقم جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے واجب الادا لگان سے زیادہ ہوتی ہے، یہ مقرب کاشتکار کے پاس جاکر کہتا ہے مجھے میرا محنتانہ دو جو افسر محصولات نے اتنا اتنا مقرر کر دیا ہے، اگر وہ نہیں دیتا تو یہ مقرّب اسے مارتا ہے، اس کی گائے بکری لے جاتا ہے ان حرکتوں سے رعیت تباہ ہوتی ہے، سرکاری آمدنی کم ہو جاتی ہے اور گناہ الگ ہوتا ہے۔ اِس بات کی بھی ہدایت کر دیجئے کہ غلہ کٹنے کے بعد اس کے خرمن ہونے میں تاخیر نہ کی جائے۔ خرمن کرنے کا انتظام ہوتے ہی غلّہ صفائی کے لئے کھلیان میں پہنچا دیا جائے اور اس معاملہ میں ایک دن کی بھی تاخیر روا نہ رکھی جائے کیونکہ اگر غلّہ جلد از جلد کھلیان میں محفوظ نہ کر لیا جائے گا تو اسے کاشت کار اور گزرنے والے کھیتوں سے لے جائیں گے نیز پرندے اور چوپائے اُسے کھا جائیں گے اور اس طرح لگان میں کمی واقع ہوگی، کھلیان میں پہنچتے ہی غلّے کی صفائی شروع کر دی جائے۔ صفائی میں ایک ماہ، دو ماہ،

یا تین ماہ کی دیر نہ کی جائے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے کسانوں اور سرکار دونوں کو نقصان ہوگا اور اگلی تخم ریزی کے کام میں بھی دیر ہو جائے گی، کھلیان میں پڑے غلّے کی تقسیم اندازے سے نہ کی جائے ایسا کرنے سے احتمال ہے کہ سرکاری افسر اندازے سے وصول کیے ہوئے حصّے کو بعد میں کم بتائیں اور کمی کی تلافی چاہیں، ایسا کرنے سے لگان اور کاشت کار دونوں کا خسارہ ہے، لگان افسر کے لئے مناسب نہیں، نہ اُسے حق ہے کہ یہ کہہ کر کہ کسانوں نے کچھ غلّہ ضائع کر دیا۔ مقررہ مقدار سے زیادہ ان سے وصول کرے، لگان افسر کو چاہیئے کہ جب غلّہ کھلیان میں صاف ہو جائے تو بلا تاخیر سرکار اور کسانوں کے حصّے تقسیم کرے اور تقسیم کے وقت سرکار کا حصّہ بڑے پیمانے سے اور کسانوں کا چھوٹے پیمانے سے نہ ناپے بلکہ دونوں کے حصّے کی تقسیم ایک ہی پیمانے سے کرے، کسانوں کے ذمّے نہ تو محصّلِ لگان کی تنخواہ ہوگی۔ نہ پیمانے کی اُجرت، نہ محصّل اور اس کے کارکنوں کی مہمان نوازی، نہ سرکاری غلّہ کی ڈُھلائی، نہ کسی وجہ سے غلّہ کم ہونے کی صورت میں کسانوں سے ان کی تلافی کرائی جائے گی، اسی طرح لگان کے رجسٹروں اور کاغذ کا خرچ کسانوں کے ذمّے نہیں ہوگا، نہ ناپنے والوں کی مزدوری۔ بھوسے کی قیمت بھی کسانوں کے ذمّے نہیں ہوگی بلکہ بھُوسا ناپ کر غلّے کے حصّے کے برابر سرکاری حصّہ نکال لیا جائے گا، یہ سارا بھوسا بیچ کر اس کی قیمت سے سرکاری حصّہ منہا کر لیا جائے گا۔ اسی طرح لگان کی رقم سے وہ روپیہ لینا بھی ناجائز ہے جو رسم و رواج کے نام سے لیا جاتا ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب کوئی کاشت کار لگان دینے آتا ہے تو سرکاری اہلِ کار لگان کا ایک حصّہ "رواج و رسم" کے نام سے کم کر لیتے ہیں، جزیہ و لگان کی وصولی کے لئے ہرگز ہرگز کسی شخص کو پیٹا نہ جائے، نہ اُسے ایک پیر پر کھڑا ہونے کی سزا دی جائے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ سرکاری محصّل کسانوں کو سزا کے طور پر جلتی دھوپ میں کھڑا کرتے ہیں اور سخت مار مارتے ہیں۔ ان کی گردن سے بھری بوریاں لٹکا دیتے ہیں اور انھیں باندھ دیتے ہیں جس سے وہ نماز بھی ادا نہیں کر سکتے، خدا اور اسلام کی نظر میں یہ سارے کام بُرے اور نفرت انگیز ہیں۔ (ص۱۰۱)

امیر المومنین! میری رائے ہے کہ آپ راست باز لوگوں کی ایک جماعت جن کی راست بازی اور دینداری مسلّم ہو، گورنروں اور کلکٹروں کے کام اور سیرت کی تحقیق کے لئے حکومت کے گوشے گوشے میں بھیجیں اور یہ لوگ معلوم کریں کہ ان افسروں کی سیرت کیسی ہے، کسانوں کے فائدے یا نقصان کے لئے انہوں نے کیا کام کئے ہیں اور لگان کی وصولی میں ان ضابطوں کو ملحوظ رکھا ہے اور کس حد تک

جو حکومت کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں، ان کی رپورٹ پر اگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے کہ انہوں نے سرکاری لگان کا کچھ حصہ اُڑا لیا ہے تو انہیں بُری طرح پکڑا جائے، دوسروں کی عبرت کے لئے دردناک سزا دی جائے اور غبن کیا ہوا لگان ان سے وصول کیا جائے تاکہ سرکاری احکامات ضوابط اور پالیسی کی خلاف ورزی کی آئندہ انھیں جرأت نہ ہو، افسرانِ لگان کسانوں پر ظلم و ستم کریں گے تو کسان یہ سمجھیں گے کہ ایسا سرکاری فرمان کے تحت ہوا ہے، حالانکہ سرکاری فرمان نرمی اور مہربانی کا ہے، اگر آپ کج رَو افسر لگان کو سخت سزا دیں گے تو دوسرے بدطینت افسر اُن سے عبرت پکڑیں گے اور غبن یا ظلم سے محترز رہیں گے، جب تحقیق سے آپ کو معلوم ہو جائے کہ کسی گورنر یا انسپکٹر نے کسانوں پر ظلم کیا ہے یا ان کے مفاد کو نقصان پہنچایا ہے یا لگان کا کوئی حصہ غبن کر لیا ہے یا ناجائز فوائد حاصل کئے ہیں یا ان کے طور طریق یا چال چلن خراب ہیں تو آپ پر حرام ہے کہ اُن کو ملازمت پر برقرار رکھیں یا کسانوں کا کوئی کام اُن کے سپرد کریں یا حکومت کا کوئی دوسرا عہدہ انھیں دیں، ایسے افسروں کو عبرت ناک سزا دیجئے تاکہ انھیں دیکھ کر دوسرے عبرت پکڑیں اور غلط کاموں سے باز رہیں۔

امیر المومنین! مظلوم کی بددُعا سے بچیئے، یہ اثر لائے بغیر نہیں رہتی، مجھے معلوم ہوا ہے کہ مرکز سے دور واقع شہروں میں اور صوبوں میں آپ کے افسران اطلاعات پہنچانے میں بڑی گڑبڑ کرتے ہیں اور گورنروں کے نیز رعیت کے ضروری حالات لکھنے میں رعایت اور جانبداری سے کام لیتے ہیں، اکثر گورنروں سے مل جاتے ہیں اور رعایا کے ساتھ ان کی بدسلوکی کی خبریں چھپاتے ہیں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر گورنر سے ناراض ہوتے ہیں تو اس کے بارے میں ایسی باتیں لکھ دیتے ہیں جو بے بنیاد ہوتی ہیں۔ یہ صورتِ حال آپ کی پوری توجہ کی محتاج ہے، آپ ہر شہر سے کچھ ثقہ اور منصف مزاج لوگ منتخب کرنے کا حکم دیجئے اور انھیں سرکاری اطلاعات کی افسری پر مقرر کیجئے، انھیں تنخواہ مرکزی خزانہ سے دی جائے اور تنخواہ معقول ہو، انھیں تاکید کر دیجئے کہ رعایا یا افسروں کی کوئی خبر آپ سے مخفی نہ رکھیں نہ کوئی بات بڑھا چڑھا کر لکھیں، جو افسرِ اطلاعات اس حکم کی خلاف ورزی کرے اسے سزا دی جائے۔

امیر المومنین! مجھے آپ کی اس رائے سے اتفاق نہیں کہ جب کسی لاوارث، خلیفہ یا ہاشمی خاندان والے کی جائداد قاضی کی نگرانی میں کی جائے تو اس قاضی کی تنخواہ جائداد سے دی جائے، میری رائے میں قاضی کی تنخواہ سرکاری خزانہ سے ملنا چاہیئے تاکہ قاضی مُفوّضہ جائداد پر ہاتھ صاف نہ کر سکے، خود کو عوام کا خادم سمجھے اور چھوٹے بڑے، غریب امیر سب کے حقوق کی حفاظت کرے، مُفوّضہ جائداد سے تنخواہ لینے

کی اگر اُسے اجازت دیدی جائے تو اس بات کا قوی احتمال ہے کہ وہ اس سے ناجائز فوائد حاصل کرے اور تنخواہ کی آڑ میں جائداد کو خورد برد کر جائے، ہاں ان لوگوں کو جو براہِ راست جائداد کے منتظم مقرر ہوں اس کی یافت سے اتنی تنخواہ دی جاسکتی ہے جس سے ان کی محنت کا معاوضہ ادا ہو جائے اور جائداد کے وارثوں کو بھی نقصان نہ پہنچے، میرا خیال ہے کہ بہت سے قاضی جائداد کے معاملے میں اندھا دھند کام کرتے ہیں اور اُن میں سے اکثر کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ یتیم قلاش ہو جائے، یا وارث تباہ ہو جائیں۔

امیر المومنین! قیدیوں کی خوراک کا اندازہ کرائیے اور اس کے مطابق ان کا مشاہرہ مقرر کرا دیجئے، یہ مشاہرہ نقد کی شکل میں ہو، کیونکہ اگر آپ نے خوراک مقرر کی تو قید خانہ کے افسر، ملازم اور گارڈ اُسے اُڑا جائیں گے، ایک راست باز افسر مقرر کیجئے جو اُن قیدیوں کے نام رجسٹر میں درج کرے، مہینہ ختم ہونے پر سب قیدیوں کو جمع کرے اور اپنے ہاتھ سے ہر قیدی کو مشاہرہ دے، اگر قیدی رہا کر دیا جائے تو اس کا مشاہرہ سرکار کو لوٹا دے، اس طرح آپ قیدیوں کو بیڑیوں میں قید خانہ سے باہر جانے اور بھیک مانگنے سے بے نیاز کر دیجئے، یہ بڑی نامناسب بات ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جس سے جرم سرزد ہوئے ہوں، بیڑیوں میں بھیک مانگنے باہر نکلے، میرا خیال ہے کہ غیر مسلم قومیں بھی قیدیوں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کرتیں، یہ قیدی بھوک سے بے تاب ہو کر باہر جاتے ہیں کبھی انھیں کھانا مل جاتا ہے اور کبھی نہیں ملتا، آپ اُن کی خبر گیری کیجئے اور میرے مشورے کے مطابق ان کا مشاہرہ مقرر کرا دیجئے، جو قیدی مر جاتے ہیں اور اس کا کوئی وارث یا رشتہ دار نہ ہو تو سرکاری خزانہ سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے، مجھے بڑے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ جب کوئی پردیسی مر جاتا ہے تو قید میں ایک یا دو دن پڑا رہتا ہے، تب حاکم سے اس کے دفنانے کی اجازت ملتی ہے اور دوسرے قیدی چندہ کر کے اس کی لاش اُٹھوانے کا انتظام کرتے ہیں اور وہ بے چارہ بغیر غسل و کفن اور نماز کے داب دیا جاتا ہے یہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے بڑے افسوس کی بات ہے۔

امیر المومنین! اگر آپ قوانین ٹھیک ٹھیک نافذ کرنے کا حکم دے دیں تو قیدیوں کی تعداد یقیناً کم ہو جائے گی، جرائم پیشہ لوگ ڈر جائیں گے اور بُرے ڈھنگ چھوڑ دیں گے، قیدیوں کے بڑھنے کا سبب یہ ہے کہ ان کے جرموں کی تحقیق نہیں کی جاتی اور بغیر چھان بین کئے انھیں قید میں ڈال دیا جاتا ہے، آپ اپنے تمام افسروں کو حکم دیجئے کہ قیدیوں کے جُرم کی ہمیشہ تحقیق کیا کریں، اُن میں سے جو معمولی سزا کے مستحق ہوں، انھیں اُن کی سزا دے کر چھوڑ دیا جائے اور جس کے جرم کا صحیح علم نہ ہو سکے

اسے بھی کوئی سزا نہ دی جائے، افسروں کو تاکید کر دیجیے کہ سزا دینے میں حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کریں، اور ایسی سزا نہ دیں جو جرم سے زیادہ ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تہمت یا معمولی جرموں کی سزا میں ایک شخص کے دو سو تک کوڑے مارے جاتے ہیں، قانون اس کی اجازت نہیں دیتا۔

تمام ہوا امام ابو یوسف کی کتاب "الخراج" کے جائزے "کا نمونہ۔ اللہ تعالیٰ قاضی القضاۃ امام ابو یوسف کو اجرِ کامل دے کہ انہوں نے پوری طرح حق کا اظہار کیا ہے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔

۲۔ کتاب الآثار۔ اس کتاب کی روایت یوسف نے اپنے والد ابو یوسف یعقوب سے اور انہوں نے حضرت امام ابو حنیفہ سے کی ہے اور امام ابو حنیفہ کسی تابعی سے، وہ کسی صحابی سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، یہ کتاب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مسند ہے۔ اس مبارک کتاب سے فقہائے عراق کے اُن فتاویٰ کا پتہ چلتا ہے جن کو حضرت امام نے اختیار کیا ہے۔

یہ عاجز ابوالحسن زید فاروقی ایک روایت اس مبارک مسند سے نقل کرتا ہے تاکہ نفحاتِ حَنِیفِیَۃ سے عاجز کا اور قاری کا دل و دماغ سرشار ہو۔ (ملاحظہ فرمائیں روایت ۱۰۶ کو)

یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم أنہ قال: أَرْبَعٌ يُسِرُّهُنَّ الْإِمَامُ فِي نَفْسِهِ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَسُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّذُ وَآمِيْنُ۔ وَقَالَ أَبُوْحَنِيْفَةَ بَلَغَنِيْ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ الْجَهْرَ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ أَعْرَابِيَّةٌ۔

ابراہیم نے کہا۔ ان چاروں کو امام اپنے دل میں آہستہ سے کہے۔ ۱۔ بسم اللہ ۲۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ، ۳۔ اعوذ ۴۔ اور آمین۔ ابو حنیفہ نے کہا، ابن مسعود کی یہ بات مجھ کو پہنچی ہے کہ بلند آواز سے بسم اللہ کا پڑھنا دیہاتیت ہے۔

۳۔ کتاب اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلی۔ اِس کتاب میں امام ابو یوسف نے ان مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں آپ کے دونوں اساتذہ کا اختلاف رہا ہے، آپ نے زیادہ تر حضرت ابو حنیفہ کے مسلک کی تائید کی ہے اور بعض جگہ قاضی ابن ابی لیلی کے مسلک کو ترجیح دی ہے۔ جیسے کتاب القضاء میں لکھا ہے۔ اگر قاضی نے اپنے دیوان میں مقدمہ لکھا ہے اور شاہدوں کا بیان کیا ہے اور پھر کچھ زمانہ گزرا اور قاضی کے ذہن سے مقدمہ اُتر گیا، کیا وہ دیوان میں لکھے ہوئے فیصلہ کی رُو سے پھر فیصلہ کر سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ وہ دیوان کی رُو سے فیصلہ کر سکتا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ وہ دیوان کی رُو سے فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اس سلسلہ میں ابو یوسف

کہتے ہیں "کَانَ ابنُ اَبِی لَیلَی یُجَوِّزُ ذٰلِکَ وَبِہٖ نَاْخُذُ۔ ابن ابی لیلیٰ اس کو جائز قرار دیتے تھے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

یہ کتاب مستند ہے۔ مختصر الحاکم میں یہ کتاب ہے۔

۷۔ کتاب الرد علی سیر الأوزاعی۔ اس کتاب میں حرب (لڑائی) کے مسائل میں اوزاعی سے ابو حنیفہ کے اختلاف کا بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے ابو حنیفہ کے مسلک کی تائید کی ہے بہ طور مثال عَبد (غلام) کے امان دینے کا مسئلہ ہے۔ امام اوزاعی کہتے ہیں کہ عبد کا امان دینا جائز ہے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں عبد کا امان دینا اس وقت جائز ہے جب وہ جہاد کر رہا ہو۔ ابو یوسف فرماتے ہیں۔

امان کا دینا عبد کا کام نہیں، وہ اپنے نفس کا بھی مالک نہیں ہے، نہ وہ بلا اجازت کچھ خرید سکتا ہے اور نہ شادی کر سکتا ہے تو اب اس کا امان تمام مسلمانوں کے لئے کیسے حجت ہوگا، اور اگر عبد کافر ہے اور اس کا مالک مسلم، کیا اس کے امان کو تسلیم کیا جائے گا۔ اگر وہ اہلِ حرب کا غلام ہے اور دارِ اسلام میں امان سے آیا ہے اور پھر مسلمان ہو گیا ہے اور وہ اہلِ حرب کو امان دے کیا یہ جائز ہے اور اگر عبد مسلمان ہے اور اس کا مالک ذمی ہے اور وہ اہلِ حرب کو امان دے کیا وہ درست ہوگا۔

ابو حنیفہ نے کہا ہے اگر کسی کے پاس دو گھوڑے ہیں اس کو ایک گھوڑے کا حصہ ملے گا۔ اوزاعی کہتے ہیں اس کو دو گھوڑوں کا حصہ ملے گا اور دو سے زائد گھوڑوں کا حصہ نہیں ملے گا۔ اہلِ علم کا یہی مسلک ہے اور ائمہ کا اسی پر عمل ہے۔

ابو یوسف کہتے ہیں یہ بات ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے نہیں پہنچی ہے کہ دو گھوڑوں کو حصہ دیا گیا ہو۔ البتہ اس سلسلہ میں ایک حدیث وارد ہے اور ہمارے نزدیک وہ حدیث شاذ اور وہ ناقابلِ عمل ہے۔ اور تمہارا (اوزاعی کا) یہ کہنا کہ ائمہ کا اس پر عمل رہا ہے اور یہ اہلِ علم کا مسلک ہے۔ اہلِ حجاز کے قول کی طرح ہے کہ یہی سنت طریقہ رہا ہے۔ اور ایسا قول مقبول نہیں، جاہلوں سے ایسی بات نہیں لی جا سکتی، بتاؤ وہ امام کون ہے جس نے اس پر عمل کیا ہے اور وہ عالم کون ہے جس نے اس قول کو لیا ہے، تاکہ ہم اس پر نظر ڈالیں کہ آیا وہ اس قابل ہے کہ اس کی بات لی جائے اور کیا علم میں وہ محفوظ اور ثقہ ہے۔ وہ دو گھوڑوں کے لئے کس طرح تجویز کرتا ہے اور تین گھوڑوں کے لئے تسلیم نہیں کرتا۔ یہ کس بنا پر ہے اور وہ کس طرح اس گھوڑے کے واسطے حصہ تجویز کرتا ہے جو گھر میں بندھا ہوا ہے اور اس پر جہاد نہیں کیا گیا ہے بلکہ جہاد کسی دوسرے

گھوڑے پر کیا گیا ہے، جو کچھ ہم نے کہا ہے اس کو سمجھو اور جو کچھ اوزاعی نے کہا ہے اس میں تدبر کرو۔

ہم نے مختصر طور پر ابو یوسف کا کلام ذکر کر دیا تاکہ ان کی تعبیر کا جمال اور اس کی وضاحت اور جزالت اور ان کے قیاس کی باریکی اور ان کے فکر کی متانت تم پر ظاہر ہو، اگر ابو حنیفہ کی فقہ کی سب کتابیں اس طرح واضح اور ظاہر ہوتیں، امام ابو حنیفہ کی شخصیت کامل نظر آتی۔

امام محمد بن الحسن شیبانی ۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور شیبانی کی نسبت وِلاء سے ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳۲ھ میں اور وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ عمر ستاون سال پائی۔

امام ابو حنیفہ کی وفات کے بعد فقہ ابو یوسف سے اور احادیث ثوری اوزاعی اور مالک سے حاصل کیں، ہارون رشید کے دور میں قاضی ہوئے۔ لغت اور ادب میں خوب سمجھ تھی، آپ کی زبان شیریں اور بیان عمدہ تھا، اگرچہ بادشاہ سے آپ کا اتصال تھا لیکن اپنی کرامت کا خیال رکھتے تھے، لباس شائستہ اور منظر جمیل تھا۔ امام شافعی نے کہا ہے "كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ يَمْلَأُ الْعَيْنَ وَالْقَلْبَ" محمد بن الحسن آنکھوں میں اور دل میں بس جاتے تھے۔ اور یہ بھی کہا ہے "كَانَ أَفْصَحُ النَّاسِ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ خُيِّلَ إِلَىٰ سَامِعِهِ أَنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ بِلُغَتِهِ" آپ لوگوں میں خوب فصیح تھے، جب آپ بات کرتے تھے، سننے والا سمجھتا تھا کہ قرآن مجید اُن کی بولی میں نازل ہوا ہے۔

خطیب کا بیان ہے کہ ہارون رشید کی آمد ہوئی، آتے ہوئے لوگ کھڑے ہو گئے۔ لیکن امام محمد کھڑے نہیں ہوئے۔ پھر داخلہ کی اجازت ہوئی اور محمد بن الحسن کی آواز پڑی۔ اس آواز سے محمد بن الحسن کے رفقاء پریشان ہوئے۔ اور جب امام محمد باہر آئے، آپ سے کیفیت دریافت کی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ بادشاہ نے کہا۔ کیا بات تھی جو تم کھڑے نہ ہوئے۔ آپ نے کہا۔ آپ نے (اے شاہ) مجھ کو اہلِ علم کی صف میں کیا ہے لہٰذا میں نے خدّام کی صف سے اپنے کو الگ رکھا ہے۔

محمد بن حسن میں ایسی خوبیاں اور کمالات جمع ہوئیں جو آپ کے استاد ابو یوسف کے سوا امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں کسی دوسرے میں جمع نہیں ہوئیں۔ قاضی بن جانے سے آپ کے علم میں جلاء آئی۔ آپ نے حجازی فقہ پوری طرح سے امام مالک سے اور شامی فقہ اوزاعی سے حاصل کی، آپ کو تفریعات میں اور حساب میں اچھی دسترس تھی، علم کے بیان پر قادر تھے اور پھر قضا کی ممارست سے گویا کہ دراست کا دوسرا باب سر کر لیا، اور آپ کا میلان تدوین اور تصنیف کی طرف ہوا۔ آپ نے عراقیین کی فقہ کو ضبط کر کے اخلاف کو پہنچایا اور آپ نے امام مالک کی موطا کو

مدوّن کیا۔اور آپ کی روایت موطا کی اجود الروایات ہے۔

آپ نے فقہ حنفی کو جمع کیا ہے۔ علامہ ابن نجیم نے بحر الرائق کے "باب التشہد" میں لکھا ہے
كُلُّ تَالِيفٍ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ مَوْصُوفٌ بِالصَّغِيرِ فَهُوَ بِاتِّفَاقِ الشَّيْخَيْنِ (الصَّاحِبَيْنِ) أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ بِخِلَافِ الْكَبِيرِ فَإِنَّهُ لَمْ يُعْرَضْ عَلَى أَبِي يُوسُفَ۔ محمد بن الحسن کی ہر وہ تالیف جو "الصغیر" سے موصوف ہے اس پر ابو یوسف اور محمد کا اتفاق ہے اور جو تالیف الکبیر سے موصوف ہے وہ ابو یوسف پر پیش نہیں کی گئی ہے۔

اور محقق علامہ ابن امیر الحاج الحلبی نے شرح منیہ کے بَابُ التَّيَمُّمِ میں لکھا ہے۔ اِنَّ مُحَمَّدًا قَرَأَ اَكْثَرَ الْكُتُبِ عَلَى اَبِي يُوسُفَ اِلَّا مَا كَانَ اسم الكبير فَاِنَّهُ مِنْ تَصْنِيفِ مُحَمَّدٍ كالمضاربة الكبير والمزارعة الكبير والجامع الكبير والسير الكبير۔ محمد بن الحسن نے اکثر کتابیں ابو یوسف کو سنائی ہیں لیکن جن کتابوں کے نام کے ساتھ لفظ الکبیر لگا ہوا ہے وہ محمد ہی کی تصنیف ہیں جیسے المضاربۃ الکبیر، المزارعۃ الکبیر، الجامع الکبیر، السیر الکبیر۔

امام محمد کی تصنیفات بہ اعتبار سند کے دو درجہ پر ہیں، ایک ظاہر الرّوایہ یعنی جن کی نسبت اور سند واضح ہے اور دوسری غیر ظاہر الروایہ یعنی جن کی نسبت پوری طرح ثابت اور واضح نہیں ہے۔

ظاہر الروایہ، چھ کتابیں ہیں۔ ۱۔ المبسوط، جس کو الأصل بھی کہتے ہیں ۲۔ الزیادات ۳۔ الجامع الصغیر ۴۔ الجامع الکبیر ۵۔ السیر الصغیر ۶۔ السیر الکبیر ان چھ کتابوں کو اصول کہتے ہیں۔

استاذ محمد ابو زہرہ نے لکھا ہے کہ ان سے ملحق ۱۔ کتاب الآثار اور الرد علی اہل المدینہ ہے۔ کتاب الرد علی اہل المدینہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس کتاب کو شافعی نے اپنی کتاب الأم میں نقل کیا ہے اور اس پر تعلیق کی ہے۔

غیر ظاہر الروایہ پانچ کتابیں ہیں۔ ۱۔ الکیسانیات ۲۔ الجرجانیات ۳۔ الرقیات ۴۔ الہارونیات ۵۔ زیادۃ الزیادات۔

حنفی فقہ کا مدار ظاہر الروایہ پر ہے۔ چوتھی صدی کے اوائل میں ابو الفضل محمد بن محمد بن احمد المروزی المشہور بالحاکم الشہید نے ان چھ کتابوں کو ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے، انہوں نے مکررات کو حذف کر دیا ہے اور اس کتاب کا نام "الکافی" رکھا ہے۔ شمس الائمہ سرخسی نے الکافی کی شرح لکھی ہے جس کا نام اَلْمَبْسُوْط ہے، مبسوط کی منزلت کا اظہار علامہ طرسوسی نے ان الفاظ سے

کیا ہے "مَبْسُوطُ السَّرَخْسِيِ لَا يَعْمَلُ بِمَا يُخَالِفُهُ وَلَا يُرْكَنُ اِلَّا اِلَيْهِ وَلَا يُعَوَّلُ اِلَّا عَلَيْهِ" یعنی سرخسی کی مبسوط اپنے مخالف کا کچھ نہیں کرتی کیونکہ اس کا جھکاؤ مبسوط ہی کی طرف اور اعتماد اسی پر ہوتا ہے۔

کتاب الآثار کی روایت محمد بن حسن شیبانی نے بھی امام ابوحنیفہ سے کی ہے اور ابن حجر عسقلانی نے اس کے رواۃ کی تخریج کی ہے اور اس کا نام الایثار رکھا ہے۔ یہ کتاب بھی چھپ گئی ہے۔ حضرت امام کی اس اَصَحُّ الْكُتُبِ الْمُؤَلَّفَةِ قَاطِبَةً سے چار روایتیں یہ عاجز لکھ رہا ہے۔

۔ قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوحَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ، اَلَهُ فَضْلٌ عَلَى الصَّفِّ الثَّانِي ؛ قَالَ اِنَّمَا كَانَ يُقَالُ لَا تَقُمْ فِي الصَّفِّ يَعْنِي الثَّانِي حَتّٰى يَتَكَامَلَ الصَّفُّ الْاَوَّلُ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهِ نَاخُذُ، لَا يَنْبَغِي اِذَا تَكَامَلَ الْاَوَّلُ اَنْ يُزَاحِمَ عَلَيْهِ فَاِنَّهُ يُؤْذِي وَالْقِيَامُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي خَيْرٌ مِنَ الْاَذٰى ص۳۱ کہا محمد نے کہ ہم کو خبر دی ابوحنیفہ نے کہ حماد نے کہا۔ میں نے ابراہیم سے پہلی صف کے متعلق سوال کیا۔ کیا پہلی صف کی فضیلت ہے دوسری صف پر، ابراہیم نے کہا، یہ بات کہی جاتی تھی کہ دوسری صف میں نہ کھڑے ہو جب تک پہلی صف پوری نہ ہو جائے۔ محمد کہتے ہیں۔ اسی کو ہم لیتے ہیں۔ یہ نہیں چاہئے کہ پہلی صف پوری ہونے پر مزاحمت کی جائے کیونکہ یہ دوسرے کو ایذا پہنچانی ہے، دوسری صف میں کھڑا ہونا ایذارسانی سے بہتر ہے۔

۲۔ قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوحَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَنَهَانِي عَنْهَا وَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَمْ يُصَلُّوهَا۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهِ نَاخُذُ۔ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ فَلَا صَلٰوةَ عَلٰى جَنَازَةٍ وَلَا غَيْرِهَا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِي حَنِيفَةَ ص۲۹، کہا محمد نے، خبر دی ہم کو ابوحنیفہ نے کہ حماد نے کہا میں نے ابراہیم سے مغرب کی نماز سے پہلے نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے اس سے مجھ کو منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نہیں پڑھی ہے، محمد کہتے ہیں اسی کو ہم لیتے ہیں غروبِ آفتاب کے بعد فرض نماز سے پہلے کوئی نماز نہیں ہے۔ نہ جنازہ کی نماز اور نہ کوئی دوسری نماز۔ اور یہی ابوحنیفہ کا قول ہے

۳۔ قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوحَنِيفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِي غَادِيَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَضْرِبُ النَّاسَ عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهِ

نَاخُذُ، لَانَرَی اَنْ یُّصَلِّیَ بَعْدَ الْعَصْرِ تَطَوُّعاً عَلٰی حَالٍ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ منٹ کہا محمد نے کہ ہم کو خبر دی ابو حنیفہ نے کہ ہم سے حدیث بیان کی عبد الملک بن عمیر نے اور وہ ابو غادیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب عصر کی نماز کے بعد جس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے، مارتے تھے، محمد کہتے ہیں، اسی کو ہم نے لیا ہے اور ہم عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کو کسی حال میں بھی جائز نہیں سمجھتے اور یہی ابو حنیفہ کا قول ہے۔

۴۔ قال محمد اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ صَلّٰی بِاَصْحَابِہٖ المغرب، فَلَمْ یَقْرَأْ فِیْ شَیْءٍ مِنْہَا حَتّٰی انْصَرَفَ، فَقَالَ لَہٗ اَصْحَابُہٗ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَقْرَأَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ، أَوَ مَا فَعَلْتُ؟ اِنِّیْ جَہَّزْتُ عِیْرًا الْعَشِیَّۃَ اِلَی الشَّامِ فَلَمْ اَزَلْ اُرَحِّلُہَا مَنْقَلَۃً مَنْقَلَۃً حَتّٰی وَرَدَتِ الشَّامَ، فَاَعَادَ وَأَعَادَ اَصْحَابُہٗ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِہٖ نَاخُذُ وھو قول اَبِی حنیفۃ منٹ

محمد نے کہا ہم کو ابو حنیفہ نے خبر دی کہ حماد نے ابراہیم سے سُنا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو مغرب کی نماز پڑھائی۔ انہوں نے نماز میں کچھ بھی نہیں پڑھا اور سلام پھیر دیا۔ آپ کے اصحاب نے آپ سے کہا آپ کو نماز میں قرارت کرنے سے کس بات نے روکا آپ نے فرمایا کیا میں نے قرارت نہیں کی؟ آج دن کے آخری حصّہ میں ایک قافلہ میں نے ملک شام کو روانہ کیا ہے میں اس قافلہ کو منزل بہ منزل لے جا رہا تھا یہاں تک کہ وہ شام تک پہنچ گیا پھر آپ نے اور آپ کے اصحاب نے نماز کا اعادہ کیا۔ محمد نے کہا اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی ابو حنیفہ کا قول ہے۔

یہ عاجز ابوالحسن زید فاروقی کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ثابت السند نہایت صحیح واقعہ کچھ وضاحت اور تشریح چاہتا ہے۔ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل البشر حضرت ابو بکر صدیق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر آپ کا مرتبہ ہے اور یہ مراتب ولایت کے اعلیٰ ترمراتب ہیں۔ حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ نے ولایت کے اعلیٰ مرتبہ کا نام قیّوم رکھا ہے آپ فرماتے ہیں یہ فردِ اکمل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور از راہِ خلافت تمام عالم کا، کیا عالمِ علوی اور کیا عالمِ سفلی کا قیّوم ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز کی نیّت باندھی اور آپ پر انکشاف کا دروازہ کھلا اور عالمِ مثال کے منازل ظاہر ہوئے اور آپ نے ان منازل سے مجاہدین کے قافلہ کو ملک شام پہنچایا، یہی خدمت آپ کی قرارت تھی، چونکہ نماز میں قرارت کا پڑھنا فرض ہے

جو کہ حکمِ قطعی ہے۔ اور کشف اَمرِ ظنّی ہے اس لئے نماز کا اعادہ فرض ہوا۔ وَفَّقَنَا اللّٰہُ بِمَنِّہٖ وَکَرَمِہٖ لِمَا فِیْہِ صَلَاحُ دِیْنِنَا وَدُنْیَانَا وَآخِرَتِنَا۔

بقیۂ خلاصۂ کلام محمد ابو زہرہ۔

امام زفر بن ھُذَیل۔ آپ کے والد عربی اور والدہ فارسیہ تھیں آپ ابو یوسف سے اقدم تھے حضرت امام کی شاگردی میں اور آپ کی وفات ۱۵۸ھ میں ہوئی۔ آپ کو قیاس کرنے کا بڑا ملکہ تھا۔

امام حسن بن زیاد لؤلؤی کوفی۔ آپ کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی۔ آپ حضرت امام کے شاگرد اور اُن کے اصحاب میں سے تھے اور احادیث کی روایت سے آپ کی شہرت ہوئی اور ساتھ ہی آرا ابی حنیفہ کی روایت سے بھی ہوئی لیکن محدثین میں سے اکثر ان کی روایت کو رد کرتے تھے۔ احمد بن عبد الحمید خازمی کہتے ہیں۔ میں نے حسن بن زیاد سے بہتر اخلاق والا نہیں دیکھا، لیکن لوگوں نے ان کے متعلق کہا ہے وہ حدیث میں کچھ نہیں ہیں اور فقہا بھی ان کی روایتِ فقہ کو کتب ظاہر الروایہ کے درجے کو نہیں پہنچاتے۔

ان سے محمد بن سماعہ، محمد بن شجاع ثلجی، علی رازی، عمر بن مہیر والد خصّاف نے فقہ حاصل کی، آپ کی فقہ کی تعریف بہت سے علماء نے کی ہے۔ یحییٰ بن آدم نے یہاں تک کہہ دیا ہے۔ میں نے حسن بن زیاد سے اچھا فقیہ نہیں دیکھا ہے۔ وہ ۱۹۴ھ میں کوفہ کے قاضی بنے لیکن فقہ جیسی خوبی ان کے قضا میں نہ تھی چنانچہ انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور راحت میں ہو گئے۔

ابنِ ندیم نے فہرس میں لکھا ہے۔ طحاوی نے کہا ہے کہ کتاب المجرد کی روایت انہوں نے ابو حنیفہ سے کی ہے اور کتاب ادب القاضی، کتاب الخصال، کتاب معانی الایمان، کتاب النفقات، کتاب الخراج، کتاب الفرائض، کتاب الوصایا ان کی تالیفات ہیں۔ کتاب الفوائد البھیہ میں کتاب الامالی کا ذکر ہے۔

اب میں حضرت امام کے اصحاب کے بعض شاگردوں کا یا ان کے شاگردوں کا ذکر کرتا ہوں جنہوں نے حنفی فقہ کی تدوین کی ہے اور اس کو اخلاف تک پہنچایا ہے۔

عیسیٰ بن اَبان امام محمد کے شاگرد ہیں۔ وہ بصرہ کے قاضی تھے، ابتدائے احوال میں امام محمد کی مجلس سے الگ رہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ محمد بن سماعہ ان کو امام محمد کے پاس لے گئے اور ان کی بات امام محمد سے کہی۔ امام محمد نے

عیسیٰ بن ابان سے کہا، تم نے ہم کو حدیث کی مخالفت کرتا ہوا کن مسائل میں پایا ہے. عیسیٰ بن ابان نے پچیس ابواب کی حدیثیں ذکر کیں۔ امام محمد ہر حدیث کا جواب دیتے رہے اور شواہد پیش کرتے رہے اس کیفیت کو دیکھ کر عیسیٰ بن ابان امام محمد کے گرویدہ ہوئے اور ان کے حلقہ سے وابستہ ہوئے۔

ابن ندیم نے لکھا ہے کتاب الحج، کتاب خبر الواحد، کتاب الجامع، کتاب اثبات القیاس، کتاب اجتہاد الرای ان کی تالیفات ہیں۔ ۲۲۰ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

محمد بن سماعہ امام محمد کے شاگرد ہیں۔ کتاب ادب القاضی، کتاب المحاضر والسجلات، کتاب النوادر ان کی تالیفات ہیں۔ ۲۳۳ھ میں وفات ہوئی رحمہ اللہ۔

ہلال بن یحیی الرائی البصری نے یوسف بن خالد سے پڑھا جو کہ حضرت امام کے شاگرد تھے۔ حضرت امام نے ان کو وصیت کی جو سراسر حکمتوں سے مالا مال ہے۔ ہلال نے فقہ عراقی کی کتاب الوقف نقل کی ہے اور تفسیر الشروط اور کتاب الحدود بھی لکھی ہے۔ ۲۴۵ھ میں وفات پائی رحمہ اللہ۔

احمد بن عمر بن مہیر الخصاف نے امام ابوحنیفہ کی فقہ اپنے والد سے، انہوں نے حسن بن زیاد سے حاصل کی، وہ فرائض اور حساب میں ماہر تھے اور امام ابوحنیفہ کے مذہب سے واقف تھے۔ شمس الائمۃ الحلوانی کا قول ہے۔ "اَلْخَصَّافُ رَجُلٌ كَبِيْرٌ فِي الْعُلُوْمِ وَهُوَ مِمَّنْ يَصِحُّ الْاِقْتِدَاءُ بِهٖ" علوم میں خصاف کی بڑی شان ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی اقتدا کرنی صحیح ہے۔ وہ احکام اوقاف اور تفریع میں مصدر ثانی (دوسرے امام) ہیں، ان کی بارہ تیرہ کتابیں ہیں اور ان کی وفات ۲۶۱ھ میں میں ہوئی ہے۔ رحمہ اللہ

احمد بن محمد بن سلامہ ابوجعفر الطحاوی شافعی المسلک تھے۔ امام شافعی کے جلیل القدر شاگرد اسماعیل بن یحییٰ المزنی کے بھانجے تھے اور مصر میں اپنے ماموں سے پڑھتے تھے۔ (الفوائد البھیۃ میں لکھا ہے کہ طحاوی اکثر حنفی فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ ان کے ماموں نے یہ کیفیت دیکھ کر ان سے کہا۔ "وَاللّٰهِ لَا يَجِيْئُ مِنْكَ شَيْئٌ" بخدا تم کچھ بھی نہ کر سکو گے) وہ مصر سے شام آئے۔ اور وہاں ابوحازم عبدالحمید قاضی القضاۃ شام سے علم پڑھا۔ ابوحازم عیسیٰ بن ابان کے شاگرد تھے اور وہ امام محمد کے، انہوں نے امام مزنی سے شافعی فقہ اور قاضی القضاۃ سے حنفی فقہ پڑھی اور یکتائے روزگار ہوئے۔ انہوں نے جب کتاب معانی الآثار لکھی تو کہا اللہ میرے ماموں پر رحمت فرمائے اگر وہ یہ کتاب دیکھتے یقیناً اپنی قسم کا کفارہ دیتے۔

امام طحاوی کی جلالتِ قدر کے سب معترف ہیں۔ کتاب احکام القرآن، معانی الآثار، شرح جامع صغیر، شرح جامع کبیر، کتاب الشروط الکبیر، کتاب الشروط الصغیر، کتاب الشروط الاوسط، المحاضر والسجلات، الوصایا، الفرائض، حکم اَرَاضِي مَکۃ، قِسمُ الفيِء والغنائم اور دوسری کتابیں آپ کی تصنیفات ہیں۔ ۳۲۱ھ میں وفات پائی رحمہ اللہ۔

یہ کتابیں فقہ حنفی کے ینابیع (سرچشمے) ہیں اور یہ اکابر اس کے ناقل ہیں۔ اللہ کی رحمتیں ان حضرات پر ہوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فضل اور رحمت کو اطراف واکنافِ عالم میں پھیلایا۔

حضرت امام کی فقہ کا مرتبہ

بعض افراد نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مسلک محض اتباع کا تھا، جو کچھ حضرت امام نخعی نے کہا ہے آپ نے خوب وجہ سے اس کا اتباع کیا ہے، کوئی نئی بات نہیں نکالی ہے اور استدلال میں کتاب الاثار کو پیش کرتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ حضرت حماد سے وہ حضرت ابراہیم سے روایت کرتے ہیں اور حضرت امام سے روایت کرنے والے امام محمد کہتے ہیں وھو قول ابی حنیفہ۔

حضرت امام ابوحنیفہ کوئی جدید فقہی تفکیر نہیں پیش کرتے اور وہ امام ابراہیم اور اہلِ کوفہ کی آرار سے باہر نہیں نکلتے۔

اس قول کے کہنے والوں کی بات اس وقت درست ہوتی جب ہم کتاب الآثار میں ساری روایتیں از حضرت حماد از حضرت ابراہیم ہی کی پاتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امام دوسرے ائمہ سے آزادی کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور اسی کو اپنا مسلک قرار دیتے ہیں اور یہی کیفیت ہم امام ابویوسف کی روایت کردہ کتاب الآثار میں دیکھتے ہیں۔ استاذ محمد ابوزہرہ نے ایک روایت مثال کے طور پر لکھی ہے۔ عاجز اس کو لکھتا ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے عرفات میں وقوف کرلیا اور بیت اللہ کے طواف سے پہلے وہ اپنی اہلیہ سے ہمبستر ہوگیا۔ اس سلسلہ میں ابویوسف از امام ابوحنیفہ از عطار از ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک بَدَنَہ (اونٹ) ذبح کرے اور حج کو پورا کرے۔ اس کا حج ہوگیا۔ اور اس کے بعد امام ابوحنیفہ کی روایت از حماد از ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک شاۃ (بکری) ذبح کرے اور بیت اللہ کا طواف کرے اور دوسرے سال پھر حج کرے۔

امام محمد نے اپنی روایت کردہ کتاب الآثار میں لکھا ہے کہ ابوحنیفہ نے ابن عباس کے قول کو لیا

کر وہ شخص بُدنہ ذبح کرے اور حج کے ارکان کو پورا کرے اس کا حج ہو گیا۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَلَسْنَا نَاخُذُ بِهٰذَا الْقَوْلِ (قولِ اِبْرَاهِیْم) وَالْقَوْلُ مَا قَالَ فِیْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔ محمد نے کہا ہے کہ ہم (ابراہیم کے) اس قول کو نہیں لیتے۔ بات وہی ہے جو ابنِ عباس نے کہی ہے۔

امام الائمہ حضرت ابو حنیفہ نے فقہ عراقی کو خوب صاف کیا اور حضرات ائمہ کے افکار و آراء سے اس کو مرتب کیا، فکری لحاظ سے آپ امام ابراہیم سے متحد نظر آتے ہیں لیکن رائے میں پوری طرح آزاد ہیں لہٰذا تقلید اور اتحاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت ابو حنیفہ نے صاف طور پر اعلان کیا ہے کہ ہم اوّلاً قرآن مجید سے حکم لیتے ہیں، پھر حدیث سے لیتے ہیں، پھر حضرات صحابہ کے اقوال و افعال سے اور پھر ہم کسی کے تابع نہیں جس طرح ائمہ تابعین نے قیاس کیا ہے ہم بھی قیاس کرتے ہیں۔ اتحادِ فکری الگ شے ہے اور اتحادِ آراء الگ شے ہے۔ جس نے فکر اور رائے کے فرق پر نظر نہ ڈالی اس نے حضرت امام الائمہ کو حضرت امام ابراہیم فقیہ العراق کا مقلد سمجھ لیا۔ حضرت امام کے حسبِ حال یہ شعر ہے۔

وَاِنِّیْ وَاِنْ کُنْتُ الْاَخِیْرَ زَمَانَهُ   لَآتٍ بِمَالَمْ تَسْتَطِعْهُ الْاَوَائِلُ

اگرچہ زمانے کے اعتبار سے میں آخر میں ہوں لیکن اپنے فکر و خیال کے اعتبار سے پہلوں سے بڑھا ہوا ہوں۔

یہ ہے عنقودِ ثریّا سے حقائق ایمانیہ حاصل کرنے والے کی شان۔ وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمتوں سے نوازے۔

علامہ سراج الدین ابو حفص عمر الغزنوی

نے لکھا ہے[1] قَدِ انْتَهَتْ تَرْجَمَةُ الْکِتَابِ وَلْنَخْتِمْ بِذِکْرِ الْقُضَاةِ وَالْعُدُوْلِ وَالْاَحْیَاءِ وَالْاَمْوَاتِ مُفْتَقِرُوْنَ اِلٰی تَقْلِیْدِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ وَالْمُجْتَهِدِ الْمُقَدَّمِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ عَامَّةِ اَحْوَالِهِمْ" یہ کتاب اپنے مدعا میں انتہا کو پہنچی اور ہم اس کا خاتمہ اس بیان پر کرتے ہیں کہ تمام قضات اور تمام عادل افراد زندہ ہوں یا مُردہ، اپنے احوالِ عامّہ میں حضرت امام اعظم مجتہد

---

[1] آپ کی نفیس کتاب کا نام الغُرّۃ۔ یا۔ الغرّۃ المنیفۃ فی تحقیق بعض مسائل الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ ہے۔ اس کی طباعت الغُرّۃ کے نام سے ہوئی ہے۔ جناب مؤلف کی ولادت ۷۰۴ھ میں اور وفات ۷، رجب ۷۷۳ھ میں ہوئی۔ ابن حجر عسقلانی نے درر کامنہ میں اور مولانا عبدالحی اور ملا علی قاری اور جلال الدین سیوطی نے آپ کا ذکر کیا ہے۔

مقدم کی تقلید کے محتاج ہیں۔

امام شافعی کے مذہب میں کوئی قاضی ہو یا کوئی گواہ ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ فاسق نہ ہو اور جس وقت بھی اس نے جھوٹ بولا یا فسق کا کوئی کام کیا، وہ قاضی اپنے عہدہ سے برطرف ہو جائے گا اور گواہ کی جو کہ عادل ہوتا ہے عدالت ختم ہو جائے گی۔ وہ قاضی اور گواہ ظاہراً اور باطناً عادل ہوں، امام اعظم ظاہری عدالت پر اکتفا کرتے ہیں، باطنی عدالت کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں لہٰذا قاضی کا حکم نافذ رہے گا اور گواہ کی گواہی مقبول ہوگی اور لوگوں کے معاملات فاسد نہ ہوں گے۔

اور اموات کی محتاجی کی یہ صورت ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک ایصالِ ثواب جائز ہے اور اموات کو عزیزوں اور دوستوں کا ارسال کردہ ثواب پہنچتا ہے۔

مصنّف کتاب علامہ غزنوی نے اس کے بعد دس مسئلے بیان کئے ہیں۔ عاجز صرف دو مسئلوں کا بیان کرتا ہے۔

۱؎ امام شافعی کے مذہب میں نماز کی نیت کرتے وقت زبان کے ساتھ دل سے کہنا بھی شرط ہے، اگر دل سے نہیں کہا ہے نماز نہ ہوئی اور یہ مقام حضرت جنید اور حضرت بایزید جیسے افراد چاہتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

۲؎ مٹی کے برتن اگر گوبر اور مینگنیوں اور نجاست کی آگ سے پکائے جائیں، اُن کا استعمال امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں، حالانکہ سب اس کو استعمال کرتے ہیں۔

امام شافعی نے ٹھیک کہا ہے "سب لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں" اور علمائے اعلام نے درست کہا ہے "جو شخص اپنے اور اللہ کے بیچ میں ابوحنیفہ کو رکھے گا اس نے کوتاہی نہیں کی ہے۔ یقیناً ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ کے سب لوگ محتاج ہیں۔

حضرت امام الائمہؒ کی تعریف حضراتِ ائمہؒ کی زبانی

علامہ فقیہ قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی صیمری حنفی متوفی ۴۳۶ھ نے اپنی کتاب 'اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ'' میں لکھا ہے۔

نصر بن علی جہضمی نے کہا۔ كُنْتُ يَوْمًا عِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ دَاؤُدَ الْخُرَيْبِي فَذَكَرَ رَجُلٌ أَبَا حَنِيْفَةَ فَنَالَ مِنْهُ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاؤُدَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَرَقُّ قُلُوْبًا وَأَلْيَنُ أَفْئِدَةً۔ يُرِيْدُ أَقْوَامٌ أَنْ يَضَعُوْهُمْ وَيَأْبَى اللهُ إِلَّا أَنْ يَرْفَعَهُمْ۔ ص۵۳

عبداللہ بن داؤد خریبی کے پاس ایک شخص نے ابوحنیفہ کو بُرا کہا، انہوں نے فرمایا امام ابوحنیفہ اس حدیث کے مصداق ہورہے ہیں جو ہم سے اعمش نے اُن سے مجاہد نے ان سے ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے پاس یمن کے لوگ آئیں گے، اُن کے دل رقیق اور نرم ہوں گے۔ لوگ ان کو ذلیل کرنا چاہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو رفعت دے گا۔

عبداللہ بن داؤد نے کہا۔ لَا يَتَكَلَّمُ فِي أَبِيْ حَنِيْفَةَ إِلَّا أَحَدُ رَجُلَيْنِ إِمَّا حَاسِدٌ لِعِلْمِهِ وَإِمَّا جَاهِلٌ بِالْعِلْمِ لَا يَعْرِفُ قَدْرَ حَمَلَتِهِ ص۵۵

ابوحنیفہ پر رد و قدح کرنے والے یا تو ان کے علم سے حسد کرنے والا ہے، یا علم کے مرتبہ سے جاہل ہے وہ علم کے حاملوں کی قدر سے بے خبر ہیں۔

قَالَ أَبُوْنُعَيْمٍ سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُوْلُ أَبُوْحَنِيْفَةَ فِي الْعِلْمِ مَحْسُوْدٌ۔ ص۵۵

سفیان نے کہا، علم میں ابوحنیفہ سے لوگ حسد کرتے ہیں۔

قَالَ ثَابِتُ الزَّاهِدُ كَانَ الثَّوْرِيُّ إِذَا سُئِلَ عَنْ مَسْأَلَةٍ دَقِيْقَةٍ يَقُوْلُ مَا كَانَ أَحَدٌ يُحْسِنُ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِي هٰذَا الْأَمْرِ إِلَّا رَجُلٌ قَدْ حَسَدْنَاهُ، ثُمَّ يَسْأَلُ أَصْحَابَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَا يَقُوْلُ صَاحِبُكُمْ، فَيَحْفَظُ الْجَوَابَ ثُمَّ يُفْتِيْ بِهٖ۔ ص۵۵

ثابت زاہد نے کہا، جب ثوری سے کوئی دقیق مسئلہ پوچھا جاتا تھا تو کہتے تھے، ایسے مسائل

میں صحیح طور پر بولنے والا صرف ایک شخص تھا جس سے ہم نے حسد کیا اور پھر وہ ابوحنیفہ کے اصحاب سے پوچھتے تھے کہ اس مسئلہ میں تمہارے استاد کیا کہتے تھے اور آپ کے اصحاب کے جواب کو یاد رکھتے تھے اور اس پر فتویٰ دیتے تھے۔

قال علی بن المدینی سمعت یوسف بن خالد السمتی یقول کُنّا نجالِسُ البتّیَّ بالبصرۃ فلما قدمنا الکوفۃ جالسنا ابا حنیفۃ فاین البحر من السواقی۔ فلا یقول احد یذکرہ انہ رأی مثلہ، ماکان علیہ فی العلم کلفۃ کان محسودا۔ ص۵۴

علی بن مدینی نے کہا، میں نے یوسف بن خالد سمتی سے سنا کہ بصرہ میں ہم بتّی کے پاس بیٹھتے تھے اور جب ہم کوفہ آئے، ابوحنیفہ کے پاس بیٹھے، کہاں سمندر اور کہاں پانی کی نالی جس نے بھی اُن کو دیکھا ہے، وہ یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ اس نے ان کا مثل دیکھا ہے، علم میں ان کے لئے کوئی دقت نہ تھی اور اُن سے حسد کیا جاتا تھا۔

قال مسعر۔ مَا اَحسدُ بِالکُوفۃِ اِلّا رَجُلَین۔ اَبَاحَنِیفَۃَ لِفِقْھِہٖ وَالحَسَنَ بنَ صَالِحٍ لِزُھدِہٖ ص۵۴

مسعر کہتے ہیں۔ کوفہ میں دو آدمیوں سے مجھ کو رشک ہوتا ہے۔ فقہ کی وجہ سے ابوحنیفہ سے اور زہد کی وجہ سے حسن بن صالح سے۔

کَانَ یَحیَی بنُ مُعِینٍ اِذَا ذُکِرَ لَہٗ مَن یَتَکَلَّم فِی اَبِی حَنِیفَۃَ یَقُولُ۔ ص۵۵

حَسَدُوا الفَتیٰ اِذ لَم یَنَالُوا سَعیَہٗ — فَالقَومُ اَضدَادٌ لَہٗ وَخُصُومُ

کَضَرَائِرِ الحَسنَاءِ قُلنَ لِوَجھِھَا — حَسَدًا وَبُغضًا اِنَّہٗ لَدَمِیمُ

یحییٰ بن معین سے اگر ابوحنیفہ پر طعن کرنے والے کا ذکر کیا جاتا تھا تو وہ یہ دو شعر پڑھتے تھے۔

۱؎ جب اس جوان کے مرتبہ کو نہ پا سکے تو اس سے حسد کرنے لگے اور ساری قوم اس کی مخالف اور دشمن ہے۔

۲؎ جس طرح حسینہ کے چہرے کو دیکھ کر اس کی سوکنیں حسد اور عداوت کی بنا پر کہتی ہیں کہ یہ بدصورت ہے۔

صیمری نے ابوجعفر طحاوی کی کتاب سے نقل کیا ہے۔

خَاصَمَ رَجُلٌ اِلَی ابنِ شُبرُمَۃَ فِی شَیءٍ فَقَضیٰ عَلَیہِ فِیہِ، فَاَتَی المَقضِیُّ عَلَیہِ اَبَا حَنِیفَۃَ فَاَخبَرَہٗ بِذٰلِکَ فَقَالَ لَہٗ اَبُوحَنِیفَۃَ ھٰذَا خَطَاءٌ وَکَتَبَ لَہٗ فِی ذٰلِکَ کِتَابًا یُخبَرُ فِیہِ بِالَّذِی کَانَ یَنبَغِی لِابنِ شُبرُمَۃَ اَن یَحکُمَ لَہٗ بِذٰلِکَ، فَاَتَی الرَّجُلُ بِذٰلِکَ اِلَی ابنِ شُبرُمَۃَ فَقَرَأَہٗ عَلَیہِ بِحَضرَۃِ ابنِ اَبِی لَیلیٰ وَلَم یَعلَم کُلُّ وَاحِدٍ مِنھُمَا مَن ھُوَ فَاستَحسَنَاہُ جَمِیعًا فَقَالَا لَہٗ مَن کَتَبَ ھٰذَا فَقَالَ لَھُمَا الرَّجُلُ اَبُوحَنِیفَۃَ

فَوَصَلَا ذٰلِكَ بِالْوَقِيْعَةِ فِيْهِ فَبَلَغَ اَبَاحَنِيْفَةَ فَقَالَ۔

اِنْ يَحْسُدُوْنِیْ فَاِنِّیْ غَيْرُ لَائِمِهِمْ قَبْلِیْ مِنَ النَّاسِ اَهْلِ الْفَضْلِ فَقَدْ حُسِدُوْا

فَدَامَ بِیْ وَبِهِمْ مَابِیْ وَمَا بِهِمْ وَمَاتَ اَكْثَرُنَا غَيْظًا بِمَا يَجِدُ

ایک شخص قاضی ابن شبرمہ کے پاس اپنا دعویٰ لے گیا۔ ابن شبرمہ نے اس کے خلاف فیصلہ کیا۔ وہ ابوحنیفہ کے پاس آیا اور اُن سے واقعہ بیان کیا۔ ابوحنیفہ نے کہا یہ حکم خطا ہے اور ابوحنیفہ نے مسئلہ کی صحیح صورت لکھ کر اس شخص کو دی۔ وہ آپ کی تحریر ابنِ شبرمہ کے پاس لے گیا، وہاں قاضی ابن ابی لیلیٰ بھی تھے۔ ان دونوں کو یہ معلوم نہ ہوا کہ مسئلہ کس نے لکھا ہے لہٰذا وہ دونوں مسئلہ پڑھ کر خوش ہوئے اور دریافت کیا کہ یہ تحریر کس کی ہے۔ اس شخص نے ابوحنیفہ کا نام لیا۔ چنانچہ ان دونوں نے اس واقعہ کو آپ کے ابتلا کا ذریعہ بنایا۔ اور ابوحنیفہ نے معلوم ہونے پر یہ دو شعر پڑھے۔

۱؎ اگر وہ مجھ سے حسد کرتے ہیں تو میں ان کو ملامت نہیں کرتا کیونکہ مجھ سے پہلے بہت سے اصحابِ کمال سے حسد کیا جا چکا ہے۔

۲؎ ہمیشہ رہے مجھ سے جو مجھ میں ہے اور ان میں (حاسدوں میں) جو ان میں ہے اور ہم میں سے اکثر اس غیظ کی وجہ سے جو اُن میں ہے مر چکے ہیں۔

قَالَ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ سَالِمٍ۔ ضُرِبَ اَبُوْحَنِيْفَةَ عَلَى الدُّخُوْلِ فِی الْقَضَاءِ فَلَمْ يَقْبَلِ الْقَضَاءَ قَالَ وَكَانَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اِذَا ذُكِرَ ذٰلِكَ لَهٗ بَكٰی وَتَرَحَّمَ عَلٰی اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَذٰلِكَ بَعْدَ اَنْ ضُرِبَ اَحْمَدُ۔ ص۵۶

اسماعیل بن سالم نے بیان کیا کہ قاضی کا عہدہ قبول کرنے کے سلسلہ میں ابوحنیفہ کو (کوڑے) مارے گئے اور آپ نے قبول نہیں کیا اور امام احمد بن حنبل کے پاس جب اس کا ذکر کیا جاتا تو آپ روتے اور ابوحنیفہ پر ترحم (رحمۃ اللہ علیہ) کرتے۔ اور یہ اس کے بعد جب کہ امام احمد کو کوڑے (خلقِ قرآن کے سلسلہ میں) لگے۔

ابنِ مبارک نے کہا ہے۔ اَلرِّجَالُ فِی الْاِسْمِ سَوَاءٌ حَتّٰی يَقَعَ الْمِحَنُ فِی الْاَنَامِ وَالْبَلْوٰی وَلَقَدْ اُبْتُلِیَ اَبُوْحَنِيْفَةَ بِالضَّرْبِ عَلٰی رَاْسِهٖ بِالسِّيَاطِ فِی السِّجْنِ حَتّٰی يَدْفَعَ اِلَيْهِ مِنَ الْحُكْمِ مَا يَرٰی مِمَّا يُتَنَافَسُ عَلَيْهِ وَيُتَصَنَّعُ لَهٗ، فَحَمِدَ اللهَ، فَصَبَرَ عَلَى الذُّلِّ وَالضَّرْبِ وَالسِّجْنِ لِطَلَبِ السَّلَامَةِ فِی دِيْنِهٖ۔ ص۵۷

نام میں سب لوگ برابر ہیں، البتہ جب کوئی آفت لوگوں میں پڑتی ہے اور کوئی مصیبت

واقع ہوتی ہے (تو پتہ چلتا ہے) ابو حنیفہ پر آفت پڑی۔ آپ کے سر پر قید خانہ میں کوڑے مارے گئے تاکہ آپ کو حکم کا وہ پروانہ دیدیا جائے جس کے لئے لوگ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تعریف اللہ ہی کو ہے کہ آپ نے اس ذلت پر، مار پر، قید ہونے پر صبر کیا اور آپ اپنے دین کی سلامتی کے طالب رہے۔

قَالَ زَائِدَةُ رَأَيْتُ تَحْتَ رَأْسِ سُفْيَانَ كِتَاباً يَنْظُرُ فِيهِ فَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي النَّظَرِ فِيهِ فَدَفَعَهُ إِلَيَّ فَإِذَا هُوَ كِتَابُ الرَّهْنِ لِأَبِي حَنِيفَةَ فَقُلْتُ لَهُ تَنْظُرُ فِي كُتُبِهِ، فَقَالَ وُدِدْتُ أَنَّهَا كُلَّهَا عِنْدِي مُجْتَمِعَةً أَنْظُرُ فِيهَا۔ مَا بَقِيَ فِي شَرْحِ الْعِلْمِ غَايَةٌ وَلٰكِنَّا مَا نُنْصِفُهُ۔ ص۶۵

زائدہ نے کہا میں نے سفیان کے سر کے نیچے ایک کتاب رکھی دیکھی جس کو وہ دیکھا کرتے تھے میں نے ان سے اس کتاب کے دیکھنے کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے وہ کتاب مجھ کو دی وہ کتاب ابو حنیفہ کی کتاب الرہن تھی۔ میں نے ان سے کہا کیا تم ان کی کتابیں دیکھتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ میری خواہش ہے کہ ان کی سب کتابیں میرے پاس جمع ہوں۔ علم کے بیان کرنے میں اُن سے کوئی بات رہی نہیں ہے۔ لیکن ہم ان کے ساتھ انصاف نہیں کرتے ہیں۔

قَالَ حُسَيْنُ بْنُ حَمَّادٍ۔ كَانَ أَصْحَابُ أَبِي حَنِيفَةَ الَّذِينَ كَانُوا يَلْزَمُونَ الْحَلْقَةَ عَشَرَةً وَكَانَ الْحُفَّاظُ لِلْفِقْهِ كَمَا يَحْفَظُ الْقُرْآنَ أَرْبَعَةٌ وَهُمْ زُفَرُ بْنُ الْهُذَيْلِ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (الْقَاضِي) وَأَسَدُ بْنُ عَمْرٍو وَعَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ۔ وَيَزْعُمُونَ أَنَّ سُفْيَانَ كَانَ يَأْخُذُ الْفِقْهَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ مِنْ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَنَّهُ اسْتَعَانَ بِهِ وَبِمُذَاكَرَتِهِ عَلَى كِتَابِهِ هٰذَا الَّذِي سَمَّاهُ الْجَامِعَ۔ ص۶۶

حسین بن حماد نے بیان کیا کہ ابو حنیفہ کے وہ اصحاب جو پابندی سے حلقہ میں شریک ہوا کرتے تھے اور ان میں فقہ کے ایسے حفاظ جس طرح قرآن مجید کے حفاظ ہوا کرتے ہیں، چار افراد تھے اور وہ زفر بن الہذیل، قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، اسد بن عمر اور علی بن مسہر تھے اور خیال کیا جاتا ہے کہ سفیان ثوری نے علی بن مسہر کے مذاکرہ سے اپنی کتاب "الجامع" کی تالیف میں مدد لی ہے۔

قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ سَمَاعَةَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ قَالَ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ إِذَا بَلَغَهُ عَنْ سُفْيَانَ مَا يَقُولُ فِيهِ مُبَلِّغٌ مِنْهُ (كَانَ يَقُولُ) "هُوَ حَدِيثُ عَهْدٍ وَالْأَحْدَاثُ لَهُمْ حِدَّةٌ" فَكَانَ إِذَا أَقْبَلَ قَالَ۔ هُوَ حَدِيثُ السِّنِّ" قَالَ (وَكَانَ يَقُولُ سُفْيَانُ)۔ بِكَمْ هُوَ النَّبَطِيُّ أَكْبَرُ سِنّاً مِنِّي حَتّٰى

صَغَّرَنِی :- وَلَا یَسْتَحِلُّ اَبُوْحَنِیْفَۃَ اَنْ یَقُوْلَ فِیْہِ شَیْئًا غَیْرَ اَنَّہٗ حَدَثُ السِّنِّ۔ ص۶۷

احمد نے کہا کہ ابن سماعہ نے (قاضی) ابو یوسف سے نقل کیا کہ ابو حنیفہ سے کوئی بیان کرنے والا جب سفیان کی کوئی بات کہتا تھا تو آپ فرماتے تھے۔ وہ نوعمر ہیں اور نوعمروں میں کچھ گرمی ہوتی ہے اور جب سفیان سامنے سے آتے تھے آپ فرماتے تھے وہ نوعمر ہیں، سفیان ثوری (جھنجھلا کر) کہہ دیا کرتے تھے۔ یہ غیر عربی مجھ سے کتنا بڑا ہے کہ وہ مجھ کو چھوٹا بناتا ہے۔ اور ابو حنیفہ لفظ حدث السن (نوعمر) کے علاوہ کچھ کہنے کو جائز نہیں رکھتے تھے۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ امام ثوری کی وفات ۱۶۱ھ میں ہوئی ہے اور اس وقت آپ کی عمر چھیاسٹھ سال کی تھی، اس اعتبار سے آپ کی ولادت ۹۵ھ کی ہوئی اور آپ حضرت امام ابو حنیفہ سے پندرہ سال چھوٹے ہوئے۔ حضرت امام کی وفات کے بعد امام ثوری کا دورِ کلاں سالی شروع ہوا اور خود ان کو محسوس ہو گیا کہ وہ اپنی جھنجھلاہٹ میں قابل مواخذہ لفظ کہہ جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کے طلبگار ہوتے تھے۔ غفر اللہ لہٗ

قَالَ اَبُوْ یَحْیَی یَمَانِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْحَنِیْفَۃَ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ اَنَّہٗ قَالَ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِیْ مَعْصِیَۃٍ فَلَا کَفَّارَۃَ فِیْہِ، قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ فَقُلْتُ لِلشَّعْبِیِّ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ فِی الظِّھَارِ الْکَفَّارَۃَ وَقَدْ جَعَلَہٗ مَعْصِیَۃً لِاَنَّہٗ قَالَ :- "وَاِنَّھُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْکَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا" فَقَالَ اَقَیَّاسٌ اَنْتَ۔ ص۶۹

ابو یحییٰ یمانی نے ہم سے کہا کہ ابو حنیفہ نے شعبی سے اور انہوں نے مسروق سے روایت کی ہے کہ جس نے کسی گناہ کی نذر مانی اور وہ نذر پوری نہ کرے تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔ ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے شعبی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ظہار میں کفارہ مقرر کیا ہے اور اللہ نے اس کو گناہ قرار دیا ہے، وہ (سورۂ مجادلہ کی دوسری آیت میں) فرماتا ہے "اور وہ بولتے ہیں ایک ناپسند بات اور جھوٹ" علامہ شعبی نے کہا، کیا تم قیاس کرنے والے ہو۔

قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ اَرَدْتُ الْحَجَّ فَاَتَیْتُ اَیُّوْبَ اُوَدِّعُہٗ فَقَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ الرَّجُلَ الصَّالِحَ فَقِیْہَ اَھْلِ الْکُوْفَۃِ اَبُوْحَنِیْفَۃَ یَحُجُّ فَاِنْ لَقِیْتَہٗ فَاقْرَأْہُ مِنِّی السَّلَامَ قَالَ اَبُوْسُلَیْمَانَ وَسَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ زَیْدٍ یَقُوْلُ، اِنِّیْ لَاُحِبُّ اَبَا حَنِیْفَۃَ مِنْ اَجْلِ حُبِّہٖ لِاَیُّوْبَ۔ ص۷۱

حماد بن زید نے کہا۔ میں نے حج کا ارادہ کیا اور میں ایوب کے پاس آیا کہ ان سے رخصت لوں، انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ نیک مرد، اہلِ کوفہ کے فقیہ ابو حنیفہ حج کر رہے ہیں اگر ان سے

تمہاری ملاقات ہوجائے میرا سلام ان سے کہہ دو۔ ابوسلیمان نے بیان کیا کہ میں نے حماد بن زید کو کہتے سُنا، میں ابوحنیفہ سے محبت رکھتا ہوں کیونکہ ان سے ایوب کو محبت ہے۔ (ایوب مشہور محدث ہیں)

اَرَادَ الاَعمَشُ الحَجّ فَقَالَ مَنْ هٰهُنَا يَذْهَبُ اِلٰى اَبِيْحَنِيْفَةَ يَكْتُبُ لَنَا مَنَاسِكَ الحَجِّ۔ مد

مشہور محدث اعمش نے حج کا ارادہ کیا۔ انہوں نے کہا، کوئی یہاں ہے کہ وہ ابوحنیفہ کے پاس جاکر ہمارے واسطے حج کے مناسک لکھوا لائے۔

نصر بن علی نے کہا۔ ہم شعبہ کے پاس تھے۔ ان سے کہا گیا۔ مَاتَ اَبُوْحَنِيْفَةَ فَقَالَ بَعْدَ مَا اسْتَرْجَعَ لَقَدْ طَفِىَ عَنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ ضَوْءُ نُوْرِ الْعِلْمِ، اَمَا اَنَّهُمْ لَا يَرَوْنَ مِثْلَهُ اَبَدًا۔ مد۲

ابوحنیفہ کی وفات ہوگئی۔ انہوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر کہا۔ اہلِ کوفہ سے علم کے نور کی روشنی بجھ گئی، جان لو کہ اب اہل کوفہ اُن کا مثل کبھی نہ دیکھیں گے۔

قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ اَبِيْ كَانَ الْاَعْمَشُ اِذَا سُئِلَ عَنْ مَسْئَلَةٍ قَالَ عَلَيْكُمْ بِتِلْكَ الْحَلْقَةِ يَعْنِيْ حَلْقَةَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ مد

ابن نمیر سے ان کے والد نے کہا جب اعمش سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا وہ کہتے تھے، تم اس حلقہ میں جاؤ یعنی ابوحنیفہ کے حلقہ میں۔

قَالَ ابْنُ الدَّرَاوَرْدِيِّ رَأَيْتُ مَالِكًا وَ اَبَا حَنِيْفَةَ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ وَهُمَا يَتَذَاكَرَانِ وَيَتَدَارَسَانِ حَتّٰى اِذَا وَقَفَ اَحَدُهُمَا عَلَى الْقَوْلِ الَّذِيْ قَالَ بِهِ وَعَمِلَ عَلَيْهِ اَمْسَكَ اَحَدُهُمَا عَنْ صَاحِبِهِ مِنْ غَيْرِ تَعَسُّفٍ وَلَا تَخْطِئَةٍ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا حَتّٰى يُصَلِّيَا الْغَدَاةَ فِيْ مَجْلِسِهِمَا ذٰلِكَ۔ مد۳

ابن دراوردی نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں عشاء کی نماز کے بعد امام مالک اور امام ابوحنیفہ کو دیکھا کہ وہ آپس میں مذاکرہ اور مدارسہ کر رہے تھے اگر ان میں سے کوئی اپنے قول یا اپنے عمل کی وجہ سے رُک جاتا تھا تو دوسرا بغیر کسی تعسف یا خطا وار قرار دینے کے آگے بڑھ جاتا تھا اور یہ مجلس صبح کی نماز تک رہی۔ ان دو صاحبان نے صبح کی نماز اسی جگہ پڑھی۔

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اَتَيْتُ سَعِيْدَ بْنَ اَبِيْ عَرُوْبَةَ فَقَالَ لِيْ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هَدَايَا تَاْتِيْنَا مِنْ بَلَدِكَ مِنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ وَدِدْتُ اَنَّ اللّٰهَ اَخْرَجَ الْعِلْمَ الَّذِيْ مَعَهُ اِلٰى قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَقَدْ فَتَحَ اللّٰهُ لِهٰذَا الرَّجُلِ فِي الْفِقْهِ شَيْئًا كَاَنَّهُ خُلِقَ لَهُ۔ مد۵

ابن عُیَیْنَۃَ نے کہا میں سعید بن ابی عروبہ کے پاس گیا، انہوں نے مجھ سے کہا، اے ابو محمد میں نے ان ہدایا کا مثل نہیں دیکھا ہے جو تمہارے شہر سے ابو حنیفہ کے پاس سے ہمارے پاس آتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علمِ مخزوں کو قلوبِ مومنین پر کھول دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس آدمی (ابو حنیفہ) پر فقہ کے اسرار کھول دیئے ہیں گویا کہ ان کی تخلیق اسی کام کے لئے تھی۔

قَالَ ابنُ المُبَارَكِ ذُكِرَ ابُو حَنِيْفَةَ بَيْنَ يَدَي دَاوُدَ الطَّائِي فَقَالَ ذٰلِكَ نَجْمٌ يَهْتَدِي بِهِ السَّارِيْ وَعِلْمٌ تَقْبَلُهُ قُلُوبُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَكُلُّ عِلْمٍ لَيْسَ مِنْ عِلْمِهِ فَهُوَ بَلَاءٌ عَلَى حَامِلِهِ، مَعَهُ وَاللهِ عِلْمٌ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَالنَّجَاةِ مِنْ عَذَابِ الْجَبَّارِ مَعَ وَرَعٍ مُسْتَكِنٍّ وَخِدْمَةٍ دَائِمَةٍ۔ ص۲۲

ابن مبارک نے بیان کیا کہ حضرت داؤد طائی کے پاس امام ابو حنیفہ کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا۔ آپ وہ تارا ہیں جس سے سفر کرنے والے ہدایت پاتے ہیں اور آپ وہ علم ہیں جس کو مومنوں کے دل لیتے ہیں، ہر وہ علم جو ان کے علم میں سے نہیں، ہے وہ اس علم والے کے لئے آفت ہے۔ اللہ کی قسم ہے ان کے پاس حلال اور حرام کا اور بڑے طاقتور کے عذاب سے نجات پانے کا علم ہے۔ اور اس علم کے ساتھ عاجزی ورع اور پیوستہ خدمت بھی۔

قِيْلَ لِأَبِي زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنِ مُعِيْنٍ أَيُّمَا أَحَبُّ إِلَيْكَ الشَّافِعِيُّ ۔ أَمْ أَبُو حَنِيْفَةَ أَمْ أَبُو يُوسُفَ قَالَ أَمَّا الشَّافِعِيُّ فَلَا أُحِبُّ حَدِيْثَهُ وَأَمَّا أَبُو حَنِيْفَةَ فَقَدْ حَدَّثَ عَنْهُ قَوْمٌ صَالِحُوْنَ وَأَمَّا أَبُو يُوسُفَ فَلَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْكِذْبِ، كَانَ صَدُوقًا فَقِيْلَ لَهُ فَأَبُو حَنِيْفَةَ كَانَ يَصْدُقُ فِي الْحَدِيْثِ ۔ قَالَ نَعَمْ صَدُوقٌ ۔ ص۲۸

ابو زکریا یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا، تم کو شافعی، ابو حنیفہ، ابو یوسف میں کون زیادہ پسند ہے۔ انہوں نے کہا میں شافعی کی حدیث پسند نہیں کرتا اور ابو حنیفہ سے صالحوں کی ایک جماعت نے روایت کی ہے اور ابو یوسف جھوٹ بولنے والوں میں سے نہیں ہیں وہ سچے ہیں، پھر اُن سے کہا گیا، تو حدیث میں ابو حنیفہ سچے ہیں، آپ نے کہا ہاں وہ سچے ہیں۔

قَالَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ بْنَ رُسْتَمَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا عِصْمَةَ نُوحَ بْنَ أَبِي مَرْيَمَ يَقُوْلُ سَأَلْتُ أَبَا حَنِيْفَةَ مِنْ أَهْلِ الْجَمَاعَةِ فَقَالَ (۱) مَنْ قَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ (۲) وَأَحَبَّ عَلِيًّا وَعُثْمَانَ (۳) وَآمَنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ (۴) وَلَمْ يُكَفِّرْ مُؤْمِنًا بِذَنْبٍ (۵) وَلَمْ يَتَكَلَّمْ فِي اللهِ بِشَيْءٍ (۶) وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ (۷) وَلَمْ يُحَرِّمْ نَبِيْذَ الْجَرِّ۔ قَالَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، قَدْ جَمَعَ فِي هٰذِهِ الْأَحْرُفِ السَّبْعَةِ مَذَاهِبَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَلَوْ أَرَادَ رَجُلٌ أَنْ يَزِيْدَ فِيْهَا حَرْفًا ثَامِنًا لَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ۔ ص۲۲

سعد بن معاذ نے کہا میں نے ابراہیم بن رستم سے سُنا، وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے ابوعصمۃ نوح بن ابی مریم کو کہتے سُنا۔ میں نے ابوحنیفہ سے اہل جماعت کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ۱ جو ابوبکر و عمر کو مقدم رکھے، ۲ اور علی و عثمان سے محبت رکھے، ۳ اور خیر و شر کو قدرِ خداوندی سے جانے، ۴ اور کسی مومن کو گناہ کی وجہ سے کافر نہ کہے، ۵ اور اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی بات نہ کہے، ۶ اور خُفّین (موزوں) پر مسح کرے، ۷ اور نبیذِ جَر کو حرام نہ کہے، یہ بیان کرکے سعد بن معاذ نے کہا۔ ان سات جملوں میں مذاہب اہلِ سنّت و جماعت کا بیان کر دیا ہے، اگر کوئی چاہے کہ ان میں ایک کا اضافہ کر دے وہ نہیں کر سکتا۔

قَالَ اَبُوْعُبَيْدٍ سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُولُ اِنِّي لَأَعْرِفُ الْاُسْتَاذِيَّةَ عَلَيَّ لِمَالِكٍ ثُمَّ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ. قَالَ اَبُوعُبَيْدٍ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِكِتَابِ اللهِ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ۔ ص۱۲۳

ابو عبید کہتے ہیں میں نے شافعی سے سُنا کہ وہ کہہ رہے تھے میں جانتا ہوں کہ مالک کی اور پھر محمد بن الحسن کی استاذیت مجھ پر ہے۔ ابو عبید نے کہا میں نے محمد بن الحسن سے زیادہ کتاب اللہ کا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔

قَالَ اَبُوْعُبَيْدٍ قَدِمْتُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ فَرَأَيْتُ الشَّافِعِيَّ عِنْدَهُ فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَاجَابَ فَاسْتَحْسَنَ الْجَوَابَ وَاَخَذَ شَيْئًا وَكَتَبَ فِيْهِ فَرَآهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فَوَهَبَ لَهُ مِائَةَ دِرْهَمٍ وَقَالَ لَهُ اِلْزَمْ اِنْ كُنْتَ تَشْتَهِي الْعِلْمَ فَسَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُولُ لَقَدْ كَتَبْتُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ وِقْرَ بَعِيْرٍ ذَكَرٍ وَلَوْلَاهُ مَا فُتِقَ لِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا فُتِقَ فَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِي الْفِقْهِ عِيَالٌ عَلَى اَهْلِ الْعِرَاقِ وَاَهْلُ الْعِرَاقِ عِيَالٌ عَلَى اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَاَهْلُ الْكُوْفَةِ كُلُّهُمْ عِيَالٌ عَلَى اَبِي حَنِيْفَةَ۔ ص۱۲۴

ابو عبید نے کہا میں محمد بن الحسن کے پاس آیا، وہاں میں نے شافعی کو اُن کے پاس دیکھا محمد بن الحسن نے اُن سے کچھ پوچھا، شافعی نے اس کا جواب دیا، محمد بن الحسن نے جواب پسند کیا، شافعی نے کوئی چیز اُٹھائی اور اس پر کچھ لکھا محمد بن الحسن نے اس کو دیکھا اور سو درہم شافعی کو دیئے اور اُن سے کہا۔ مداومت سے آتے رہو اگر تم کو علم کی خواہش ہے۔ پھر میں نے شافعی سے سُنا وہ کہہ رہے تھے میں نے ایک نر اونٹ کا بوجھ علم محمد بن الحسن سے لکھا ہے اور اگر محمد بن الحسن نہ ہوتے مجھ پر علم کی راہ جواب کُھلی ہے، نہ کھلتی، تمام لوگ فقہ میں اہلِ عراق کے عیال ہیں اور اہلِ عراق عیال ہیں اہلِ کوفہ کے اور اہل کوفہ تماماً عیال ہیں ابوحنیفہ کے۔

قَالَ الْمُزَنِيُّ لِرَجُلٍ، مَنْ جَالَسْتَ. قَالَ اَصْحَابَ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ. قَالَ، كَانُوْا وَاللهِ يَمْلَؤُنَ

الآذان اذا تكلموا ويفتحون للفقهاء ما ينغنق عليهم اذا غفلوا، فنظر اليه اصحابه فقال واللہ ما انا قلته من قبل نفسی حتی سمعت الشافعی یقول ما هو اکثر منه ص۱۳۷

مزنی نے ایک شخص سے کہا، کس کے پاس بیٹھے ہو۔ اس نے کہا محمد بن الحسن کے اصحاب کے پاس بیٹھا ہوں۔ مزنی نے کہا۔ اللہ کی قسم ہے، یہ لوگ جب بات کیا کرتے تھے، کانوں کو بھر دیا کرتے تھے (یعنی علوم اور مسائل سے) اور فقہا کے واسطے مشکل مسائل میں جب کہ وہ غافل ہو جاتے تھے راہیں کھول دیا کرتے تھے، جب مزنی نے یہ بات کہی، اُن کے اصحاب نے ان کی طرف دیکھا (یعنی تعجب سے کہ حنفیوں کی یہ تعریف کس طرح کی جا رہی ہے) مزنی نے ان سے کہا۔ اللہ کی قسم میں نے اپنی طرف سے یہ بات نہیں کہی ہے بلکہ میں نے شافعی سے اس سے زیادہ سُن رکھا ہے۔

قَالَ یَحْیَیٰ بنُ اَکْثَم کَانَ اَبُو یُوسُفَ اِذَا سُئِلَ عَنْ مَسْئَلَۃٍ اَجَابَ فِیْهَا وَقَالَ هٰذَا قَوْلُ اَبِی حَنِیْفَۃَ وَمَنْ جَعَلَهُ بَیْنَهُ وَبَیْنَ رَبِّهٖ فَقَدْ اِسْتَبْرَأَ لِدِیْنِهٖ۔ ص۲۶

یحییٰ بن اکثم نے کہا۔ جب ابو یوسف سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا وہ اس کا جواب دیتے تھے اور کہتے تھے۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے اور جو شخص ابو حنیفہ کو اپنے اور اللہ کے بیچ میں رکھے گا اس نے دین کو بری کر لیا۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَمَاعَۃَ کَانَ عِیْسَیٰ بنُ اَبَانَ حَسَنَ الْوَجْهِ وَکَانَ یُصَلِّیْ مَعَنَا وَکُنْتُ اَدْعُوْہُ اِلَی اَنْ یَأْتِیَ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ، فَیَقُوْلُ هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ یُخَالِفُوْنَ الْحَدِیْثَ وَکَانَ عِیْسَیٰ حَسَنَ الْحِفْظِ لِلْحَدِیْثِ فَصَلّٰی مَعَنَا یَوْمًا الصُّبْحَ فَکَانَ یَوْمَ مَجْلِسِ مُحَمَّدٍ، فَلَمْ اُفَارِقْهُ حَتّٰی جَلَسَ فِی الْمَجْلِسِ فَلَمَّا فَرَغَ مُحَمَّدٌ اَدْنَیْتُهُ اِلَیْهِ وَقُلْتُ لَهُ هٰذَا ابْنُ اَخِیْكَ اَبَانُ بْنُ صَدَقَۃَ الْکَاتِبُ وَمَعَهُ ذَکَاءٌ وَمَعْرِفَۃٌ بِالْحَدِیْثِ وَاَنَا اَدْعُوْہُ اِلَیْكَ فَیَأْبَیٰ وَیَقُوْلُ اِنَّا نُخَالِفُ الْحَدِیْثَ، فَاَقْبَلَ عَلَیْهِ وَقَالَ لَهُ یَا بُنَیَّ مَا الَّذِیْ رَأَیْتَنَا نُخَالِفُهُ مِنَ الْحَدِیْثِ، لَا تَشْهَدْ عَلَیْنَا حَتّٰی تَسْمَعَ مِنَّا۔ فَسَأَلَهُ یَوْمَئِذٍ عَنْ خَمْسَۃٍ وَعِشْرِیْنَ بَابًا مِنَ الْحَدِیْثِ فَجَعَلَ مُحَمَّدُ ابْنُ الْحَسَنِ یُجِیْبُهُ عَنْهَا وَیُخْبِرُہُ بِمَا فِیْهَا مِنَ الْمَنْسُوْخِ وَیَأْتِیْ بِالشَّوَاهِدِ وَالدَّلَائِلِ، فَالْتَفَتَ اِلَیَّ بَعْدَ مَا خَرَجْنَا فَقَالَ۔ کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ النُّوْرِ سِتْرٌ فَارْتَفَعَ عَنِّیْ، مَا ظَنَنْتُ اَنَّ فِیْ مُلْكِ اللّٰہِ مِثْلَ هٰذَا الرَّجُلِ یُظْهِرُہُ لِلنَّاسِ وَلَزِمَ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ لُزُوْمًا شَدِیْدًا حَتّٰی تَفَقَّهَ۔ ص۱۲۸

محمد بن سماعہ نے کہا کہ عیسیٰ بن ابان خوب رُو جوان تھا اور ہمارے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا، میں اس کو محمد بن حسن کے حلقہ کی طرف بُلاتا تھا، وہ کہتا تھا کہ یہ لوگ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔

یہ عیسیٰ بن ابان احادیث کا اچھا حافظ تھا۔ ایک دن اس نے صبح کی نماز ہمارے ساتھ پڑھی اور وہ دن محمد بن حسن کے حلقہ کا دن تھا۔ میں عیسیٰ بن ابان سے جدا نہیں ہوا اور جب محمد بن الحسن مجلس میں آئے اور فارغ ہو کر بیٹھے میں نے عیسیٰ بن ابان کو پیش کیا اور کہا کہ یہ آپ کا بھتیجا ابان فرزند صدقہ کا تب ہے۔ اس میں ذکاوت اور احادیث کی معرفت ہے ۔میں اس کو آپ کے پاس لانا چاہتا تھا اور یہ انکار کرتا تھا کہ کہتا تھا کہ ہم حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ سُن کر محمد بن الحسن اس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔ برخوردار تم نے ہماری کیا بات دیکھی ہے کہ ہم حدیث کی مخالفت کرتے ہیں، ہم پر تم کسی بات کی گواہی نہ دو جب تک کہ تم خود ہم سے نہ سُن لو۔ پھر عیسیٰ بن ابان نے اس دن حدیث کے پچیس ابواب سے سوالات کیے اور محمد نے ان کے جوابات دیئے اور ان میں منسوخ احادیث کا بیان دلائل اور شواہد سے کیا اور جب ہم دونوں وہاں سے باہر آئے عیسیٰ بن ابان میری طرف ملتفت ہوئے اور مجھ سے کہا کہ میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ حائل تھا۔ وہ پردہ اُٹھ گیا۔ مجھ کو اس کا گمان تک نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مملکت میں محمد بن حسن جیسے شخص کا ظہور ہوگا۔ اور پھر وہ محمد بن حسن سے پوری طرح وابستہ ہو گئے اور فقیہ ہوئے۔

۲۔ حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۲ھ نے اپنی کتاب تاریخ بغداد کی جلد تیرہ میں صفحہ ۳۲۳ سے ۳۶۸ تک میں لکھا ہے۔

سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سَلَمَةَ يَقُولُ قَالَ خَلَفُ بْنُ أَيُّوبَ، صَارَ الْعِلْمُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَىٰ إِلَىٰ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَارَ إِلَىٰ أَصْحَابِهِ، ثُمَّ صَارَ إِلَى التَّابِعِيْنَ ثُمَّ صَارَ إِلَىٰ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَصْحَابِهِ فَمَنْ شَاءَ فَلْيَرْضَ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَسْخُطْ۔ ص۳۳۶

محمد بن سلمہ سے سنا کہ خلف بن ایوب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عنایت کیا، اور آپ سے آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو پہنچا، پھر ان سے تابعین کو پہنچا، اور ان سے ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو پہنچا۔ اب چاہے کوئی خوش ہو یا ناخوش۔

قَالَ رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ جُرَيْجٍ سَنَةَ خَمْسِيْنَ وَأَتَاهُ مَوْتُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ فَاسْتَرْجَعَ وَتَوَجَّعَ وَقَالَ۔ أَيُّ عِلْمٍ ذَهَبَ۔ قَالَ، وَمَاتَ فِيْهَا ابْنُ جُرَيْجٍ۔ ص۳۳۸

روح بن عبادہ نے کہا میں ۱۵۰ھ میں ابن جریج کے پاس تھا کہ ان کو ابوحنیفہ کے وفات کی خبر پہنچی۔ انہوں نے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھی اور غمگین ہوئے اور انہوں نے کہا، کیسا علم ہاتھ سے گیا۔ اور راوی نے بیان کیا کہ اسی سن پچاس میں ابن جریج کی وفات ہوئی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

قَالَ أَبُوْ غَسَّانَ سَمِعْتُ إِسْرَائِيْلَ يَقُوْلُ۔ كَانَ نِعْمَ الرَّجُلُ النُّعْمَانُ، مَا كَانَ أَحْفَظَهُ لِكُلِّ حَدِيْثٍ فِيْهِ فِقْهٌ وَأَشَدَّ فَحْصَهُ عَنْهُ وَأَعْلَمَهُ بِمَا فِيْهِ مِنَ الْفِقْهِ وَكَانَ قَدْ ضَبَطَ عَنْ حَمَّادٍ فَأَحْسَنَ الضَّبْطَ عَنْهُ فَأَكْرَمَهُ الْخُلَفَاءُ وَالْأُمَرَاءُ وَالْوُزَرَاءُ وَكَانَ إِذَا نَاظَرَهُ رَجُلٌ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْفِقْهِ هَمَّتَهُ نَفْسُهُ وَلَقَدْ كَانَ مِسْعَرٌ يَقُوْلُ مَنْ جَعَلَ أَبَا حَنِيْفَةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ رَجَوْتُ أَنْ لَا يَخَافُ وَلَا يَكُوْنُ فَرَطَ فِي الْاِحْتِيَاطِ لِنَفْسِهِ۔ ص۳۳۹

ابوغسان نے بیان کیا۔ میں نے اسرائیل سے سنا وہ کہہ رہے تھے۔ اچھے شخص ہیں نعمان،

کیا ہی خوب حافظ تھے ہر اس حدیث کے جس میں فقہ ہوتی تھی اور کیا ہی شدت سے ایسی احادیث کی تلاش کرتے تھے اور کیا ہی خوب علم اُن کی فقہ کا رکھتے تھے، انہوں نے حماد سے اس کو حاصل کیا اور بہت خوب حاصل کیا لہٰذا خلفاء، امراء اور وزراء نے ان کا اکرام کیا اور جب کوئی شخص اُن سے فقہ میں مناظرہ کرتا تھا تو ان کی ہمت بڑھتی تھی، مسعر کہا کرتے تھے جو شخص ابو حنیفہ کو اپنے اور اللہ کے بیچ میں رکھے، مجھے امید ہے کہ اس پر خوف نہیں ہے اور اس نے اپنے نفس کی احتیاط میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔

قَالَ سَعِيدُ بنُ مَنصُورٍ سَمِعتُ الفُضَيلَ بنَ عِيَاضٍ يَقُولُ۔ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ رَجُلًا فَقِيهًا مَعرُوفًا بِالفِقهِ، مَشهُورًا بِالوَرَعِ، وَاسِعَ المَالِ، مَعرُوفًا بِالإِفضَالِ عَلَى مَن يَطِيفُ بِهِ، صَبُورًا عَلَى تَعلِيمِ العِلمِ بِاللَّيلِ وَالنَّهَارِ، حَسَنَ اللَّيلِ، كَثِيرَ الصَّمتِ، قَلِيلَ الكَلَامِ حَتَّى تَرِدَ مَسئَلَةٌ فِي حَلَالٍ أَو حَرَامٍ، فَكَانَ يُحسِنُ أَن يَدُلَّ عَلَى الحَقِّ هَارِبًا مِن مَالِ السُّلطَانِ هٰذَا آخِرُ حَدِيثِ مُكرَمٍ، وَزَادَ ابنُ الصَّبَاحِ، وَكَانَ إِذَا وَرَدَت عَلَيهِ مَسئَلَةٌ فِيهَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ اِتَّبَعَهُ وَإِن كَانَ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَإِلَّا قَاسَ وَأَحسَنَ القِيَاسَ۔ ص۳۳۰

سعید بن منصور نے کہا۔ میں نے فضیل بن عیاض سے سنا انہوں نے کہا۔ ابو حنیفہ ایک فقیہ شخص تھے اور فقہ سے معروف تھے، ان کی پرہیزگاری معروف تھی، اُن کے مال میں فراخی تھی، جو اُن کے پاس آتے تھے ان کے ساتھ بھلائی کرتے تھے اور یہ بات معروف تھی، علم کے سکھلانے میں رات دن مصروف رہتے تھے، رات ان کی اچھی تھی (یعنی عبادت کرتے تھے) خاموشی زیادہ رہتی تھی، بات کم کرتے تھے۔ ہاں جب مسئلہ حلال و حرام کا آجاتا تھا تو اچھی طرح حق کا بیان کرتے تھے۔ سلطان کے مال سے بھاگتے تھے۔ "مکرم کی روایت یہاں ختم ہوئی اور ابن الصباح کی روایت میں یہ زیادہ ہے" اگر ان کے پاس مسئلہ آتا تھا اور اس سلسلہ میں صحیح حدیث ہوتی تھی اس کی پیروی کرتے تھے اگرچہ وہ صحابہ یا تابعین سے ہوتی ورنہ قیاس کرتے اور اچھا قیاس کرتے۔

قَالَ مُحَمَّدُ بنُ سَمَاعَةَ سَمِعتُ أَبُو يُوسُفَ يَقُولُ، مَا خَالَفتُ أَبَا حَنِيفَةَ فِي شَيءٍ قَطُّ فَتَدَبَّرتُهُ إِلَّا رَأَيتُ مَذهَبَهُ الَّذِي ذَهَبَ إِلَيهِ أَنجَى فِي الآخِرَةِ، وَكُنتُ رُبَّمَا مِلتُ إِلَى الحَدِيثِ وَكَانَ هُوَ أَبصَرَ بِالحَدِيثِ الصَّحِيحِ مِنِّي۔ ص۳۴۰

محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو یوسف کو کہتے سُنا، میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں ابو حنیفہ کی مخالفت کی اور پھر میں نے اس میں تدبر کیا یہ ظاہر ہوا کہ ابو حنیفہ کا مذہب جس کی طرف

وہ گئے ہیں زیادہ نجات دہندہ ہے آخرت میں۔ بسا اوقات میں حدیث کی طرف مائل ہو جاتا تھا اور صحیح حدیث کی پرکھ میں وہ مجھ سے بیناتر تھے۔

حَدَّثَ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْحَنَفِيُّ عَنْ أَبِي عَبَّادٍ. شَيْخٌ لَهُمْ. قَالَ قَالَ الأَعْمَشُ لِأَبِي يُوسُفَ كَيْفَ تَرَكَ صَاحِبُكَ أَبُوحَنِيْفَةَ قَوْلَ عَبْدِ اللهِ "عِتْقُ الأَمَةِ طَلَاقُهَا" قَالَ، تَرَكَهُ لِحَدِيْثِكَ الَّذِي حَدَّثْتَهُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ "إِنَّ بَرِيْرَةَ حِيْنَ أُعْتِقَتْ خُيِّرَتْ" قَالَ الأَعْمَشُ إِنَّ أَبَا حَنِيْفَةَ لَفَطِنٌ" ۔ ص٣٣٣

محمد بن عمر حنفی ابو عباد سے جو کہ اُن کے شیخ تھے روایت کرتے ہیں کہ اعمش نے ابو یوسف سے کہا تمہارے صاحب ابو حنیفہ نے عبداللہ بن مسعود کا قول کہ" لونڈی کی آزادی اس کی طلاق ہے"، کیسے چھوڑا۔ ابو یوسف نے کہا تمہاری روایت کردہ حدیث کی بنا پر جو تم نے اُن سے بیان کی ہے۔ از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ بریرہ کو جب آزاد کیا گیا، اختیار دے دیا گیا (یعنی اگر وہ چاہے اپنے شوہر کے ساتھ رہے اور اگر چاہے شوہر سے الگ ہو جائے) یہ سُن کر اعمش نے کہا۔ ابو حنیفہ زیرک ہیں۔

عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ حَمَّادٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ قَالَ مَاتَ عُمَرُ بْنُ سَعِيْدٍ أَخُو سُفْيَانَ فَأَتَيْنَاهُ نُعَزِّيْهِ، فَإِذَا الْمَجْلِسُ غَاصٌّ بِأَهْلِهِ وَفِيْهِمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيْسَ، وَإِذَا أَقْبَلَ أَبُوحَنِيْفَةَ فِي جَمَاعَةٍ مَعَهُ، فَلَمَّا رَآهُ سُفْيَانُ تَحَرَّكَ عَنْ مَجْلِسِهِ، ثُمَّ قَامَ فَاعْتَنَقَهُ وَأَجْلَسَهُ فِي مَوْضِعِهِ وَقَعَدَ بَيْنَ يَدَيْهِ، قَالَ أَبُوبَكْرٍ، فَاغْتَظْتُ عَلَيْهِ، وَقَالَ ابْنُ إِدْرِيْسَ، وَيْحَكَ أَلَا تَرَى مَجْلِسَنَا حَتَّى تَفَرَّقَ النَّاسُ، فَقُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ إِدْرِيْسَ، لَا تَقُمْ حَتَّى نَعْلَمَ مَا عِنْدَهُ فِي هٰذَا، فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ رَأَيْتُكَ الْيَوْمَ فَعَلْتَ شَيْئًا أَنْكَرْتُهُ وَأَنْكَرَهُ أَصْحَابُنَا عَلَيْكَ قَالَ وَمَا هُوَ، قُلْتُ جَاءَكَ أَبُوحَنِيْفَةَ فَقُمْتَ إِلَيْهِ وَأَجْلَسْتَهُ فِي مَجْلِسِكَ وَصَنَعْتَ بِهِ صَنِيْعًا بَلِيْغًا، وَهٰذَا عِنْدَ أَصْحَابِنَا مُنْكَرٌ. فَقَالَ وَمَا أَنْكَرْتَ مِنْ ذٰلِكَ. هٰذَا رَجُلٌ مِنَ الْعِلْمِ بِمَكَانٍ، فَإِنْ لَمْ أَقُمْ لِعِلْمِهِ قُمْتُ لِسِنِّهِ وَإِنْ لَمْ أَقُمْ لِسِنِّهِ، قُمْتُ لِفِقْهِهِ، وَإِنْ لَمْ أَقُمْ لِفِقْهِهِ، قُمْتُ لِوَرَعِهِ، فَأَجْحَمَنِي فَلَمْ يَكُنْ عِنْدِي جَوَابٌ۔ ص٣٣١

اسماعیل بن حماد نے ابو بکر بن عیاش سے روایت کی ہے کہ سفیان ثوری کے بھائی عمر بن سعید کی وفات ہوئی اور ہم تعزیت کے سلسلہ میں اُن کے پاس گئے، مجلس لوگوں سے بھری ہوئی تھی، لوگوں میں عبداللہ بن ادریس بھی تھے، اسی دوران میں ابو حنیفہ اپنی جماعت کے ساتھ آگئے، اُن کو دیکھ کر سفیان اپنی جگہ سے سرکے، پھر سفیان کھڑے ہو گئے اور ابو حنیفہ سے معانقہ

کیا اوران کو اپنی جگہ پر بٹھایا اور خود ان کے سامنے بیٹھے۔ ابوبکر کہتے ہیں، مجھے سفیان پر غصہ آیا اور ابن ادریس سے کہا، تم پر افسوس ہے، کیا تم نہیں دیکھتے، ہم بیٹھے رہے تاآنکہ لوگ چلے گئے، میں نے ابن ادریس سے کہا۔ تم نہ اٹھو تاکہ ہم کو اس کیفیت کی وجہ معلوم ہو۔ اور میں نے سفیان ثوری کو خطاب کرکے کہا۔ اے ابوعبداللہ! میں نے آج تم کو ایسا فعل کرتے دیکھا ہے جس کو ہم نے اور ہمارے ساتھیوں نے ناپسند کیا ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کونسا فعل ہے۔ میں نے کہا تمہارے پاس ابوحنیفہ آئے۔ تم ان کے واسطے کھڑے ہوئے اور تم نے ان کو اپنی جگہ پر بٹھایا اور تم نے ان کی خوب مدارات کی اور ہمارے اصحاب کے نزدیک تمہارا یہ فعل منکر اور خراب ہے۔ انہوں نے کہا اس میں کیا برائی ہے، یہ ایسے شخص ہیں کہ علم میں ان کا ایک مقام ہے اگر میں ان کے علم کی وجہ سے نہ کھڑا ہوتا ان کی کلاں سالی کی وجہ سے کھڑا ہوتا اور اگر ان کی کلاں سالی کی وجہ سے نہیں کھڑا ہوتا ان کی فقہ کی وجہ سے کھڑا ہوتا اور اگر ان کی فقہ کی وجہ سے نہیں کھڑا ہوتا ان کے ورع کی وجہ سے کھڑا ہوتا، سفیان ثوری نے مجھ کو حیرت میں ڈال کر لاجواب کردیا۔

قَالَ ابْنُ الصَّلْتِ سَمِعْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ حُرَيْثٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ شُمَيْلٍ يَقُولُ، كَانَ النَّاسُ نِيَامًا عَنِ الْفِقْهِ حَتَّى أَيْقَظَهُمْ أَبُوحَنِيفَةَ بِمَا فَتَقَهُ وَبَيَّنَهُ وَلَخَّصَهُ۔ ص۳۴۵

ابن صلت نے کہا میں نے حسین بن حریث سے سنا وہ کہہ رہے تھے۔ فقہ سے لوگ غفلت میں تھے ابوحنیفہ نے زوایا خفایا سے فقہ کو نکال کر اور اچھی طرح اس کو بیان کرکے اور اس کا مغز پیش کرکے لوگوں کو ہوشیار و آگاہ کیا ہے۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ يَقُولُ شَيْئَانِ مَا ظَنَنْتُ أَنَّهُمَا يُجَاوِزَانِ قَنْطَرَةَ الْكُوفَةِ وَقَدْ بَلَغَا الْآفَاقَ، قِرَاءَةُ حَمْزَةَ وَرَأْيُ أَبِي حَنِيفَةَ۔ ص۳۴۷

عبداللہ بن الزبیر حمیدی نے کہا میں نے سفیان بن عیینہ کو کہتے سنا دو چیزوں کے متعلق مجھ کو خیال تک نہیں آتا تھا کہ وہ کوفہ کے پل پار پہنچیں گی حالانکہ وہ دنیا کے گوشوں تک پہنچ گئی ہیں حمزہ کی قراءت اور ابوحنیفہ کی رائے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحِ بْنِ مُسْلِمٍ الْعِجْلِيُّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ بِالشَّامِ لِلْحَكَمِ بْنِ هِشَامٍ الثَّقَفِيِّ، أَخْبِرْنِي عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ عَلَى الْخَبِيرِ سَقَطْتَ۔ كَانَ أَبُوحَنِيفَةَ لَا يُخْرِجُ أَحَدًا مِنْ قِبْلَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَخْرُجَ مِنَ الْبَابِ الَّذِي مِنْهُ دَخَلَ، وَكَانَ مِنْ أَعْظَمِ النَّاسِ أَمَانَةً وَأَرَادَهُ سُلْطَانُنَا عَلَى أَنْ يَتَوَلَّى مَفَاتِيحَ خَزَائِنِهِ أَوْ يَضْرِبُ ظَهْرَهُ فَاخْتَارَ عَذَابَهُمْ

عَلَى عَذَابِ اللهِ۔ فَقَالَ لَهُ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا وَصَفَ اَبَا حَنِيْفَةَ بِمِثْلِ مَا وَصَفْتَهُ بِہٖ۔ قَالَ هُوَ كَمَا قُلْتُ لَكَ۔ ص۳۵۱

ہم سے عبداللہ بن صالح بن مسلم عجلی نے بیان کیا کہ ملک شام میں حکم بن ہشام ثقفی سے ایک شخص نے ابوحنیفہ کے متعلق پوچھا، حکم نے کہا تم نے واقف کار سے پوچھا ہے۔ وہ کسی شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ سے خارج نہیں کرتے تھے وہ خود ہی اگر دینِ اسلام کو چھوڑے تو چھوڑے، لوگوں میں بہت بڑے مرتبہ کے امانت دار تھے، ہمارے سلطان نے ارادہ کیا کہ وہ یا تو خزانہ کی کنجیوں کے متولی بنیں یا اُن کی پیٹھ پر کوڑے مارے جائیں۔ انہوں نے سلطانی عذاب کو اللہ کے عذاب پر ترجیح دی۔ پوچھنے والے نے یہ سُن کر حکم سے کہا۔ میں نے کسی کو نہیں پایا کہ اس نے ابوحنیفہ کا ایسا بیان کیا ہو جیسا تم نے کیا ہے۔ انہوں نے کہا وہ ایسے ہی تھے جیسا کہ میں نے کہا ہے۔

حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَاصِمِ النَّبِيْلِ يَقُوْلُ كَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ يُسَمَّى الْوَتَدَ لِكَثْرَةِ صَلَاتِهٖ۔ ص۳۵۴

محمد بن بکر نے بیان کیا کہ میں نے ابو عاصم نبیل کو کہتے سُنا کہ ابوحنیفہ کو بہ کثرت نماز پڑھنے کی وجہ سے وَتِد (کھونٹا) کہا کرتے تھے۔

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ مَنْصُوْرَ بْنَ هَاشِمٍ يَقُوْلُ كُنَّا مَعَ عَبْدِاللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ بِالْقَادِسِيَّةِ اِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ فَوَقَعَ فِيْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فَقَالَ لَهُ عَبْدُاللهِ، وَيْحَكَ اَتَقَعُ فِيْ رَجُلٍ صَلّٰى خَمْسًا وَاَرْبَعِيْنَ سَنَةً خَمْسَ صَلَوَاتٍ عَلٰى وُضُوْءٍ وَاحِدٍ وَكَانَ يَجْمَعُ الْقُرْآنَ فِيْ رَكْعَتَيْنِ فِيْ لَيْلَةٍ وَتَعَلَّمْتُ الْفِقْهَ الَّذِيْ عِنْدِيْ مِنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ ص۳۵۵

احمد بن ابراہیم نے کہا۔ میں نے منصور بن ہاشم سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ ہم عبداللہ بن مبارک کے ساتھ قادسیہ میں تھے کہ ان کے پاس ایک شخص اہالی کوفہ میں سے آیا اور اس نے ابوحنیفہ کی بُرائی بیان کی۔ عبداللہ بن مبارک نے اس شخص سے کہا۔ افسوس ہے تجھ پر کہ تو ایسے شخص کی برائی بیان کر رہا ہے جس نے پینتالیس سال ایک وضو سے پانچ وقت کی نماز پڑھی ہے اور جو سارا قرآنِ عظیم ایک رات میں دو رکعتوں کے اندر پڑھا کرتے تھے اور یہ فقہ جو مجھ کو آئی ہے میں نے ابوحنیفہ سے سیکھی ہے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْيَحْيَى الْحِمَّانِيْ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِهٖ اَنَّ اَبَا حَنِيْفَةَ كَانَ يُصَلِّي الْفَجْرَ بِوُضُوْءِ الْعِشَاءِ وَ

كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ مِنَ اللَّيْلِ تَزَيَّنَ حَتَّى يُسَرِّحَ لِحْيَتَهُ - ص۳۵۵

ابو یحییٰ حمانی نے ابو حنیفہ کے بعض اصحاب سے بیان کیا ہے کہ ابو حنیفہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور جب وہ رات میں نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تھے تو اپنی زینت کرتے تھے اور داڑھی میں کنگھی کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ سَمِعْتُ زَائِدَةَ يَقُولُ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ فِي مَسْجِدِهِ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ، وَخَرَجَ النَّاسُ وَلَمْ يَعْلَمْ أَنِّي فِي الْمَسْجِدِ وَأَرَدْتُ أَنْ أَسْأَلَهُ عَنْ مَسْأَلَةٍ مِنْ حَيْثُ لَا يَرَانِي أَحَدٌ، قَالَ فَقَامَ وَقَدِ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ حَتَّى بَلَغَ إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ - فَمَنَّ اللهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ - فَأَقَمْتُ فِي الْمَسْجِدِ أَنْتَظِرُ فَرَاغَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُرَدِّدُهَا حَتَّى أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ - ص۳۵۷

احمد بن یونس نے کہا میں نے زائدہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے میں نے ابو حنیفہ کے ساتھ اُن کی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی، پھر لوگ چلے گئے اور ابو حنیفہ کو خبر نہ تھی کہ میں مسجد میں ہوں، میرا ارادہ ان سے ایک مسئلہ کا پوچھنا تھا اس طرح کہ کوئی دیکھے نہیں۔ ابو حنیفہ نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اور وہ اس آیتِ شریفہ پر پہنچے۔ فَمَنَّ اللهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ (سورہ طور کی آیت ۲۷) پھر احسان کیا اللہ نے ہم پر اور بچایا ہم کو لوؤں کے عذاب سے (یعنی دوزخ کی بھاپ بھی نہ لگی موضح القرآن)

میں آپ کے انتظار میں بیٹھ گیا اور آپ اِس آیتِ شریفہ کو دہراتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور مؤذن نے صبح کی اذان دی۔

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ أَبَا نُعَيْمٍ ضِرَارَ بْنَ صُرَدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ الْكُمَيْتِ يَقُولُ وَكَانَ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ - كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ شَدِيدَ الْخَوْفِ مِنَ اللهِ فَقَرَأَ بِنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الْمُؤَذِّنُ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ "إِذَا زُلْزِلَتْ" وَأَبُو حَنِيفَةَ خَلْفَهُ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ وَخَرَجَ النَّاسُ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ جَالِسٌ يُفَكِّرُ وَيَتَنَفَّسُ، فَقُلْتُ أَقُومُ لَا يَشْتَغِلُ قَلْبُهُ بِي، فَلَمَّا خَرَجْتُ تَرَكْتُ الْقِنْدِيلَ وَلَمْ يَكُنْ فِيهِ إِلَّا زَيْتٌ قَلِيلٌ، فَجِئْتُ وَقَدْ طَلَعَ الْفَجْرُ وَهُوَ قَائِمٌ قَدْ أَخَذَ بِلِحْيَةِ نَفْسِهِ وَهُوَ يَقُولُ يَا مَنْ يَجْزِي بِمِثْقَالِ ذَرَّةٍ خَيْرٍ خَيْرًا وَيَا مَنْ يَجْزِي بِمِثْقَالِ ذَرَّةِ شَرٍّ شَرًّا، أَجِرِ النُّعْمَانَ عَبْدَكَ مِنَ النَّارِ وَمَا يُقَرِّبُ مِنْهَا مِنَ السُّوءِ وَأَدْخِلْهُ فِي سَعَةِ رَحْمَتِكَ، قَالَ فَأَذَّنْتُ وَالْقِنْدِيلُ يَزْهَرُ وَهُوَ قَائِمٌ فَلَمَّا دَخَلْتُ قَالَ تُرِيدُ أَنْ تَأْخُذَ الْقِنْدِيلَ - قَالَ

قُلْتُ قَدْ اَذَّنْتُ لِصَلَاةِ الْغَدَاةِ، قَالَ اُكْتُمْ عَلَيَّ مَا رَأَيْتَ وَرَكَعَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَجَلَسَ حَتّٰى اُقِمْتُ الصَّلَاةَ وَصَلّٰى مَعَنَا الْغَدَاةَ عَلٰى وُضُوْءِ اَوَّلِ اللَّيْلِ۔ ص۲۵۷

احمد بن محمد نے کہا میں نے ابونعیم ضرار بن صرد سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ یزید بن کمیت سے جو کہ برگزیدہ لوگوں میں سے تھے، کہہ رہے تھے کہ ابوحنیفہ شدت کے ساتھ اللہ سے ڈرتے تھے۔ علی بن حسین مؤذن نے ہم کو عشاء کی نماز پڑھائی۔ انہوں نے سورۃ اِذَا زُلْزِلَتْ پڑھی۔ نماز کے بعد جب لوگ مسجد سے چلے گئے، میں نے ابوحنیفہ کو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے سوچ رہے ہیں اور آہیں بھر رہے ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ میرا جانا بہتر ہے تاکہ ان کا دل میری طرف راغب نہ ہو جب میں جانے لگا قندیل کو جلتا چھوڑ گیا اس میں تھوڑا تیل تھا اور جب صبح صادق ہو نے کے بعد میں لوٹ کر مسجد آیا میں نے دیکھا کہ ابوحنیفہ اپنی ڈاڑھی پکڑے ہوئے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔

اے وہ پاک ذات جو ذرّہ بھر بھلائی کا بھلائی سے بدلہ دے گا اور اے وہ پاک ذات جو ذرّہ بھر بُرائی کا بُرائی سے بدلہ دے گا اپنے بندہ نعمان کو دوزخ سے اور اُس برائی سے جو دوزخ کے قریب کرے، پناہ دے، اور اس کو اپنی رحمت کی فراخی میں داخل کرلے۔ مؤذن کہتے ہیں میں نے اذان دی اور میں نے دیکھا کہ قندیل روشن ہے اس کا نور خوب پھیل رہا ہے اور آپ کھڑے ہیں، پھر میں مسجد میں داخل ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا قندیل اٹھانی چاہتے ہو۔ میں نے کہا کہ میں نے صبح کی نماز کے لئے اذان دے دی ہے۔ آپ نے فرمایا تم میرے اس واقعہ کو پوشیدہ رکھو۔ پھر آپ نے سنتیں پڑھیں اور بیٹھے رہے، پھر میں نے اقامت کہی اور انہوں نے ہمارے ساتھ صبح کی نماز شام کے وضو سے پڑھی۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَوْرَعَ مِنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَدْ جُرِّبَ بِالسِّيَاطِ وَالْاَمْوَالِ۔

ابن مبارک نے کہا۔ ابوحنیفہ سے زیادہ پرہیزگار میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ اُن کی آزمائش دولت سے اور کوڑوں سے ہوئی ہے۔

قَالَ زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ صُهَيْبٍ الْكَلْبِيَّ يَقُوْلُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ يَتَمَثَّلُ كَثِيْرًا۔

عَطَاءُ ذِي الْعَرْشِ خَيْرٌ مِنْ عَطَائِكُمْ　　وَسَيْبُهُ وَاسِعٌ يُرْجٰى وَيُنْتَظَرُ

اَنْتُمْ يكَدِّرُ مَا تُعْطُونَ مِنْكُمْ   وَاللّٰهُ يُعْطِي بِلاَ مِنَّةٍ وَلاَ كَدَرٍ

زید بن ارقم نے کہا میں نے عبداللہ بن صہیب کلبی سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت اکثر بہ طور مثال پڑھا کرتے تھے۔

۱۔ خداوندِ عرش کی عطا تمہاری عطا سے بہتر ہے، اس کا فیضان فراخ ہے جس کی امید کی جاتی ہے اور انتظار کیا جاتا ہے۔

۲۔ تم جو کچھ دیتے ہو تمہارا احسان اس کو مکدر کر دیتا ہے اور اللہ رب العزت کی عطا بلا احسان اور بلا کدورت ہوتی ہے۔

۳۔ امام حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی مغربی متوفی ۴۶۳ھ نے اپنی کتاب الاستغنار فی الکنی میں لکھا ہے۔ [1]

"كَانَ اَبُوحَنِيْفَةَ فِي الْفِقْهِ اِمَامًا، حَسَنَ الرَّايِ وَالْقِيَاسِ، لَطِيْفَ الْاِسْتِخْرَاجِ، جَيِّدَ الذِّهْنِ، حَاضِرَ الْفَهْمِ، ذَكِيًّا، وَرِعًا، عَاقِلًا، اِلَّا اَنَّهُ كَانَ مَذْهَبُهُ فِي اَخْبَارِ الْآحَادِ الْعُدُوْلِ اَنْ لَا يُقْبَلَ مِنْهَا مَا خَالَفَ الْاُصُوْلَ الْمُجْمَعَ عَلَيْهَا، فَاَنْكَرَ عَلَيْهِ اَهْلُ الْحَدِيْثِ ذٰلِكَ وَذَمُّوْهُ وَاَفْرَطُوْا وَحَسَدَهُ مِنْ اَهْلِ وَقْتِهٖ مَنْ بَغَىٰ عَلَيْهِ وَاسْتَحَلَّ الْغِيْبَةَ فِيْهِ وَعَظَّمَهُ آخَرُوْنَ وَرَفَعُوْا مِنْ ذِكْرِهٖ وَاتَّخَذُوْهُ اِمَامًا وَاَفْرَطُوْا اَيْضًا فِي مَدْحِهٖ، وَاَلَّفَ النَّاسُ فِي فَضَائِلِهٖ وَمَثَالِبِهٖ وَالطَّعْنِ عَلَيْهِ۔

ثُمَّ قَالَ اَبُوعُمَرَ، وَاَهْلُ الْفِقْهِ لَا يَلْتَفِتُوْنَ اِلَى مَنْ طَعَنَ عَلَيْهِ وَلَا يُصَدِّقُوْنَ بِشَيْءٍ مِنَ السُّوْءِ يُنْسَبُ اِلَيْهِ۔"

ابوحنیفہ فقہ میں امام تھے، ان کی رائے خوب، قیاس عمدہ، مسئلہ لطیف پیرایہ سے نکالتے تھے، ان کا ذہن اچھا تھا، سمجھ ہر وقت ساتھ دیتی تھی، ذکی، صاحب تقویٰ اور عقلمند تھے، البتہ اخبارِ آحادِ عُدُول کے متعلق ان کا مذہب یہ تھا، اگر ان کی روایت کسی ایسی اصل کے خلاف ہو جو سب کے نزدیک مسلّم ہو، تو یہ روایت غیر مقبول ہے، اہلِ حدیث نے اس پر انکار کیا ہے اور آپ کی مذمّت کی ہے اور افراط سے کام لیا ہے اور آپ سے آپ کے زمانے کے سرکش مخالفوں نے حسد کیا ہے اور انہوں نے آپ کی غیبت کرنی جائز قرار دے دی ہے، دوسری جماعت نے آپ کی تعظیم کی ہے اور آپ کا خوب ذکر کیا ہے اور آپ کو اپنا امام بنایا ہے۔ ان لوگوں نے آپ کی مدح کرنے میں افراط سے کام لیا ہے، اور لوگوں نے آپ کے فضائل کے بیان میں اور آپ کے مساوی اور آپ پر طعن میں کتابیں لکھی ہیں۔

---

[1] یہ کتاب دستیاب نہیں ہوئی۔ امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن یوسف دمشقی شامی شافعی نے اپنی کتاب "عقود الجمان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان" کے صفحہ ۲۰۹ میں یہ عبارت لکھی ہے۔

ابو عمر کہتا ہے :" اہلِ فقہ طعن کرنے والوں کی طرف التفات نہیں کرتے ہیں اور نہ ان کی ذکر کردہ برائیوں کی تصدیق کرتے ہیں "۔

علامہ ابو عمر ابن عبدالبر نمیری قرطبی نے کتاب " اَلْاِنْتِقَاءُ فِي فَضَائِلِ الثَّلَاثَةِ الْأَئِمَّةِ الْفُقَهَا" امام مالک، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے احوال میں لکھی ہے۔ تیسرے حصہ میں حضرت امام عالی مقام کا ذکر ہے، یہ حصہ صفحہ ۱۲۱ سے صفحہ ۱۷۵ تک ہے۔ اس حصہ کا دیباچہ درج ذیل ہے۔

" بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى آلِهِ اَجْمَعِيْنَ. وَاَذْكُرُ فِيْ هٰذَا الْجُزْءِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بَعْضَ مَا حَضَرَنِيْ ذِكْرُهٗ مِنْ اَخْبَارِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَفَضَائِلِهٖ وَاَذْكُرُ بَعْضَ مَنْ اَثْنٰى عَلَيْهِ وَحَمِدَهٗ وَنَبْدَاُ بِمَا طُعِنَ فِيْهِ عليه لِرَدِّهٖ بِمَا اَصَّلَهٗ لِنَفْسِهٖ فِي الْفِقْهِ وَرَدَّ بِذٰلِكَ اَخْبَارَ الْآحَادِ الثِّقَاتِ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ وَمَا اَجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلَيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى ذٰلِكَ الْخَبَرِ وَسَمَّاهُ الْخَبَرَ الشَّاذَّ وَطَرَحَهٗ وَكَانَ مَعَ ذٰلِكَ اَيْضًا لَا يَرَى الطَّاعَاتِ وَاَعْمَالَ الْبِرِّ مِنَ الْاِيْمَانِ فَعَابَهٗ بِذٰلِكَ اَهْلُ الْحَدِيْثِ، فَهٰذَا الْقَوْلُ يَسْتَوْعِبُ مَعْنٰى مَا لِيْحَ بِهٖ مَنْ طَعَنَ عَلَيْهِ مِنْ اَهْلِ الْأَثَرِ.

وَقَدْ اَثْنٰى عَلَيْهِ قَوْمٌ كَثِيْرٌ لِفَهْمِهٖ وَيَقْظَتِهٖ وَحُسْنِ قِيَاسِهٖ وَوَرَعِهٖ وَمُجَانَبَتِهِ السَّلَاطِيْنَ فَنَذْكُرُ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ عُيُوْنًا مِنَ الْمَعْنِيِّيْنَ جَمِيْعًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ "۔

اس تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ میں امام ابو حنیفہ کے فضائل اور آپ کی تعریف کرنے والوں کا ذکر (جو کہ مجھ کو اس وقت یاد ہے) کرتا ہوں اور ابتدا اس سے کرتا ہوں کہ آپ نے مسائلِ فقہیہ میں اخبار آحاد کے قبول کرنے کے لئے یہ قاعدہ رکھا ہے کہ اُس خبر آحاد کی تائید کلام اللہ سے یا اُمت کے متفقہ فیصلہ سے ہوتی ہو، اور اگر یہ تائید نہیں ہوتی ہے تو یہ حدیث شاذ اور نا قابلِ عمل ہے۔ اور ایمان کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا ہے کہ ایمان کا تعلق قلب سے ہے کہ دل پوری طرح گواہی دے کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جس کا یہ عقیدہ ہو وہ مومن ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکات اور حرمات سے اجتناب ارکانِ اسلام ہیں، ایمان کے اجزار نہیں ہیں۔

ان دونوں باتوں کی وجہ سے اہلِ حدیث نے مخالفت کی ہے اور حد درجہ شدّت سے مخالفت کی ہے۔

"حضرت امام کی مخالفت" کا بیان بعد میں آرہا ہے وہاں ان مسائل کا ذکر ہوگا۔ اس مقالہ میں حضرت امام کی مدح وستائشِ ائمہ کا بیان کیا جا رہا ہے۔

ابن عبدالبر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابوحنیفہ کی سمجھ اور آگاہی اور آپ کے قیاس کی خوبی اور آپ کے ورع اور امراء و سلاطین سے کنارہ کش رہنے کی وجہ سے ایک بڑی جماعت نے آپ کی تعریف کی ہے۔ ابن عبدالبر نے صفحہ ۱۲۴ سے ۱۳۷ تک سُرخیاں قائم کرکے چھبیس [۲۶] مایۂ ناز افراد کا ذکر کیا ہے جو حضرت امام کے مدّاح ہیں، ان کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت محمد باقر ۲۔ حماد بن سلیمان ۳۔ مسعر بن کدام ۴۔ ایوب سختیانی
۵۔ اعمش ۶۔ شعبۃ بن الحجاج ۷۔ سفیان ثوری ۸۔ مغیرہ بن مقسم ضبی
۹۔ حسن بن صالح بن حی ۱۰۔ سفیان بن عُیَینہ ۱۱۔ سعید بن ابی عروبہ ۱۲۔ حماد بن زید
۱۳۔ شریک القاضی ۱۴۔ ابن شبرمہ ۱۵۔ یحییٰ بن سعید قطان ۱۶۔ عبداللہ بن مبارک
۱۷۔ قاسم بن معن ۱۸۔ حجر بن عبدالجبار ۱۹۔ زہیر بن معاویہ ۲۰۔ ابن جریج
۲۱۔ عبدالرزاق بن ہمام ۲۲۔ شافعی ۲۳۔ وکیع ۲۴۔ خلد واسطی
۲۵۔ فضل بن موسیٰ سینانی ۲۶۔ عیسیٰ بن یونس رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

ان گرامی قدر اصحاب کے نام پڑھ کر عاجز کو یہ مصرع یاد آیا ؎

ہمہ عالم گواہِ عِصمَتِ اوست

یہ عاجز ان حضرات کے بعض ارشادات نقل کرتا ہے۔

امام ابوحنیفہ حضرت باقر کی خدمت میں پہنچے۔ ان سے کچھ سوالات کئے۔ جوابات سُن کر تشریف لے گئے۔ حضرت باقر نے فرمایا۔ مَا اَحْسَنَ هَدْيَهُ وَسَمْتَهُ وَمَا اَكْثَرَ فِقْهَهُ (ص۱۲۴) کیا ہی اچھا ہے ان کا طریقہ اور روِش اور کیا ہی زیادہ ہے ان کی فقہ۔

اور امام ابوحنیفہ نے ان سے روایت لی ہے۔ قَالَ اَبُوحَنِيْفَةَ اِنَّ اَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ حَدَّثَهُ اَنَّ عَلِيًّا دَخَلَ عَلٰی عُمَرَ وَهُوَ مُسَجًّی عَلَيْهِ بِثَوْبٍ فَقَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اَلْقِيَ اللهَ بِصَحِيْفَتِهِ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰی بِرِدَائِهِ۔ ص۱۲۴

ابوجعفر محمد بن علی نے ابوحنیفہ سے بیان کیا کہ حضرت علی حضرت عمر کے جنازہ کے پاس گئے حضرت عمر پر چادر پڑی ہوئی تھی آپ نے کہا، کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ میں اس کا نامۂ اعمال لے کر اللہ کے پاس جاؤں بجز اس چادر پوش کے۔ رضی اللہ عنہما۔

قَالَ حَمَّادُ بْنُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ، سَأَلَ اَبِیْ حَمَّادَ بْنَ اَبِیْ سُلَیْمَانَ عَنْ مَسْأَلَةٍ مِنَ الطَّلَاقِ فَأَجَابَهٗ فَجَعَلَ اَبُوْحَنِیْفَةَ یُنَازِعُهٗ فِی الْمَسْئَلَةِ حَتّٰی سَکَتَ حَمَّادٌ فَلَمَّا قَامَ اَبُوْحَنِیْفَةَ قَالَ حَمَّادٌ هٰذَا فِقْهُهٗ یُحْیِی اللَّیْلَ وَیُقُوْمُهٗ۔ ص۱۲۴

حماد پسر حضرت امام کہتے ہیں کہ میرے باپ نے حماد بن ابی سلیمان (آپ کے استاد مکرم) سے طلاق کا ایک مسئلہ پوچھا۔ حماد نے اس کا جواب دیا، ابو حنیفہ ان سے بحث کرتے رہے یہاں تک کہ حماد خاموش ہو گئے اور ابو حنیفہ چلے گئے۔ حماد نے کہا۔ یہ ان کی فقہ ہے ساری رات جاگتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

قال مسعر بن کدام۔ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا حَنِیْفَةَ۔ ان کان لفقیهاً عالمًا۔ ص۱۲۵

مسعر بن کدام نے کہا۔ اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پر رحم فرمائے یقیناً آپ ایک فقیہ اور عالم تھے۔

قال اسماعیل الصائغ سمعت شبابة بن سوار یقول کان شعبة حسن الرائ فی ابی حنیفة وکان یستنشد نی ابیات مساور الوراق۔

اسماعیل صائغ نے کہا میں نے شبابہ بن سوار سے سنا وہ کہتے تھے کہ شعبہ کی رائے ابو حنیفہ کے متعلق اچھی تھی اور مجھ کو مساور وراق کے یہ اشعار سناتے تھے۔

اِذَا مَا النَّاسُ یَوْمًا قَایَسُوْنَا — بِآبِدَةٍ مِنَ الْفُتْیَا طَرِیْفَه

رَمَیْنَاهُمْ بِمِقْیَاسٍ مُصِیْبٍ — صَلِیْبٍ مِنْ طِرَازِ اَبِیْ حَنِیْفَه

اِذَا سَمِعَ الْفَقِیْهُ بِهٖ وَعَاهُ — وَاَثْبَتَهٗ بِحِبْرٍ فِیْ صَحِیْفَه ص۱۲۶

۱۔ اگر کسی دن لوگ ہم سے غیر مانوس نئے فتوے میں قیاس کی بحث کریں گے۔

۲۔ ہم ان کے سامنے ایسا اچھا مضبوط قیاس کرنے کا طریقہ رکھ دیں گے جو ابو حنیفہ کے طرز کا ہو گا

۳۔ جب اس کو فقیہ سنے گا یاد کر لے گا اور روشنائی سے اس کو صحیفہ میں لکھ لے گا۔

حسین بن واقد نے کہا۔ مرو میں ایک مسئلہ پیش آیا وہاں کسی سے حل نہ ہوا۔ میں عراق آیا اور میں نے سفیان ثوری سے دریافت کیا، وہ تھوڑی دیر سوچتے رہے پھر انہوں نے کہا۔ اے حسین اس مسئلہ کا حل میں نہیں جانتا۔ میں نے کہا، تم امام ہو اور میں مرو سے اس مسئلہ کے لئے آیا ہوں اور تم کہتے ہو کہ میں نہیں جانتا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے وہی جواب دیا ہے جو ابن عمر نے دیا تھا (حضرت نے لاادری فرمایا تھا) حسین کہتے ہیں پھر میں ابو حنیفہ کے پاس گیا اور ان سے دریافت کیا، انہوں نے

جواب دیا اور میں سفیان کے پاس آیا اُن سے واقعہ بیان کیا، انہوں نے ابو حنیفہ کا جواب پوچھا میں نے ان کو بتایا، وہ جواب سن کر کچھ دیر خاموش رہے اور پھر کہا۔ یَا حُسَیْنُ هُوَ مَا قَالَ لَكَ اَبُوْحَنِیْفَةَ

اے حسین جواب وہی ہے جو ابو حنیفہ نے کہا ہے۔

قَالَ جَرِیْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِیْدِ قَالَ الْمُغِیْرَةُ بْنُ مَقْسِمِ الضَّبِّیّ یَا جَرِیْرُ اَلَا تَاْتِیْ اَبَا حَنِیْفَةَ۔ ص۱۲۵

مغیرہ نے جریر بن عبدالحمید سے کہا۔ اے جریر ابو حنیفہ کے پاس کیوں نہیں جاتے۔

قَالَ یَحْیٰی بْنُ آدَمَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ صَالِحٍ یَقُوْلُ کَانَ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ فَهِمًا عَالِمًا مُتَثَبِّتًا فِیْ عِلْمِهٖ اِذَا صَحَّ عِنْدَهُ الْخَبَرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَعْدُ اِلٰی غَیْرِهٖ۔

یحیٰی بن آدم نے کہا میں نے حسن بن صالح ــــــ سے سنا کہ نعمان بن ثابت سمجھدار عالم تھے وہ اپنے علم میں ثابت قدم تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ان کے نزدیک ثابت ہو جاتی تھی تو پھر اس کو چھوڑ کر کسی طرف نہیں جاتے تھے۔

قَالَ سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ اَوَّلُ مَنْ اَقْعَدَنِیْ لِلْحَدِیْثِ بِالْکُوْفَةِ اَبُوْحَنِیْفَةَ، اَقْعَدَنِیْ فِی الْجَامِعِ وَقَالَ هٰذَا اَقْعَدُ النَّاسِ بِحَدِیْثِ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ فَحَدَّثْتُهُمْ۔ ص۱۲۸

سفیان بن عُیَیْنَہ نے کہا۔ مجھ کو کوفہ کی جامع مسجد میں ابتدائً حدیث شریف پڑھانے کے لئے ابو حنیفہ نے بٹھایا ہے، انہوں نے لوگوں سے کہا کہ سفیان بن عُیَیْنَہ کو عمرو بن دینار کی مرویات میں ملکہ ہے۔ اس کے بعد میں نے احادیث کی روایت کی۔

قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءِ الْخَفَّافِ سُئِلَ سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ شَیْءٍ مِنْ عِلْمِ الطَّلَاقِ فَاَجَابَ فِیْهِ فَقِیْلَ لَهٗ هٰکَذَا قَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ فِیْهَا فَقَالَ سَعِیْدٌ کَانَ اَبُوْحَنِیْفَةَ عَالِمَ الْعِرَاقِ۔ ص۱۳۰

عبدالوہاب بن عطاء خفاف بیان کرتے ہیں کہ سعید بن عروبہ سے علمِ طلاق کے متعلق کچھ دریافت کیا گیا۔ آپ نے جواب دیا۔ کسی نے کہا کہ اسی طرح اس مسئلہ کا جواب ابو حنیفہ نے دیا ہے۔ سعید نے کہا۔ ابو حنیفہ عراق کے عالم تھے۔

قَالَ شَرِیْكُ الْقَاضِی النَّخَعِیْ کَانَ اَبُوْحَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ طَوِیْلَ الصَّمْتِ، دَائِمَ الْفِکْرِ، قَلِیْلَ الْمُجَادَلَةِ لِلنَّاسِ۔ ص۱۳۱

قاضی شریک نخعی نے کہا۔ ابو حنیفہ پر اللہ رحمت فرمائے بہت دیر خاموش رہتے تھے۔ ہر وقت فکر میں رہتے۔ لوگوں سے مجادلہ قلیل تھا۔

قَالَ ابْنُ شُبْرُمَہ عَجِزَتِ النِّسَاءُ اَنْ تَلِدَ مِثْلَ النُّعْمَانِ۔ ص۱۳۱

عورتیں عاجز ہو گئیں کہ نعمان کا مثل جنیں۔

قَالَ یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدِ الْقَطَّانِ اَرَأَیْتُمْ اِنْ عِبْنَا عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَةَ شَیْئًا وَاَنْکَرْنَا بَعْضَ قَوْلِہٖ أَتُرِیْدُوْنَ اَنْ نَتْرُکَ مَا نَسْتَحْسِنُ مِنْ قَوْلِہِ الَّذِیْ وَافَقْنَا عَلَیْہِ۔ ص۱۳۱

یحیی بن سعید قطّان نے کہا، یہ تو بتاؤ اگر ہم ابو حنیفہ کے کسی مسئلہ کو پسند نہیں کرتے یا ہم ان کے کسی قول کو نہیں لیتے تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم ان کے اُن اقوال کو بھی چھوڑ دیں جن کو ہم اچھا سمجھتے ہیں اور جن میں وہ ہمارے موافق ہیں۔

قَالَ الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِیْعِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنِ الْمُبَارَكِ یَقُوْلُ۔

۱۔ رَأَیْتُ اَبَا حَنِیْفَةَ کُلَّ یَوْمٍ	یَزِیْدُ نَبَاھَةً وَیَزِیْدُ خَیْرًا
۲۔ وَیَنْطِقُ بِالصَّوَابِ وَیَصْطَفِیْہِ	اِذَا مَا قَالَ اَھْلُ الْجَوْرِ جَوْرًا
۳۔ یُقَایِسُ مَنْ یُقَایِسُہٗ بِلُبٍّ	وَمَنْ ذَا تَجْعَلُوْنَ لَہٗ نَظِیْرًا
۴۔ کَفَانَا فَقْدَ حَمَّادٍ وَکَانَتْ	مُصِیْبَتُنَا بِہٖ اَمْرًا کَبِیْرًا
۵۔ رَأَیْتُ اَبَا حَنِیْفَةَ حِیْنَ یُؤْتٰی	وَیُطْلَبُ عِلْمُہٗ بَحْرًا غَزِیْرًا
۶۔ اِذَا مَا الْمُشْکِلَاتُ تَدَافَعَتْھَا	رِجَالُ الْعِلْمِ کَانَ بِھَا بَصِیْرًا

حسن بن ربیع نے کہا۔ میں نے عبداللہ بن مبارک سے سُنا وہ کہہ رہے تھے۔

۱۔ میں نے ابو حنیفہ کو دیکھا کہ اُن میں ہر دن شرافت اور خیر کا اضافہ ہوتا ہے۔

۲۔ اور وہ صحیح بات کہتے ہیں اور اسی کو اختیار کرتے ہیں جب کہ اہلِ جور ٹیڑھی بات کرتے ہیں۔

۳۔ وہ اس شخص سے قیاس کی بحث کرتے ہیں جو آپ سے عقل کی بات کرے، وہ کون ہے جس کو تم ان کی نظیر بناتے ہو۔

۴۔ انہوں نے ہمارے لئے حضرت حمّاد کے فقدان کا مداوا کیا حالانکہ حماد کی جُدائی ہمارے لئے ایک بڑی مصیبت تھی۔

۵۔ میں نے ان کو گہرا سمندر دیکھا جب کہ کوئی ان کے پاس آتا تھا اور علم کا طلبگار ہوتا تھا۔

۶۔ جب کہ علماء مسائل کو ایک دوسرے پر ٹالتے تھے آپ اُن سے واقف تھے۔

قِیْلَ لِلْقَاسِمِ بْنِ مَعْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنْتَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنْ غِلْمَانِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ فَقَالَ مَا جَلَسَ النَّاسُ اِلٰی اَحَدٍ اَنْفَعَ مَجَالِسَةً

مِنْ اَبِی حَنِیفَةَ وَقَالَ لَهُ الْقَاسِمُ تَعَالَ مَعِیَ اِلَیْہِ، فَجَاءَ فَلَمَّا جَلَسَ اِلَیْہِ لَزِمَهُ وَقَالَ مَا رَأَیْتُ مِثْلَ هٰذَا۔ قَالَ سُلَیْمَانُ وَکَانَ اَبُوحَنِیْفَةَ حَلِیْمًا وَرِعًا سَخِیًّا۔ ص۱۳۴

قاسم بن معن سے کہا گیا تم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اولاد ہو کر ابوحنیفہ کی شاگردی پر رضامند ہو، انہوں نے کہا۔ ابوحنیفہ کی مجلس سے بہتر مجلس میں کوئی نہیں بیٹھا ہے۔ اور قاسم نے اس شخص سے کہا، آؤ میرے ساتھ اور ابوحنیفہ کی مجلس دیکھو۔ چنانچہ وہ شخص ان کے ساتھ گیا اور پھر اسی مجلس کا ہو رہا اور اس نے کہا میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا ہے۔ سلیمان بن ابی شیخ نے کہا۔ ابوحنیفہ بردبار، پرہیزگار اور سخی تھے۔

قَالَ سُلَیْمَانُ بْنُ اَبِی شَیْخٍ قَالَ لِی حُجْرُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْحَضْرَمِیُّ مَا رَأَی النَّاسُ اَحَدًا اَکْرَمَ مُجَالَسَةً مِنْ اَبِی حَنِیْفَةَ وَلَا اَشَدَّ اِکْرَامًا لِاَصْحَابِهِ مِنْهُ۔ ص۱۳۴

سلیمان بن ابی شیخ نے کہا کہ مجھ سے حجر بن عبدالجبار حضرمی نے کہا کہ لوگوں نے ابوحنیفہ سے بہت عمدہ مجالست کرنے والا نہیں دیکھا ہے اور نہ ان سے زیادہ اپنے اصحاب کا اکرام کرنے والا کسی کو دیکھا ہے۔

قَالَ عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ کُنَّا عِنْدَ زُهَیْرِ بْنِ مُعَاوِیَةَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ زُهَیْرٌ مِنْ اَیْنَ جِئْتَ فَقَالَ مِنْ عِنْدِ اَبِی حَنِیْفَةَ فَقَالَ زُهَیْرٌ اِنَّ ذِهَابَكَ اِلَی اَبِی حَنِیْفَةَ یَوْمًا وَاحِدًا اَنْفَعُ لَكَ مِنْ مَجِیْئِكَ اِلَیَّ شَهْرًا۔ ص۱۳۴

علی بن جعد نے بیان کیا کہ ہم زہیر بن معاویہ کے پاس تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا زہیر نے اس سے پوچھا، کہاں سے آرہے ہو، اس نے کہا ابوحنیفہ کے پاس سے آرہا ہوں۔ زہیر نے کہا ابوحنیفہ کے پاس ایک دن تمہارا جانا تمہارے واسطے زیادہ مفید ہے میرے پاس ایک مہینہ تمہارے آنے سے۔

قَالَ حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ ابْنَ جُرَیْجٍ یَقُوْلُ بَلَغَنِی عَنْ کُوْفِیِّکُمْ هٰذَا النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهُ شَدِیْدُ الْخَوْفِ لِلّٰهِ اَوْ قَالَ خَائِفٌ لِلّٰهِ۔

قَالَ رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ کُنْتُ عِنْدَ ابْنِ جُرَیْجٍ سَنَةَ خَمْسِیْنَ وَمِائَةٍ فَقِیْلَ لَهُ مَاتَ اَبُوحَنِیْفَةَ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَدْ ذَهَبَ مَعَهُ عِلْمٌ کَثِیْرٌ۔ ص۱۳۵

حجاج بن محمد نے کہا میں نے ابن جریج سے سنا وہ کہہ رہے تھے مجھ کو تمہارے اس کوفی نعمان بن ثابت کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ اللہ سے شدت کے ساتھ ڈرتے تھے اور ایک روایت میں ہے وہ اللہ سے خائف رہتے تھے۔

روح بن عبادہ نے کہا کہ میں سن ایک سو پچاس میں ابن جریج کے پاس تھا کہ ان سے کہا گیا۔ ابو حنیفہ کی وفات ہوگئی۔ انہوں نے کہا۔ اللہ ان پر رحمت کرے۔ یقیناً اُن کے ساتھ بہت علم چلا گیا۔

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الرَّمَادِی سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّزَّاقِ بْنَ هَمَّامٍ يَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا قَطُّ اَحْلَمَ مِنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ لَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالنَّاسُ يَتَحَلَّقُوْنَ حَوْلَهُ اِذْ سَئَلَهُ رَجُلٌ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَأَفْتَاهُ بِهَا فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ قَالَ فِيْهَا الْحَسَنُ كَذَا وَكَذَا وَقَالَ فِيْهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ كَذَا فَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اَخْطَأَ الْحَسَنُ وَاَصَابَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَصَاحُوا بِهٖ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فَنَظَرْتُ فِي الْمَسْئَلَةِ فَاِذَا قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِيْهَا كَمَا قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَتَابَعَهُ اَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ۔ ص۱۳۵

احمد بن منصور رمادی نے کہا۔ میں نے عبدالرزاق بن ہمام کو کہتے سنا میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ حلم والا کبھی کسی کو نہیں دیکھا، میں نے مسجدِ حرام میں ان کو دیکھا اور لوگ ان کو گھیرے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آپ سے مسئلہ دریافت کیا آپ نے اس کا جواب دیا۔ اس شخص نے کہا کہ اس مسئلہ میں حسن بصری نے یہ کہا ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے۔ آپ نے کہا حسن سے خطا ہوئی ہے اور عبداللہ بن مسعود صواب پر ہیں۔ اس بات پر لوگوں نے شور مچایا (دوسری روایات سے ثابت ہے کہ بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے گئے) عبدالرزاق کہتے ہیں میں نے مسئلہ میں غور کیا۔ ابن مسعود کا وہی قول پایا جو ابو حنیفہ نے کہا تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب ابو حنیفہ کے پیرو ہوگئے۔

قَالَ عَبَّاسُ بْنُ عَزِيْزٍ سَمِعْتُ حَرْمَلَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُوْلُ كَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَقَوْلُهُ فِي الْفِقْهِ مُسَلَّمًا لَهُ فِيْهِ قَالَ وَسَمِعْتُ حَرْمَلَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُوْلُ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَفْتَنَّ فِي الْمَغَازِيْ فَهُوَ عِيَالٌ عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ وَمَنْ اَرَادَ الْفِقْهَ فَهُوَ عِيَالٌ عَلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ ص۱۳۵

عباس بن عزیز نے کہا۔ میں نے سنا کہ حرملہ کہہ رہے تھے کہ میں نے شافعی سے سُنا وہ کہہ رہے تھے، فقہ میں ابو حنیفہ کا قول مسلّم ہے۔ اور حرملہ نے یہ بھی کہا کہ شافعی نے کہا جو خواہش رکھتا ہو کہ مغازی میں دسترس حاصل کرے وہ محمد بن اسحاق کا عیال ہے اور جو فقہ کا ارادہ کرے وہ ابو حنیفہ کا عیال ہے۔

قَالَ عَبَّاسُ الدُّوْرِيُّ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِيْنٍ يَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ وَكِيْعٍ وَكَانَ يُفْتِيْ بِرَأْيِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ ص۱۳۶

عباس دوری نے کہا میں نے یحییٰ بن معین سے سُنا کہ میں نے وکیع کا مثل نہیں دیکھا ہے

اور وہ ابو حنیفہ کی رائے پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ هَارُوْنَ يَقُولُ قَالَ لِي خُلْدُ الْوَاسِطِي اُنْظُرْ فِي كَلَامِ اَبِي حَنِيْفَةَ لِتَتَفَقَّهَ فَإِنَّهُ قَدْ اُحْتِيْجَ اِلَيْكَ اَوْ قَالَ اِلَيْهِ۔ وَرَوَى عَنْهُ خُلْدُ الْوَاسِطِيُّ اَحَادِيْثَ كَثِيْرَةً۔ ص۱۳۶

محمد بن علی نے کہا میں نے یزید بن ہارون سے سنا کہ خلد الواسطی نے مجھ سے کہا تم ابو حنیفہ کے کلام کا مطالعہ کرو تاکہ تم کو تفقہ حاصل ہو کیونکہ اب تمہاری طرف یا فقہ کی طرف محتاجی ہوگئی ہے۔

قَالَ سُلَيْمَانُ الشَّاذَكُوْنِي قَالَ عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ لَا تَتَكَلَّمَنَّ فِي اَبِي حَنِيْفَةَ بِسُوْءٍ وَلَا تُصَدِّقَنَّ اَحَدًا يُسِيْءُ الْقَوْلَ فِيْهِ فَاِنِّي وَاللهِ مَا رَاَيْتُ اَفْضَلَ مِنْهُ وَلَا اَوْرَعَ مِنْهُ وَلَا اَفْقَهَ مِنْهُ۔ ص۱۳۶

سلیمان شاذکونی نے کہا کہ عیسیٰ بن یونس نے کہا۔ برائی سے ہرگز ابو حنیفہ کے متعلق بات نہ کرو اور اس شخص کی ہرگز تصدیق نہ کرو جو ابو حنیفہ کے متعلق بری بات کہے، اللہ کی قسم میں نے ابو حنیفہ سے افضل، ان سے زائد ورع والا اور ان سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا ہے۔

عالی قدر چھبیس افراد کا ذکر کر کے ص۱۳۷ میں ابن عبد البر نے لکھا ہے "ان کے علاوہ ہم تک ابو حنیفہ کی ثنا اور تعریف کرنے والوں کا جو بیان پہنچا ہے ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ عبد الحمید بن یحیی حمانی	۱۱۔ سلم بن سالم	۲۱۔ الحسن بن عمارہ	۳۱۔ ابو بکر بن عیاش
۲۔ معمر بن راشد	۱۲۔ یحییٰ بن آدم	۲۲۔ ابو نعیم الفضل بن دکین	۳۲۔ مالک بن مغول
۳۔ النضر بن محمد	۱۳۔ یزید بن ہارون	۲۳۔ الحکم بن ہشام	۳۳۔ ابو خلد الاحمر
۴۔ یونس بن ابی اسحاق	۱۴۔ ابن ابی رزمہ	۲۴۔ یزید بن زریع	۳۴۔ قیس بن الربیع
۵۔ اسرائیل بن یونس	۱۵۔ سعید بن سالم القداح	۲۵۔ عبد اللہ بن داؤد الحربی	۳۵۔ ابو عاصم النبیل
۶۔ زفر بن ہذیل	۱۶۔ شداد بن حکیم	۲۶۔ محمد بن فضیل	۳۶۔ عبد اللہ بن موسیٰ
۷۔ عثمان البتی	۱۷۔ خارجہ بن مصعب	۲۷۔ زکریا ابن ابی زائدہ	۳۷۔ محمد بن جابر الاصمعی
۸۔ جریر بن عبد الحمید	۱۸۔ خلف بن ایوب	۲۸۔ یحییٰ بن زکریا ابن ابی زائدہ	۳۸۔ شقیق البلخی
۹۔ ابو مقاتل حفص بن مسلم	۱۹۔ ابو عبد الرحمٰن المقری	۲۹۔ زائدہ بن قدامہ	۳۹۔ علی بن عاصم
۱۰۔ ابو یوسف القاضی	۲۰۔ محمد بن السائب الکلبی	۳۰۔ یحییٰ بن معین	۴۰۔ یحیی بن نصر

آپ نے اکابر میں سے چالیس افراد کے نام لکھے ہیں۔ رحمہم اللہ۔

۴۔ صدر الائمہ ابو المؤید الموفق بن احمد مکی متوفی ۵۶۸ھ نے المناقب میں لکھا ہے۔

قَالَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ كَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ شَدِيْدَ الفَحْصِ عَنِ النَّاسِخِ مِنَ الْحَدِيْثِ وَالْمَنْسُوْخِ فَيَعْمَلُ بِالْحَدِيْثِ إِذَا ثَبَتَ عِنْدَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ اَصْحَابِهِ وَكَانَ عَارِفًا بِحَدِيْثِ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَفِقْهِ اَهْلِ الْكُوْفَةِ شَدِيْدَ الْاِتِّبَاعِ لِمَا كَانَ عَلَيْهِ النَّاسُ بِبَلَدِهٖ، وَ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ لِكِتَابِ اللّٰهِ نَاسِخًا وَمَنْسُوْخًا وَاِنَّ لِلْحَدِيْثِ نَاسِخًا وَمَنْسُوْخًا وَكَانَ حَافِظًا لِفِعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَخِيْرِ الَّذِيْ قُبِضَ عَلَيْهِ مِمَّا وَصَلَ اِلٰى اَهْلِ بَلَدِهٖ۔ (ج۱ ص۸۹)

حسن بن صالح نے بیان کیا کہ ابو حنیفہ ناسخ حدیث کی منسوخ حدیث سے شدت کے ساتھ جستجو کرتے تھے، وہ حدیث پر عمل کرتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ثابت ہو جاتی تھی اور آپ اہلِ کوفہ کی حدیث اور ان کی فقہ کے عارف تھے اور اپنے شہر والوں کے طریقہ کے سختی کے ساتھ پابند تھے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ کتاب اللہ میں ناسخ ومنسوخ ہے اور حدیث میں بھی ناسخ ومنسوخ ہے۔ اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کی جس پر آنحضرت کی وفات ہوئی تھی نگہداشت رکھتے تھے۔

قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيْ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّزَّاقِ يَقُوْلُ كُنْتُ عِنْدَ مَعْمَرٍ فَاَتَاهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ فَسَمِعْنَا مَعْمَرًا يَقُوْلُ مَا اَعْرِفُ رَجُلًا يَتَكَلَّمُ فِي الْفِقْهِ وَيَسَعُهٗ اَنْ يَقِيْسَ وَيَسْتَخْرِجَ فِي الْفِقْهِ اَحْسَنَ مَعْرِفَةً مِنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَلَا اَشْفَقَ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ اَنْ يُدْخِلَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ شَيْئًا مِنَ الشَّكِّ مِنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ (ج۱ ص۹۰)

علی بن مدینی نے کہا میں نے عبدالرزاق سے سنا وہ کہہ رہے تھے، میں معمر کے پاس تھا کہ ابن مبارک ان کے پاس آئے، پھر ہم نے معمر کو کہتے سُنا، میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو فقہ میں بحث کرے اور فقہ میں اس کو قیاس کرنے اور استخراج مسائل کی اچھی استعداد حاصل ہو بہ نسبت ابو حنیفہ کے اور جو اپنے نفس پر اس بات سے بہت خائف ہو کہ وہ اللہ کے دین میں شک میں سے کچھ داخل کرے۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ وَسُئِلَ مَتٰى يَسَعُ الرَّجُلُ اَنْ يُفْتِيَ اَوْ اَنْ يَلِيَ

الْقَضَاءَ وَالْحُكْمَ قَالَ إِذَا كَانَ عَالِماً بِالْحَدِيثِ بَصِيراً بِالرَّأْيِ عَالِماً بِقَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ۔ (ج ا ص۹)

محمد بن مقاتل نے کہا میں نے سنا کہ ابن مبارک سے پوچھا گیا کہ کب کوئی شخص فتویٰ دے سکتا ہے یا قاضی بن سکتا ہے اور حکم کر سکتا ہے، انہوں نے کہا۔ جب کہ وہ شخص حدیث کا عالم اور رائے کا جاننے والا اور ابو حنیفہ کے قول کا دانا ہو۔

ذَكَرَ الشَّيْخُ أَبُو عَبْدِ اللهِ بْنُ أَبِي حَفْصٍ الْكَبِيرِ سَمِعْتُ حَامِدَ بْنَ آدَمَ قَالَ سَمِعْتُ أَسَدَ بْنَ عَمْرٍو قَالَ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَقُولُ لَنَا إِذَا حَدَّثْتُكُمْ بِشَيْءٍ لَمْ أَجِدْ فِيهِ الْأَثَرَ فَاطْلُبُوهُ فَقَدْ يَكُونُ فِيهِ الْأَثَرُ ثُمَّ قَالَ يَوْماً إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِامْرَأَتِهِ وَاللهِ لَا أَقْرَبُكِ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ فَلَيْسَ بِمُولٍ حَتَّى يَحْلِفَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبُو حَنِيفَةَ أَثَراً وَلٰكِنْ قَالَ اطْلُبُوا أَثَرَ هٰذَا فَمَضَى زَمَانٌ ثُمَّ قَدِمَ عَلَيْنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ وَكَانَ سَعِيدٌ فِي ذٰلِكَ الزَّمَانِ يُقَدَّمُ عَلَى غَيْرِهِ لِكَثْرَةِ عِلْمِهِ بِاخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ فَقَالَ حَدَّثَنَا عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ إِذَا حَلَفَ الرَّجُلُ أَنْ لَا يَقْرَبَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ فَتَرَكَهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ فَلَيْسَ بِمُولٍ فَأَتَيْنَا أَبَا حَنِيفَةَ فَبَشَّرْنَاهُ فَفَرِحَ بِذٰلِكَ وَقُلْنَا لِأَبِي حَنِيفَةَ بِأَيِّ حُجَّةٍ قُلْتَ لَا يَكُونُ مُولِياً، قَالَ بِكِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ اَلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَكَرِهْتُ أَنْ أَجْتَرِئَ عَلَى التَّفْسِيرِ بِرَأْيِي۔ (ج ا ص۹۱)

ابو عبداللہ بن ابو حفص کبیر نے بیان کیا کہ میں نے حامد بن آدم سے سنا کہ وہ کہتے تھے میں نے اسد بن عمرو سے سنا کہ ابو حنیفہ ہم سے کہا کرتے تھے، اگر تم لوگوں سے میں کوئی بات کہوں اور اس کا اظہار کروں کہ اس سلسلہ میں کوئی اثر مجھ کو نہیں ملا ہے، تو تم لوگ اثر کی تلاش میں رہا کرو، ہو سکتا ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی اثر وارد ہو، چنانچہ ایک دن آپ نے کہا اگر کسی شخص نے قسم کھا کر اپنی بیوی سے کہا کہ میں تین مہینے تک تیرے پاس نہیں آؤں گا، یہ ایلاء نہیں ہے، ایلاء اُسی صورت میں ہوتا ہے کہ قسم کھا کر چار مہینے تک بیوی کے پاس نہ جانے کا اعلان کرے۔ ایک مدت کے بعد سعید بن ابی عروبہ کوفہ آئے اور اس زمانے میں سعید کو ان کی کثرتِ علم کی وجہ سے دوسروں پر مقدم رکھا جاتا تھا، ان کو اختلافِ علماء کا اچھا علم تھا۔ لہٰذا ہم نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا، انہوں نے کہا مجھ سے عامر احول نے، اُن سے عطاء نے، اور اُن سے ابن عباس نے کہا، اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ تین مہینے تک وہ اپنی بیوی کے پاس نہ جائے گا اور چار مہینے تک وہ نہ گیا، یہ ایلاء نہیں ہے۔ یہ روایت سُن کر ہم نے آکر ابو حنیفہ کو بشارت دی، وہ خوش ہوئے،

ہم نے اُن سے پوچھا۔ آپ نے کس دلیل کی بنا پر یہ بات کہی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ آیتِ مبارکہ "لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ (بقرہ ت ۲۲۶) جو لوگ قسم کھا کر کہتے ہیں اپنی عورتوں سے اُن کو فرصت ہے چار مہینے" سے اور مجھ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ اپنی رائے سے تفسیر میں جرأت کروں۔

قَالَ اَبُوْحَبَابٍ رَاَيْتُ عَاصِمَ بْنَ اَبِي النَّجُوْدِ يَسْتَفْتِيْ اَبَاحَنِيْفَةَ فَاَفْتَاهُ فَرَاَيْتُهُ.... اِسْتَبْشَرَ بِذٰلِكَ وَقَالَ رَحِمَكَ اللّٰهُ يَا اَبَاحَنِيْفَةَ وَجَزَاكَ خَيْرًا فَنِعْمَ الْمُفَرِّجُ اَنْتَ۔ (ج۱ ص۱۱۸)

ابوحباب نے کہا میں نے (امام) عاصم بن ابی النجود کو دیکھا کہ وہ ابوحنیفہ سے فتویٰ طلب کر رہے تھے اور ابوحنیفہ نے اُن کو فتویٰ دیا اور میں نے دیکھا کہ فتویٰ لے کر وہ خوش ہوئے اور انہوں نے کہا۔ اے ابوحنیفہ، اللہ تم پر رحم فرمائے اور تم کو جزائے خیر دے، تم اچھی فراخی کرنے والے ہو۔

يَذْكُرُ اَبُوْحَمَّادٍ عَنْ شَيْبَانَ قَالَ رَاَيْتُ مِسْعَرًا وَعُمَرَ بْنَ ذَرٍّ وَاَبَاحَنِيْفَةَ اَتَوْا عَاصِمَ بْنَ اَبِي النَّجُوْدِ فَحَفِيَ بِهِمْ وَقَرَّبَهُمْ وَسَاَلُوْهُ عَنْ حَدِيْثِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَحَدِيْثِ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ وَغَيْرِهِ مِنْ حَدِيْثِهِ۔ قُلْتُ۔ وَكَانَ عَاصِمٌ وَّهُوَ الْمُقْرِئُ شَيْخُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَانَ يَقُوْلُ لَهُ اِذَا جَاءَهُ يَسْتَفْتِيْهِ يَا اَبَاحَنِيْفَةَ اَتَيْتَنَا صَغِيْرًا وَّاَتَيْنَاكَ كَبِيْرًا۔ (ج۱ ص۱۱۸)

ابوحماد شیبان سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے مسعر و عمر بن ذر اور ابوحنیفہ کو دیکھا کہ عاصم بن ابی النجود کے پاس آئے وہ خوش ہوئے اور اپنے پاس بٹھایا، ان حضرات نے حدیث لیلۃ القدر اور حدیث صفوان بن عسال اور ان کی دوسری حدیثیں دریافت کیں۔

(مؤلف مقامات کہتے ہیں) میں کہتا ہوں امام عاصم بن ابی النجود نے ابوحنیفہ کو قرآن مجید پڑھایا ہے اور جب وہ فتویٰ لینے کے واسطے آیا کرتے تھے تو کہا کرتے تھے۔ اے ابوحنیفہ، تم ہمارے پاس چھوٹی عمر میں آئے اور ہم تمہارے پاس بڑی عمر میں آئے۔

قَالَ مُسَدَّدٌ سَمِعْتُ الْمُطَّلِبَ بْنَ زِيَادٍ يَقُوْلُ مَا كَلَّمَ اَبُوْحَنِيْفَةَ رَجُلًا فِيْ بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْعِلْمِ اِلَّا ذَلَّ ذٰلِكَ الرَّجُلُ وَخَضَعَ۔ (ج۱ ص۱۱۹)

مطلب نے کہا، جب بھی ابوحنیفہ نے علم کے ابواب میں سے کسی باب میں کسی سے کلام کیا وہ عاجز ہو کر سر جھکا لیتا تھا۔

قَالَ عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ كَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَعَلَيْهِ زِحَامٌ كَثِيْرٌ مِّنْ كُلِّ الْاٰفَاقِ قَدِ اجْتَمَعُوْا عَلَيْهِ يَسْاَلُوْنَهُ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ فَيُجِيْبُهُمْ وَيُفْتِيْهِمْ كَاَنَّ الْمَسَائِلَ فِيْ كُمِّهِ

يُخرِجُهَا فِيْنَا وِلَهَا اِيَّاهُمْ۔ (ج۱ ص۱۲۰)

عمار بن محمد نے کہا، حج کے زمانہ میں ابوحنیفہ کی نشست مسجد حرام میں ہوتی تھی آپ پر بڑا ہجوم ہوتا تھا، تمام ملکوں کے لوگ آپ پر جمع ہوتے تھے اور چاروں طرف سے سوالات کئے جاتے تھے، آپ ان کو جواب دیتے تھے اور فتویٰ دیتے تھے۔ گویا کہ مسائل آپ کی آستین میں ہیں اور آپ وہاں سے نکال کر لوگوں کو دے رہے ہیں۔

واضح رہے کہ اس زمانہ میں آستین جیب کا کام بھی دیا کرتی تھی۔

قَالَ اَبُوْيُوْسُفَ دَخَلْتُ عَلَى اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَهُوَ مُغْتَمٌّ فَخِفْتُ اَنْ اَسْئَلَهُ فَرَفَعَ رَاسَهُ وَ قَالَ يَا اَبَا يُوْسُفَ اَتَرَى اللّٰهَ يَسْأَلُنَا عَمَّا نَحْنُ فِيْهِ قَالَ فَقُلْتُ رَحِمَكَ اللّٰهُ مَا عَلَى الْمُجْتَهِدِ اِلَّا الْاِجْتِهَادَ قَالَ اللّٰهُمَّ غُفْرًا ثُمَّ رَفَعَ رَاسَهُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَا تُوَاخِذْنَا۔ (ج ص۱۲۰)

ابویوسف کا بیان ہے، میں ابوحنیفہ کے پاس گیا اور اُن کو غمگین پایا اور ہمت نہ ہوئی کہ کچھ دریافت کرتا۔ آپ نے سر اُٹھا کر فرمایا۔ اے ابویوسف کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم سے اللہ تعالیٰ پوچھ کرے گا۔ میں نے کہا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے، مجتہد پر کوشش ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے اللہ، مغفرت فرما۔ پھر آپ نے سر اُٹھا کر فرمایا۔ اے اللہ ہماری گرفت نہ کر۔

قَالَ حَرْبٌ اَنْبَأَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْاَجْلَحِ قَالَ كَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ غَوَّاصًا يَغُوْصُ فَيُخْرِجُ اَحْسَنَ الدُّرِّ وَالْيَاقُوْتِ۔ (ج۱ ص۱۲۰)

حرب نے بیان کیا کہ عبداللہ بن اجلح نے کہا کہ ابوحنیفہ غوطہ خور تھے وہ غوطہ لگا کر عمدہ موتی اور یاقوت نکالتے تھے۔

یعنی سوچ کر دقیق مسائل بیان کرتے تھے۔

قَالَ صَالِحُ بْنُ سَعِيْدٍ، اَنْبَأَ صَالِحُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ زُفَرَ يَقُوْلُ كَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ اِذَا تَكَلَّمَ خُيِّلَ اِلَيْكَ اَنَّ مَلَكًا يُلَقِّنُهُ۔ (ج۱ ص۱۲۰)

صالح بن سعید نے کہا کہ صالح بن محمد نے زفر سے سنا وہ کہہ رہے تھے، ابوحنیفہ جب تکلم فرماتے تھے ہم یہ سمجھتے کہ فرشتہ ان کو تلقین کر رہا ہے۔

قَالَ عَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ كَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ كَنْزَ الْعِلْمِ مَا كَانَ يَصْعُبُ الْمَسَائِلُ عَلَى أَعْلَمِ النَّاسِ فَهُوَ كَانَ سَهْلًا عَلَى اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔

علی بن ہاشم نے کہا کہ ابوحنیفہ علم کا خزانہ تھے جو مسائل خوب بڑے عالم پر مشکل ہوتے تھے

آپ پر آسان ہوتے تھے۔

قَالَ بِشْرُ بْنُ يَحْيَىٰ سَمِعْتُ أَبَا مُعَاوِيَةَ الضَّرِيْرَ وَهُوَ مِنْ أَجِلَّةِ أَهْلِ الْكُوْفَةِ يَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَعْلَمَ مِنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ لَا يُخَافُ عَلَيْهِ الْغَلَبَةُ وَلَا يَقْهَرُ عِنْدَ الْمُجَادَلَةِ وَلَا أَحْلَمَ مِنْهُ عِنْدَ الْمُنَاظَرَةِ۔ (ج۱ ص۱۳۲)

بشر بن یحییٰ نے کہا میں نے کوفہ کے جلیل القدر فرد ابو معاویہ ضریر سے سنا، وہ کہہ رہے تھے میں نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں پایا، ان پر کسی کے غالب آنے کا کھٹکا نہ تھا۔ مجادلہ کے وقت غصہ نہیں کرتے تھے اور مناظرہ میں ان سے زیادہ حلم والا کوئی نہ تھا۔

قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ الْكَيْسَانِيُّ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَ قَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ بَعْدَ أَنْ سَمِعْتُ مِنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَكْثَرْتُ قُلْتُ لَا أُنْبَلُ فِيْ بَلَدٍ فِيْهِ أَبُوْ حَنِيْفَةَ فَخَرَجْتُ إِلَى بَعْضِ السَّوَادِ قَالَ فَنَزَلْتُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا يُوْسُفَ مَا تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ يَتَوَضَّأُ عَلَىٰ شَطِّ الْفُرَاتِ فَانْكَسَرَتْ جَرَارٌ مِنْ خَمْرٍ وَالرَّجُلُ مِنْ تَحْتِ الْجِرْيَةِ قَالَ فَوَاللهِ مَا دَرَيْتُ أَنْ أُجِيْبَهُ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ شُدَّ فَلَيْسَ نَصْلُحُ إِلَّا فِيْ بَلَدٍ فِيْهِ أَبُوْ حَنِيْفَةَ قَالَ فَلَمَّا صِرْتُ إِلَىٰ أَبِيْ حَنِيْفَةَ قَالَ أَيْنَ كُنْتَ فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ قَالَ فَضَحِكَ وَقَالَ مَا دَرَيْتَ مَا تُجِيْبُهُ قُلْتُ وَاللهِ مَا دَرَيْتُ مَا أُجِيْبُ فَقَالَ إِنْ وَجَدْتَ رِيْحَهُ أَوْ طَعْمَهُ وَإِلَّا فَلَا شَيْءَ عَلَيْكَ۔ (ج۱ ص۱۳۲)

عبداللہ بن عبداللہ نے کہا کہ مجھ سے سلیمان بن شعیب کیسانی نے کہا، انہوں نے اپنے والد سے سنا کہ ابو یوسف نے کہا کہ جب میں نے ابو حنیفہ سے کافی علم حاصل کر لیا خیال آیا کہ ابو حنیفہ کے شہر میں میری قدر نہ ہوگی لہٰذا میں کوفہ کے بعض مضافات کی طرف گیا اور ایک جگہ اترا، ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا، اے ابو یوسف۔ ایک شخص دریائے فرات کے کنارے وضو کر رہا تھا، اس سے اوپر کی طرف ایک بڑا خم شراب کا ٹوٹ گیا وہ شراب ملا پانی اس پر آیا بتاؤ اس کا وضو ہوا یا نہیں۔ ابو یوسف کہتے ہیں کہ میں کچھ جواب نہ دے سکا اور میں نے لڑکے (غلام) سے کہا سامان باندھو، ہمارے لئے وہی شہر صلاحیت رکھتا ہے جس میں ابو حنیفہ کا قیام ہو، اور جب میں ابو حنیفہ کے پاس پہنچا، آپ نے پوچھا کہاں گئے ہوئے تھے، میں نے واقعہ بیان کیا۔ آپ ہنسے اور فرمایا تم جواب نہ دے سکے۔ ابو یوسف نے کہا میری سمجھ میں کچھ نہ آیا میں جواب کیا دیتا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر شراب کی بو یا اس کے مزے کا اثر پانی میں ہو تو وضو نہیں ہوا ورنہ کچھ نہیں۔

قَالَ الْمُخْتَارُ بْنُ سَابِقٍ الْحَنْظَلِيُّ سَمِعْتُ أَبُوْ يُوْسُفَ يَقُوْلُ سَأَلَنِيْ أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ خَبَثًا ۔ مَا مَعْنَاهُ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ فِيْهِ اَقَاوِيْلَ لَا يَرْضَاهَا فَقُلْتُ لَهُ رَحِمَكَ اللهُ مَا مَعْنَاهُ عِنْدَكَ فَقَالَ مَعْنَاهُ اِذَا كَانَ جَارِيًا فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَقَبَّلْتُ رَاْسَهُ وَاَثْنَيْتُ عَلَيْهِ وَاَرْسَلْتُ عِبْرَتِيْ مِنَ السُّرُوْرِ ۔ (ج ۱ ص ۱۲۳)

مختار بن سابق حنظلی بیان کرتے ہیں میں نے ابو یوسف سے سنا وہ کہتے تھے کہ مجھ سے ابو حنیفہ نے دریافت کیا کہ ارشادِ نبوی ۔ جب پانی دو قُلّہ ہو تو وہ خَبث کا حامل نہیں ہوتا ، کا بیان کیا ہے ، وہ اقوال جو کہے جاتے ہیں ان کا بیان میں نے کیا ، لیکن امام ابو حنیفہ نے ان کو پسند نہیں کیا ۔ میں نے ان سے کہا ۔ آپ کے نزدیک اس کا بیان کیا ہے ، آپ نے فرمایا ۔ اس کا مطلب یہ ہے جب قلتین کا پانی جاری ہو کہ ایک طرف سے آ رہا ہو اور دوسری طرف سے جا رہا ہو ۔ یہ سُن کر میں اُٹھا اور میں نے آپ کے سر کو چُوما اور آپ کی تعریف کی اور خوشی کے آنسو بہائے ۔

قَالَ مَلِيْحُ بْنُ وَكِيْعٍ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ كَانَ وَاللهِ اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَظِيْمَ الْاَمَانَةِ وَكَانَ اللهُ فِيْ قَلْبِهِ جَلِيْلًا كَبِيْرًا عَظِيْمًا وَكَانَ يُؤْثِرُ رِضَا رَبِّهِ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَلَوْ اَخَذَتْهُ السُّيُوْفُ فِي اللهِ عَزَّوَجَلَّ لَاحْتَمَلَ رَحِمَهُ اللهُ وَرَضِيَ عَنْهُ رِضَى الْاَبْرَارِ ۔ قُلْتُ ۔ وَاَخْرَجَ هٰذَا الْحَدِيْثَ الْاِمَامُ الْخَطِيْبُ اَبُوْ بَكْرٍ صَاحِبُ التَّارِيْخِ عَنْ وَكِيْعٍ اَيْضًا بِهٰذَا السِّيَاقِ ۔ (ج ۱ ص ۳۱۷)

ملیح بن وکیع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قسم اللہ کی ، امانت میں ابو حنیفہ بہت بلند تھے ان کے دل میں اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ ، عالی قدر اور عظمت والا تھا ، وہ ہر شے سے زیادہ اللہ کی رضا کے طلبگار تھے ، چاہے تلواروں سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے وہ اپنے رب کی رضا نہ چھوڑتے اللہ اُن پر رحمت نازل کرے اور اُن سے ابرار کی سی رضامندی سے راضی ہو ۔ یقیناً وہ ابرار میں سے تھے ۔

میں کہتا ہوں کہ امام خطیب ابو بکر مؤلف تاریخ بغداد نے یہ روایت وکیع سے اسی سیاق سے نقل کی ہے ۔

قَالَ النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى فَقَالَ لَهُ اِنَّ اَبَا حَنِيْفَةَ اسْتَعْمَلَ مَالَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ وَرَفَعَ اِلَى ابْنِهِ يَتَّجِرُ قَالَ فَبَعَثَ اِلَيْهِ رَسُوْلًا فَدَعَاهُ فَذَكَرَ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ لَيْسَ كَمَا يَقُوْلُوْنَ ، اَلْمَالُ عِنْدِيْ عَلَى الْخَتْمِ الْاَوَّلِ فَقَالَ اَنْتَ عِنْدِيْ اَصْدَقُ وَالْقَوْلُ كَمَا قُلْتَ فَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا حَتّٰى تَبْعَثَ مَعِيْ رَسُوْلًا يَنْظُرُ اِلَيْهِ قَالَ ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى لَا اَفْعَلُ فَقَالَ لَا بُدَّ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَوَجَّهَ ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى مَعَهُ رَسُوْلًا ، قَالَ فَجَعَلَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَطْلُبُ تِلْكَ الْوَدِيْعَةَ مِنْ بَيْنِ الْوَدَائِعِ حَتّٰى

وَجَدَ تِلْكَ الْوَدِيْعَةَ فَإِذَا هِيَ مَخْتُوْمَةٌ كَهَيْئَتِهَا قَالَ فَجَاءَ الرَّسُوْلُ اِلَى ابْنِ اَبِيْ لَيْلَىٰ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الْوَدِيْعَةَ بِعَيْنِهَا مَخْتُوْمَةً وَعِنْدَهٗ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْوَدَائِعِ مَالَا يُحْتَاجُ اِلَى هٰذِهٖ۔

(ج۱ ص۲۱۹)

نصر بن محمد کا بیان ہے کہ قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے کہا کہ ابو حنیفہ نے ایک شخص کی امانت کو اپنے بیٹے کو دی ہے تاکہ وہ اس سے تجارت کرے۔ ابن ابی لیلیٰ نے آدمی کو بھیج کر ابو حنیفہ کو بلایا اور ان سے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا، اس کی بات درست نہیں میرے پاس اس شخص کی امانت اسی مہر سے رکھی ہوئی ہے جو پہلے دن کی تھی، قاضی نے کہا تم سچے ہو اور حقیقتِ امر وہی ہے جو تم نے کہی ہے، ابو حنیفہ نے کہا میرے ساتھ آدمی کو بھیجو تاکہ اس امانت کو دیکھے۔ ابن ابی لیلیٰ نے اس سے انکار کیا لیکن آپ کے اصرار پر آدمی بھیجنا پڑا، اور وہاں کافی تلاش کے بعد امانتوں میں سے وہ امانت ملی اور وہ سر بہ مُہر تھی۔ ابن ابی لیلیٰ کے آدمی نے اس کو دیکھا اور جاکر ابن ابی لیلیٰ سے کہا۔

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخَلَّالُ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ يَقُوْلُ كَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ آيَةً فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ فِي الشَّرِّ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَوْ فِي الْخَيْرِ فَقَالَ اُسْكُتْ يَا هٰذَا، فَاِنَّهٗ يُقَالُ غَايَةٌ فِي الشَّرِّ، آيَةٌ فِي الْخَيْرِ۔ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ آيَةً۔ (ج۲ ص۳۶)

ابراہیم بن عبداللہ خلال نے کہا میں نے ابن مبارک سے سنا انہوں نے کہا کہ ابو حنیفہ ایک آیت تھے۔ کسی نے کہا، اے ابو عبدالرحمٰن وہ شر میں آیت تھے یا خیر میں، آپ نے فرمایا۔ ارے چُپ۔ شر میں غایت بولا جاتا ہے اور خیر میں آیت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "ہم نے ابنِ مریم اور اُن کی ماں کو آیت بنایا"

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ بِشْرِ بْنِ مُوْسٰى اَنَّهٗ كَانَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِيُّ اِذَا حَدَّثَنَا عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شَاهَانِ شَاه۔

محمد بن بشر نے بشر بن موسیٰ سے بیان کیا کہ ابو عبدالرحمٰن مقری جب ہم سے ابو حنیفہ کی روایت بیان کرتے تھے، کہتے تھے ہم سے بادشاہوں کے بادشاہ نے بیان کیا ہے

قَالَ يَحْيَى بْنُ مُعِيْنٍ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ كَمْ مِنْ شَيْءٍ حَسَنٍ قَدْ قَالَهٗ اَبُوْ حَنِيْفَةَ۔ (ج۳ ص۳۰)

یحییٰ بن معین نے بیان کیا کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے سُنا وہ کہہ رہے تھے، کتنی ہی اچھی باتیں ہیں کہ ابو حنیفہ نے کہی ہیں۔

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ عَلِیِ الْقَاضِی سَمِعْتُ یَحْیَی بْنَ سَعِیْدِ الْقَطَّانَ یَقُوْلُ لَانَکْذِبُ وَاللّٰہِ مَا سَمِعْنَا مِنْ رَأْیِ اَبِی حَنِیْفَۃَ فَقَدْ اَخَذْنَا بِاَکْثَرِ اَقْوَالِہٖ، قَالَ یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ وَکَانَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ یَذْھَبُ فِی الْفَتْوٰی اِلٰی قَوْلِ الْکُوْفِیِّیْنَ وَیَخْتَارُ قَوْلَہٗ مِنْ اَقْوَالِھِمْ وَیَتَّبِعُ رَأْیَہٗ مِنْ بَیْنِ اَصْحَابِہٖ۔ (ج۲ ص۳۰)

احمد بن علی قاضی نے کہا میں نے یحییٰ بن سعید قطّان سے سنا وہ کہہ رہے تھے ہم جھوٹ نہیں بولیں گے۔ اللہ کی قسم ہے۔ ہم نے ابوحنیفہ کی جو آرا سُنی ہیں اُن میں سے بیشتر کو ہم نے لیا ہے اور یحییٰ بن سعید فتویٰ دینے میں کوفیوں کا قول اور ان میں سے ابوحنیفہ کا قول اختیار کرتے تھے اور ان کی رائے کی پیروی کرتے تھے۔

قَالَ الشَّافِعِیُّ مَارَأَیْتُ اَحَدًا اَفْقَہَ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ قَالَ الْحَافِظُ الْخَطِیْبُ اَرَادَ بِقَوْلِہٖ مَارَأَیْتُ مَاعَلِمْتُ لِاَنَّہٗ وُلِدَ فِی السَّنَۃِ الَّتِیْ تُوُفِّیَ فِیْھَا رَحِمَھُمَا اللّٰہُ۔ (ج۲ ص۳۱)

شافعی نے کہا میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ فقہ والا کسی کو نہیں دیکھا ہے۔ خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ دیکھنے سے مراد علمی دیکھنا ہے کیونکہ شافعی کی ولادت ابوحنیفہ کی وفات کے سال ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر رحمت نازل کرے۔

قَالَ عَبْدُ الْمَجِیْدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ اَبِیْ رَوَّادٍ قَالَ کَانَ اَبِیْ اِذَا اشْتَبَہَ عَلَیْہِ شَیْءٌ مِنْ اَمْرِ دِیْنِہٖ کَتَبَ بِہٖ اِلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَلَمَّا ارْتَحَلْتُ اِلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ حَمَّلَنِیْ مَسَائِلَ اِلَیْہِ اَسْأَلُہٗ عَنْھَا وَکَانَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ اِذَا قَدِمَ مَکَّۃَ لَایُفَارِقُہٗ اَبِیْ وَکَانَ یَقْتَدِیْ بِہٖ فِیْ اُمُوْرِہٖ۔ (ج۲ ص۳۲)

عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد نے کہا۔ میرے والد کو جب کسی مسئلہ میں اشتباہ ہوتا تھا وہ ابوحنیفہ کو اس کے متعلق لکھتے اور جب میں ابوحنیفہ کے پاس گیا انہوں نے مسائل لکھ کر مجھے دیئے تاکہ میں ان مسائل کے متعلق ابوحنیفہ سے پوچھوں اور جب ابوحنیفہ مکہ مکرمہ آتے تھے، میرے والد ان سے الگ نہیں ہوتے تھے، میرے والد اپنے امور میں ابوحنیفہ کی اقتدا کیا کرتے تھے۔

قَالَ شُعَیْبُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ اَبِیْ رَوَّادٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَ النَّاسِ اَبُوْحَنِیْفَۃَ فَمَنْ اَحَبَّہٗ وَتَوَلَّاہُ عَلِمْنَا اَنَّہٗ مِنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَمَنْ اَبْغَضَہٗ عَلِمْنَا اَنَّہٗ مِنْ اَھْلِ الْبِدْعَۃِ قُلْتُ وَعَبْدُ الْعَزِیْزِ ھٰذَا مِنْ شُیُوْخِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ الْمَکِّیِّیْنَ قَدْ کَثَّرَ عَنْہُ فِیْ مُسْنَدِہٖ۔ (ج۲ ص۳۲)

شعیب بن ابراہیم نے کہا کہ عبدالعزیز بن ابی رواد نے کہا کہ ہمارے اور لوگوں کے

درمیان ابوحنیفہ کی ذات ہے، جس نے اُن سے محبت کی اور اُن کا دم بھرا ہم سمجھ گئے کہ وہ اہل سنّت میں سے ہے اور جس نے اُن سے عداوت کی ہم سمجھ گئے کہ وہ اہلِ بدعت میں سے ہے۔ علامہ موفق نے کہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ عبدالعزیز بن رواد امام ابوحنیفہ کے مکّی شیوخ میں سے ہیں، امام نے اپنی مسند میں ان سے بہ کثرت روایت کی ہے۔

قَالَ عَبْدُ المَجِيْدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُوَادٍ كُنَّا مَعَ جعفربن محمدٍ جُلُوْساً فی الحِجر فجاءَ اَبُوحَنِيْفَةَ فَسَلَّمَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ جَعْفَرٌ وَعَانَقَهُ وَسَائِلَهُ حَتّٰى سَأَلَهُ عَنِ الْخَدَمِ فَلَمَّا قَامَ قَالَ لَهُ بَعْضُ اَهْلِهِ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللهِ مَا اَرَاكَ تَعْرِفُ الرَّجُلَ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ اَحْمَقَ مِنْكَ اُسَائِلُهُ عَنِ الْخَدَمِ وَتَقُوْلُ تَعْرِفُ هٰذَا، هٰذَا اَبُوحَنِيْفَةَ مِنْ اَفْقَهِ اَهْلِ بَلَدِهٖ۔

عبدالمجید بن عبدالعزیز بن رواد نے بیان کیا کہ ہم حضرت جعفر صادق بن محمد باقر کے ساتھ حَطِیم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوحنیفہ آئے اور انہوں نے حضرت جعفر کو سلام کیا اور حضرت جعفر نے ان کو سلام کیا اور ابوحنیفہ سے بغلگیر ہوئے (معانقہ کیا) اور اُن کی اور ان کے خدم کی خیریت دریافت کی اور جب ابوحنیفہ چلے گئے، حضرت جعفر کے بعض رفقار نے کہا۔ اے فرزند رسول اللہ میرا خیال ہے کہ آپ اس شخص کو نہیں جانتے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے تم جیسا بے وقوف نہیں دیکھا ہے، میں ابوحنیفہ سے ان کے خدمتگاروں تک کی خیریت پوچھتا ہوں اور تم یہ بات کہہ رہے ہو، یہ ابوحنیفہ اپنے ملک کے سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

قَالَ عَبدُاللهِ بنُ صَالِحٍ قَالَ مَحْمُوْدُ بْنُ شُرَيْكٍ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوحَنِيْفَةَ شَاهِ مَرْدَان۔ قُلْتُ۔ وَعَبْدُ اللهِ بن يَزِيْدَ هُوَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِيُ مِنْ حُفَّاظِ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ وَكُبَرَائِهِمْ اَكْثَرَ عَنْ اَبِیْ حنيفَةَ الرِّوَايَةَ فِی الْحَدِيْث۔ (ج۱ ص۳۲)

عبداللہ بن صالح نے کہا کہ محمود بن شریک نے بیان کیا کہ عبداللہ بن یزید نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابوحنیفہ شاہ مردان نے، میں کہتا ہوں کہ عبداللہ بن یزید ہی ابوعبدالرحمٰن مقری ہیں جو کہ حدیث کے حفاظ اور کبراء میں سے تھے، انہوں نے کثرت سے روایتِ حدیث ابوحنیفہ سے کی ہے۔

قَالَ اسماعِيلَ بنُ اِسحاقَ قَالَ اسْحَاقُ بْنُ مُحمدٍ كَانَ مَالِكٌ رُبَّمَا اِعْتَبَرَ بِقَوْلِ اَبُوحَنِيْفَةَ فِی المَسَائِل۔ (ج۲ ص۳۳)

اسماعیل بن محمد نے کہا کہ اسحاق بن محمد نے بیان کیا کہ امام مالک مسائل میں بسا اوقات

امام ابو حنیفہ کے قول کا اعتبار کرتے تھے۔

قَالَ یُونُسُ بنَ بُکَیر قَدِمَ مُحَمَّدُ بنُ اِسحَاقَ الکُوفَۃَ فَکُنَّا نَسمَعُ مِنہُ المَغَازِیَ وَرُبَمَا زَارَ اَبَا حَنِیفَۃَ فِیمَا بَینَ الاَیَامِ وَیُطِیلُ المُکثَ عِندَہٗ وَیُجَارِیہِ فِی مَسَائِلَ تَنُوبُہٗ۔ (ج۲ ص۳۳)

یونس بن بکیر نے کہا کہ محمد بن اسحاق کی کوفہ آمد ہوئی اور ہم اُن سے مغازی سنتے تھے وہ ان ایام میں ابو حنیفہ کی زیارت کو آتے تھے اور کافی دیر تک بیٹھتے تھے جو مسائل ان کو پیش آتے ان کا ذکر کرتے تھے۔

قَالَ مُحَمَّدُ بنُ اِسمَاعِیلَ بنِ اَبِی فُدَیکٍ قَالَ رَاَیتُ مَالِکَ بنَ اَنَسٍ قَابِضًا عَلٰی یَدِ اَبِی حَنِیفَۃَ یَمشِیَانِ فَلَمَّا بَلَغَا المَسجِدَ قَدَّمَ اَبَا حَنِیفَۃَ فَسَمِعتُ اَبَا حَنِیفَۃَ لَمَّا دَخَلَ مَسجِدَ الرَّسُولِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ بِسمِ اللّٰہِ ھٰذَا مَوضِعُ الأَمَانِ فَآمِنِّی مِن عَذَابِکَ وَنَجِّنِی مِنَ النَّارِ۔ (ج۲ ص۳۴)

محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک نے بیان کیا کہ میں نے مالک بن انس کو دیکھا کہ وہ ابو حنیفہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے چل رہے تھے جب وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف پہنچے میں نے دیکھا کہ ابو حنیفہ کو آگے بڑھایا اور میں نے ابو حنیفہ کو جب وہ مسجد شریف میں داخل ہوئے یہ کہتے سُنا۔ ساتھ نام اللہ کے، یہ مقام ہے امان کا، مجھ کو اپنے عذاب سے مامون رکھ اور مجھ کو آگ سے نجات دے۔

قَالَ نَصِیرُ بنَ یَحیَی سَمِعتُ خَالِدَ بنَ اَیُّوبَ قَالَ سَمِعتُ عَبدَ العَزِیزِ بنَ أَبِی سَلَمَۃَ المَاجِشُونَ یَقُولُ قَدِمَ اَبُو حَنِیفَۃَ المَدِینَۃَ فَکَلَّمنَا فِی مَسَائِلِہٖ فَکَانَ یَحتَجُّ بِحُجَجٍ حِسَانٍ فَلَا عَیبَ عَلَیہِ فِی ذٰلِکَ لِاَنَّا کُلَّنَا نَتَکَلَّمُ بِالرَّایِ وَاحتَجَّ لَہٗ۔ (ج۲ ص۳۴)

نصیر بن یحییٰ نے کہا میں نے خالد بن ایوب سے سنا، انہوں نے کہا میں نے عبد العزیز بن ابی سلمہ الماجشون سے سنا کہ ابو حنیفہ مدینہ منورہ آئے اور ہم نے ان سے ان کے مسائل میں بات کی، وہ اچھی دلیلوں سے استدلال کرتے تھے، لہٰذا اس امر میں ان پر کوئی عیب نہیں ہے کیوں کہ ہم سب بھی رائے سے بات کرتے ہیں اور اس کے لئے حجت لاتے ہیں۔

یہ عاجز ابو الحسن زید کہتا ہے الموفق کی مناقب کے طبع کرنے والے نے حاشیہ میں الماجشون کے متعلق لکھا ہے :" ھُوَ المَدَنِی الفَقِیہُ اَحَدُ الاَعلَامِ عَن اَبِیہِ وَعَنِ الزُّھرِیِّ وَعَنہُ اللَّیثُ وَابنُ مَھدِیٍّ وَثَّقَہٗ ابنُ سَعدٍ وَابنُ حَبَّانَ کَذَا فِی الخُلَاصَۃِ۔

آپ مدینہ کے ہیں اور فقیہ ہیں۔ آپ اعلام میں سے ایک فرد ہیں، اپنے والد سے اور زہری سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے لیث اور ابن مہدی نے روایت کی ہے۔ آپ کو ابن سعد اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے (الخلاصہ)

علامہ ماجشون کا قول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی یاد دلاتا ہے، علامہ ابن شبہ نمیری بصری (۱۷۳ھ - ۲۶۲ھ) نے کتاب تاریخ مدینہ لکھی ہے۔ سید حبیب محمود نے جدہ میں اس کتاب کو طبع کیا ہے، جلد دوم کے صفحہ ۶۹۳ میں لکھا ہے۔

ولایۃ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، القضاء۔

عَنْ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذَا اَكْثَرَ عَلَيْهِ الْخُصُومُ صَرَفَهُمْ إِلَى زَيْدٍ فَلَقِيَ رَجُلًا مِمَّنْ صَرَفَهُ إِلَى زَيْدٍ فَقَالَ لَهُ مَا صَنَعْتَ قَالَ قَضَى عَلَيَّ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ لَوْ كُنْتُ أَنَا الْقَضَيْتُ لَكَ، قَالَ فَمَا يَمْنَعُكَ وَأَنْتَ أَوْلَى بِالْاَمْرِ قَالَ لَوْ كُنْتُ أَرُدُّكَ إِلَى كِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ فَعَلْتُ وَلٰكِنِّي إِنَّمَا أَرُدُّكَ إِلَى رَائِي وَالرَّائِي مُشِيْرٌ۔

قضاء کا عہدہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تھا۔

حفص بن عمر نے کہا جب لوگوں کے مقدمات بہت ہو جاتے تھے تو آپ اُن کو حضرت زید کے پاس بھیجدیا کرتے تھے۔ حضرت عمر کی ملاقات ایسے شخص سے ہوئی جس کو آپ نے حضرت زید کے پاس بھیجا تھا۔ آپ نے اس شخص سے پوچھا۔ مقدمہ کا کیا ہوا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین میرے خلاف فیصلہ ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر میں فیصلہ کرتا تو تمہارے حق میں کرتا۔ اس نے کہا۔ آپ کو کیا بات روکتی ہے کہ فیصلہ کریں آپ تو امیر المومنین ہیں، آپ نے فرمایا اگر میں اللہ کی کتاب کی طرف یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی طرف لوٹاتا تو میں اس مقدمہ پر نظر ثانی کر کے لوٹاتا لیکن اب میری رائے ہے اور کیا وجہ ہے کہ میں قاضی کی رائے کو رد کروں اور اپنی رائے کو نافذ کروں۔ رائے تو مُشِیر ہے۔

کاش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر علماء کی نظر رہتی۔

قَالَ مُوسَى بْنُ نَصْرٍ سَمِعْتُ جَرِيْرًا يَقُوْلُ كَانَ الْمُغِيْرَةُ يَلُوْمُنِيْ إِذَا لَمْ أَحْضُرْ مَجْلِسَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَيَقُوْلُ لِي الْزَمْهُ وَلَا تَغِبْ عَنْ مَجْلِسِهِ فَإِنَّا كُنَّا نَجْتَمِعُ عِنْدَ حَمَّادٍ فَلَمْ يَكُنْ يَفْتَحُ لَنَا مِنَ الْعِلْمِ مَا كَانَ يَفْتَحُ لَهُ۔ (ج ۲ ص ۳۵)

موسیٰ بن نصر نے کہا میں نے جریر سے سنا وہ کہتے تھے کہ مغیرہ مجھ کو ملامت کرتے جب میں ابو حنیفہ کے حلقہ میں نہیں جاتا تھا وہ مجھ سے کہتے کہ ان کی مجلس کے ہو جاؤ، ناغہ نہ کرو، ہم حماد کے پاس اکٹھے ہوتے تھے لیکن وہ ہمارے ساتھ ایسے نہیں کھلتے تھے جیسا کہ وہ ابو حنیفہ کے ساتھ کھلا کرتے تھے۔

قَالَ اَحمدُ الکُوفِی قَالَ اَبُومُعَاوِیَۃَ کَانَ ابنُ اَبِی لَیلٰی یَحسُدُ اَبَا حَنِیفَۃَ ولَم یَکُن مِن رِجَالِہٖ۔ (ج۲ ص۳۵)

احمد کوفی نے کہا کہ ابو معاویہ نے کہا کہ ابن ابی لیلی ابو حنیفہ سے حسد کیا کرتے تھے لیکن وہ ان کے مقابلہ کے نہیں تھے۔

قَالَ اِبرَاھِیمُ بنُ یَزِیدَ سَمِعتُ رَقَبَۃَ بنَ مَسقَلَۃَ یَقُولُ خَاضَ اَبُوحَنِیفَۃَ فِی العِلمِ خَوضًا لَم یَسبِق اِلَیہِ اَحَدٌ فَادرَکَ مَا اَرَادَ۔ (ج۱ ص۳۶)

ابراہیم بن یزید نے کہا میں نے رقبہ بن مسقلہ کو کہتے سُنا کہ ابو حنیفہ علم کی اتنی گہرائی میں پہنچے کہ ان سے پہلے کوئی وہاں تک نہ پہنچا تھا لہٰذا جو چاہتے تھے وہ پایا۔

قَالَ حَسَنُ بنُ زِیَادٍ کَانَ مِسعَرُ بنُ کِدَامٍ یَقُومُ فِی الصَّلَاۃِ فِی نَاحِیَۃِ المَسجِدِ وَاَبُوحَنِیفَۃَ فِی نَاحِیَۃٍ اَیضًا وَاَصحَابُہٗ کَانُوا یَتَفَرَّقُونَ فِی حَوَائِجِھِم بَعدَ صَلَاۃِ الغَدَاۃِ ثُمَّ یَجتَمِعُونَ اِلَیہِ فَیَجلِسُ لَھُم فَمِن بَینِ سَائِلٍ وَمِن بَینِ مُنَاظِرٍ وَیَرفَعُونَ الاَصوَاتَ حَتّٰی یَسکُتُونَ لِکَثرَۃِ مَا یَحتَجُّ لَھُم فَکَانَ مِسعَرٌ یَقُولُ اِنَّ رَجُلًا یُسَکِّنُ اللہُ بِہٖ ھٰذِہِ الاَصوَاتَ لَعَظِیمُ الشَّانِ فِی الاِسلَامِ (ج۲ ص۳۶)

حسن بن زیاد نے کہا کہ مسعر بن کدام مسجد کے ایک گوشہ میں نماز پڑھتے تھے اور ایک گوشہ میں ابو حنیفہ نماز پڑھتے تھے اور ان کے اصحاب صبح کی نماز کے بعد اپنی ضروریات کے سلسلہ میں چلے جاتے تھے اور پھر ان کی آمد ہوتی تھی اور امام ابو حنیفہ ان کے پڑھانے کو بیٹھتے۔ ان میں سے کوئی کچھ دریافت کرتا تھا کوئی مناظرہ کرتا تھا اور ان کی آوازیں بلند ہو جاتی تھیں اور جب امام ابو حنیفہ کثرت سے ان کے سامنے دلیلیں پیش کرتے تھے وہ سب آوازیں بند ہو جاتی تھیں، یہ دیکھ کر مسعر کہتے تھے۔ جس شخص سے اللہ تعالیٰ ان آوازوں کو تسکین دیتا ہے، وہ یقیناً اسلام میں بڑی شان والا ہے۔

قَالَ ابنُ المُبَارَکِ کَانَ مِسعَرٌ اِذَا رَأیٰ اَبَا حَنِیفَۃَ قَامَ لَہٗ وَاِذَا جَلَسَ مَعَہٗ جَلَسَ بَینَ یَدَیہِ وَکَانَ مُجِلًّا لَہٗ مَائِلًا اِلَیہِ مُثنِیًا عَلَیہِ۔ قُلتُ وَکَانَ مِسعَرُ بنُ کِدَامٍ اَحَدَ مَفَاخِرِ الکُوفَۃِ فِی حِفظِہٖ وَزُھدِہٖ وَکَانَ مِن شُیُوخِ اَبِی حَنِیفَۃَ، رَوٰی عَنہُ فِی مُسنَدِہٖ۔ (ج۲ ص۳۷)

ابن مبارک نے بیان کیا کہ جب مسعر ابو حنیفہ کو دیکھتے تھے کھڑے ہو جاتے تھے اور جب آپ کے پاس بیٹھتے تھے، وہ آپ کی تعظیم کرتے تھے، آپ کی طرف مائل تھے، آپ کی تعریف کرتے تھے (علامہ موفق کہتے ہیں) مسعر بن کدام کوفہ کے مفاخرین سے ایک مفخرہ تھے۔ کیا اپنے حفظ میں اور اپنے زہد میں اور آپ ابو حنیفہ کے شیوخ میں سے تھے۔ ابو حنیفہ نے اپنی مسند میں آپ سے

روایتیں کی ہیں۔

قَالَ القَاسِمُ بنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنِی مَنْ سَمِعَ اَبَا یَحیٰی الحِمَّانِی قَالَ قَالَ عُثمَانُ المَدَنِی کَانَ اَبُوحَنِیفَۃَ اَفقَہَ مِنْ حَمَّادٍ وَاَفقَہَ مِنْ ابرَاہِیمَ وَاَفقَہَ مِنْ عَلقَمَۃَ وَالاَسْوَدِ۔ (ج۲ ص۳۷)

قاسم بن عباد نے اس شخص سے سُنا جس نے ابو یحییٰ حمانی سے سنا کہ عثمان مدنی نے کہا۔ ابوحنیفہ زیادہ فقیہ تھے حماد سے اور زیادہ فقیہ تھے ابراہیم سے اور زیادہ فقیہ تھے علقمہ اور اسود سے۔

قَالَ مُوسیٰ بنُ سُلَیمَانَ الجُوزجَانِی سَمِعتُ حَفصَ بنَ غِیَاثٍ یَقُولُ سَمِعتُ مِنْ اَبِی حَنِیفَۃَ کُتُبَہٗ وَآثَارَہٗ فَمَا رَأَیتُ اَذکیٰ قَلبًا مِنہُ وَلَا اَعلَمَ بِمَا یَفسُدُ وَیَصِحُّ فِی بَابِ الاَحکَامِ مِنہُ۔ (ج۲ ص۴۰)

موسیٰ بن سلیمان جوزجانی نے بیان کیا کہ میں نے حفص بن غیاث سے سنا کہ میں نے ابوحنیفہ سے آپ کی کتابیں اور آثار سُنے ہیں۔ میں نے آپ سے زیادہ دل کا ہوشیار اور احکام میں صحیح اور فاسد کا جاننے والا نہیں دیکھا ہے۔

قَالَ مُقَاتِلُ بنُ سُلَیمَانَ اَوِ ابنُ مُقَاتِلٍ سَمِعتُ ابنَ المُبَارَکِ یَقُولُ کَتَبتُ کُتُبَ اَبِی حَنِیفَۃَ غَیرَ مَرَّۃٍ، کَانَ یَقَعُ فِیہَا زِیَادَاتٌ فَاَکتُبُہَا، قَالَ ابنُ المُبَارَکِ اِذَا رَأَیتَ الرَّجُلَ یَقَعُ فِی اَبِی حَنِیفَۃَ وَیَذکُرُہٗ بِسُوءٍ فَاِنَّہٗ ضَیِّقُ العِلمِ فَلَا تَعبَأ بِہٖ، وَکَانَ ابنُ المُبَارَکِ اِذَا ذَکَرَ اَبَا حَنِیفَۃَ بَکیٰ لِحُبِّہٖ (ج۲ ص۶۵)

مقاتل بن سلیمان یا ابنِ مقاتل نے کہا کہ میں نے ابنِ مبارک سے سُنا کہ وہ کہہ رہے تھے میں نے ابوحنیفہ کی کتابوں کو ایک بار سے زائد لکھا ہے کیونکہ ان میں زیادتی ہوتی رہتی تھی، تم اگر کسی کو دیکھو کہ وہ ابوحنیفہ پر اعتراضات کرتا ہے اور ان کو بُرائی سے یاد کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ شخص کم علم ہے اس کی معلومات کا دائرہ تنگ ہے لہٰذا اس کا خیال نہ کرو اور ابنِ مبارک ابوحنیفہ کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔

سَمِعتُ الفَتحَ بنَ عَمرٍو الوَرَّاقِ یَقُولُ کُنتُ بِمَروٍ اَیَّامَ النَّضرِ بنِ شُمَیلٍ فَبَعَثُوا بِکُتُبِ اَبِی حَنِیفَۃَ اِلیٰ مَاءٍ جَارٍ فَجَعَلُوا یَغسِلُونَہَا بِالمَاءِ فَسَمِعَ بِذٰلِکَ خَالِدُ بنُ صُبَیحٍ وَھُوَ قَاضِیہَا یَومَئِذٍ فَرَکِبَ خَالِدُ بنُ صُبَیحٍ وَآلُ صُبَیحٍ اِلیٰ الفَضلِ بنِ سَہلٍ قَالَ وَکَانُوا یَقُولُونَ اِنَّ فِی آلِ صُبَیحٍ یَومَئِذٍ خَمسُونَ رَجُلًا اَو اَکثَرُ مِمَّا یَصلُحُونَ لِلقَضَاءِ وَرَکِبَ مَعَ خَالِدِ بنِ صُبَیحٍ اِبرَاہِیمُ بنُ رُستُمَ وَسَہلُ بنُ مُزَاحِمٍ فَکَلَّمُوہُ یَعنِی الفَضلَ بنَ سَہلٍ فَقَالَ لَیسَ ذَا مِنْ کَلَامِی حَتّیٰ اَدخُلَ عَلیٰ الخَلِیفَۃِ فَاُخبِرُہٗ، فَدَخَلَ عَلیٰ المَامُونِ فَاَخبَرَہٗ فَقَالَ مَنْ ھٰؤُلَاءِ وَمَنْ ھٰؤُلَاءِ، فَقَالَ ھٰؤُلَاءِ الاَحدَاثُ اِسحَاقُ بنُ رَاھَوَیہِ وَاَحمَدُ بنُ زُھَیرٍ وَغَیرُھُم اِلَّا اَنَّ النَّضرَ بنَ شُمَیلٍ فِیہِم، قَالَ وَھٰذَا خَالِدُ بنُ

صبيح وسهل بن مزاحم وابراهيم بن رستم، فقال غدا اجمع هؤلاء وهؤلاء حتى اكون الحاكم فيما بينهم وانظرا لحجة في يد من هى، فسمع اسحاق واصحابه ما قال المامون فقال غدا من يكلمه، والنضر بن شميل كان لا يصابر المامون لا في الكلام ولا في الحديث فاختاروا احمد بن زهير على أن يكلم المامون. فلما اصبحوا اجتمعوا عنده فخرج المامون فسلم عليهم فاقبل قبل النضر بن شميل فقال لأي شيء عمدتم الى كتب ابى حنيفة فبعثتموها الى ماء جار فغسلتموها فسكت النضر ولم يجبه فقال احمد بن زهير، أتاذن لي يا امير المومنين في الكلام حتى اتكلم فقال إن كنت تحسن فتكلم فقال يا امير المؤمنين، وجدناها مخالفة لكتاب الله تعالى وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم قال وباي شيء خالف كتاب الله وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم فسأل خالد بن صبيح عن مسئلة ما قال ابو حنيفة فيها فافتى خالد بقول ابو حنيفة فجعل احمد بن زهير يروى عن النبي صلى الله عليه وسلم خلاف ذلك وجعل المامون يحتج لأبي حنيفة باحاديث لم يكن يعرفها هؤلاء فلما اكثروا من هذا قال المامون لو وجدناه مخالفا لكتاب الله تعالى وسنة رسول صلى الله عليه وسلم ما استعملناه، اياكم ان تعودوا لمثل هذا ولولا ان الشيخ فيكم لعاقبتكم عقوبة لا تنسون، فخرجوا. فكان المامون بعد ما جلس ببغداد اجلس عنده مأتي فقيه وكل من مات منهم يجئ بآخر مكانه وهو افقههم واعلمهم۔ (ج۲ ص۵۵)

فتح بن عمرو ورّاق سے میں نے سنا کہ نضر بن شمیل کے زمانہ میں مرو میں تھا وہاں ابو حنیفہ کی کتابوں کو ندی پر لے گئے اور اُن کو پانی سے دھویا، یہ بات خالد بن صبیح نے سنی اور وہ وہاں کے قاضی تھے۔ چنانچہ خالد بن صبیح، فضیل بن سہل (خلیفہ مامون رشید کے وزیر) سے ملنے روانہ ہوئے اور اُن کے ساتھ آلِ صبیح بھی گئی، کہا گیا ہے کہ اس وقت آلِ صبیح میں پچاس افراد یا اس سے زیادہ ایسے عالم تھے کہ ان کو قاضی بنایا جائے۔ خالد بن صبیح کے ساتھ ابراہیم بن رستم اور سہل بن مزاحم بھی روانہ ہوئے اس جماعت نے فضل بن سہل سے واقعہ بیان کیا، فضل بن سہل نے کہا کہ یہ کام میرا نہیں ہے، میں خلیفہ کے پاس جاتا ہوں اور اُن سے واقعہ بیان کرتا ہوں، چنانچہ وہ مامون کے پاس گئے اور اُن کو واقعہ سے آگاہ کیا، مامون نے دریافت کیا کہ یہ جماعت کس کی ہے اور وہ جماعت کیسی ہے۔ فضل بن سہل نے مامون کو بتایا کہ یہ جماعت نوعمروں کی ہے البتہ ان کے ساتھ نضر بن شمیل بھی ہیں اور یہ دوسری جماعت خالد بن صبیح، سہل بن مزاحم اور ابراہیم بن رستم کی ہے۔ مامون نے کہا۔ کل ان دونوں جماعتوں کو بُلاؤ تاکہ میں دیکھوں کہ حجت کس کے ساتھ ہے اور میں فیصلہ کروں۔ مامون کی اس بات کو اسحاق

اوران کے رفیقوں نے سُن لیا، وہ بولے۔ مامون سے کل کون بات کرے گا۔ نضر بن شمیل، مامون سے مباحثہ نہ علمِ کلام میں کر سکتے تھے اور نہ حدیث شریف میں لہٰذا انہوں نے احمد بن زہیر کو اس کام کے لئے نامزد کیا کہ وہ کل مامون سے گفتگو کریں۔

دوسرے دن یہ سب ماموں کے دربار میں جمع ہوئے، ماموں آئے اور انہوں نے السلام علیکم کہا اور پھر نضر بن شمیل سے متوجہ ہو کر کہا، کس بنا پر تم لوگوں نے ابو حنیفہ کی کتابوں کو ندی میں دُھلوایا۔ نضر بن شمیل خاموش رہے اور انہوں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ ان کی جماعت میں سے احمد بن زہیر نے کہا۔ کیا آپ مجھ کو بات کرنے کی اجازت دیں گے، اے امیر المومنین۔ ماموں نے کہا اگر ڈھب سے بات کر سکتے ہو۔ احمد بن زہیر نے کہا۔ ہم نے ابو حنیفہ کی کتابوں کو اس وجہ سے ندی میں دُھلوایا کہ وہ کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہیں۔ ماموں نے پوچھا۔ کِس بات میں مخالف ہیں۔

احمد بن زہیر نے خالد بن صبیح سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ خالد نے ابو حنیفہ کے قول سے اس کا جواب دیا، احمد بن زہیر نے حدیث شریف کی روایتیں پڑھیں اور مامون ابو حنیفہ کی تائید میں احادیث پیش کرتے تھے۔ ان لوگوں کو ان احادیث کی خبر تک نہ تھی۔ جب اس بات چیت میں کافی وقت گزر گیا، مامون نے کہا اگر ابو حنیفہ کے اقوال کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوتے ہم ان پر عمل نہ کرتے۔ خبردار جو تم پھر ایسی حرکت کرو۔ اور اگر یہ بوڑھے (نضر بن شمیل) تمہارے ساتھ نہ ہوتے، میں تم کو ایسی سزا دیتا کہ تم اس کو نہ بھولتے اور پھر سب وہاں سے باہر آگئے۔

مؤلف مقامات علامہ موفق نے لکھا ہے۔ مامون جب سے بغداد میں بیٹھے ہیں انہوں نے دوسو فقہا کو اپنے پاس رکھا۔ جب ان میں سے کوئی مرتا تھا اس کی جگہ دوسرے کو مقرر کرتے تھے۔ مامون ان سب سے زیادہ فقہ اور علم رکھتے تھے۔

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ زُھَیْرٍ سَمِعْتُ اَبَا حُذَیْفَةَ اِسْحَاقَ بْنَ بِشْرٍ یَقُوْلُ حَضَرْتُ الْمَاْمُوْنَ اَمِیْرَ الْمُوْمِنِیْنَ لَیْلَةً مِنَ اللَّیَالِیْ وَکَانَ الْفَضْلُ بْنُ سَھْلٍ جَعَلَنِیْ مِنْ خَاصَّةِ نَفْسِہٖ وَکَانَ یُقَرِّبُنِیْ وَیُدْنِیْنِیْ فَمَکَّنَ لِیْ عِنْدَہٗ مَنْزِلَةً جَلِیْلَةً فَکُنْتُ اَحْضُرُہٗ فِی الْخَلَوَاتِ وَفِی اللَّیَالِیْ فَحَضَرْنَا عِنْدَہٗ لَیْلَةً مِنَ اللَّیَالِیْ وَحَضَرَ النَّضْرُ بْنُ شُمَیْلٍ، فَلَمَّا فَرَغْنَا مِنَ الطَّعَامِ قَالَ الْمَاْمُوْنُ خُوْضُوْا فِی الْعِلْمِ قَالَ اَبُوْحُذَیْفَةَ فَقُلْتُ لِلنَّضْرِ مَا تَقُوْلُ فِی الْاِیْمَانِ قَالَ اَقُوْلُ اِنِّیْ مُوْمِنٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ، فَقُلْتُ لَہٗ بِاَیِّ

حُجَّةٍ قُلتَ ذٰلِكَ قَالَ مِنَ الْكِتَابِ قُلْتُ لَہٗ اَوْرِدْ حَتّٰى اَسْمَعْ ذَاكَ، فَقَالَ، قَالَ اللهُ لِنَبِيِّهٖ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللهُ آمِنِيْنَ، قَالَ ابُوحُذَيْفَةَ، فَقُلْتُ لَہٗ، حِيْنَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ دَاخِلًا فِي الْحَرَمِ اَوْ خَارِجًا مِنْهُ ؟ قَالَ النَّضْرُ كَانَ خَارِجًا مِنَ الْحَرَمِ فَقُلْتُ لَہٗ فَاِنْ كُنْتَ خَارِجًا مِنَ الْاِيْمَانِ فَاسْتِثْنَاؤُكَ جَائِزٌ، قَالَ فَضَحِكَ الْمَامُوْنُ وَخَجِلَ النَّضْرُ۔ (ج۲ ص۱۵۵)

احمد بن زہیر نے کہا میں نے ابو حذیفہ اسحاق بن بشر سے سُنا وہ کہہ رہے تھے کہ ایک رات میں امیر المومنین مامون کے پاس گیا، (مامون کے وزیر) فضل بن سہل نے مجھ کو اپنے خاص اصحاب میں کر لیا تھا اور وہ مجھ کو اپنے قرب میں جگہ دیتے تھے اور نزدیک کرتے تھے، اس وجہ سے مامون کے نزدیک میری منزلت ہوگئی، میں ان کے پاس خلوت میں اور رات کی محفل میں حاضر ہونے لگا۔

ایک رات وہاں حاضر ہوا۔ نضر بن شمیل بھی آئے تھے، کھانے سے فارغ ہوئے تو مامون نے کہا، علمی گفتگو کرو۔ ابو حذیفہ کہتے ہیں میں نے نضر سے کہا۔ ایمان کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا میں کہتا ہوں۔ میں مومن ہوں اگر اللہ نے چاہا۔ میں نے نضر سے کہا۔ کس دلیل سے یہ بات تم نے کہی ہے۔ نضر نے کہا قرآن مجید سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا ہے "تحقیق تم داخل ہو رہو گے ادب والی مسجد میں، اگر اللہ نے چاہا چین سے۔" ابو حذیفہ کہتے ہیں، میں نے نضر سے کہا۔ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں داخل ہو گئے تھے یا حرم سے خارج تھے۔ نضر نے کہا۔ آپ حرم سے خارج تھے۔ میں نے نضر سے کہا۔ اگر تم ایمان سے خارج ہو تو تمہارا استثنا جائز ہے۔ اِس بات سے مامون ہنسے اور نضر خجل ہوئے۔

قَالَ خَالِدُ بْنُ صُبَيْحٍ وَقَعَتْ خُصُوْمَةٌ بَيْنَ قَوْمٍ اَشْرَافٍ فَاخْتَصَمُوْا اِلَيَّ وَامْتَدَّتْ مُنَازَعَتُهُمْ وَكُنْتُ سَأَلْتُ الْمُدَّعِيْنَ الْبَيِّنَةَ عَلٰى دَعْوَاهُمْ وَكَانُوْا اَقَامُوا الْبَيِّنَةَ فَلَمْ اَشْتَغِلْ ... بِالتَّزْكِيَةِ وَالسُّوَالِ عَنِ الشُّهُوْدِ اَيَّامًا اِرَادَةَ وُقُوْعِ الصُّلْحِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ فَلَمْ يَتَهَيَّأْ وَسَأَلَ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ اَقَامُوا الْبَيِّنَةَ الْحُكْمَ فَسَأَلْتُ عَنِ الشُّهُوْدِ فَزُكُّوْا وَقَضَيْتُ لَهُمْ، وَكَانَ الْمَامُوْنُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَرْوٍ، فَرَفَعَ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ تَوَجَّهَ عَلَيْهِمُ الْحُكْمُ شَانَهُمْ اِلَى الْمَامُوْنِ وَكَانُوْا قَوْمًا اَجِلَّةً فَاَرْسَلَ الْمَامُوْنُ اِلَيَّ، فَحَضَرْتُ فَقَالَ لِيْ كَيْفَ لَمْ تَتَاَنَّ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ وَعَجِلْتَ فِيْ اِمْضَاءِ الْحُكْمِ فَقُلْتُ لَہٗ، قَدْ كُنْتُ اَخَّرْتُ ذٰلِكَ اَيَّامًا بَعْدَ قِيَامِ الْبَيِّنَةِ لِلْمُدَّعِيْنَ رَجَاءَ اَنْ يَقَعَ فِيْمَا بَيْنَهُمْ اِتِّفَاقٌ خَارِجًا مِنَ الْحُكْمِ فَلَمْ يَقَعْ وَسَأَلَ الْمُدَّعُوْنَ الْحُكْمَ فَلَمْ يَسَعْ لِيْ اَنْ اُؤَخِّرَ ذٰلِكَ فَسَأَلْتُ عَنِ الْبَيِّنَةِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً

"فزكوا فأمضيت الحكم فقال بقول من قضيت، فقلت لأبي حنيفة ههنا قول ولأبي يوسف قول فقضيت بقول أبي يوسف لأنه أرفق، فقال المامون، إن أردت الاحتياط والنجاة لنفسك إذا وجدت عن أبي حنيفة قولاً في مسئلة فاحكم به ولا تعد۔" (ج۲ ص۱۵۹)

خالد بن صبیح نے کہا کہ قبیلۂ اشراف (یعنی بنی ہاشم) میں منازعت ہوئی اور وہ میری عدالت میں مقدمہ لائے۔ اُن کا جھگڑا کافی دن رہا، میں نے مدعیوں سے گواہ طلب کئے، انہوں نے گواہ پیش کئے، میں نے گواہوں کے متعلق ان کے سچے جھوٹے ہونے کی تحقیقات کچھ دن نہیں کی اس خیال سے کہ شاید آپس میں ان کی مصالحت ہو جائے، لیکن ان میں مصالحت نہ ہوئی۔ اور جنہوں نے گواہیاں پیش کی تھیں انہوں نے حکم طلب کیا اب مزید ٹالنا میرے بس کا نہیں رہا لہٰذا میں نے گواہوں کے متعلق معلومات حاصل کیں اور پھر اپنا حکم سُنا دیا، امیرالمومنین مامون مرو میں تھے، جس جماعت کے خلاف میرا حکم تھا انہوں نے مامون سے استغاثہ کیا۔ وہ جماعت عالی قدر تھی۔ مامون نے مجھ کو طلب کیا، جب میں حاضر ہوا مجھ سے کہا اِس جھگڑے کے حکم سنانے میں تم نے توقف سے کام کیوں نہیں لیا، تم نے کس واسطے حکم جلدی نافذ کر دیا (موفق نے مقدمہ کے ٹالنے کا بیان جو اوپر گزر چکا ہے پھر لکھا ہے) یہ سن کر مامون نے کہا، تم نے کس کے قول پر فیصلہ کیا ہے۔ میں نے کہا اس مسئلہ میں ایک قول ابو حنیفہ کا ہے اور ایک ابو یوسف کا ہے۔ چونکہ ابو یوسف کا قول نرمی لئے ہوئے ہے اس واسطے میں نے ان کے قول پر حکم کیا ہے۔ مامون نے کہا۔ اگر تم احتیاط کے اور اپنی نجات کے طلب گار رہو، تم کو اگر ابو حنیفہ کا قول ملے اسی پر حکم کرو اور کسی دوسرے کے قول کی طرف نہ جاؤ۔

۷۔ ۵ فاضل اجل علامہ ابو محمد علی ابن حزم اندلسی قرطبی ظاہری متوفی ۴۵۶ھ نے لکھا ہے۔

جَمِیْعَ اَصْحَابِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ مُجْمَعُوْنَ عَلٰی أَنَّ مَذْھَبَ اَبِی حَنِیْفَۃَ أَنَّ ضَعِیْفَ الْحَدِیْثِ اَوْلٰی عِنْدَہٗ مِنَ الْقِیَاسِ وَالرَّاْیِ۔

ابو حنیفہ کے تمام اصحاب اس بات پر متفق ہیں کہ ابو حنیفہ کے مذہب میں ضعیف حدیث قیاس اور رائے سے اولیٰ ہے۔

ابن حزم کا یہ قول حافظ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی نے اپنے رسالہ "مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ ابو یوسف و محمد بن الحسن" میں "الرائی" کے بیان میں صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے۔

۶۔ علامہ تقی الدین احمد ابنِ تیمیہ حرّانی دمشقی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ نے اپنی کتاب "مِنْهَاجُ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّه" کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۵۹ میں لکھا ہے۔

وَقَدْ قَالَ الشَّافِعِيُّ، مَنْ أَرَادَ التَّفْسِيْرَ فَهُوَ عِيَالٌ عَلَى مُقَاتِلٍ وَمَنْ أَرَادَ الْفِقْهَ فَهُوَ عِيَالٌ عَلَى أَبِي حَنِيْفَةَ، وَمُقَاتِلُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مِمَّنْ يُحْتَجُّ بِهِ فِي الْحَدِيْثِ بِخِلَافِ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ فَإِنَّهُ ثِقَةٌ لٰكِنَّ لَارَيْبَ فِي عِلْمِهِ بِالتَّفْسِيْرِ وَغَيْرِهِ وَاطِّلَاعِهِ كَمَا أَنَّ أَبَا حَنِيْفَةَ وَإِنْ كَانَ النَّاسُ خَالَفُوْهُ فِي أَشْيَاءَ وَأَنْكَرُوْهَا عَلَيْهِ فَلَا يَسْتَرِيْبُ أَحَدٌ فِي فِقْهِهِ وَفَهْمِهِ وَعِلْمِهِ وَقَدْ نَقَلُوْا عَنْهُ أَشْيَاءَ يَقْصُدُوْنَ بِهَا الشَّنَاعَةَ عَلَيْهِ وَهِيَ كَذِبٌ عَلَيْهِ قَطْعًا مِثْلُ مَسْئَلَةِ الْخِنْزِيْرِ الْبَرِّيِّ وَنَحْوِهَا وَمَا أَبْعَدَ أَنْ يَكُوْنَ النَّقْلُ عَنْ مُقَاتِلٍ مِنْ هٰذَا الْبَابِ۔

اور شافعی نے کہا ہے جو تفسیر کا ارادہ کرے وہ مقاتل کا محتاج ہے اور جو فقہ کا ارادہ کرے وہ ابو حنیفہ کا محتاج ہے، اور مقاتل بن سلیمان سے اگرچہ حدیث میں احتجاج نہیں کیا جاتا تھا، بہ خلاف مقاتل بن حبّان کے کہ وہ ثقہ تھے، لیکن مقاتل بن سلیمان کی تفسیر وغیرہ کی علمیت میں کوئی شک نہیں ہے، جس طرح لوگوں نے بعض اشیاء (مسائل) میں ابو حنیفہ سے اختلاف کیا ہے اور اس وجہ سے آپ پر نکیر کی ہے، لیکن کوئی آپ کی فقہ میں، آپ کے فہم میں اور آپ کے علم میں شک نہیں کر سکتا، لوگوں نے آپ سے باتیں نقل کی ہیں اور ان کا مقصد آپ کو بدنام کرنا ہے اور یہ آپ پر یقیناً جھوٹ ہے، جیسا کہ خنزیر برّی وغیرہ کا مسئلہ ہے۔ اور کچھ بعید نہیں ہے کہ مقاتل سے بھی اسی طرح کی بے اساس باتیں نقل کی گئی ہوں۔

ے علامہ حافظ ابو عبداللہ محمد ذہبی شافعی متوفی ۷۴۸ھ نے "مناقب الامام أبی حنیفہ" میں لکھا ہے۔

سَمِعْتُ إِسْحَاقَ بْنَ أَبِي إِسْرَائِيلَ يَقُولُ ذَكَرَ قَوْمٌ أَبَا حَنِيفَةَ عِنْدَ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ فَتَنَقَّصَهُ بَعْضُهُمْ فَقَالَ سُفْيَانُ مَهْ، كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ أَكْثَرَ النَّاسِ صَلَاةً وَأَعْظَمَهُمْ أَمَانَةً وَأَحْسَنَهُمْ مُرُوءَةً۔ ص۹

اسحاق بن ابی اسرائیل نے کہا کہ سفیان بن عُیَیْنَہ کے پاس کچھ لوگوں نے ابوحنیفہ کا ذکر کیا، ان میں سے بعض نے آپ کی تنقیص کی، سفیان نے کہا، ایسا نہ کہو، ابوحنیفہ لوگوں میں زیادہ نماز پڑھنے والے اور امانت میں لوگوں سے زیادہ پایہ والے اور ان سے زیادہ مروت والے تھے۔

حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ رَجَاءٍ قَالَ جَعَلَ أَبُو حَنِيفَةَ عَلَى نَفْسِهِ إِنْ حَلَفَ بِاللهِ صَادِقًا فِي عَرْضِ حَدِيثِهِ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِدِينَارٍ فَكَانَ إِذَا حَلَفَ تَصَدَّقَ بِدِينَارٍ۔ ص۹

مثنی بن رجاء نے کہا کہ ابوحنیفہ نے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا کہ اگر وہ دورانِ گفتگو میں قسم کھائیں گے ایک دینار صدقہ دیں گے لہٰذا جب وہ قسم کھاتے تھے ایک دینار صدقہ دیتے تھے۔

رَوَى عَنْهُ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَالْفُقَهَاءِ عِدَّةٌ لَا يُحْصَوْنَ، فَمِنْ أَقْرَانِهِ ص۱۱

ابوحنیفہ سے محدثین اور فقہا کی جماعت نے جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا حدیث کی روایت کی ہے۔ اور آپ کے اقران میں سے روایت کرنے والے یہ ہیں۔

۱ مغیرہ بن قاسم ۲ زکریا بن ابی زائدہ ۳ مسعر بن کدام ۴ سفیان ثوری ۵ مالک بن مغول ۶ یونس بن ابی اسحاق۔

اور ان کے بعد میں یہ ہیں۔ ۷ زائدہ ۸ شریک ۹ حسن بن صالح ۱۰ ابوبکر بن عیاش ۱۱ عیسیٰ بن یونس ۱۲ علی بن مسہر ۱۳ حفص بن غیاث ۱۴ جریر بن عبدالحمید ۱۵ عبداللہ بن المبارک ۱۶ ابومعاویہ ۱۷ وکیع ۱۸ محاربی ۱۹ ابواسحاق فراری ۲۰ یزید بن ہارون ۲۱ اسحاق بن یوسف اَزرق۔ ۲۲ معافی بن عمران ۲۳ زید بن الحباب ۲۴ سعد بن صَلْت ۲۵ مکی بن ابراہیم ۲۶ ابوعاصم نبیل

۲۷؎ عبدالرزاق بن ہمام ۲۸؎ حفص بن عبدالرحمٰن سلمی ۲۹؎ عبیداللہ بن موسیٰ ۳۰؎ ابوعبدالرحمٰن المقری ۳۱؎ محمد بن عبداللہ انصاری ۳۲؎ ابونعیم ۳۳؎ ہوزہ بن خلیفہ ۳۴؎ ابواسامہ ۳۵؎ ابویحییٰ حمانی ۳۶؎ ابن نمیر ۳۷؎ جعفر بن عون ۳۸؎ اسحاق بن سلیمان رازی "وَخَلَائِق" اور خلقِ خدا۔

حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ كُمَيْتٍ سَمِعْتُ رَجُلًا يَقُوْلُ لِأَبِيْ حَنِيْفَةَ اِتَّقِ اللهَ فَانْتَفَضَ وَاصْفَرَّ وَاَطْرَقَ وَ قَالَ جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا مَا أَحْوَجَ النَّاسُ كُلَّ وَقْتٍ اِلَى مَنْ يَقُوْلُ لَهُمْ مِثْلَ هٰذَا۔ ص۱۳

ہم سے یزید کمیت نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص سے سُنا جو ابوحنیفہ سے کہہ رہا تھا "خدا سے ڈرو" یہ سُن کر ابوحنیفہ کپکپا گئے۔ رنگت زرد پڑگئی اور سر لٹکا کر بیٹھ گئے۔ پھر اس شخص سے کہا۔ اللہ تم کو اچھا اجر دے، کتنی ضرورت ہے ہر وقت لوگوں کے لئے کہ اُن سے کوئی یہ کہا کرے۔

قَالَ يَزِيْدُ بْنُ كُمَيْتٍ سَمِعْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ وَشَتَمَهُ رَجُلٌ وَاسْتَطَالَ عَلَيْهِ وَقَالَ لَهُ يَا كَافِرُ يَا زِنْدِيْقُ فَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ، غَفَرَ اللهُ لَكَ هُوَ يَعْلَمُ مِنِّيْ خِلَافَ مَا تَقُوْلُ۔ ص۱۵

یزید بن کمیت نے کہا میں نے ایک شخص سے سُنا کہ اس نے ابوحنیفہ کو گالی دی اور زبان درازی کی اور اُن کو اے کافر اے زندیق کہا۔ ابوحنیفہ نے اس سے کہا۔ اللہ تیری مغفرت کرے، جو تو نے کہا ہے، اللہ اس کے خلاف میرے متعلق جانتا ہے (یعنی اللہ جانتا ہے کہ میں مسلم اور مومن ہوں)

قَالَ نَصِيْرُ بْنُ يَحْيٰى قُلْتُ لِاَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ مَا الَّذِيْ تَنْقِمُ عَلٰى هٰذَا الرَّجُلِ قَالَ الرَّأْيُ قُلْتُ فَهٰذَا مَالِكٌ اَلَمْ يَتَكَلَّمْ بِالرَّاْيِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ رَاْيُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ خُلِّدَ فِي الْكُتُبِ قُلْتُ فَقَدْ خُلِّدَ رَاْيُ مَالِكٍ فِي الْكُتُبِ قَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ اَكْثَرُ رَاْيًا مِنْهُ قُلْتُ فَهَلَّا تَكَلَّمْتُمْ فِيْ هٰذَا بِحِصَّتِهِ وَهٰذَا بِحِصَّتِهِ، فَسَكَتَ۔ ص۲۵

نصیر بن یحییٰ نے کہا میں نے احمد بن حنبل سے کہا، اس شخص (ابوحنیفہ) کی کیا بات ہے جس کو تم بُرا سمجھتے ہو، انھوں نے کہا وہ رائے ہے، میں نے ان سے کہا، کیا امام مالک رائے سے نہیں کہتے ہیں انہوں نے کہا۔ ہاں وہ رائے سے کہتے ہیں لیکن ابوحنیفہ کی رائے کتابوں میں لکھ جانے کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے ثابت ہوگئی ہے، میں نے کہا کہ مالک کی رائے بھی کتابوں میں لکھ جانے کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے رہ گئی ہے۔ انہوں نے کہا ابوحنیفہ کی رائے زیادہ ہے۔ میں نے کہا حصہ رسد ہر ایک پر اعتراض کیوں نہیں کرتے۔ یہ سُن کر وہ خاموش ہوگئے۔

وُلِدَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاَرْضَاهُ وَاَنْفَذَ مَا اَوْضَحَهُ مِنَ الدِّيْنِ الْحَنِيْفِيِّ وَاَمْضَاهُ فِيْ سَنَةِ ثَمَانِيْنَ فِيْ خِلَافَةِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ بِالْكُوْفَةِ وَذٰلِكَ فِيْ حَيَاةِ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَكَانَ مِنَ التَّابِعِيْنَ لَهُمْ اِنْ شَاءَ اللهُ بِاِحْسَانٍ وَاِنَّهُ صَحَّ اَنَّهُ رَاٰى اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ۔ ص۷

آپ (ابوحنیفہ) سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور وہ آپ کو راضی کرے اور آپ نے جو دینِ حنیف کی وضاحتیں کی ہیں ان کو نافذ کرے اور جاری رکھے۔ ۸۰ھ میں جب کہ عبدالملک بن مروان کی خلافت تھی اور حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت باحیات تھی کوفہ میں پیدا ہوئے، آپ اِن شاء اللہ تعالیٰ حضراتِ صحابہ کے تابعین میں سے تھے، کیونکہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے۔

قِيلَ لِيَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْقَطَّانِ كَيْفَ كَانَ حَدِيْثُ اَبِي حَنِيْفَةَ، قَالَ لَمْ يَكُنْ بِصَاحِبِ حَدِيْثٍ۔ قُلْتُ لَمْ يَصْرِفِ الْاِمَامُ هِمَّتَهُ لِضَبْطِ الْاَلْفَاظِ وَالْاِسْنَادِ وَاِنَّمَا كَانَتْ هِمَّتُهُ الْقُرْآنَ وَالْفِقْهَ وَكَذٰلِكَ حَالُ كُلِّ مَنْ اَقْبَلَ عَلٰى فَنٍّ فَاِنَّهُ يُقَصِّرُ عَنْ غَيْرِهِ، مِنْ ثَمَّ لَيَّنُوْا حَدِيْثَ جَمَاعَةٍ مِنْ اَئِمَّةِ الْقُرَّاءِ كَحَفْصٍ وَقَالُوْنَ، وَحَدِيْثَ جَمَاعَةٍ مِنَ الْفُقَهَاءِ كَابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى وَعُثْمَانَ الْبَتِّيِّ وَحَدِيْثَ جَمَاعَةٍ مِنَ الزُّهَّادِ كَفَرْقَدِ السَّبَخِيِّ وَشَقِيْقِ الْبَلْخِيِّ وَحَدِيْثَ جَمَاعَةٍ مِنَ النُّحَاةِ وَمَا ذَاكَ لِضَعْفٍ فِيْ عَدَالَةِ الرَّجُلِ بَلْ لِقِلَّةِ اِتْقَانِهِ لِلْحَدِيْثِ، ثُمَّ هُوَ اَنْبَلُ مِنْ اَنْ يَكْذِبَ وَقَالَ ابْنُ مُعِيْنٍ فِيْمَا رَوَاهُ عَنْهُ صَالِحُ بْنُ مُحَمَّدٍ جَزَرَةُ وَغَيْرُهُ، اَبُوْحَنِيْفَةَ ثِقَةٌ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحْرِزٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِيْنٍ. لَا بَاْسَ بِهِ وَقَالَ اَبُوْدَاؤُدَ السِّجِسْتَانِيُّ رَحِمَ اللّٰهُ مَالِكًا كَانَ اِمَامًا، رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا حَنِيْفَةَ كَانَ اِمَامًا۔ (ص۳۸)

یحییٰ بن سعید قطّان سے کہا گیا کہ ابوحنیفہ کی حدیث کیسی تھی، انہوں نے کہا، وہ صاحبِ حدیث نہ تھے۔

میں کہتا ہوں (ذہبی کا بیان) ابوحنیفہ نے اپنی توجہ حدیث شریف کے الفاظ اور اسناد کی طرف صرف نہ کی، آپ کی ہمت قرآن مجید اور فقہ کی طرف متوجہ تھی، یہی کیفیت ہر اُس شخص کی ہوا کرتی ہے جو کسی فن کی طرف متوجہ رہتا ہے وہ دوسرے فن میں کوتاہ رہتا ہے۔ اسی بنا پر محدثین نے ائمۂ قُرّاء کی ایک جماعت کی احادیث کو لَیّن (کمزور) قرار دیا ہے جیسے امام حفص اور امام قالون ہیں، اور اسی بنا پر فقہاء میں سے ابن ابی لیلیٰ اور عثمان بتی کی روایات کو اور زاہدوں کی جماعت میں سے فرقد سنجی اور شقیق بلخی اور علماء نحو کی ایک جماعت کی مرویات کو لیّن (کمزور) قرار دیا ہے، ان حضرات کی روایات کی نرمی ان کی عدالت کی ضعف کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ احادیث کی طرف زیادہ دھیان نہ دینے کی وجہ سے ہے۔ حضرت امام بہت بلند تر ہیں جھوٹ بولنے سے۔ صالح بن محمد جزرہ وغیرہ نے ابن معین کا قول نقل کیا ہے کہ ابوحنیفہ ثقہ ہیں اور احمد بن محمد بن قاسم

بن محرز نے یحییٰ بن معین کا قول نقل کیا ہے کہ آپ کے قول میں خرابی نہیں ہے۔امام ابو داؤد سجستانی نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک پر رحم فرمائے' وہ امام تھے۔اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ پر رحم فرمائے وہ امام تھے۔

قَالَ اَبُوحَسَّانَ الزِّيَادِيُّ وَيَعْقُوبُ بنُ شَيْبَةَ مَاتَ اَبُوْحَنِيْفَةَ فِيْ رَجَبِ سَنَةِ خَمسِيْنَ وَمِائَةٍ وَجَاءَ عَنْ بَعْضِهِم مَاتَ فِي شَعْبَانَ، وَفِيْ رَجَبِ اَصَحُّ وَبَلَغَنَا اَنَّ الْمَنْصُوْرَ سَقَاهُ السَّمَّ فَاسوَدَّ وَمَاتَ شَهِيدًا رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ۔ ص۳۰

ابوحسان زیادی اور یعقوب بن شیبہ نے کہا ہے کہ ابوحنیفہ کی وفات ماہ رجب سن ایک سو پچاس میں ہوئی ہے اور بعض نے بیان کیا ہے کہ ماہِ شعبان میں وفات ہوئی ہے لیکن زیادہ صحیح ماہِ رجب ہے اور ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ منصور نے ان کو زہر دلوایا ہے چنانچہ آپ کا جسم کالا پڑ گیا اور آپ کی موت شہادت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔

علامہ ذہبی نے حضرت امام سے دو حدیثیں بہ سندِ متصل روایت کی ہیں، ایک حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی اور ایک مُتعَہ نہ کرنے کی، عاجز تبرّکاً ایک حدیث نقل کرتا ہے۔

بِالسَّنَدِ الْمُتَّصِلِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَىٰ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ۔

اپنی متصل سند سے ابوحنیفہ سے وہ نافع سے وہ حضرت عبداللہ فرزند حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے متعہ کرنے کو منع فرمایا ہے۔

علامہ ذہبی نے حضرت امام کے ذکر کو اس مبارک خواب پر ختم کیا ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمَّادِ الْمَصِيْصِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اللَّيْثِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْجُعْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ التَّمَّارِيُّ قَالَ رَأَيْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ فِي النَّوْمِ فَقُلْتُ اِلَىٰ مَا صِرْتَ ؟ قَالَ اِلَىٰ سَعَةِ رَحْمَتِهِ قُلْتُ بِالْعِلْمِ قَالَ هَيْهَاتَ، لِلْعِلْمِ شُرُوْطٌ وَآفَاتٌ، قَلَّ مَنْ يَنْجُوْ، قُلْتُ فَبِمَ ذَاكَ قَالَ بِقَوْلِ النَّاسِ فِيَّ مَا لَمْ اَكُنْ عَلَيْهِ۔ وَاللهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ ص۳۳

حسین جعفی نے کہا کہ عباد تمّار نے ہم سے کہا کہ میں نے خواب میں ابوحنیفہ کو دیکھا۔میں نے ان سے پوچھا کیا پیش آیا۔انہوں نے کہا۔ اللہ کی وسیع رحمت پیش آئی۔میں نے پوچھا، کیا علم کی وجہ سے، آپ نے کہا یہ کہاں، علم کی شرطیں اور آفتیں ہیں، بہت کم اس میں کامیاب ہوتے ہیں، میں نے پوچھا، پھر کس طرح۔انہوں نے کہا۔ لوگوں کی مجھ پر وہ باتیں جو مجھ میں نہ تھیں، (میری راحت کا سبب بنیں) اور اللہ خوب جانتا ہے درست کو۔

۸۔ حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ نے تَبْیِیْضُ الصَّحِیْفَہ فِی مَنَاقِبِ الاِمَامِ اَبِی حَنِیْفَۃَ میں لکھا ہے۔

قَالَ بَعْضُ مَنْ جَمَعَ مُسْنَدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ مِنْ مَنَاقِبِ اَبِی حَنِیْفَۃَ الَّتِی انْفَرَدَ بِھَا اَنَّہٗ اَوَّلُ مَنْ دَوَّنَ عِلْمَ الشَّرِیْعَۃِ وَرَتَّبَہٗ اَبْوَابًا ثُمَّ تَابَعَہٗ مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ فِی تَرْتِیْبِ الْمُوَطَّأ وَلَمْ یَسْبِقْ اَبَا حَنِیْفَۃَ اَحَدٌ لِاَنَّ الصَّحَابَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَالتَّابِعِیْنَ لَمْ یَضَعُوْا فِی عِلْمِ الشَّرِیْعَۃِ اَبْوَابًا مُبَوَّبَۃً وَلَا کُتُبًا مُرَتَّبَۃً وَاِنَّمَا کَانُوْا یَعْتَمِدُوْنَ عَلٰی قُوَّۃِ حِفْظِھِمْ فَلَمَّا رَاٰی اَبُوْ حَنِیْفَۃَ الْعِلْمَ مُنْتَشِرًا وَخَافَ عَلَیْہِ الضَّیَاعَ دَوَّنَہٗ فَجَعَلَہٗ اَبْوَابًا وَبَدَاَ بِالطَّھَارَۃِ ثُمَّ بِالصَّلَاۃِ ثُمَّ بِسَائِرِ الْعِبَادَاتِ وَاِنَّمَا خَتَمَ الْکِتَابَ بِالْمَوَارِیْثِ لِاَنَّھَا آخِرُ اَحْوَالِ النَّاسِ وَھُوَ اَوَّلُ مَنْ وَضَعَ کِتَابَ الْفَرَائِضِ وَکِتَابَ الشُّرُوْطِ وَلِھٰذَا قَالَ الشَّافِعِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَلنَّاسُ عِیَالٌ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِی الْفِقْہِ۔ ص۳۶

بعض افراد جنہوں نے مسند ابی حنیفہ جمع کی ہے، ابوحنیفہ کے مناقب میں کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علمِ شریعت کی تدوین کی ہے اور اس کے ابواب قائم کئے ہیں اور پھر آپ کی متابعت کرتے ہوئے مالک بن انس نے موطا مرتب کی ہے۔ ابوحنیفہ پر کوئی سبقت نہیں کر سکا ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے علمِ شریعت میں نہ ابواب قائم کئے اور نہ کتابوں کو مرتب کیا، ان کا اعتماد قوتِ حافظہ پر تھا، ابوحنیفہ نے دیکھا کہ علم پھیل رہا ہے اور کھٹکا اس کے ضائع ہونے کا ہے لہٰذا آپ نے ابواب قائم کئے اور ابتدا باب الطہارۃ پھر باب الصلاۃ سے کی، پھر تمام عبادات، پھر معاملات اور پھر مواریث کا بیان کیا۔ آپ نے ابتدا طہارت سے پھر نماز سے کی کیونکہ عبادات میں یہ اہم ہیں اور ختم میراث کے مسائل پر کیا، کیونکہ یہ انسان کا آخری حال ہے۔ اور ابوحنیفہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط کو مرتب کیا، اسی بنا پر شافعی نے کہا ہے کہ فقہ میں سب ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔

اَخْرَجَ الْخَطِیْبُ فِی "الْمُتَّفِقِ وَالْمُفْتَرِقِ" عَنِ ابْنِ سُوَیْدِ الْحَنَفِی قَالَ سَأَلْتُ اَبَا حَنِیْفَۃَ وَکَانَ

لِی مکرماً، قلتُ اَیُّھُمَا اَحبُّ اِلَیْکَ بعدَ حجۃِ الاِسْلَامِ، اَلْخُرُوجُ اِلَی الْغَزَاءِ اَوِ الْحَجِّ، قَالَ غزوۃٌ بعدَ حِجَّۃِ الاِسْلَامِ اَفضَلُ مِنْ خَمْسِیْنَ حِجّۃٍ۔ ص۳۸

خطیب نے اپنی کتاب "المُتَفِقِ وَالمُفتَرِقِ"، میں ابن سوید حنفی سے سنا کہ میں نے ابوحنیفہ سے پوچھا، وہ مجھ پر بہت کرم کرتے تھے، اسلام کا فرض حج کرلینے کے بعد آپ کس کو اچھا سمجھتے ہیں۔ جہاد کے واسطے جانا یا حج کرنا۔ ابوحنیفہ نے کہا، فرض حج کے بعد ایک مرتبہ جہاد کو جانا پچاس حج سے بہتر ہے۔

رُوِیَ مِنْ کِتَابِ الْحَافِظِ اَبِی بَکرٍ محمدِ بنِ عُمَرَ الجِعَابِی عَنْ اِسْمَاعِیلَ بنِ عَیَّاشٍ قَالَ سَمِعْتُ الْاَوْزَاعِیَّ وَالْعُمَرِیَّ یَقُولَانِ، اَبُوحَنِیْفَۃَ اَعْلَمُ النَّاسِ بِمُعْضِلَاتِ الْمَسَائِلِ۔ ص۳۸

حافظ ابوبکر محمد بن عمر جعلابی کی کتاب میں اسماعیل بن عیاش کا بیان ہے کہ میں نے ابوعمر و عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی شامی اور عمری سے سنا کہ یہ دونوں صاحبان کہہ رہے تھے سخت اور مشکل مسائل میں ابوحنیفہ سب سے اَعْلَم ہیں۔

رَوَیٰ اَبُوالمظفرِ السَّمعَانِی فِی کِتَابِ الاِنتِصَارِ وَاَبُو اِسْمَاعِیلَ الْھَرَوِیُّ فِی ذَمِّ الْکَلَامِ عَنْ نُوحٍ الْجَامِعِ۔ قَالَ قُلتُ لِاَبِی حَنِیْفَۃَ، مَا تَقُولُ فِیْمَا اَحْدَثَ النَّاسُ مِنَ الْکَلَامِ فِی الْاَعْرَاضِ وَالْاَجْسَامِ فَقَالَ مَقَالَاتُ الْفَلَاسِفَۃِ، عَلَیْکَ بِالْاَثَرِ وَطَرِیْقَۃِ السَّلَفِ وَاِیَّاکَ وَکُلَّ مُحْدَثَۃٍ فَاِنَّھَا بِدْعَۃٌ۔ ص۳۱

ابومظفر سمعانی نے "انتصار" میں اور ابواسماعیل ہروی نے "ذم الکلام" میں نوح ابن جامع کا قول لکھا ہے۔ کہ میں نے ابوحنیفہ سے پوچھا لوگوں نے اعراض و اجسام کی جو بحثیں پیدا کی ہیں اس میں آپ کیا کہتے ہیں، آپ نے کہا یہ مقالات فلسفیوں کے ہیں تم اثر اور سلف کے طریقہ پر قائم رہو اپنے کو ان باتوں سے بچاؤ یہ بدعت ہیں۔

سیوطی نے ابن خسرو کی روایت لکھی ہے کہ استاذ ادیب ابویوسف یعقوب بن احمد نے کہا۔

حَسْبِیْ مِنَ الْخَیْرَاتِ مَا اَعْدَدْتُہٗ — یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِیْ رِضَی الرَّحْمٰنِ

کافی ہیں وہ خوبیاں جن کو میں مہیا کر چکا ہوں — قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے

دِیْنَ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی — ثُمَّ اعْتِقَادِیْ مَذْھَبَ النُّعْمَانِ

اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے — اور امام ابوحنیفہ نعمان کے مذہب کا اعتقاد ہے

سیوطی نے رَےْ کے قاضی احمد بن عبدہ کی روایت لکھی ہے کہ ہم ابن ابی عائشہ کے پاس تھے کہ آپ نے حضرت ابوحنیفہ سے روایت کردہ حدیث بیان کی، سامعین میں سے کسی نے کہا لَانُرِیْدُہٗ ہم یہ روایت نہیں چاہتے۔ آپ نے فرمایا، اگر تم ان کو دیکھ لیتے، اُن کی روایت کو رد نہ کرتے، میں ابوحنیفہ

کے متعلق تم لوگوں سے وہی کہوں گا جو کہ شاعر نے کہا ہے۔

اَقِلُّوْا عَلَيْهِمْ وَيْلَكُمْ لَا اَبَا لَكُمْ   مِنَ اللَّوْمِ اَوْسَدُّوْا الْمَكَانَ الَّذِيْ سَدُّوْا

تم ان پر اپنی ملامت کم کرو تمہارے لئے ہلاکت ہے تمہارا باپ مرے ورنہ تم اس کمی کو پورا کرو جس کو وہ پورا کر گئے تھے۔

۹- وَفَیَاتُ الاَعیَانِ وَاَنبَاءُ اَبنَاءِ الزَّمَانِ

میں علامہ ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان برمکی، اربلی شافعی قاضی القضاۃ متوفی ۶۸۱ھ نے پانچویں جلد میں لکھا ہے

یحییٰ ابن معین نے کہا ہے۔ قرآن مجید کی قراءات میں حمزہ کی قراءت اور فقہ میں ابو حنیفہ کی فقہ مجھ کو پسند ہے۔ ص۴۰۹

ابن شبرمہ نے کہا ہے۔ کُنتُ شَدِیدَ الاِزدِرَاءِ عَلیٰ اَبِی حَنِیفَۃَ۔ میں ابو حنیفہ کی شدت کے ساتھ تحقیر کیا کرتا تھا۔ میں نے ایام حج میں دیکھا کہ لوگ ان سے مسائل پوچھتے تھے۔ میں وہاں اس طرح کھڑا ہوا کہ کوئی مجھ کو نہ پہچانے۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے ان سے کہا۔ میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں۔ میں بہت متفکر اور پریشان ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ معاملہ کیا ہے۔ اس نے کہا، میرا صرف ایک بیٹا ہے جب اس کا عقدِ زواج کرتا ہوں وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے اور جب لونڈی خرید کر اس کو دیتا ہوں وہ اس کو آزاد کر دیتا ہے۔ کیا آپ کوئی حیلہ بتائیں گے۔ آپ نے فرمایا، تم اپنے واسطے اپنے بیٹے کے پسند کی لونڈی خریدو اور اپنے بیٹے کا نکاح اس سے کردو۔ اگر تمہارا بیٹا اس کو طلاق دے وہ لونڈی تمہاری ملکیت میں رہے گی اور اگر وہ اس کو آزاد کرے وہ کر نہیں سکتا کیونکہ لونڈی تمہارا مال ہے۔ اگر لونڈی کا بچہ پیدا ہو تو اس کا نسب اس سے ہے۔

یہ بیان کر کے ابن شبرمہ نے کہا۔ عَلِمتُ اَنَّ الرَّجُلَ فَقِیہٌ مِن یَومِئِذٍ وَکَفَفتُ عَن ذِکرِہٖ اِلَّا بِخَیرٍ۔ میں سمجھ گیا کہ وہ ابتدا ہی سے فقیہ ہیں اور میں بدگوئی سے رُک گیا اور بھلائی سے اُن کا ذکر کرتا ہوں۔ ص۴۱۱

امام ابو حنیفہ کے مناقب اور فضائل کثرت سے ہیں۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں بہت کچھ کا ذکر کیا ہے اور پھر ایسے امور کا ذکر کیا ہے کہ ان کا نہ ذکر کرنا لائق تھا۔ ابو حنیفہ جیسے کے دین میں اور ان کے ورع اور تحفظ (سلامت روی) میں شک نہیں کیا جا سکتا۔ رہی اُن کی عربیت کی کمزوری کا بیان کہ ابو حنیفہ نے کہا ہے۔ "وَلَو قَتَلَہُ بِاَبَا قُبَیسٍ،، تو اس سلسلہ میں یہ کہا گیا ہے

(هِیَ لُغَةُ الْکُوْفِیِّیْنَ) کہ یہ اہلِ کوفہ کی بولی ہے کہ وہ اِسماءِ سِتّہ کو حالتِ رفع میں اور حالتِ نصب میں اور حالتِ جرّ میں الف سے ہی بولتے ہیں۔ لہٰذا اعتراض ٹھیک نہیں۔

اور لکھا ہے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے مستوفی شرف الملک ابوسعد محمد بن منصور نے ۴۵۹ھ میں حضرت امام کی قبر پر گنبد بنوایا اور شریف ابوجعفر مسعود نے جو بیاضی کے نام سے مشہور ہیں یہ ۲ دو شعر کہے۔ ص۲۱۴

اَلَمْ تَرَاَنَّ الْعِلْمَ کَانَ مُبَدَّدًا — فَجَمَعَهُ هٰذَا الْمُغَیَّبُ فِی اللَّحْدِ

کیا تم نہیں دیکھتے کہ علم متشتت اور پراگندہ تھا — اور اس کو اس ذات نے جو قبر میں پوشیدہ ہے جمع کر دیا

کَذٰلِكَ کَانَتْ هٰذِهِ الْاَرْضُ مَیِّتَةً — فَاَنْشَرَهَا فِعْلُ الْعَمِیْدِ اَبِیْ سَعْدِ

اسی طرح یہ زمین بیکار پڑی تھی — اور اس کو معتمدِ مملکت ابوسعد نے آباد کر دیا

۱۰۔ تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس میں علامہ شیخ حسین بن محمد بن حسن الدیار بکری نے جلد دوم کے صفحہ ۳۲۶ سے ۳۲۹ تک حضرت امام الائمہ ابو حنیفہ کا ذکر کیا ہے۔ عاجز اس میں سے کچھ فوائد لکھتا ہے۔ نوابغ الکلم میں لکھا ہے۔

وَتَّدَ اللّٰہُ الْأَرْضَ بِالْأَعْلَامِ الْمُنِیْفَہ　　　　كَمَا وَتَّدَ الْحَنِیْفِیَّةَ بِعُلُومِ اَبِی حَنِیْفَہ

اللہ نے زمین میں بلند پہاڑوں سے کھونٹیاں لگائیں جس طرح ملّتِ حنیفیہ کو ابو حنیفہ کے علوم کی کھونٹیوں سے برقرار رکھا ہے۔

اور لکھا ہے۔

الأئمة الجلّة الحنفیة　　　　ازِمّةُ الْمِلَّةِ الْحَنِیْفِیَّہ

جلیل القدر حنفی ائمہ حنفی ملّت کی باگیں ہیں

عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک تارا ٹوٹا اور کہا گیا ابو حنیفہ ہیں، پھر دوسرا تارہ ٹوٹا اور کہا گیا یہ مسعر ہیں، پھر تیسرا تارہ ٹوٹا اور کہا گیا یہ سفیان ہے۔ چنانچہ ان حضرات کی وفات اسی ترتیب سے ہوئی۔ ص۳۲۹

۱۱۔ النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ میں جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن تغری بردی اتابکی بشبغاوی ظاہری نے لکھا ہے۔ دوسری جلد کے صفحہ ۱۲ سے ۱۵ تک۔

سنہ ۱۵۰ھ میں امام اعظم ابوحنیفہ النعمان بن ثابت بن زوطی فقیہِ کوفہ اور صاحبِ مذہب کی وفات ہوئی۔ حماد اور دوسروں سے انہوں نے فقہ حاصل کی اور وہ فقہ اور رای میں ماہر ہوئے، ابن مبارک، شافعی اور یزید بن ہارون کا مدحیہ کلام نقل کیا ہے اور حضرت امام کے زہد و تقویٰ اور عبادت کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ خریبی نے کہا ہے کہ ابوحنیفہ پر رَدّ و نکیر جاہل یا حاسد ہی کرتا ہے اور حفص بن غیاث نے کہا ہے۔ كَلَامُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ فِی الْفِقْهِ اَدَقُّ مِنَ الشَّعْرِ وَلَا يَعِيْبُهُ اِلَّا جَاهِلٌ کہ فقہ میں ابوحنیفہ کا کلام بال سے باریک تر ہے، جاہل ہی اس پر عیب لگائے گا۔ اور لکھا ہے کہ اعمش سے ایک مسئلہ پوچھا گیا، انہوں نے کہا کہ اس میں درست قول نعمان بن ثابت ہی کا ہے۔ وَاَظُنُّهُ بُوْرِكَ لَهُ فی علمه اور میرا خیال ہے کہ ان کے لئے ان کے علم میں برکت دی گئی ہے (یعنی توفیقِ الٰہی ان کا ساتھ دے رہی ہے)

اور لکھا ہے۔ وَمَنَاقِبُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ كَثِیْرَةٌ وَعِلْمُهُ غَزِیْرٌ وَفِیْ شُهْرَتِهٖ مَا يُغْنِیْ عَنِ الْاِطْنَابِ فِیْ ذِكْرِهٖ وَلَوْ اَطْلَقْتُ عِنَانَ الْعِلْمِ فِیْ كَثْرَةِ عُلُوْمِهٖ وَمَنَاقِبِهٖ لَجُمِعَ مِنْ ذٰلِكَ عِدَّةُ مُجَلَّدَاتٍ۔

ابوحنیفہ کے مناقب بہت ہیں، ان کا علم بہت گہرا ہے اور ان کی شہرت کفایت کرتی ہے طوالت سے، اگر میں ان کے علمِ کثیر اور مناقب غزیر کے بیان کرنے کے سلسلہ میں ڈھیل دے دوں تو کئی جلدیں بن جائیں گی۔

مؤلف نے آخر میں ابوجعفر مسعود بیاضی کے دو شعر لکھ کر لکھا ہے۔

قُلْتُ وَاَحْسَنُ مِنْ هٰذَا مَا قَالَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ فِیْ مَدْحِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ الْقَصِیْدَةُ الْمَشْهُوْرَةُ الَّتِیْ اَوَّلُهَا۔

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا　　　اِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ اَبُوْحَنِيْفَةَ

میں کہتا ہوں، ابوجعفر مسعود بیاضی کے دو شعر سے امام عبداللہ بن مبارک کا قصیدہ بہتر ہے جو امام ابوحنیفہ کی مدح میں کہا ہے اور اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

مسلمانوں کے امام ابوحنیفہ نے شہروں اور شہروں میں رہنے والوں کو زینت بخشی۔

مسانید پر کلام کرنے سے پہلے عاجز نے اس مبارک قصیدہ کو لکھا ہے۔ دیکھو صفحہ ۳۵۱

۱۲۔ علامہ شمس الدین محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ نے عقود الجمان میں لکھا ہے۔

رَوَی الْقَاضِیُ اَبُو الْقَاسِمِ بْنُ کَأْسٍ عَنِ الدَّرَاوَرْدِیِّ قَالَ کَتَبَ مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ اِلَی خَالِدِ بْنِ مَخْلَدِ الْقُطْوَانِیِّ یَسْأَلُہٗ اَنْ یَحْمِلَ اِلَیْہِ شَیْئًا مِنْ کُتُبِ اَبِی حَنِیْفَۃَ، فَفَعَلَ۔ ص۱۸۶

قاضی ابو القاسم بن کأس دراوردی سے روایت کرتے ہیں کہ امام مالک بن انس نے خالد بن مخلد قطوانی کو لکھا کہ وہ امام ابو حنیفہ کی کچھ کتابیں اپنے ساتھ لائیں ۔چنانچہ وہ ان کے واسطے لے گئے۔

رَوَی الْقَاضِیُ اَبُو الْقَاسِمِ بْنُ کَأْسٍ عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ الْمُبَارَکِ اَنَّہٗ قَالَ، قَوْلُ اَبِی حَنِیْفَۃَ عِنْدَنَا کَالْأَثَرِ عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ نَجِدْ اَثَرًا۔ ص۱۸۹

قاضی ابو القاسم بن کأس نے ابن مبارک سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا۔ اگر ہم کو اثر نہ ملے تو ابو حنیفہ کا قول ہمارے نزدیک اثر نبوی کی طرح ہے۔

رَوَی اَبُوْ مُحَمَّدٍ الْحَارِثِیُّ عَنْ حَبَّانِ بْنِ مُوْسٰی قَالَ کَانَ عَبْدُ اللہِ بْنُ الْمُبَارَکِ یَوْمًا جَالِسًا یُحَدِّثُ النَّاسَ فَقَالَ حَدَّثَنِی النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ، فَقَالَ بَعْضُھُمْ مَنْ یَعْنِی اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اَعْنِیْ اَبَا حَنِیْفَۃَ مُخَّ الْعِلْمِ فَاَمْسَکَ بَعْضُھُمْ عَنِ الْکِتَابَۃِ فَسَکَتَ ابْنُ الْمُبَارَکِ ھُنَیْھَۃً ثُمَّ قَالَ اَیُّھَا النَّاسُ مَا اَسْوَأَ اَدَبَکُمْ وَمَا اَجْھَلَکُمْ بِالْأَئِمَّۃِ، مَا اَقَلَّ مَعْرِفَتَکُمْ بِالْعِلْمِ وَاَھْلِہٖ، لَیْسَ اَحَدٌ اَحَقَّ اَنْ یُقْتَدٰی بِہٖ مِنْ اَبِی حَنِیْفَۃَ لِأَنَّہٗ کَانَ اِمَامًا، تَقِیًّا، نَقِیًّا، وَرِعًا، عَالِمًا فَقِیْھًا کَشَفَ الْعِلْمَ کَشْفًا لَمْ یَکْشِفْہُ اَحَدٌ بِبَصَرٍ وَفَھْمٍ وَفِطْنَۃٍ وَتُقًی، ثُمَّ حَلَفَ اَنْ لَّا یُحَدِّثَھُمْ شَھْرًا۔ ص۱۸۹

ابو محمد حارثی نے حبان بن موسیٰ سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن مبارک لوگوں سے ایک دن احادیثِ شریفہ بیان کر رہے تھے، آپ نے کہا۔ مجھ سے حدیث بیان کی نعمان بن ثابت نے۔ بعض افراد نے کہا۔ ابو عبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ مبارک) نعمان سے کس کو مراد لے رہے ہیں۔ ابن مبارک نے کہا۔ میرا مقصد ابو حنیفہ ہیں جو علم کا مغز ہیں۔ یہ سُن کر بعض افراد نے حدیث کا لکھنا چھوڑ دیا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوئے، پھر کہا۔ اے لوگو، تم کس قدر بے ادب ہو اور تم ائمہ کے

بارے میں کس قدر جاہل ہو۔ اور اہلِ علم کی معرفت تمہاری کتنی کم ہے، ابو حنیفہ سے زیادہ کوئی حقدار نہیں ہے کہ اس کی اقتدا کی جاوے۔ کیونکہ وہ امام تھے، صاحبِ تقویٰ تھے، پاک صاف تھے، صاحبِ ورع تھے، عالم تھے، فقیہ تھے، انہوں نے علم کو ایسا واضح کیا، اپنی دید سے، سمجھ سے، ہوشیاری سے اور تقویٰ سے کہ کوئی شخص ایسا واضح نہیں کر سکا ہے۔ یہ کہہ کر ابن مبارک نے قسم کھائی کہ ان کو ایک مہینہ نہ پڑھائیں گے۔

رَوَى الْخَطِيبُ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ عَلَى الْاَوْزَاعِيِّ فَرَأَيْتُهُ بِبَيْرُوْتَ فَقَالَ لِي يَا خُرَاسَانِي، مَنْ هٰذَا الْمُبْتَدِعُ الَّذِي خَرَجَ بِالْكُوفَةِ يُكَنَّى اَبَا حَنِيْفَةَ فَرَجَعْتُ اِلَى بَيْتِي فَاَقْبَلْتُ عَلَى كُتُبِ اَبِي حَنِيْفَةَ فَاَخْرَجْتُ مِنْهَا مَسَائِلَ مِنْ جِيَادِ الْمَسَائِلِ وَبَقِيْتُ فِي ذٰلِكَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَجِئْتُهُ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ وَهُوَ مُؤَذِّنُ مَسْجِدِهِمْ وَاِمَامُهُمْ وَالْكِتَابُ فِي يَدِي فَقَالَ اَيُّ شَيْءٍ هٰذَا الْكِتَابُ۔ فَنَاوَلْتُهُ فَنَظَرَ فِي مَسْأَلَةٍ مِنْهَا وَقَعْتُ عَلَيْهَا۔ قَالَ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ فَمَا زَالَ قَائِمًا بَعْدَ اَنْ اَذَّنَ حَتّٰى قَرَأَ صَدْرَ الْكِتَابِ، ثُمَّ وَضَعَ الْكِتَابَ فِي كُمِّهِ ثُمَّ اَقَامَ وَصَلّٰى ثُمَّ اَخْرَجَ الْكِتَابَ حَتّٰى اَتٰى عَلَيْهَا فَقَالَ لِي يَا خُرَاسَانِي، مَنِ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ هٰذَا، قُلْتُ۔ شَيْخٌ لَقِيْتُهُ بِالْعِرَاقِ۔ فَقَالَ هٰذَا نَبِيْلٌ مِنَ الْمَشَائِخِ، اِذْهَبْ فَاسْتَكْثِرْ مِنْهُ، قُلْتُ هٰذَا اَبُو حَنِيْفَةَ الَّذِي نَهَيْتَ عَنْهُ، (وَرَوَى هٰذِهِ الْقِصَّةَ اَبُو الْقَاسِمِ الْجَرْجَرَائِيُّ عَنِ ابْنِ مُبَارَكٍ وَزَادَ فِي آخِرِهِ) ثُمَّ الْتَقَى اَبُو حَنِيْفَةَ وَالْاَوْزَاعِيُّ بِمَكَّةَ وَكَانَ بَيْنَهُمَا اِجْتِمَاعٌ فَرَأَيْتُهُ يُجَارِي اَبَا حَنِيْفَةَ فِي الْمَسَائِلِ الَّتِي كَانَتْ فِي الرُّقْعَةِ فَرَأَيْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ يَكْشِفُ لَهُ تِلْكَ الْمَسَائِلَ بِاَكْثَرِ مِمَّا كَتَبْتُ عَنْهُ فَلَمَّا افْتَرَقَا لَقِيْتُ الْاَوْزَاعِيَّ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ غَبِطْتُ الرَّجُلَ بِكَثْرَةِ عِلْمِهِ وَوُفُوْرِ عَقْلِهِ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، لَقَدْ كُنْتُ فِي غَلَطٍ ظَاهِرٍ، اِلْزَمِ الرَّجُلَ فَاِنَّهُ بِخِلَافِ مَا بَلَغَنِيْ عَنْهُ۔

خطیب نے ابن مبارک کی روایت لکھی ہے کہ میں اوزاعی سے ملنے ملک شام آیا اور بیروت میں اُن سے ملا۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ اے خُراسانی۔ یہ بدعتی کون ہے جو کوفہ میں نکلا ہے اور اس کی کنیّت ابو حنیفہ ہے۔ میں اپنے گھر واپس آکر ابو حنیفہ کی کتابوں میں مصروف ہوا، میں نے اُن میں سے چند عمدہ مسئلے نکالے، میں اِس کام میں تین دن مصروف رہا اور تیسرے دن اوزاعی کے پاس آیا، وہ اس مسجد کے مؤذن اور امام تھے، میرے ہاتھ میں میری تحریر تھی، انہوں نے کہا یہ کونسی کتاب ہے، میں نے وہ تحریر ان کو دے دی۔ انہوں نے اس میں ایک مسئلہ دیکھا، جس پر میں نے لکھا تھا۔ نعمان بن ثابت نے کہا ہے، وہ اذان دینے کے بعد کھڑے رہے اور انہوں نے اس تحریر کا

ابتدائی حصہ پڑھا پھر اس تحریر کو انہوں نے آستین میں رکھ کر اقامت کہی اور نماز پڑھائی، پھر اس تحریر کو نکال کر دیکھا اور کہنے لگے۔ اے خراسانی یہ نعمان بن ثابت کون ہے۔ میں نے کہا ایک شیخ ہیں کہ ان سے عراق میں میری ملاقات ہوئی ہے۔ اوزاعی نے کہا۔ یہ مشائخ میں ہوشیار اور سمجھدار ہیں جاؤ اور اُن سے اپنے علم میں اضافہ کرو۔ میں نے ان سے کہا۔ یہی وہ ابو حنیفہ ہیں جن سے تم نے مجھ کو روکا تھا۔

(اِس واقعہ کو ابوالقاسم جرجرائی نے بھی ابن مبارک سے نقل کیا ہے اور یہ اضافہ ہے)

پھر مکہ مکرمہ میں ابو حنیفہ اور اوزاعی کا اجتماع ہوا اور میں نے دیکھا کہ اوزاعی اُن مسائل کو ابو حنیفہ سے پوچھ رہے تھے جو میری تحریر میں تھے اور ابو حنیفہ خوب شرح وبسط سے ان کا بیان کر رہے تھے، جب دونوں الگ ہوئے میں اوزاعی سے جاکر ملا۔ اوزاعی نے کہا۔ ابو حنیفہ کو دیکھ کر ان کی کثرتِ علم پر اور ان کی عقلمندی پر مجھے رشک ہوتا ہے، میں ان کے متعلق کھلی غلطی پر تھا اور میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

قَالَ الْقَاضِیُ اَبُوالْقَاسِمِ بنُ کَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوبَکْرِ الْمَرْوَزِیُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدَ اللهِ اَحْمَدَ بنَ حَنْبَلَ یَقُولُ لَمْ یَصِحَّ عِنْدَنَا أَنَّ اَبَا حَنِیْفَةَ قَالَ الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ فَقُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ یَا اَبَا عَبْدَ اللهِ هُوَ مِنَ الْعِلْمِ بِمَنْزِلَةٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ هُوَ مِنَ الْعِلْمِ وَالْوَرَعِ وَالزُّهْدِ وَاِیْثَارِ الدَّارِ الْآخِرَةِ بِمَحَلٍّ لَا یُدْرِکُهُ فِیْهِ اَحَدٌ، وَلَقَدْ ضُرِبَ بِالسِّیَاطِ عَلَی اَنْ یَلِیَ الْقَضَاءَ لِاَبِیْ جَعْفَرِ الْمَنْصُوْرِ فَلَمْ یَفْعَلْ فَرَحْمَةُ اللهِ عَلَیْهِ وَرِضْوَانُهُ۔ ص۱۹۳

قاضی ابوالقاسم بن کاس نے کہا ہم سے ابو بکر مروزی نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ احمد بن حنبل سے سُنا، وہ کہہ رہے تھے، ہمارے نزدیک یہ بات صحت کو نہیں پہنچی ہے کہ ابو حنیفہ نے قرآن کو مخلوق کہا ہو۔ میں نے الحمد للہ کہی اور ابن حنبل سے کہا کہ ان کا علم میں ایک مرتبہ تھا، آپ نے کہا۔ سبحان اللہ (ان کا کیا کہنا) وہ علم میں، ورع میں، زہد میں اور دارِ آخرت کے ترجیح دینے میں ایسے مقام پر فائز تھے کہ وہاں تک کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا ہے۔ کوڑوں سے پیٹوائے گئے تاکہ ابو منصور (جعفر عباسی) کے قاضی بن جائیں لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔ اللہ ان پر رحمتیں نازل کرے اور ان سے راضی ہو۔

۱۳- علامہ محقق شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی شافعی متوفی ۹۷۳ھ نے اپنی کتاب "الخیرات الحسان فی مناقب الامام الأعظم ابی حنیفۃ النعمان" کی فصل تیرہ میں لکھا ہے۔

عَنِ الشَّافِعِیِّ قِیْلَ لِمَالِكٍ هَلْ رَأَیْتَ اَبَا حَنِیْفَةَ قَالَ نَعَمْ رَأَیْتُ رَجُلًا لَوْ كَلَّمَكَ فِی هٰذِهِ السَّارِیَةِ اَنْ یَجْعَلَهَا ذَهَبًا لَقَامَ بِحُجَّتِهٖ وَفِی رِوَایَةٍ اَنَّهٗ سَأَلَهٗ عَنْ جَمَاعَةٍ فَاَجَابَهٗ عَنْهُمْ قَالَ فَاَبُوْ حَنِیْفَةَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَمْ اَرَ مِثْلَهٗ تَاللّٰهِ لَوْ قَالَ اِنَّ الْاُسْطُوَانَةَ مِنْ ذَهَبٍ لَاَقَامَ الدَّلِیْلَ الْقِیَاسِیَّ عَلٰی صِحَّةِ قَوْلِهٖ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ دَخَلَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَلٰی مَالِكٍ فَرَفَعَهٗ ثُمَّ قَالَ بَعْدَ خُرُوْجِهٖ اَتَدْرُوْنَ مَنْ هٰذَا قَالُوْا لَا قَالَ هٰذَا اَبُوْ حَنِیْفَةَ النُّعْمَانُ لَوْ قَالَ هٰذِهِ الْاُسْطُوَانَةُ مِنْ ذَهَبٍ لَخَرَجَتْ كَمَا قَالَ لَقَدْ وُفِّقَ لَهُ الْفِقْهُ حَتّٰی مَا عَلَیْهِ فِیْهِ كَثِیْرُ مُؤْنَةٍ ثُمَّ دَخَلَ الثَّوْرِیُّ فَاَجْلَسَهٗ دُوْنَ مَجْلِسِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ فَلَمَّا خَرَجَ ذَكَرَ مِنْ فِقْهِهٖ وَوَرَعِهٖ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّتَبَحَّرَ فِی الْفِقْهِ فَهُوَ عِیَالٌ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَةَ اِنَّهٗ مِمَّنْ وُفِّقَ لَهُ الْفِقْهُ، هٰذِهٖ رِوَایَةُ حَرْمَلَةَ عَنْهُ وَفِیْ رِوَایَةِ الرَّبِیْعِ عَنْهُ النَّاسُ عِیَالٌ فِی الْفِقْهِ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَةَ مَا رَأَیْتُ اَیْ عَلِمْتُ اَحَدًا اَفْقَهَ مِنْهُ لِاَنَّهٗ لَمْ یُدْرِكْ اَحَدًا اَفْقَهَ مِنْهُ ــــــــــــــــــــ

ــــــــــــ وَجَاءَ عَنْهُ اَیْضًا مَنْ لَمْ یَنْظُرْ فِیْ كُتُبِهٖ لَمْ یَتَبَحَّرْ فِی الْعِلْمِ وَلَا یَتَفَقَّهُ وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ مَا رَأَتْ عَیْنِیْ مِثْلَهٗ وَعَنْهُ مَنْ اَرَادَ الْمَغَازِیَ فَالْمَدِیْنَةَ اَوِ الْمَنَاسِكَ فَمَكَّةَ اَوِ الْفِقْهَ فَالْكُوْفَةَ وَیَلْزَمُ اَصْحَابَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ كَانَ اَفْقَهَ النَّاسِ مَا رَأَیْتُ اَفْقَهَ مِنْهُ وَقَالَ كَانَ آیَةً فَقِیْلَ فِی الْخَیْرِ اَوِ الشَّرِّ فَقَالَ اسْكُتْ یَا هٰذَا۔ یُقَالُ غَایَةٌ فِی الشَّرِّ وَآیَةٌ فِی الْخَیْرِ وَعَنْهُ اِنِ احْتِیْجَ لِلرَّاْیِ فَرَاْیُ مَالِكٍ وَسُفْیَانَ وَاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَهُوَ اَفْقَهُهُمْ وَاَحْسَنُهُمْ وَاَدَقُّهُمْ فِطْنَةً وَاَغْوَصُهُمْ عَلَی الْفِقْهِ وَعَنْهُ قَوْلُهٗ عِنْدَنَا اِذَا لَمْ نَجِدْ اَثَرًا كَالْاَثَرِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ یُحَدِّثُ النَّاسَ فَقَالَ حَدَّثَنِی النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ فَقِیْلَ لَهٗ مَنْ تَعْنِیْ قَالَ اَبَا حَنِیْفَةَ مُخَّ الْعِلْمِ فَاَمْسَكَ بَعْضُهُمْ عَنْ اَنْ یَّكْتُبَ ذٰلِكَ الْاِمْلَاءَ فَسَكَتَ ابْنُ الْمُبَارَكِ هُنَیْهَةً ثُمَّ قَالَ اَیُّهَا النَّاسُ مَا اَسْوَاَ اَدَبَكُمْ وَاَجْهَلَكُمْ بِالْاَئِمَّةِ وَمَا اَقَلَّ مَعْرِفَتَكُمْ بِالْعِلْمِ وَاَهْلِهٖ لَیْسَ اَحَدٌ اَحَقَّ اَنْ یُّقْتَدٰی بِهٖ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ لِاَنَّهٗ كَانَ اِمَامًا تَقِیًّا وَرِعًا عَالِمًا فَقِیْهًا كَشَفَ الْعِلْمَ كَشْفًا لَمْ یَكْشِفْهُ اَحَدٌ بِبَصَرٍ وَفَهْمٍ وَفِطْنَةٍ وَتُقًی ثُمَّ حَلَفَ

ان لا يحدثهم شهرا ۔ وقال الثوري لمن قال له جئت من عند ابي حنيفة ۔ لقد جئت من عند
افقه اهل الارض وقال ايضا الذي يخالف ابا حنيفة يحتاج الى ان يكون اعلى منه قدرا
واوفر علما وبعيد ما يوجد ذلك، ولما حجا كان يقدمه ويمشي خلفه ولا يجيب اذا سئلا
حتى يكون ابا حنيفة هو الذي يجيب وقيل له وقد رؤي تحت راسه كتاب الرهن لابي
حنيفة، تنظر في كتبه فقال وددت انها كلها عندي مجتمعة انظر فيها، ما ابقى في شرح العلم
غاية ولكنا لا ننصفه وقال ابو يوسف، رحمه الله الثوري اكثر متابعة لابي حنيفة مني، ووصفه
يوما لابن المبارك فقال انه ليركب من العلم احد من سنان الرمح كان والله شديد الاخذ للعلم
ذابا عن المحارم متبعا لاهل بلده لا يستحل ان ياخذ الا ما صح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
شديد المعرفة بناسخ الحديث ومنسوخه وكان يطلب احاديث الثقات والاخذ من آخر
فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم وما ادرك عليه علماء اهل الكوفة في اتباع الحق اخذ به وجعله
دينه وقد شنع عليه قوم فسكتنا عنهم بما نستغفر الله تعالى منه، وقال الاوزاعي لابن المبارك من
هذا المبتدع الذي خرج بالكوفة يكنى ابا حنيفة فاراه مسائل عويصة من مسائله فلما رآها
منسوبة للنعمان بن ثابت قال من هذا، قلت شيخ لقيته بالعراق قال هذا نبيل من المشائخ اذهب
فاستكثر منه، قلت هذا ابو حنيفة الذي نهيت عنه، ثم لما اجتمع بابي حنيفة بمكة، جاراه في
تلك المسائل، فكشفها ابو حنيفة ...... له باكثر ما كتبها ابن المبارك عنه فلما افترقا، قال
الاوزاعي لابن المبارك، غبطت الرجل بكثرة علمه ووفور عقله واستغفر الله تعالى لقد كنت في
غلط ظاهر، الزم الرجل فانه بخلاف ما بلغني عنه وقال ابن جريج لما بلغه من علمه وشدة ورعه
وصيانته لدينه وعلمه احسبه سيكون له في العلم شان عجيب، وذكر عنده يوما فقال اسكتوا انه
لفقيه انه لفقيه انه لفقيه وقال احمد بن حنبل في حقه انه من اهل الورع والزهد
وايثار الآخرة بمحل لا يدركه احد ولقد ضرب بالسياط ليلي القضاء للمنصور فلم يفعل فرحمة الله
عليه ورضوانه، وقال يزيد بن هارون لما سئل عن النظر في كتبه، انظروا فيها فاني ما رأيت
احدا من الفقهاء يكره النظر في قوله ولقد احتال الثوري في كتاب الرهن له حتى نسخه قال
ايضا لما قيل له رأي مالك احب اليك من رأي ابي حنيفة، اكتب حديث مالك فانه
كان ينتقي الرجال والفقه صناعة ابي حنيفة وصناعة اصحابه كانهم خلقوا له وروى الخطيب
عن بعض ائمة الزهد انه قال يجب على اهل الاسلام ان يدعوا لابي حنيفة في صلاتهم لحفظه

غیثم السنۃ والفقہ وقال الناس فیہ حاسدٌ وجاھلٌ وھو احسنھما عندی وقال من اراد ان یخرج من ذلک العمی والجھل ویجد حلاوۃ الفقہ فلینظر فی کتبہ، وقال مکی بن ابراھیم کان ابو حنیفۃ اعلم اھل زمانہ، وقال یحیی بن سعید القطان ما سمعنا احسن من رای ابی حنیفۃ، ومن ثمۃ کان یذھب فی الفتوی الی قولہ وقال النضر بن شمیل کان الناس نیاما عن الفقہ حتی ایقظھم ابو حنیفۃ بما فتقہ وبیّنہ ولخصہ وقال مسعر بکسر فسکون ففتح۔ ابن کدام بکسر فتخفیف مھملۃ من جعل اباحنیفۃ بینہ وبین اللہ رجوت ان لا یخاف ولایکون فرط فی الاحتیاط لنفسہ وقیل لہ لم ترکت رای اصحابہ واخذت برأیہ قال لصحتہ فاتوا باصح منہ لأرغب عنہ الیہ، وقال ابن المبارک رأیت مسعرا فی حلقۃ ابی حنیفۃ یسألہ ویستفید منہ وقال ما رأیت افقہ منہ، وقال عیسی بن یونس لا تصدقن احدا یسیٔ القول فیہ فانی واللہ ما رأیت افضل منہ ولا افقہ منہ وقال معمر ما رأیت رجلا یحسن أن یتکلم فی الفقہ ویسعہ أن یقیس ویشرح الحدیث احسن معرفۃ من ابی حنیفۃ ولا اشفق علی نفسہ من ان یدخل فی دین اللہ شیئا من الشک من ابی حنیفۃ۔ وقال الفضیل، کان فقیھا، معروفا بالفقہ، مشھورا بالورع، واسع المال، معروفا بالافضال علی کل من یطوف بہ، صبورا علی تعلیم العلم باللیل والنھار قلیل الکلام حتی لا یرد مسئلۃ فی الحلال والحرام الا علی الحق ھاربا من السلطان، وقال ابو یوسف انی لأدعو لہ قبل ابوی وسمعتہ یقول انی لأدعو لھما ومع ابوی وقال، ابو حنیفۃ زینہ اللہ تعالی بالفقہ والعمل والسخاء والبذل واخلاق القرآن التی کانت فیہ۔ وقال، کان خلف من مضی وما خلف واللہ علی وجہ الأرض مثلہ؛ وسئل الاعمش عن مسئلۃ فقال انما یحسن جواب ھذا النعمان بن ثابت واظنہ بورک لہ فی علمہ، وقال یحیی بن آدم ما تقولون فی ھؤلاء الذین یقعون فی ابی حنیفۃ قال انہ جاءھم بما یعقلونہ ومالا یعقلونہ من العلم فحسدوہ، وقال وکیع ما رأیت احدا افقہ منہ ولا احسن صلاۃ منہ، وقال الحافظ الناقد یحیی بن معین الفقہاء اربعۃ، ابو حنیفۃ وسفیان ومالک والأوزاعی، وعنہ القراءۃ عندی قراءۃ حمزۃ والفقہ فقہ ابی حنیفۃ علی ھذا ادرکت الناس وسئل ھل حدث سفیان عنہ قال نعم کان ثقۃ صدوقا فی الفقہ والحدیث مأمونا علی دین اللہ، وقال ابن المبارک رأیت الحسن بن عمارۃ آخذا برکابہ قائلا واللہ ما رأیت احدا یتکلم فی الفقہ ابلغ ولا اصبر ولا أحضر جوابا منک وانک لسید من تکلم فی الفقہ فی وقتک غیر

مُدَافِع وما يتكلمون فيك الا حسدًا وقال شعبة كان والله حسن الفهم جيد الحفظ حتى شنعوا عليه بما هو اعلم به منهم والله سيلقون عند الله وكان كثير الترحم عليه وسئل يحيى بن معين عنه فقال ثقة ما سمعت احدًا ضعفه هذا شعبة يكتب له ان يحدث ويأمره، وسبقه وَوَصَفَه ابو ايوب السختياني بالصلاح والفقه، ورمى عند ابن عون بانه يقول القول ثم يرجع عنه في غد فقال هذا دليل ورعه فانه يرجع من خطأ الى صواب ولولا ذلك لنصر خطاه ودافع عنه، وقال حماد بن زيد كنا نأتي عمرو بن دينار فاذا جاء ابو حنيفة أقبل عليه وتركنا نسأل ابا حنيفة فنسأله فيحدثنا وقال الحافظ عبد العزيز بن ابي رواد من احب ابا حنيفة فهو سني ومن ابغضه فهو مبتدع وفي رواية- بيننا وبين الناس ابو حنيفة فمن احبه وتولاه علمنا انه من اهل السنة ومن ابغضه علمنا انه من اهل البدعة، وقال خارجة بن مصعب ابو حنيفة في الفقهاء كقطب الرحى وكالجهبذ الذي ينقد الذهب، وقال الحافظ محمد بن ميمون لم يكن في زمن ابي حنيفة أعلم ولا اورع ولا ازهد ولا اعرف ولا افقه منه تالله ما سرني بسماعي منه مائة الف دينار، وقال ابراهيم بن معاوية الضرير من تمام السنة حب ابي حنيفة و قال كان يصف العدل ويقول به وبين للناس سبيل العلم واوضح لهم مشكلاته، وقال اسد بن حكيم لايقع فيه الا جاهل او مبتدع، وقال ابو سليمان كان ابو حنيفة عجيبا من العجب وانما يرغب عن كلامه من لم يقو عليه، وقال ابو عاصم هو والله عندي افقه من ابن جريج ما رأت عيني رجلا اشد اقتدارا على الفقه منه، وذكر عند داؤد الطائي فقال ذاك نجم يهتدي به الساري وعلم تقبله قلوب المؤمنين وقال شريك القاضي كان ابو حنيفة طويل الصمت كثير التفكر دقيق النظر في الفقه لطيف الاستخراج في العلم والعمل والبحث، ان كان الطالب فقيرًا اغناه فاذا تعلم قال له وصلت الى الغنى الاكبر بمعرفة الحلال والحرام وقال خلف بن ايوب صار العلم من الله تعالى الى محمد صلى الله عليه وسلم ثم الى اصحابه ثم منهم الى التابعين ثم صار الى ابي حنيفة واصحابه فمن شاء فليرض ومن شاء فليسخط، وقيل لبعض الائمة مالك تخص ابا حنيفة عند ذكره بمدح دون غيره قال لان منزلته ليست كمنزلة غيره فيما انتفع الناس بعلمه فاخصه عند ذكره ليرغب الناس بالدعاء له والآثار في النقل عن الائمة غير ما ذكر كثيرة وفي بعض ما ذكرناه مقنع للمنصف المذعن الذي يعرف الحق لاهله ومن ثمة قال الحافظ ابو عمر يوسف بن عبد البر بعد كلام ذكره " واهل الفقه لايلتفتون الى من طعن عليه ولا يصدقون بشيء من السوء ينسب اليه"

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی شافعی کی عبارت کا آزاد ترجمہ -

خطیب نے شافعی کا قول نقل کیا ہے کہ مالک سے کہا گیا کیا آپ نے ابو حنیفہ کو دیکھا ہے، انہوں نے کہا۔ ہاں میں نے ان کو ایسا مرد پایا اگر وہ اس ستون کے بارے میں تم سے کلام کریں اور چاہیں کہ اس کو سونے کا بتائیں تو اِس بات کو وہ دلیل سے ثابت کر دیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ امام مالک سے چند افراد کے متعلق دریافت کیا گیا آپ نے جواب دیا پھر ابو حنیفہ کے متعلق دریافت کیا گیا، آپ نے کہا" سُبْحَانَ اللّٰہِ لَمْ اَرَ مِثْلَہٗ تَاللّٰہِ لَوْ قَالَ اِنَّ الاُسْطُوَانَۃَ مِنْ ذَھَبٍ لَاَقَامَ الدَّلِیْلَ الْقِیَاسِیَّ" کیا کہنے، میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا ہے، قسم ہے اللہ کی اگر وہ اس ستون کے متعلق تم سے کہہ دیں کہ یہ سونے کا ہے البتہ اس کی صحت پر وہ قیاسی دلیل قائم کر دیں گے۔

ابنِ مبارک نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ مالک کے پاس گئے۔ انہوں نے آپ کا اعزاز کیا اور جب آپ چلے گئے فرمایا جانتے ہو کہ یہ کون ہیں، حاضرین نے کہا، ہم نہیں جانتے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ابو حنیفہ نعمان ہیں، اگر وہ کہہ دیں کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہی ثابت ہو گا جو انہوں نے کہا ہے، ان کو فقہ راست آگئی ہے اور ان کو اس میں کچھ دقّت پیش نہیں آتی، ابو حنیفہ کے جانے کے بعد سفیان ثوری مالک کے پاس آئے مالک نے ابو حنیفہ کی جگہ سے نیچے ان کو بٹھایا اور ان کے جانے کے بعد ان کی فقہ اور ورع کا ذکر کیا۔

شافعی نے کہا جو فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہے وہ ابو حنیفہ کا محتاج ہے، ابو حنیفہ یقینی طور پر ان لوگوں میں سے ہیں " وُفِّقَ لَہُ الْفِقْہُ" کہ فقہ ان کو راست آگئی ہے۔ یہ روایت حرملہ کی ہے، اور ربیع کی روایت میں ہے، فقہ میں لوگ ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔ مارأیت احدًا افقہ منہ۔ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں پایا۔

شافعی سے مروی ہے، جو شخص ابو حنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کرے گا نہ وہ علم میں مُتَبَحِّر ہو گا اور نہ فقیہ بنے گا۔

اور صفحہ ۲۹ کے اواخر میں لکھا ہے۔ ثوری سے کسی نے کہا تم ابو حنیفہ کے پاس سے آگئے۔ انہوں نے کہا، میں روئے زمین کے اَفْقَہ (بہت زیادہ فقہ والے) کے پاس سے آرہا ہوں۔

اور سفیان ثوری نے کہا ہے۔ جو شخص ابو حنیفہ کی مخالفت کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مرتبہ اُن سے بلند ہو اور علم میں ان سے بڑھ کر ہو اور یہ بات ممکن نہیں کہ اُن جیسا

کوئی دوسرا ہو۔

جب حج کو ابو حنیفہ اور ثوری یکجا گئے تو ثوری ابو حنیفہ کو آگے رکھتے تھے اور خود اُن کے پیچھے رہتے تھے۔ جب کوئی شخص ان دونوں سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا تھا تو ثوری جواب نہیں دیتے تھے اور ابو حنیفہ ہی جواب دیتے تھے۔

ابو یوسف نے کہا، ابو حنیفہ کی متابعت میں ثوری مجھ سے بڑھے ہوئے تھے۔

ایک دن ثوری نے ابن مبارک سے ابو حنیفہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایسے مسائل کو حل کرتے تھے جو تیر کی نوک سے زیادہ دھاردار ہوتے تھے۔ اللہ کی قسم ہے وہ علم کے بہت حاصل کرنے والے، محارم سے روکنے والے اور اپنے شہر والوں کی پیروی کرنے والے تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کے سوا دوسری احادیث کا لینا جائز نہیں سمجھتے تھے، ثقات کی احادیث کی تلاش میں رہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو لیتے تھے اور جس پر علماء اہلِ کوفہ کو اتباع حق میں پاتے تھے اس کو لیتے تھے اور اسی کو اپنا مسلک بناتے تھے۔ ایک قوم نے ان کو بُرا کہا اور ہم نے خاموشی اختیار کی جس کی وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ سے مغفرت کے طلبگار ہیں۔

ابن جریج کو ابو حنیفہ کے علم، اُن کے شدید ورع اور دین کی حفاظت کی خبر پہنچی، انہوں نے کہا۔ عنقریب علم میں ابو حنیفہ کی نرالی شان ہوگی۔ ایک دن ان کے پاس ابو حنیفہ کا ذکر ہوا انہوں نے کہا۔ اُسْكُتُوا اِنَّهٗ لَفَقِيْهٌ اِنَّهٗ لَفَقِيْهٌ اِنَّهٗ لَفَقِيْهٌ۔ خاموش رہو وہ فقیہ ہیں وہ فقیہ ہیں وہ فقیہ ہیں۔

امام احمد حنبل سے ابو حنیفہ کے متعلق استفسار کیا گیا۔ آپ نے کہا۔ وہ صاحب ورع ہیں زہد اور ایثار آخرت میں ان کے مقام تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ان کو کوڑوں سے مارا گیا تاکہ منصور کی قضا کا عہدہ قبول کریں لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ اُن پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اور اللہ ان سے راضی ہو۔

یزید بن ہارون سے استفسار کیا گیا کہ ابو حنیفہ کی کتابوں کا پڑھنا کیسا ہے، انہوں نے کہا ان کی کتابوں کا مطالعہ کرو، میں نے فقہا میں سے کسی ایک کو بھی نہیں پایا جو اُن کی کتابوں کے پڑھنے کو مکروہ سمجھتا ہو، ثوری نے کوشش کر کے ان کی کتاب الرہن حاصل کی ہے۔

یزید بن ہارون سے کسی نے پوچھا۔ کیا تم کو مالک کی رائے بہ نسبت ابو حنیفہ کی رائے

کے پسند ہے۔ انہوں نے کہا۔ مالک سے احادیث لکھو وہ رجال کو پرکھتے ہیں۔ فقہ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا کام ہے، یہ لوگ گویا کہ اسی کام کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

بعض ائمۂ زہد کا قول ہے کہ اہلِ اسلام پر واجب ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں ابو حنیفہ کے واسطے دعا کریں کیونکہ ابو حنیفہ نے ان کے واسطے سنّت کی اور فقہ کی حفاظت کی ہے۔

اور کہا ہے، ابو حنیفہ کے متعلق لوگ دو قسم کے ہیں، حاسد ہیں یا جاہل اور میرے نزدیک جاہل اچھے ہیں، اور کہا ہے جو چاہے اپنے آپ کو جہالت اور گمراہی سے بچائے اور فقہ کی شیرینی حاصل کرے وہ ابو حنیفہ کی کتابوں کو دیکھے۔

مکی بن ابراہیم (امام بخاری کے اُستاد ہیں اور ان ہی کی بدولت امام بخاری کو ثلاثیات کا فخر حاصل ہوا ہے) کا قول ہے کہ ابو حنیفہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

یحییٰ بن سعید قطان نے کہا ہے۔ ابو حنیفہ کی رائے سے بہتر کسی کی رائے نہیں۔ اسی وجہ سے یحییٰ بن سعید فتوی میں ابو حنیفہ کی رائے کی طرف مائل ہوتے تھے۔

نضر بن شمیل نے کہا ہے فقہ سے لوگ بے خبر سو رہے تھے ابو حنیفہ نے فقہ کے دقائق کا بیان کر کے، وضاحت کر کے، ملخصات پیش کر کے لوگوں کو بیدار کیا ہے۔ ص۳۱

مِسعَر بن کدام نے کہا جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان ابو حنیفہ کو رکھے گا مجھ کو امید ہے اس پر خوف طاری نہیں ہوگا اور وہ کوتاہی کرنے والوں میں محسوب نہ ہوگا۔ ص۳۱

ابن مبارک نے کہا، میں نے حسن بن عمارہ کو دیکھا کہ وہ ابو حنیفہ کے سواری کی رکاب پکڑے ہوئے تھے اور انہوں نے ابو حنیفہ سے کہا، قسم ہے اللہ کی میں نے فقہ میں تم سے اچھا بولنے والا صبر کرنے والا اور تم سے بڑھ کر حاضر جواب نہیں دیکھا ہے، بیشک تمہارے دَور میں جس نے بھی فقہ میں لب کشائی کی ہے تم اس کے بلاقیل وقال آقا ہو۔ جو لوگ آپ پر طعن کرتے ہیں وہ حسد کی بنا پر کرتے ہیں۔ ص۳۱ و ۳۲

حافظ عبدالعزیز بن رواد نے کہا ہے، جو شخص ابو حنیفہ سے محبّت کرے وہ سنّی ہے اور جو ان سے بغض کرے وہ مبتدع ہے، اور ایک روایت میں اس طرح ہے، ہمارے اور لوگوں کے بیچ میں ابو حنیفہ ہیں، جس نے ان سے محبت کی اور ان کی دوستی کا دم بھرا، ہم سمجھ گئے کہ وہ اہلِ سنّت میں سے ہے اور جس نے اُن سے بغض کیا ہم سمجھ گئے کہ وہ اہلِ بدعت میں سے ہے۔ ص۳۲

خارجہ بن مصعب نے کہا ہے فقہا میں ابو حنیفہ کقطب الرحی مثل چکی کے پاٹ کے محور اور

کیلی کے ہیں یا ایک ماہر صرّاف کے ہیں جو سونے کو پرکھتا ہے۔ صـ۳۲

حافظ محمد بن میمون نے کہا ہے ابو حنیفہ کے زمانہ میں سب سے زیادہ علم والا، سب سے زائد ورع والا، سب سے زائد زُہد والا اور سب سے زیادہ معرفت والا اور سب سے زیادہ فقہ والا ابو حنیفہ ہی تھے، قسم ہے اللہ کی آپ سے سننے کے بدلے ایک سو ہزار (ایک لاکھ) دینار مجھ کو خوش نہیں کرسکتے

ابراہیم بن معاویۃ الضریر نے کہا ہے ابو حنیفہ کی محبّت اتمامِ سنت ہے۔ وہ عدل و انصاف کا بیان کرتے تھے یہی آپ کا کلام تھا۔آپ نے لوگوں کے واسطے علم کی راہ واضح کی، اور علم کی مشکلات کا بیان کیا۔

اسد بن حکیم نے کہا کہ جاہل یا مبتدع ہی ابو حنیفہ پر طعن کرے گا۔

ابو سلیمان نے کہا کہ ابو حنیفہ عجائب میں سے ایک عجب تھے جو اُن کے کلام کو برداشت نہیں کرسکا ہے وہی اُن پر طعن کرے گا۔

ابو عاصم نے کہا ہے اللہ کی قسم ہے، ابو حنیفہ میرے نزدیک ابنِ جریج سے زیادہ فقیہ ہیں میری آنکھ نے فقہ میں بہت زیادہ اقتدار رکھنے والا ابو حنیفہ کے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔ صـ۳۲

داؤد طائی نے کہا ہے، ابو حنیفہ وہ تارا ہیں جس سے سفر کرنے والے ہدایت پاتے ہیں اور وہ عِلم ہیں جس کو ایمانداروں کے قلوب قبول کرتے ہیں۔

شریک قاضی نے کہا ہے۔ ابو حنیفہ کی خاموشی طویل ہوتی تھی، تفکر کثیر تھا، فقہ میں آپ کی بینائی دقیق تھی، علم میں، عمل میں اور بحث میں آپ کا استخراج لطیف تھا، اگر طالب علم فقیر ہوتا تھا اس کو غنی کرتے تھے اور جب وہ علم حاصل کرلیتا تھا آپ اس سے فرماتے تھے۔ حلال و حرام کی معرفت حاصل کرکے تم نے بڑی دولت حاصل کرلی ہے۔ صـ۳۲

خلف بن ایوب نے کہا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا اور آپ سے آپ کے حضرات صحابہ کو ملا اور ان سے تابعین کو پہنچا اور ان سے امام ابو حنیفہ اور اُن کے اصحاب کو ملا ہے۔ اب جو چاہے خوش ہوا ور جو چاہے ناراض ہو۔

بعض ائمہ سے کہا گیا کہ کیا بات ہے کہ آپ جب ابو حنیفہ کا ذکر کرتے ہیں، اُن کی مدح کرتے ہیں اور دوسرے علماء کا ذکر اس ڈھپ سے نہیں کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی منزلت دوسروں کی منزلت کی طرح نہیں ہے، کیونکہ آپ کے علم سے جو فائدہ لوگوں کو پہنچا ہے

دوسروں کے علم سے زیادہ ہے' لہٰذا میں خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کرتا ہوں تاکہ لوگوں کو رغبت ہو کہ ان کے واسطے دُعا کریں۔

ائمہ نے آپ کی ثنا میں بہت کچھ کہا ہے اور ہم نے جو کچھ نقل کیا ہے اس میں منصف کے واسطے کفایت ہے، اسی بِنا پر حافظ عمر یوسف ابن عبدالبر نے کہا۔ اصحابِ فقہ مخالفوں کی طعن کی طرف التفات نہیں کرتے ہیں اور مخالفوں کی تصدیق ان کی ذکر کردہ بُرائیوں میں جو کہ انہوں نے ابو حنیفہ کے متعلق کی ہیں، نہیں کرتے ہیں۔ ص۳۳

عاجز نے حضرت امام کی مدح وستائش کا اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی نے درست کہا ہے کہ حضرات ائمہ نے آپ کی مدح وستائش میں بہت کچھ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان ائمۂ اعلام کو اجرِ کثیر دے جنہوں نے اُمّتِ مرحومہ کے عاجز افراد کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے "جو ابو حنیفہ کو اپنے اور اپنے پروردگار کے بیچ میں رکھے گا اس نے کوتاہی نہیں کی ہے" ان حضرات کا یہ ارشاد ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے سینکڑوں سال سے اس عاجز کے حضرات آبا و اجداد اور مشائخ طریقت نے امام الائمہ حضرت ابو حنیفہ ہی کو اپنے اور اپنے پروردگار کے بیچ میں رکھا ہے جن کے متعلق ائمہ کا اتفاق ہے کہ ارشادِ نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والتحیۃ لَوْ کَانَ الدِّیْنُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَذَھَبَ بِهٖ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ[1]۔ اگر ثریّا کے پاس دین ہوگا تو یقیناً فارس کا ایک شخص اس کو لے جائیگا یعنی حاصل کرے گا کا اشارہ مُدَوِّن اقدم حضرت امام اعظم کی طرف ہے اِس سلسلہ میں یہ عاجز اپنے جدّ امجد عاشر حضرت امامِ ربّانی مجدّدِ اَلفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی نقشبندی قدس سرہٗ کے ایک مکتوب کا کچھ حصّہ نقل کرتا ہے تاکہ آپ کی عقیدت و محبت کا کچھ اندازہ ناظرین کریں[2]۔

اَلْفَصْلُ الْخَامِسُ وَالثَّلَاثُوْنَ فِیْ تَأَدُّبِ الْأَئِمَّةِ مَعَهٗ فِیْ مَمَاتِهٖ کَمَا هُوَ فِیْ حَیَاتِهٖ وَاَنَّ قَبْرَهٗ یُزَارُ لِقَضَاءِ الْحَوَائِجِ، اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَمْ یَزَلِ الْعُلَمَاءُ وَذَوُو الْحَاجَاتِ یَزُوْرُوْنَ قَبْرَهٗ وَیَتَوَسَّلُوْنَ عِنْدَهٗ فِیْ قَضَاءِ حَوَائِجِهِمْ وَیَرَوْنَ نُجْحَ ذٰلِكَ، مِنْهُمُ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَمَّا کَانَ بِبَغْدَادَ فَاِنَّهٗ جَاءَ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اِنِّیْ لَاَتَبَرَّكُ بِاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَجِیْءُ اِلٰی قَبْرِهٖ فَاِذَا عَرَضَتْ لِیْ حَاجَةٌ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ وَجِئْتُ اِلٰی قَبْرِهٖ وَسَأَلْتُ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَتُقْضٰی سَرِیْعًا، وَذَکَرَ بَعْضُ الْمُتَکَلِّمِیْنَ عَلٰی مِنْهَاجِ النَّوَوِیِّ اَنَّ الشَّافِعِیَّ صَلّٰی

---

[1] طبرانی کی معجم کبیر میں لَنَالَهٗ رِجَالٌ فَارِسَ کی روایت ہے اور مسلم کی ایک روایت میں لَذَهَبَ بِهٖ رَجُلٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ ہے۔ اس سلسلہ میں اس کتاب میں بشارت سراپا کرامت ملاحظہ کریں۔ [2] ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۲۵۶

الصُّبحَ عِندَ قَبرِهٖ فَلَم یَقنُت فَقِیلَ لَہٗ لِمَ قَالَ تَاَدُّبًا مَعَ صَاحِبِ هٰذَا القَبرِ وَذَکَرَ ذٰلِكَ غَیرُہٗ اَیضًا وَزَادَ اَنَّهٗ لَم یَجهَر بِالبَسمَلَةِ، وَلَا اِشکَالَ فِی ذٰلِكَ خِلَافًا لِمَن ظَنَّهٗ لِاَنَّهٗ قَد یَعرِضُ لِلسُّنَّةِ مَا یُرَجِّحُ تَرکَ فِعلِهَا لِکَونِهٖ الاٰنَ اَهَمَّ مِنهَا وَلَا شَكَّ اَنَّ الاِعلَامَ بِرِفعَةِ مَقَامِ العُلَمَاءِ اَمرٌ مَطلُوبٌ مُتَاَکِّدٌ عِندَ الاِحتِیَاجِ اِلَیهِ لِرَغمِ اَنفِ حَاسِدٍ اَو تَعلِیمِ جَاهِلٍ اَفضَلُ مِن مُجَرَّدِ القُنُوتِ وَالجَهرِ بِالبَسمَلَةِ لِلخِلَافِ فِیهِمَا وَعَدَمِ الخِلَافِ لِاَنَّ نَفعَهٗ مُتَعَدٍّ وَنَفعُ ذَینِكَ قَاصِرٌ وَلَا شَكَّ اَیضًا اَنَّ الاِمَامَ اَبَا حَنِیفَةَ کَانَ لَہٗ حُسَّادٌ کَثِیرُونَ فِی حَیَاتِهٖ وَبَعدَ مَمَاتِهٖ حَتّٰی رَمَوهُ بِالعَظَائِمِ وَسَعَوا فِی قَتلِهٖ تِلكَ القَتلَةَ الشَّنِیعَةَ السَّابِقَةَ۔

(تین سطر کے بعد) وَاِذَا تَمَهَّدَت هٰذِهِ الدَّوَاعِی اِتَّضَحَ اَنَّ فِعلَ الشَّافِعِیِّ لِذٰلِكَ اَفضَلُ مِن فِعلِهِ القُنُوتَ وَالجَهرَ اِظهَارًا لِمَزِیدِ التَّاَدُّبِ مَعَ هٰذَا الاِمَامِ وَلِمَزِیدِ شَرَفِهٖ وَعُلُوِّهٖ وَاَنَّهٗ مِن اَئِمَّةِ المُسلِمِینَ الَّذِینَ یُقتَدٰی بِهِم وَیَجِبُ عَلَیهِم تَوقِیرُهُم وَتَعظِیمُهُم وَاَنَّهٗ مِمَّن یُستَحیٰ مِنهُ وَیُتَاَدَّبُ مَعَهٗ مِن اَن یُفعَلَ بِحَضرَتِهٖ خِلَافُ قَولِهٖ بَعدَ وَفَاتِهٖ فَکَیفَ فِی حَیَاتِهٖ وَاَنَّ الحَاسِدِینَ لَہٗ خَسِرُوا خُسرَانًا مُبِینًا وَاَنَّهُم مِمَّن اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلمٍ وَلَمَّا وَقَفَ ابنُ مُبَارَكٍ عَلٰی قَبرِهٖ قَالَ رَحِمَكَ اللّٰهُ مَاتَ اِبرَاهِیمُ النَّخعِیُّ وَحَمَّادُ بنُ سُلَیمَانَ وَتَرَکَا خَلَفًا وَمُتَّ اَنتَ وَلَم تَترُك عَلٰی وَجهِ الاَرضِ خَلَفًا ثُمَّ بَکٰی بُکَاءً شَدِیدًا وَقَالَ الحَسَنُ بنُ عَمَارَةَ عَلٰی قَبرِهٖ کُنتَ لَنَا خَلَفًا مِمَّن مَضٰی وَمَا تَرَکتَ بَعدَكَ خَلَفًا اِن خَلَفُوكَ فِی العِلمِ الَّذِی عَلَّمتَهُم لَم یُمکِنهُم اَن یَخلُفُوكَ فِی الوَرَعِ اِلَّا بِتَوفِیقٍ۔

پینتیسواں فصل اس بیان میں کہ ائمہ کرام امام ابو حنیفہ کے ساتھ ان کی وفات کے بعد ایسا سلوک کیا کرتے تھے جیسا کہ ان کی حیات میں کرتے تھے اور اپنی حاجت روائی کے لئے اُن کی قبر کی زیارت کیا کرتے تھے۔

سمجھ لو حضرت امام ابو حنیفہ کی قبر کی زیارت ہمیشہ سے علماء اور ضرورت مند افراد کرتے آئے ہیں۔ وہ آپ کے پاس جا کر اپنی حاجتوں کے لئے آپ کو وسیلہ کرتے ہیں اور وہ اپنی حاجت روائی ہوتی دیکھتے ہیں، ان علماء میں امام شافعی بھی ہیں جب کہ آپ کا قیام بغداد میں تھا۔ اس سلسلہ میں آپ سے مروی ہے کہ میں ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور آپ کی قبر کے پاس جاتا ہوں اور جب مجھ کو کوئی ضرورت پیش آتی ہے میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور آپ کی قبر کے پاس جا کر اللہ سے دعا کرتا ہوں بہت جلد میری وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

امام نووی کی کتاب منہاج پر حواشی لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ امام شافعی نے صبح کی نماز

امام ابوحنیفہ کی قبر کے پاس پڑھی اور آپ نے نماز میں قنوت نہیں پڑھی۔ اس سلسلہ میں آپ سے پوچھا گیا، آپ نے فرمایا، میں نے اس صاحب قبر کے ادب سے نہیں پڑھی۔ یہ بات ایک لکھنے والے نے لکھی ہے۔ دوسرے لکھنے والے نے لکھا ہے۔ آپ نے بلند آواز سے بسم اللہ بھی نہیں پڑھی، آپ کے نہ پڑھنے میں کوئی اشکال نہیں پیدا ہوتا ہے جیسا کہ بعض افراد نے خیال کیا ہے۔ کیونکہ کبھی سنّت کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آجاتا ہے کہ سنّت کا چھوڑنا راجح ہوجاتا ہے اور ایسے موقع پر نہ پڑھنا ہی اہم ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ علماءِ اعلام کی رفعت منزلت کا بیان کرنا امرِ مطلوب اور ضروری ہے۔ کسی حسد کرنے والے کو ذلیل کرنے کے لئے اور کسی جاہل کو بتانے کے لئے قنوت پڑھنے اور بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنے سے نہ پڑھنا افضل ہے۔ صبح کی نماز میں قنوت پڑھنے اور الحمد للہ کے ساتھ بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے میں ائمہ کا اختلاف ہے اور علماء کے علوِ قدر کے بیان کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اس بیان کا فائدہ متعدی ہے بخلاف قنوت اور بسم اللہ کے کہ اس کا فائدہ متعدی نہیں ہے۔ مزید یہ بات بھی ہے کہ امام ابوحنیفہ سے کیا ان کی زندگی میں اور کیا ان کی وفات کے بعد حسد کرنے والے بہت تھے۔ حاسدوں نے آپ پر بڑی بڑی تہمتیں لگائیں، پھر آپ کے قتل کرانے کی کوشش کی۔ وہ شنیع قتل جس کا بیان گزر چکا ہے۔

توجیہ وجیہ :۔ ان ضرورتوں کے پیشِ نظر امام شافعی کا فعل افضل ہے قنوت پڑھنے اور بسم اللہ بالجہر کہنے سے، تاکہ ظاہر ہوجائے کہ اس امام کے ساتھ مزید ادب کرنا چاہئے، ان کا مرتبہ بلند ہے اور وہ اُن اماموں میں سے ہیں جن کی توقیر اور تعظیم مسلمانوں پر واجب ہے اور وہ ایسے برگزیدہ افراد میں سے ہیں کہ ان کی وفات کے بعد ان کے سامنے ان کے قول کے خلاف کرنے سے شرم کرنی چاہئے۔ ان سے حسد کرنے والے پوری طرح گھاٹے میں ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے علم کے ہوتے ہوئے گمراہ کردیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ابن حجر ہیتمی مکی کو اجرِ کثیر دے انہوں نے تین باتیں ظاہر کردی ہیں

۱۔ بعض احوال میں سنّت پر عمل کرنے سے اس کا نہ کرنا افضل ہے۔

۲۔ حاسدوں نے حضرت امام عالی مقام کو قتل کرایا ہے۔

۳۔ یہ حاسد نام نہاد اہلِ حدیث ہوتے ہوئے گمراہ ہوئے ہیں۔

اِس گمراہی میں خطیب بغدادی سب گمراہوں کا علمبردار ہے، اس نے تمام اکاذیب کو بیچ کی صورت میں اپنی ذُرِّیّت کے لئے جمع کردیا ہے اور مکّاری کا اعتذار نامہ لکھ کر باور کرایا ہے کہ یہ

سب حق و درست ہے۔ خطیب نے جلد نو کے صفحہ تین سو انتیس اور تیس میں صالح بن احمد التمیمی الحافظ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی روایت سے کسی حال میں بھی احتجاج کرنا جائز نہیں ہے اور دارقطنی کا قول لکھا ہے کہ کَذَّابٌ دَجَّالٌ یُحَدِّثُ بِمَالَمْ یَسْمَعْ۔ اور خطیب حضرت امام کی بُرائی اس سے روایت کرتا ہے۔ یہ دجل نہیں ہے تو کیا ہے۔ سیوطی نے یزید بن کمیت کی روایت لکھی ہے کہ ایک مسئلہ میں حضرت امام کا ایک شخص سے مناظرہ ہوا آپ نے اس شخص سے فرمایا۔ اللہ تم کو بخشے، تم نے جو بات میرے متعلق کہی ہے اللہ میرے متعلق اس کے خلاف جانتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ جب سے میں نے اس کو پہچانا ہے کسی کو اس جیسا نہیں سمجھا ہے۔ میں اسی سے عفو کا طلبگار ہوں میں اُسی کے عقاب سے ڈرتا ہوں۔ پھر آپ رُوئے اور عقاب کے ذکر نے بے ہوش ہوگئے۔ جب آپ ہوش میں آئے اُس شخص نے کہا۔ آپ مجھ کو معاف کر دیں۔ آپ نے فرمایا۔ جس نے غلط بات کا الزام مجھ پر لگایا ہے اگر وہ جاہلوں میں سے ہے اس کو میں نے معاف کیا ہے اور اہلِ علم میں سے جس نے الزام لگایا ہے وہ زحمت میں ہے کیونکہ علمار کی غیبت ان کے بعد بھی رہتی ہے۔

اس رہی ہوئی غیبت کو بڑی تلاش سے خطیب نے جمع کر کے لکھا ہے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

اگر کسی کو خطیب کے پُشتارَہَ کِذب کا مختصر طور پر حال معلوم کرنے کی خواہش ہے وہ علماءِ ازہر کے حاشیہ کا مطالعہ کرلے اور اگر کوئی تفصیل کا طالب ہے وہ علامہ کوثری کی کتاب تانیب الخطیب کی طرف رجوع کرے۔ جو شے از سرتا پا جھوٹ کا پلندہ ہو اس کا بیان ہی کیا۔

اب یہ عاجز بعض محققین کا کلام نقل کرتا ہے اور امام لیث بن سعد مصری کے مکتوب پر اس کو ختم کرتا ہے اور پھر مخالفت کا بیان اور امام ابن عبدالبر کا کلام ان کی کتابوں سے نقل کرے گا۔ امام ابن عبدالبر نے نام نہاد اہلِ حدیث کی غلط روش کا خوب بیان کیا ہے۔ آپ کے بیان کو پڑھ کر جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ زبان پر آتا ہے۔ جَزَاهُ اللّٰهُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ الْجَزَاءِ۔

۱۴۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی نے "المیزان" میں لکھا ہے۔

كَانَ (الامامُ ابُوحَنِيفَةَ) رَضِيَ اللهُ عَنهُ يَقُولُ، نَحنُ لَا نَقِيسُ إِلَّا عِندَ الضَّرُورَةِ الشَّدِيدَةِ ذٰلِكَ اَنَّنَا نَنظُرُ اَوَّلًا فِي دَلِيلِ تِلكَ المَسئَلَةِ مِنَ الكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاَقضِيَةِ الصَّحَابَةِ، فَاِن لَم نَجِد دَلِيلًا قِسنَا حِينَئِذٍ مَسكُوتًا عَنهُ عَلَى مَنطُوقٍ بِهِ بِجَامِعٍ اِتِّحَادِ العِلَّةِ بَينَهُمَا، وَفِي رِوَايَةٍ أُخرَى عَنِ الإِمَامِ اِنَّا نَاخُذُ اَوَّلًا بِالكِتَابِ ثُمَّ بِالسُّنَّةِ ثُمَّ بِاَقضِيَةِ الصَّحَابَةِ وَنَعمَلُ بِمَا يَتَّفِقُونَ عَلَيهِ فَاِنِ اختَلَفُوا قِسنَا حُكمًا عَلَى حُكمٍ بِجَامِعِ العِلَّةِ بَينَ المَسئَلَتَينِ حَتّٰى يَتَّضِحَ المَعنَى وَفِي رِوَايَةٍ أُخرَى، اِنَّا نَعمَلُ اَوَّلًا بِكِتَابِ اللهِ ثُمَّ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بِاَحَادِيثِ اَبِي بَكرٍ وَعُمَرَ وَعُثمَانَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنهُم وَفِي رِوَايَةٍ أُخرَى اَنَّهُ كَانَ يَقُولُ، مَا جَاءَ عَن رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَعَلَى الرَّأسِ وَالعَينِ بِاَبِي هُوَ وَاُمِّي وَلَيسَ لَنَا مُخَالِفَتُهُ وَمَا جَاءَنَا عَن اَصحَابِهِ تَخَيَّرنَا وَمَا جَاءَ عَن غَيرِهِم فَهُم رِجَالٌ وَنَحنُ رِجَالٌ، وَكَانَ اَبُو مُطِيعٍ البَلخِيّ يَقُولُ، قُلتُ لِلإِمَامِ اَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ اَرَأَيتَ لَو رَأَيتَ رَأيًا وَرَأَى اَبُو بَكرٍ رَأيًا، اَكُنتَ تَدَعُ رَأيَكَ لِرَأيِهِ قَالَ نَعَم فَقُلتُ لَهُ اَرَأَيتَ لَو رَأَيتَ رَأيًا وَرَأَى عُمَرُ رَأيًا اَكُنتَ تَدَعُ رَأيَكَ لِرَأيِهِ فَقَالَ نَعَم وَكَذٰلِكَ اَدَعُ رَأيِي لِرَاءِ عُثمَانَ وَعَلِيٍّ وَسَائِرِ الصَّحَابَةِ مَا عَدَى اَبَا هُرَيرَةَ وَاَنَسَ بنَ مَالِكٍ وَسَمُرَةَ بنَ جُندُبٍ، اِنتَهَى، قَالَ بَعضُهُم وَلَعَلَّ ذٰلِكَ لِنَقصِ مَعرِفَتِهِم وَعَدَمِ اِطِّلَاعِهِم عَلَى مَدَارِكِ الاِجتِهَادِ ————————

وَذٰلِكَ لَا يَقدَحُ فِي عَدَالَتِهِم، وَكَانَ اَبُو مُطِيعٍ يَقُولُ كُنتُ يَومًا عِندَ الإِمَامِ اَبِي حَنِيفَةَ فِي جَامِعِ الكُوفَةِ فَدَخَلَ عَلَيهِ سُفيَانُ الثَّورِيُّ وَمُقَاتِلُ بنُ حَيَّانٍ وَحَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ وَجَعفَرُ الصَّادِقُ وَغَيرُهُم مِنَ الفُقَهَاءِ وَكَلَّمُوا الإِمَامَ اَبَا حَنِيفَةَ وَقَالُوا قَد بَلَغَنَا اَنَّكَ تُكثِرُ مِنَ القِيَاسِ فِي الدِّينِ وَاِنَّا نَخَافُ عَلَيكَ مِنهُ فَاِنَّ اَوَّلَ مَن قَاسَ اِبلِيسُ فَنَاظَرَهُمُ الإِمَامُ مِن بُكرَةِ نَهَارِ الجُمُعَةِ اِلَى الزَّوَالِ وَعَرَضَ عَلَيهِم مَذهَبَهُ وَقَالَ اِنِّي اُقَدِّمُ العَمَلَ بِالكِتَابِ ثُمَّ بِالسُّنَّةِ ثُمَّ بِاَقضِيَةِ الصَّحَابَةِ مُقَدِّمًا مَا اتَّفَقُوا فِيهِ عَلَى مَا اختَلَفُوا فِيهِ وَحِينَئِذٍ اَقِيسُ فَقَامُوا كُلُّهُم وَقَبَّلُوا رَأسَهُ وَرُكبَتَيهِ وَقَالُوا اَنتَ سَيِّدُ العُلَمَاءِ فَاعفُ عَنَّا فِيمَا مَضَى مِنَّا مِن وَقِيعَتِنَا فِيكَ بِغَيرِ عِلمٍ فَقَالَ غَفَرَ اللهُ لَنَا وَلَكُم اَجمَعِينَ۔

قَالَ اَبُوْ مُطِيْعٍ وَمِمَّا كَانَ وَقَعَ فِيْهِ سُفْيَانُ اَنَّهُ قَالَ قَدْ حَلَّ اَبُوْحَنِيْفَةَ عُرَى الْاِسْلَامِ عُرْوَةً عُرْوَةً فَاِيَّاكَ يَا اَخِيْ اَنْ تَاخُذَ الْكَلَامَ عَلٰى ظَاهِرِهٖ، وَاِنْ اِنْتَقَلَ مِثْلُ ذٰلِكَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ بَعْدَ اَنْ سَمِعْتَ رُجُوْعَهُ عَنْ ذٰلِكَ وَاِعْتِرَافَهُ بِاَنَّ الْاِمَامَ اَبَاحَنِيْفَةَ سَيِّدُ الْعُلَمَاءِ وَطَلَبَ مِنْهُ الْعَفْوَ وَاِنْ اَوَّلْتَ هٰذَا الْكَلَامَ فَلَا يَحْتَاجُ اِلٰى رُجُوْعٍ وَيَكُوْنُ الْمُرَادُ بِاَنَّهُ حَلَّ عُرَى الْاِسْلَامِ اَيْ مُشْكِلَهُ مَسْئَلَةً مَسْئَلَةً حَتّٰى لَمْ يَبْقَ فِى الْاِسْلَامِ شَيْئًا مُشْكِلًا لِغَزَارَةِ فَهْمِهٖ وَعِلْمِهٖ۔ (قلمی کتاب کا صفحہ ۶۵، ۶۶)

حضرت امام ابو حنیفہ سے اللہ راضی ہو، وہ فرمایا کرتے تھے، ہم قیاس نہیں کرتے ہیں مگر ضرورت کے وقت کیونکہ ہم مسئلہ کی دلیل پہلے کلام اللہ میں، سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور حضراتِ صحابہ کے قضایا میں تلاش کرتے ہیں، اگر ان میں دلیل ہم کو نہ ملے تو قیاس کرتے ہیں، نہ کہے ہوئے کو کہے ہوئے (منطوق) پر ایسی علّت کی وجہ سے جو دونوں میں پائی جائے۔

اور دوسری روایت حضرت امام سے اس طرح ہے، ہم پہلے حکم کتاب اللہ سے، پھر سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، پھر حضراتِ صحابہ کے فیصلوں سے لیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں جس میں سب متفق ہوں اور اگر حضراتِ صحابہ متفق نہ ہوں تو ہم ایک حکم کا دوسرے حکم پر، جامع علّت کی وجہ سے قیاس کرتے ہیں۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے، ہم پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت پر پھر حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و علی کے ارشادات پر۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات سے راضی ہو۔

اور مزید ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام فرمایا کرتے تھے، جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، سر آنکھوں پر قبول ہے، میرے باپ اور ماں اُن پر فدا ہوں، ہم آپ کے ارشاد کی مخالفت نہیں کر سکتے اور جو کچھ آپ کے اصحاب سے ثابت ہے، ہم ان اقوال میں سے ایک کو اختیار کر لیتے ہیں اور صحابہ کے سوا (حضرات تابعین) سے جو مروی ہے تو وہ بھی انسان ہیں اور ہم بھی انسان ہیں۔

ابو مطیع بلخی کہا کرتے تھے۔ میں نے امام ابو حنیفہ سے کہا، آپ بتائیں، اگر آپ نے ایک رائے قائم کی اور اس مسئلہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی رائے قائم کر چکے ہیں، کیا آپ اُن کی رائے کی وجہ سے اپنی رائے کو چھوڑ دیں گے۔ آپ نے فرمایا، ہاں ہم اپنی رائے چھوڑ دیں گے۔ پھر میں نے دریافت کیا، اگر آپ نے ایک رائے قائم کی ہے، پھر آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے معلوم ہوئی، کیا آپ اپنی رائے کو اُن کی رائے کی وجہ سے چھوڑ دیں گے۔ آپ نے فرمایا، ہاں چھوڑ دوں گا اور اسی طرح

حضرت عثمان حضرت علی اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے آرار کی وجہ سے اپنی رائے کو چھوڑ دوں گا، سوا حضرت ابوہریرہ حضرت انس بن مالک اور حضرت سمرۃ بن جندب کی آرار کے۔ انتہی۔

بعض علمار نے فرمایا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ ان تین حضرات کی معلومات میں کمی ہو اور ان حضرات کو اجتہاد کے مقالات کی لاعلمی ہو اور اس سے ان حضرات کی عدالت پر کوئی حرف نہیں آتا ہے۔

ابو مطیع نے بیان کیا کہ ایک دن کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت امام کے پاس میں بیٹھا تھا کہ آپ کے پاس مقاتل بن حیان،، حماد بن سلمہ، جعفر صادق اور دوسرے علمار آئے اور انہوں نے امام ابوحنیفہ سے کہا، ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ آپ دین میں کثرت سے قیاس کرتے ہیں، اس کی وجہ سے ہم کو آپ کی عاقبت کا اندیشہ ہوتا ہے، کیونکہ ابتدائً جس نے قیاس کیا ہے وہ ابلیس ہے۔ حضرت امام نے حضرات علمار سے بحث کی اور یہ بحث صبح سے زوال تک جاری رہی اور وہ دن جمعہ کا تھا۔ حضرت امام نے اپنا مذہب بیان کیا کہ اوّلاً کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں، پھر سنت پر اور پھر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے فیصلوں پر اور جس پر ان حضرات کا اتفاق ہوتا ہے اس کو مقدم رکھتا ہوں اور اس کے بعد قیاس کرتا ہوں۔ یہ سُن کر حضراتِ علمار کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت امام کے سر اور گھٹنوں کو چوما اور کہا، آپ علمار کے سردار ہیں اور ہم نے جو کچھ آپ کی بُرائیاں کی ہیں اپنی لاعلمی کی وجہ سے کی ہیں، آپ اس کو معاف کردیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ صاحبان کی مغفرت فرمائے۔

ابو مطیع نے بیان کیا کہ سفیانؒ نے حضرت امام کے متعلق کہا تھا کہ ابوحنیفہ نے اسلام کا ایک ایک بندھن کھول دیا ہے۔ اے میرے بھائی ہوش میں رہو اور اس کلام کو اس کے ظاہری معنی پر ہرگز نہ لو، اگر اس طرح کی بات سفیان سے ان کے جاننے اور ان کے اس اعتراف کے بعد کہ حضرت امام سید العلمار ہیں اور حضرت امام سے عفو طلب کرنے کے بعد سُنی گئی ہے اور تم اس کی تاویل کرتے ہو کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے اسلامی مسائل کی مشکلات کو اپنے علم کی بے پایانی سے اور اپنی عقل و دانش کی فراوانی سے ایک ایک کرکے سب کو حل کردیا اور اب اسلام میں کچھ بھی مشکل نہیں رہا۔ اور اگر سفیان نے حضرت امام سے عفو طلب کرنے سے پہلے کہی ہے تو اب رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اور علامہ شعرانی نے صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے۔

قَدْ اَبَنْتُ لَكَ عَنْ صِحَّةِ اِدِلَّةِ مَذْهَبِ الْاِمَامِ الْأَعْظَمِ اَبِي حنيفة رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَاَنَّ

جَمِیْعَ مَا اسْتَدَلَّ بِہٖ لِمَذْھَبِہٖ اَخَذَہٗ مِنْ خِیَارِ التَّابِعِیْنَ وَاِنَّہٗ لَایُتَصَوَّرُ فِیْ سَنَدِہٖ شَخْصٌ مُتَّھَمٌ بِکِذْبٍ اَبَدًا وَاِنْ قِیْلَ بِضَعْفِ شَیْءٍ مِنْ اَدِلَّۃِ مَذْھَبِہٖ فَذٰلِکَ الضَّعْفُ اِنَّمَا ھُوَ بِالنَّظْرِ لِلرُّوَاۃِ النَّازِلِیْنَ عَنْ سَنَدِہٖ بَعْدَ مَوْتِہٖ وَذٰلِکَ لَایَقْدَحُ فِیْمَا اَخَذَ بِہِ الْاِمَامُ عِنْدَ کُلِّ مَنْ ..... اِسْتَصْحَبَ النَّظَرَ فِی الرُّوَاۃِ وَھُوَ صَاعِدٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَذٰلِکَ نَقُوْلُ فِیْ اَدِلَّۃِ مَذْھَبِ اَصْحَابِہٖ، فَلَمْ یَسْتَدِلَّ اَحَدٌ مِنْھُمْ بِحَدِیْثٍ ضَعِیْفٍ فَرْدٍ لَمْ یَأْتِ اِلَّا مِنْ طَرِیْقٍ وَاحِدَۃٍ اَبَدًا لَمَّا تَتَبَّعْنَا ذٰلِکَ، اِنَّمَا یَسْتَدِلُّ اَحَدُھُمْ بِحَدِیْثٍ صَحِیْحٍ اَوْحَسَنٍ اَوْضَعِیْفٍ قَدْ کَثُرَتْ طُرُقُہٗ حَتّٰی ارْتَفَعَ لِدَرَجَۃِ الْحَسَنِ وَذٰلِکَ اَمْرٌ لَایَخْتَصُّ بِاَصْحَابِ الْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ بَلْ یُشَارِکُھُمْ فِیْہِ جَمِیْعُ الْمَذَاھِبِ کَمَا مَرَّ اِیْضَاحُہٗ۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے دلائل کی صحت کے متعلق تم پر واضح کرچکا ہوں حضرت امام کے تمام استدلالات جو آپ نے اپنے مذہب کے کئے ہیں، بہترین تابعین سے منقول ہیں، آپ کی سند میں کسی جھوٹے شخص کا تصور تک ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کے مذہب کے ادلّہ کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے وہ اُن راویوں کی وجہ سے ہے جو سند کے نیچے کے حصہ میں آپ کی وفات کے بعد ہوئے ہیں اور اس سے حضرت امام کے استدلال میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے، یہ بات ہر اس شخص پر واضح ہوگی جو حضرت امام کی سند کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک دیکھے گا، یہی بات ہم آپ کے اصحاب کے ادلّہ کے متعلق کہتے ہیں، آپ کے اصحاب میں سے کسی نے بھی ایسی ضعیف حدیث سے ہرگز استدلال نہیں کیا ہے جو صرف ایک طریق سے مروی ہو، ان حضرات کا استدلال حدیثِ صحیح یا حَسَن یا اُس ضعیف سے ہے جس کے طریقے کثرت سے ہوں اور وہ درجۂ حسن میں آگئی ہو اور اس طرح کا استدلال حضرت ابوحنیفہ کے اصحاب سے مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام مذاہب اُن کے شریک ہیں۔

علامہ شعرانی نے صفحہ ۷۶ سے ۷۹ کے آخیر تک اُن کتابوں کا ذکر کیا ہے جن کو انہوں نے دقیق نظر سے پڑھا ہے اور پھر آپ نے یہ مبارک کتاب تالیف کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ وَرَحِمَہٗ وَرَضِیَ عَنْہُ۔

ضمیمۂ عبارت میزان شعرانی۔ یہ عاجز علامہ شعرانی کی کتاب المیزان کا مطالعہ کررہا تھا اور یہ مضمون لکھ رہا تھا کہ محترم والا مقام جناب قاضی سجاد حسین صاحب نے جو کہ علامۂ اجل، فقیہِ اکمل مولانا عالم بن العلاء دہلوی متوفی ۷۸۶ھ کی شہرۂ آفاق کتاب "الفتاویٰ التاتارخانیہ کی ترتیب و

طباعت میں مصروف ہیں، بتایا کہ اس کتاب کی "کتاب ادب القاضی" کی تیسری فصل میں حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اقوال کے متعلق حضرت امام ابو حنیفہ کے مسلک کا بیان آیا ہے۔ چونکہ یہ کتاب صدہا سال سے علمائے احناف کا مستند ماخذ رہی ہے۔ بنابریں عاجز نے اس کو نقل کرلیا اور اب حضراتِ ناظرین اس کو دیکھیں اور حضرت امام الائمہ ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک مسلک کو جو سراسر رحمتِ پروردگار ہے، سمجھیں اور جان لیں۔

ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

فتاوی تاتارخانیہ کی عبارت

فَاِنْ جَاءَ حَدِيْثٌ مِنْ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْ غَيْرِهٖ خِلَافُ ذٰلِكَ فَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ ثَلَاثُ رِوَايَاتٍ، فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اُقَلِّدُ مِنْهُمْ مَنْ كَانُوْا مِنَ الْقُضَاةِ الْمُتْقِنِيْنَ، وَفِيْ رِوَايَةٍ[2] قَالَ اُقَلِّدُ جَمِيْعَ الصَّحَابَةِ اِلَّا ثَلَاثَةً مِنْهُمْ، اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَاَبَا هُرَيْرَةَ وَسَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ، اَمَّا اَنَسٌ فَاِنَّهُ اخْتَلَطَ عَقْلُهُ فِيْ آخِرِ عُمْرِهٖ وَكَانَ يَسْتَفْتِيْ عَلْقَمَةَ وَاَنَا لَا اُقَلِّدُ عَلْقَمَةَ، فَكَيْفَ اُقَلِّدُ مَنْ يَسْتَفْتِيْ عَلْقَمَةَ، وَاَمَّا اَبُوْ هُرَيْرَةَ، لَمْ يَكُنْ مِنْ اَهْلِ الْفَتْوٰى بَلْ كَانَ مِنَ الرُّوَاةِ، وَفِيْ مَا كَانَ يَرْوِيْ لَا يَتَاَمَّلُ فِي الْمَعْنٰى وَكَانَ لَا يَعْرِفُ النَّاسِخَ مِنَ الْمَنْسُوْخِ، وَلِاَجْلِ ذٰلِكَ حَجَرَ عَلَيْهِ عُمَرُ عَنِ الْفَتْوٰى فِيْ آخِرِ عُمْرِهٖ، وَاَمَّا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ فَقَدْ بَلَغَنِيْ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَتَوَسَّعُ فِي الْاَشْرِبَةِ سِوَى الْخَمْرِ وَكَانَ يَتَدَلَّكُ بِالْحَمَّامِ بِالْخَمْرِ فَلَمْ يُقَلِّدْهُمْ فِيْ فَتْوَاهُمْ وَاَمَّا فِيْمَا رَوَوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهُ كَانَ يَاْخُذُ مِنْ رِوَايَتِهِمْ، وَفِيْ رِوَايَةٍ[3] قَالَ اُقَلِّدُ جَمِيْعَ الصَّحَابَةِ وَلَا اَسْتَحِبُّ خِلَافَهُمْ وَهُوَ الظَّاهِرُ مِنَ الْمَذْهَبِ۔

اگر حضراتِ صحابہ میں سے کسی ایک نے کوئی حدیث روایت کی ہے اور کسی صحابی سے اس کے خلاف کوئی روایت نہیں ہے۔ اس صورت میں امام ابو حنیفہ سے تین اقوال مروی ہیں۔

ایک روایت ہے۔ میں حضراتِ صحابہ میں اس کی تقلید کرتا ہوں جو عمدہ قاضیوں میں سے ہو۔

اور دوسری روایت ہے۔ میں تمام صحابہ کی تقلید کرتا ہوں، بجز تین افراد کے حضرت انس بن مالک، ابو ہریرہ اور سمرۃ بن جندب۔

حضرت انس کے متعلق یہ بات مجھ کو پہنچی ہے کہ آخیر عمر میں اُن کی عقل میں خلل آگیا تھا اور وہ علقمہ (تابعی) سے فتویٰ لیا کرتے تھے۔ میں علقمہ کی تقلید نہیں کرتا تو پھر اس شخص کی تقلید کیسے کروں جو علقمہ کا مقلد ہو۔

اور حضرت ابو ہریرہ اصحابِ فتویٰ میں سے نہ تھے، آپ راوی تھے، اور روایت کرتے وقت معانی کی طرف خیال نہیں کرتے تھے اور ان کو ناسخ اور منسوخ کی پہچان نہ تھی۔ اس وجہ سے آخر دَور میں حضرت عمر نے ان کے فتویٰ دینے پر پابندی لگا دی تھی۔

اور حضرت سمرۃ بن جندب کے متعلق مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ وہ خمرُ (شراب) کے علاوہ دوسرے مُسکِرات (نشیلی چیزوں) میں توسع اختیار کرتے تھے۔ ان کی روایت کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کرتے تھے حضرت امام لیتے تھے۔

اور تیسری روایت یہ ہے، کہ میں سب صحابہ کی تقلید کرتا ہوں، صحابہ کے خلاف کرنا مجھ کو پسند نہیں۔ یہی آپ کا ظاہر مذہب ہے۔

۱۵۔ علامہ قاضی القضاۃ عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون اشبیلی مغربی ۸۰۸ھ نے اپنی مشہور کتاب مقدمہ کے صفحہ چار سو چوالیس اور پینتالیس میں لکھا ہے

وَاعْلَمْ اَيْضًا اَنَّ الْاَئِمَّةَ الْمُجْتَهِدِيْنَ تَفَاوَتُوْا فِى الْاِكْثَارِ مِنْ هٰذِهِ الصِّنَاعَةِ وَالْاِقْلَالِ فَاَبُوْحَنِيْفَةُ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُقَالُ بَلَغَتْ رِوَايَتُهٗ اِلٰى سَبْعَةَ عَشَرَ حَدِيْثًا اَوْ نَحْوِهَا ، وَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِنَّمَا صَحَّ عِنْدَهٗ مَا فِى كِتَابِ الْمُوَطَّاءِ وَغَايَتُهَا ثَلَاثُمِائَةِ حَدِيْثٍ اَوْ نَحْوُهَا وَاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى مُسْنَدِهٖ خَمْسُوْنَ اَلْفَ حَدِيْثٍ وَلِكُلٍّ مَا اَدَّاهُ اِلَيْهِ اِجْتِهَادُهٗ فِى ذٰلِكَ وَقَدْ تَقَوَّلَ بَعْضُ الْمُبْغِضِيْنَ الْمُتَعَسِّفِيْنَ اِلٰى اَنَّ مِنْهُمْ مَنْ كَانَ قَلِيْلَ الْبِضَاعَةِ فِى الْحَدِيْثِ فَلِهٰذَا قَلَّتْ رِوَايَتُهٗ وَلَا سَبِيْلَ اِلٰى هٰذَا الْمُعْتَقَدِ فِى كِبَارِ الْاَئِمَّةِ لِاَنَّ الشَّرِيْعَةَ اِنَّمَا تُؤْخَذُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَمَنْ كَانَ قَلِيْلَ الْبِضَاعَةِ مِنَ الْحَدِيْثِ فَيَتَعَيَّنُ عَلَيْهِ طَلَبُهٗ وَرِوَايَتُهٗ وَالْجِدُّ وَالتَّشْمِيْرُ فِى ذٰلِكَ لِيَاْخُذَ الدِّيْنَ عَنْ اُصُوْلٍ صَحِيْحَةٍ وَيَتَلَقَّى الْاَحْكَامَ عَنْ صَاحِبِهَا الْمُبَلِّغِ لَهَا وَاِنَّمَا قَلَّلَ مِنْهُمْ مَنْ قَلَّلَ الرِّوَايَةَ لِاَجْلِ الْمَطَاعِنِ الَّتِىْ تَعْتَرِضُهٗ فِيْهَا وَالْعِلَلِ الَّتِىْ تَعْتَرِضُ فِى طُرُقِهَا سِيَّمَا وَالْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عِنْدَ الْاَكْثَرِ فَيُؤَدِّيْهِ الْاِجْتِهَادُ اِلٰى تَرْكِ الْاَخْذِ بِمَا يَعْرِضُ مِثْلَ ذٰلِكَ فِيْهِ مِنَ الْاَحَادِيْثِ وَطُرُقِ الْاَسَانِيْدِ وَيَكْثُرُ ذٰلِكَ فَتَقِلُّ رِوَايَتُهٗ لِضُعْفٍ فِى الطُّرُقِ، هٰذَا مَعَ اَنَّ اَهْلَ الْحِجَازِ اَكْثَرُ رِوَايَةً لِلْحَدِيْثِ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ لِاَنَّ الْمَدِيْنَةَ دَارُ الْهِجْرَةِ وَمَاْوَى الصَّحَابَةِ وَمَنْ اِنْتَقَلَ مِنْهُمْ اِلَى الْعِرَاقِ كَانَ شُغْلُهُمْ بِالْجِهَادِ اَكْثَرَ وَالْاِمَامُ اَبُوْحَنِيْفَةَ اِنَّمَا قَلَّتْ رِوَايَتُهٗ لِمَا شَدَّدَ فِى شُرُوْطِ الرِّوَايَةِ وَالتَّحَمُّلِ وَضُعْفِ رِوَايَةِ الْحَدِيْثِ الْيَقِيْنِىِّ اِذَا عَارَضَهَا الْفِعْلُ النَّفْسِىُّ وَقَلَّتْ مِنْ اَجْلِهَا رِوَايَةٌ فَقَلَّ حَدِيْثُهٗ لَا لِاَنَّهٗ تَرَكَ رِوَايَةَ الْحَدِيْثِ مُتَعَمِّدًا فَحَاشَاهُ مِنْ ذٰلِكَ وَيَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ مِنْ كِبَارِ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِى عِلْمِ الْحَدِيْثِ اِعْتِمَادُ مَذْهَبِهٖ بَيْنَهُمْ وَالتَّعْوِيْلُ عَلَيْهِ وَاِعْتِبَارُهٗ رَدًّا وَقُبُوْلًا وَاَمَّا غَيْرُهٗ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَهُمُ الْجُمْهُوْرُ فَتَوَسَّعُوْا فِى الشُّرُوْطِ وَكَثُرَ حَدِيْثُهُمْ وَالْكُلُّ عَنْ اِجْتِهَادٍ وَقَدْ تَوَسَّعَ اَصْحَابُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ فِى الشُّرُوْطِ وَ كَثُرَتْ رِوَايَتُهُمْ، وَرَوَى الطَّحَاوِىُّ فَاَكْثَرَ وَكَتَبَ مُسْنَدَهٗ وَهُوَ جَلِيْلُ الْقَدْرِ اِلَّا اَنَّهٗ لَا

يَعْدُلُ الصَّحِيْحَيْنِ لِاَنَّ الشُّرُوْطَ الَّتِيْ اِعْتَمَدَهَا الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ فِيْ كِتَابَيْهِمَا مُجْمَعٌ عَلَيْهَا بَيْنَ الْاُمَّةِ كَمَا قَالُوْهُ وَشُرُوْطُ الطَّحْطَاوِيِّ غَيْرُ مُتَّفَقٍ عَلَيْهَا كَالرِّوَايَةِ عَنِ الْمَسْتُوْرِ الْحَالِ وَغَيْرِهٖ فَلِهٰذَا قُدِّمَا الصَّحِيْحَانِ بَلْ وَكُتُبُ السُّنَنِ الْمَعْرُوْفَةُ عَلَيْهِ لِتَأَخُّرِ شَرْطِهٖ عَنْ شُرُوْطِهِمْ وَمِنْ اَجْلِ هٰذَا قِيْلَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ بِالْاِجْمَاعِ عَلٰى قُبُوْلِهِمَا مِنْ جِهَةِ الْاِجْمَاعِ عَلٰى صِحَّةِ مَا فِيْهِمَا مِنَ الشُّرُوْطِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهَا فَلَا تَأْخُذْكَ رِيْبَةٌ فِيْ ذٰلِكَ. فَالْقَوْمُ اَحَقُّ النَّاسِ بِالظَّنِّ الْجَمِيْلِ بِهِمْ وَالْتِمَاسِ الْمَخَارِجِ الصَّحِيْحَةِ لَهُمْ. وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ بِمَا فِيْ حَقَائِقِ الْاُمُوْرِ۔

ترجمہ:۔ جان لو کہ ائمۂ مجتہدین کا احادیثِ شریفہ سے استدلال کرنے میں بیشی اور کمی کا تفاوت ہے۔ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ آپ کی روایتوں کی تعداد سترہ یا اُس کے قریب ہے اور مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو روایتیں صحت کو پہنچی ہیں وہ ان کی موطا میں ہیں اور ان روایتوں کی انتہا تین سو یا اس کے قریب ہے اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مسند میں پچاس ہزار حدیثیں ہیں، ہر ایک نے وہی کیا ہے جو ان کے اجتہاد سے ثابت ہوا ہے، بعض بُغض اور تعصب رکھنے والوں نے الزام تراشا ہے کہ حدیث میں جس کی استعداد کم تھی، اس کی روایت کم ہوئی۔ لیکن ائمۂ کبار کے متعلق اس بات کی قطعاً گنجائش نہیں ہے کیونکہ شریعت کا بیان قرآن وحدیث سے ہوتا ہے اور قرآن وحدیث سے ہی اخذ کیا جاتا ہے۔ حدیث میں جس کی استعداد کم ہو اس پر لازم ہے کہ حدیث کا طالب ہو اور اس کی روایت کرے، وہ احادیث کی طلب میں پوری کوشش کرے تاکہ دین کو اس کے صحیح اصول سے حاصل کرے اور صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام لے۔

ائمۂ گرامی میں سے جس کی روایتِ حدیث کم رہی ہے اس کی وجہ وہ مطاعن اور علتیں ہیں جو حدیث کی روایت میں پیش آتی ہیں اور خاص کر اس صورت میں کہ اکثر اہلِ حدیث کے نزدیک جرح، تعدیل پر مقدم ہے، اِس صورت میں مجتہد کا اجتہاد اس طرف جاتا ہے کہ ایسی روایتوں کو چھوڑ دے کہ جن کے الفاظ میں اور طرقِ اسانید میں اختلاف ہو اور یہ بھی ہے کہ اہلِ حجاز بہ نسبت اہلِ عراق کے حدیث کی روایت زیادہ کرتے ہیں کیونکہ مدینہ منورہ ہجرت کا مقام اور صحابہ کا مسکن ہے اور ان میں سے جو عراق کو منتقل ہوا اس کا مشغلہ زیادہ تر جہاد رہا ہے۔

امام ابو حنیفہ کی قلتِ روایت کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ انہوں نے روایت اور تحمّلِ حدیث کی شرطوں میں شدت کی ہے اور کہا ہے کہ اگر راوی کا خود اپنا فعل اس کی روایت سے معارض ہو

وہ روایت ضعیف ہے چاہے اس کو عدول نے نقل کیا ہو (مثلاً روایت میں رفع یدین کا کرنا ہے،
لیکن روایت کرنے والے صحابی رفعِ یدین نہیں کرتے تھے) ان وجوہات کی بنا پر آپ کی روایات
کم ہیں، نہ یہ کہ آپ نے قصداً احدیث کی روایتیں چھوڑی ہیں، اس سے آپ قطعاً بَری ہیں اور اس
سے ظاہر ہے کہ آپ علمِ حدیث کے بلند پایہ مجتہدوں میں سے ہیں کہ محدّثین کے بڑوں نے آپ کے
مذہب پر اعتماد اور بھروسہ کیا ہے اور آپ کے ردّ و قبول کو وقعت دی ہے اور آپ کے علاوہ
دوسرے محدّثین نے جو کہ جمہور ہیں شروط میں وسعت اختیار کی ہے، لہٰذا ان کی روایتیں زیادہ
ہوئیں یہ سب اُن کا اجتہاد ہے اور ابو حنیفہ کے بعد آپ کے اصحاب نے بھی شروط میں وسعت
اختیار کی اور ان کی روایتیں بھی زیادہ ہو گئیں، چنانچہ طحطاوی نے کثرت سے روایت کی —
انہوں نے اپنی مسند لکھی ہے جو بڑے پایہ کی ہے، لیکن وہ صحیحین کے درجہ کی نہیں ہے کیونکہ
جن شروط پر بخاری اور مسلم نے اپنی کتابوں کو لکھا ہے، ان شرطوں پر امّت کا اجماع ہے جس
کا بیان علماء نے کیا ہے اور طحاوی کی شرطوں پر سب کا اتفاق نہیں ہے، جیسے مستور الحال
(جس کا حال معلوم نہ ہو) وغیرہ روایت ہے، بنابریں بخاری و مسلم اور کتب سنن معروفہ اس پر
مقدم ہیں کیونکہ طحطاوی کی شرطیں ان کی شرطوں سے کم درجہ کی ہیں، بنابریں کہا گیا ہے، بخاری
مسلم کی روایات بالاجماع مقبول ہیں کیونکہ ان کی شرطوں کو سب نے بالاجماع قبول کیا ہے۔
دیکھو اس میں تم شک کو راہ نہ دو یہ سب حضرات حُسنِ ظَن کے شایان ہیں۔ ان کے فعل کے لئے صحیح
مخرج تلاش کیا جائے اور حقائقِ امور سے اللہ پاک خوب عالم ہے۔

۱۶۔حضرتِ امامِ ربّانی مجدّد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرّہٗ کا مکتوب[1] مبارک

وحضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام کہ بعداز نزول متابعت ایں شریعت خواہد نمود واتباعِ سنّت آں سرورِ علیہ وعلیٰ آلہ الصّلاۃ والسلام نیز خواہد کرد کہ نسخ ایں شریعت مجوز نیست، نزدیک است از علمارِ ظواہر مجتہدات اوراعلیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام از کمالِ دقّت وغموض ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب وسنّت دانند، مثلِ روح اللہ مثلِ امام اعظم کوفی است رحمۃ اللہ علیہ۔ کہ بہ برکت ورع وتقوی وبہ دولت متابعتِ سنّت درجۂ علیا دراجتہاد واستنباط یافتہ است کہ دیگراں درفہم آں قاصر اند ومجتہدات اورا بہ واسطۂ دقّتِ معانی، مخالفِ کتاب وسنّت دانند، واورا واصحاب اُورا اصحابِ رای پندارند وَکُلّ ذٰلِکَ لِعَدَمِ الوصُولِ الیٰ حقیقۃ علمہ وَدِرَایتِہٖ وَعَدَمِ الأطلاع عَلیٰ فھمہ، وفراست امام شافعی بہ کرشمہ از دِقتِ فقاہتِ اُو علیہ الرضوان دریافت کرگفت الفقہار کلھم عیال ابی حنیفۃ، وائے از جرأتہائے قاصر نظراں کہ قصورِ خود را بہ دیگرے نسبت نمایند۔

قاصرے گر کند ایں سلسلہ را طعن قصور — حاش للہ برآرم بہ زباں ایں گلہ را

ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

وبہ واسطۂ ہمیں مناسبت کہ بہ حضرت روح اللہ دارد تواند بود آنچہ خواجہ محمد پارسا درفصولِ ستّہ نوشتہ است کہ حضرتِ عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام بعداز نزول بہ مذہبِ امام ابی حنیفہ عمل خواہد کرد، یعنی اجتہاد حضرت روح اللہ موافق اجتہاد امام اعظم خواہد بود نہ آں کہ تقلیدِ ایں مذہب خواہد کرد علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کہ شانِ او علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام ازاں بلند تراست کہ تقلید علمارِ اُمّت فرماید، بے شائبۂ تکلّف وتعصب گفتہ می شود کہ نورانیّتِ ایں مذہبِ حنفی بہ نظرِ کشفی دررنگ دریائے عظیم می نماید وسائر مذاہب دررنگ حیاض وجداول بہ نظر می درآیند

---

[1] ملاحظہ کریں مکتوبات کے دفتر دوم کے مکتوب ۵۵ میں۔

بر ظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ می آید، سوادِ اعظم از اہلِ اسلام متابعان ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان، و این مذہب با وجود کثرت متابعان در اصول و فروع از سائر مذاہب متمیز است و در استنباط طریق علیحدہ دارد و این معنی مُنبی از حقیقت است عجب معاملہ است امام ابو حنیفہ در تقلید سنت از ہمہ پیش قدم است و احادیث مرسل را در رنگ احادیث مُسند شایانِ متابعت می داند و بر رائے خود مقدم می دارد، و ہمچنین قول صحابی را بہ واسطۂ شرف صحبت خیر البشر علیہ و علیہم الصلوٰت و التسلیمات بر رای خود مقدّم می دارد، و دیگراں را نہ چنین اند، مع ذٰلک مخالفان او را صاحب رای می دانند و الفاظے کہ منبی از سوئے ادب اند بہ اُو منتسب می سازند، با وجود آنکہ ہمہ بہ کمال علم و وفور ورع و تقوائے او معترف اند، حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ایشان را توفیق دہاد کہ آزار رأسِ دین و رئیس اہلِ اسلام نہ نمایند و سوادِ اعظم اسلام را ایذا نہ کنند۔ يُرِيدُونَ اَنْ يُّطْفِؤُا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ جماعہ کہ این اکابر دین را اصحاب رائے می دانند اگر ایں اعتقاد دارند کہ ایشان برائے خود حکم می کردند و متابعت کتاب و سنت نہ می نمودند پس سوادِ اعظم بزعم فاسدِ ایشان ضال و مبتدع باشد بلکہ از جرگۂ اہلِ اسلام بیروں بوند۔ ایں اعتقاد نہ کنند مگر جاہلے کہ از جہل خود بیخبر است یا زندیقے کہ مقصودش ابطال شطر دین است، ناقصے چند، احادیث چند را یاد گرفتہ اند و احکام شریعت را منحصر دراں ساختہ اند، و ما ورائے معلوم خود را نفی می نمایند و آنچہ نزد ایشاں ثابت نہ شدہ منتفی می سازند ؎

چو آں کرمے کہ در سنگے نہاں است   زمین و آسمانِ او ہماں است

وائے ہزار وائے از تعصّبہائے باردِ ایشان و از نظرہائے فاسدِ ایشان بانی فقہ ابو حنیفہ است و سہ حصّہ از فقہ او را مسلم داشتہ اند و در ربع باقی ہمہ شرکت دارند با وے، در فقہ صاحبِ خانہ اوست و دیگراں ہمہ عیال وے اند، با وجود التزام ایں مذہب مرا با امام شافعی گویا محبتِ ذاتی است و بزرگ می دانم لہٰذا در بعضے اعمال نافلہ تقلید مذہب او می نمایم اما چہ کنم کہ دیگراں را با وجود و فور علم و کمال تقویٰ در جنب امام ابی حنیفہ در رنگ طفلاں می یابم وَالْاَمْرُ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ۔

مکتوب مبارک کا ترجمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد اس شریعت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرینگے کیونکہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں اور ہو سکتا ہے کہ علماءِ ظواہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجتہدات کو ان کی باریکی اور اخفائے ماخذ کی وجہ سے انکار کر دیں اور اُن کے اجتہادات کو کتاب و سنت کے خلاف سمجھ لیں۔ حضرت عیسیٰ کا حال امامِ اعظم کوفی کے حال کی طرح

ہے، حضرت امام نے اپنے ورع و تقویٰ کی برکت اور سنّتِ مبارکہ کی متابعت کی بہ دولت اجتہاد میں اور مسائل کے استنباط میں ایسا بلند مرتبہ پایا ہے کہ دوسرے افراد اس کے سمجھنے سے عاجز اور قاصر ہیں اور آپ کے اجتہادات کو بہ وجہ ان کی دِقّتِ معانی کے کتاب و سنّت کے خلاف سمجھ لیا ہے اور یہ سب کچھ اس بنا پر ہوا ہے کہ یہ لوگ آپ کے علم کی حقیقت اور درایت نہیں سمجھ سکے ہیں، امام شافعی کی فراست کو جو فقاہت کے کرشمہ سے دریافت کر گئے ہیں ان کے اس قول سے سمجھنا چاہئے جو انہوں نے کہا ہے کہ تمام فقہا ابو حنیفہ کے محتاج ہیں، افسوس ہے اُن کوتاہ بینوں کی جرأت پر کہ وہ اپنی کوتاہی کو دوسروں کی طرف نسبت کرتے ہیں ؎

اگر کوئی کوتاہ بیں اس جماعت پر کوتاہی کا الزام عائد کرتا ہے، پناہ بہ خدا، تو میری زبان پر یہ آئیگا۔
دنیا بھر کے تمام شیر اس لڑی سے بندھے ہوئے ہیں بھلا لومڑی اپنی چالاکی سے اِس لڑی کو کیا توڑیگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو مناسبت حضرت امام اعظم کو ہے ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے حضرت خواجہ محمد پارسا (خلیفۂ اَجَلِّ حضرت شاہِ نقشبند) قدس اللہ اسرارہما نے فصولِ ستّہ میں لکھا ہو کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد امام ابو حنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے"۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اِس سے بہت اَرفع و اَعلیٰ ہے کہ وہ علماءِ اُمّت کی تقلید کریں لہٰذا تکلّف اور تعصّب کی مِلاوٹ کے بغیر یہ کہا جاتا ہے کہ اس مذہبِ حنفی کی نورانیّت، کشفی نظر سے ایک عظیم دریا کی طرح ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے سب مذاہب مثل حوضوں اور نالیوں کے نظر آتے ہیں اور ہم جب ظاہری احوال دیکھتے ہیں کہ اہلِ اسلام کی بڑی اکثریت ابو حنیفہ کے پیروان کی ہے اور یہ مذہب کثرتِ پیروان کے باوجود، اپنے اصول اور فروع میں تمام مذاہب سے ممتاز ہے، مسائل کے استنباط میں ان کا علیحدہ طریقہ ہے اور یہ معاملہ اس حقیقت پر دال ہے۔

عجیب بات ہے، سنّت کی پیروی کرنے میں امام ابو حنیفہ سب سے آگے ہیں، آپ مرسل حدیث کو مسند حدیث کی طرح شایانِ متابعت جانتے ہیں اور آپ مرسل حدیث کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں، دوسرے ائمہ کا یہ حال نہیں ہے۔ باوجود اس کے آپ کے مخالفین آپ کو صاحبِ رائے قرار دیتے ہیں اور آپ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے بے ادبی کا اظہار ہوتا ہے اور یہ سب کچھ ایسی صورت میں ہو رہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے علم و کمال اور ورع و تقویٰ کا سب کو اعتراف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق دے کہ دین کے سردار اور اہلِ اسلام کے رئیس کو بُرا نہ کہیں اور اسلام کی بڑی جماعت کی دل آزاری نہ کریں۔ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔

دین کے بزرگوں کو اصحاب رای کہنے والی جماعت کا اگر یہ خیال ہے کہ یہ بزرگانِ دین اپنی رائے سے حکم کرتے ہیں اور کتاب وسنّت کی پیروی نہیں کرتے ہیں تو اس صورت میں اسلام کا سوادِ اعظم گمراہ اور بتدع ہوا، بلکہ اسلام کی جماعت سے خارج ہوا۔ ایسا غلط اعتقاد وہی شخص کر سکتا ہے جو جاہل ہو اور اس کو اپنی جہالت کی خبر نہیں ہے، یا پھر وہ زندیق ہے اور اس کا مطلب آدھے دین کا باطل کرنا ہے۔ چند ناقصوں نے چند حدیثوں کو رَٹ لیا ہے اور شریعت کو ان احادیث میں منحصر سمجھ لیا ہے اور وہ اُن احادیثِ شریفہ کا انکار کرتے ہیں جن کا علم ان کو نہیں ہے۔

اُن کی مثال اس کیڑے کی ہے جو پتھّر میں چھپا ہوا ہے۔ اس کی زمین بھی وہی پتھّر اور اس کا آسمان بھی وہی پتھّر ہے۔

افسوس اور ہزار افسوس ان لوگوں کی بارد تعصبات اور فاسد نظریات پر، فقہ کے بانی حضرت ابوحنیفہ ہیں، فقہ کے تین حصّے ان کے لئے مسلم ہیں اور ایک حصّہ جو چوتھائی ہے اس میں باقی علما ان کے شریک ہیں۔ آپ فقہی گھر کے مالک ہیں اور سب آپ کی عیال ہیں۔ حنفی مذہب سے میرا یہ تعلق اور التزام ہوتے ہوئے امام شافعی سے مجھ کو ایک طرح کی محبت ہے اور میں ان کو بزرگ سمجھتا ہوں، چنانچہ بعض اعمالِ نافلہ میں ان کی تقلید کر لیتا ہوں۔ میں کیا کروں، ابوحنیفہ کے مقابلہ میں دوسروں کو باوجود ان کے علم اور کمالِ تقویٰ کے بچّوں کی طرح سمجھتا ہوں۔ معاملہ پروردگار کے سپرد ہے۔ الخ

۱۷۔ امام لیث بن سعد مصری نے لکھا ہے۔

علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابو بکر معروف بہ ابن قیم الجوزیہ حنبلی متوفی ۷۵۱ھ نے کتاب "اعلام الموقعین" کی تیسری جلد کے صفحہ ۸۳ میں لکھا ہے :۔

قَالَ الْحَافِظُ اَبُوْ يُوسُفَ يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ الْفَسَوِىُّ فِى كِتَابِ التَّارِيْخِ وَالْمَعْرِفَةِ لَهُ وَهُوَ كِتَابٌ جَلِيْلٌ غَزِيْرُ الْعِلْمِ جَمُّ الْفَوَائِدِ، حَدَّثَنِىْ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُكَيْرٍ الْمَخْزُوْمِىُّ قَالَ هٰذِهٖ رِسَالَةُ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ اِلٰى مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ۔

رِسَالَةُ اللَّيْثِ اِلٰى مَالِكٍ :۔ سَلَامٌ عَلَيْكَ، فَاِنِّىْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللهَ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، اَمَّا بَعْدُ، عَافَانَا اللهُ وَاِيَّاكَ، وَاَحْسَنَ لَنَا الْعَاقِبَةَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، قَدْ بَلَغَنِىْ كِتَابُكَ تَذْكُرُ فِيْهِ مِنْ صَلَاحِ حَالِكُمُ الَّذِىْ يَسُرُّنِىْ، فَاَدَامَ اللهُ ذٰلِكَ لَكُمْ وَاَتَمَّهٗ بِالْعَوْنِ عَلٰى شُكْرِهٖ وَالزِّيَادَةِ مِنْ اِحْسَانِهٖ، وَذَكَرْتَ نَظْرَكَ فِى الْكُتُبِ الَّتِىْ بَعَثْتُ بِهَا اِلَيْكَ وَاِقَامَتَكَ اِيَّاهَا وَخَتْمَكَ عَلَيْهَا وَقَدْ اَتَتْنَا، فَجَزَاكَ اللهُ عَمَّا قَدَّمْتَ مِنْهَا خَيْرًا فَاِنَّهَا كُتُبٌ اِنْتَهَتْ اِلَيْنَا عَنْكَ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُبْلِغَ حَقِيْقَتَهَا بِنَظْرِكَ فِيْهَا وَذَكَرْتَ اَنَّهٗ قَدْ اَنْشَطَكَ مَا كَتَبْتُ اِلَيْكَ فِيْهِ مِنْ تَقْوِيْمِ مَا اَتَانِىْ عَنْكَ اِلَى ابْتِدَائِىْ بِالنَّصِيْحَةِ وَرَجَوْتَ اَنْ يَكُوْنَ لَهَا عِنْدِىْ مَوْضِعٌ وَاَنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْكَ مِنْ ذٰلِكَ فِيْمَا خَلَا اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ رَاْيُكَ فِيْنَا جَمِيْلًا، اِلَّا اِنِّىْ لَمْ اُذَاكِرْكَ مِثْلَ هٰذَا۔

وَاَنَّهٗ بَلَغَكَ اَنِّىْ اُفْتِىْ بِاَشْيَاءَ مُخَالِفَةً لِمَا عَلَيْهِ جَمَاعَةُ النَّاسِ عِنْدَكُمْ وَاَنِّىْ يَحِقُّ عَلَى الْخَوْفِ عَلٰى نَفْسِىْ لِاِعْتِمَادِ مَنْ قَبْلِىْ عَلٰى مَا اَفْتَيْتُهُمْ بِهٖ وَاَنَّ النَّاسَ تَبَعٌ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ الَّتِىْ اِلَيْهَا كَانَتِ الْهِجْرَةُ وَبِهَا نَزَلَ الْقُرْاٰنُ۔ وَقَدْ اَصَبْتَ بِالَّذِىْ كَتَبْتَ بِهٖ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى وَوَقَعَ مِنِّىْ بِالْمَوْقِعِ الَّذِىْ تُحِبُّ وَمَا اَجِدُ اَحَدًا يُنْسَبُ اِلَيْهِ الْعِلْمُ اَكْرَهَ لِشَوَاذِ الْفُتْيَا وَلَا اَشَدَّ تَفْضِيْلًا لِعُلَمَاءِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ الَّذِيْنَ مَضَوْا وَلَا آخَذَ لِفُتْيَاهُمْ فِيْمَا اتَّفَقُوْا عَلَيْهِ مِنِّىْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الَّذِىْ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔

وَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ مَقَامِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ وَنُزُوْلِ الْقُرْاٰنِ

بِهَا عَلَيْهِ بَيْنَ ظَهْرَى أَصْحَابِهِ وَمَا عَلَّمَهُمُ اللهُ مِنْهُ وَأَنَّ النَّاسَ صَارُوْا بِهِ تَبَعًا لَهُمْ فِيْهِ فَكَمَا ذَكَرْتَ، وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالَىٰ: "وَالسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ"، فَإِنَّ كَثِيْرًا مِنْ أُولٰئِكَ السَّابِقِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ خَرَجُوْا إِلَى الْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللهِ فَجَنَّدُوا الْأَجْنَادَ وَاجْتَمَعَ إِلَيْهِمُ النَّاسُ فَأَظْهَرُوْا بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ وَلَمْ يَكْتُمُوْهُمْ شَيْئًا عَلِمُوْهُ، وَكَانَ فِيْ كُلِّ جُنْدٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ يُعَلِّمُوْنَ كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ وَيَجْتَهِدُوْنَ بِرَأْيِهِمْ فِيْمَا لَمْ يُفَسِّرْهُ لَهُمُ الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ وَتَقَدَّمَهُمْ عَلَيْهِ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ الَّذِيْنَ اخْتَارَهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ وَلَمْ يَكُنْ أُولٰئِكَ الثَّلَاثَةُ مُضَيِّعِيْنَ لِأَجْنَادِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا غَافِلِيْنَ عَنْهُمْ بَلْ كَانُوْا يَكْتُبُوْنَ فِي الْأَمْرِ الْيَسِيْرِ لِإِقَامَةِ الدِّيْنِ وَالْحَذَرِ مِنَ الْاِخْتِلَافِ بِكِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ، فَلَمْ يَتْرُكُوْا أَمْرًا فَسَّرَهُ الْقُرْآنُ أَوْ عَمِلَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوِ ائْتَمَرُوْا فِيْهِ بَعْدَهُ إِلَّا عَلَّمُوْهُمُوْهُ، فَإِذَا جَاءَ أَمْرٌ عَمِلَ فِيْهِ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِصْرَ وَالشَّامِ وَالْعِرَاقِ عَلٰى عَهْدِ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَلَمْ يَزَالُوْا عَلَيْهِ حَتّٰى قُبِضُوْا، لَمْ يَأْمُرُوْهُمْ بِغَيْرِهِ فَلَا نَرَاهُ يَجُوْزُ لِأَجْنَادِ الْمُسْلِمِيْنَ أَنْ يُحْدِثُوا الْيَوْمَ أَمْرًا لَمْ يَعْمَلْ بِهِ سَلَفُهُمْ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ، مَعَ أَنَّ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ اخْتَلَفُوْا بَعْدُ فِي الْفُتْيَا فِيْ أَشْيَاءَ كَثِيْرَةٍ، وَلَوْلَا أَنِّيْ قَدْ عَرَفْتُ أَنْ قَدْ عَلِمْتَهَا كَتَبْتُ بِهَا إِلَيْكَ، ثُمَّ اخْتَلَفَ التَّابِعُوْنَ فِيْ أَشْيَاءَ بَعْدَ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَسَلَّمَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَنُظَرَاؤُهُ أَشَدَّ الْاِخْتِلَافِ ثُمَّ اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ كَانُوْا بَعْدَهُمْ فَحَضَرْتُهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ وَغَيْرِهَا وَرَأْسُهُمْ يَوْمَئِذٍ ابْنُ شِهَابٍ وَرَبِيْعَةُ بْنُ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَكَانَ مِنْ خِلَافِ رَبِيْعَةَ لِبَعْضِ مَا قَدْ مَضٰى مَا قَدْ عَرَفْتَ وَحَضَرْتَ، وَسَمِعْتُ قَوْلَكَ فِيْهِ وَقَوْلَ ذَوِي الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ وَعُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَكَثِيْرِ بْنِ فَرْقَدٍ وَغَيْرِ كَثِيْرٍ مِمَّنْ أَسَنَّ مِنْهُ حَتّٰى اضْطَرَّكَ مَا كَرِهْتَ مِنْ ذٰلِكَ إِلٰى فِرَاقِ مَجْلِسِهِ وَذَاكَرْتُكَ وَعَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بَعْضَ مَا نَعِيْتُ عَلٰى رَبِيْعَةَ مِنْ ذٰلِكَ فَكُنْتُمَا مِنَ الْمُوَافِقِيْنَ فِيْمَا أَنْكَرْتُ تَكْرَهَانِ مِنْهُ مَا أَكْرَهُهُ وَمَعَ ذٰلِكَ بِحَمْدِ اللهِ عِنْدَ رَبِيْعَةَ خَيْرٌ كَثِيْرٌ وَلِسَانٌ بَلِيْغٌ وَفَضْلٌ مُسْتَبِيْنٌ وَطَرِيْقَةٌ حَسَنَةٌ فِي الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّةٌ لِإِخْوَانِهِ عَامَّةً وَلَنَا خَاصَّةً، رَحِمَهُ اللهُ وَغَفَرَ لَهُ وَجَزَاهُ بِأَحْسَنَ مِنْ عَمَلِهِ۔

وَكَانَ يَكُوْنَ مِنْ اِبْنِ شِہَابٍ اخْتِلَافٌ كَثِيْرٌ إِذَا لَقِيْنَاهُ وَإِذَا كَاتَبَهُ بَعْضُنَا فَرُبَّمَا كَتَبَ إِلَيْهِ فِي الشَّيْءِ الْوَاحِدِ عَلَىٰ فَضْلِ رَأْيِهِ وَعِلْمِهِ بِثَلَاثَةِ أَنْوَاعٍ يَنْقُضُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَلَا يَشْعُرُ بِالَّذِیْ مَضَىٰ مِنْ رَأْيِهِ فِیْ ذٰلِكَ فَهٰذَا الَّذِیْ يَدْعُوْنِیْ إِلَىٰ تَرْكِ مَا أَنْكَرْتَ تَرْكِیْ إِيَّاهُ. وَقَدْ عَرَفْتَ أَيْضًا عَيْبَ إِنْكَارِیْ إِيَّاهُ أَنْ يَجْمَعَ أَحَدٌ مِنْ أَجْنَادِ الْمُسْلِمِيْنَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ لَيْلَةَ الْمَطَرِ وَمَطَرُ الشَّامِ أَكْثَرُ مِنْ مَطَرِ الْمَدِيْنَةِ بِمَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللّٰهُ، لَمْ يَجْمَعْ مِنْهُمْ إِمَامٌ قَطُّ فِیْ لَيْلَةِ مَطَرٍ، وَفِيْهِمْ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَيَزِيْدُ بْنُ أَبِیْ سُفْيَانَ وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَعْلَمُكُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَقَالَ يَأْتِیْ مُعَاذٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْنَ يَدَيِ الْعُلَمَاءِ بِرَتْوَةٍ (خُطْوَةٍ) وَشُرَحْبِيْلُ بْنُ حَسَنَةَ وَأَبُو الدَّرْدَاءِ وَبِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ وَكَانَ أَبُوْ ذَرٍّ بِمِصْرَ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَسَعْدُ بْنُ أَبِیْ وَقَّاصٍ وَبِحِمْصَ سَبْعُوْنَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ وَبِأَجْنَادِ الْمُسْلِمِيْنَ كُلِّهَا وَبِالْعِرَاقِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَحُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ وَنَزَلَهَا أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِیُّ بْنُ أَبِیْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ فِی الْجَنَّةِ سِنِيْنَ وَكَانَ مَعَهُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَجْمَعُوْا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ قَطُّ۔

وَمِنْ ذٰلِكَ الْقَضَاءُ بِشَهَادَةِ شَاهِدٍ وَيَمِيْنِ صَاحِبِ الْحَقِّ وَقَدْ عَرَفْتَ أَنَّهُ لَمْ يَزَلْ يُقْضٰى بِالْمَدِيْنَةِ بِهِ وَلَمْ يَقْضِ بِهِ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشَّامِ وَبِحِمْصَ وَلَا بِمِصْرَ وَلَا بِالْعِرَاقِ، وَلَمْ يَكْتُبْ بِهِ إِلَيْهِمُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ ثُمَّ وَلِیَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَكَانَ كَمَا عَلِمْتَ فِیْ إِحْيَاءِ السُّنَنِ وَالْجِدِّ فِیْ إِقَامَةِ الدِّيْنِ وَالْإِصَابَةِ فِی الرَّأْیِ وَالْعِلْمِ بِمَا مَضٰى مِنْ أَمْرِ النَّاسِ فَكَتَبَ إِلَيْهِ رُزَيْقُ بْنُ الْحَكَمِ: إِنَّكَ كُنْتَ تَقْضِیْ بِالْمَدِيْنَةِ بِشَهَادَةِ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ وَيَمِيْنِ صَاحِبِ الْحَقِّ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ۔ إِنَّا كُنَّا نَقْضِیْ بِذٰلِكَ بِالْمَدِيْنَةِ فَوَجَدْنَا أَهْلَ الشَّامِ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ فَلَا نَقْضِیْ إِلَّا بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ وَلَمْ يَجْمَعْ بَيْنَ الْعِشَاءِ وَالْمَغْرِبِ قَطُّ لَيْلَةَ الْمَطَرِ، وَالْمَطَرُ يَنْسَكِبُ عَلَيْهِ فِیْ مَنْزِلِهِ الَّذِیْ كَانَ بِخُنَاصِرَةَ سَاكِنًا۔

وَمِنْ ذٰلِكَ أَنَّ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ يَقْضُوْنَ فِیْ صَدُقَاتِ النِّسَاءِ أَنَّهَا مَتٰى شَاءَتْ أَنْ تَتَكَلَّمَ فِیْ مُؤَخَّرِ صَدَاقِهَا تَكَلَّمَتْ فَدُفِعَ إِلَيْهَا وَقَدْ وَافَقَ أَهْلُ الْعِرَاقِ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى ذٰلِكَ وَأَهْلُ الشَّامِ وَأَهْلُ مِصْرَ وَلَمْ يَقْضِ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مَنْ

بَعْدَهُمْ لِإِمْرَأَةٍ بِصَدَاقِهَا الْمُؤَخَّرِ إِلَّا أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا مَوْتٌ أَوْ طَلَاقٌ فَتَقُوْمُ عَلَى حَقِّهَا۔

وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ فِي الْإِيْلَاءِ أَنَّهُ لَا يَكُوْنُ عَلَيْهِ طَلَاقٌ حَتّٰى يُوْقَفَ وَإِنْ مَرَّتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَقَدْ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَهُوَ الَّذِيْ كَانَ يُرْوٰى عَنْهُ ذٰلِكَ التَّوْقِيْفُ بَعْدَ الْأَشْهُرِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ فِي الْإِيْلَاءِ الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهِ، لَا يَحِلُّ لِلْمُوْلِيْ إِذَا بَلَغَ الْأَجَلَ إِلَّا أَنْ يَفِيْءَ كَمَا أَمَرَ اللّٰهُ أَوْ يَعْزِمُ الطَّلَاقَ، وَأَنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ إِنْ لَبِثَ بَعْدَ أَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ الَّتِيْ سَمَّى اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهِ وَلَمْ يُوْقَفْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ طَلَاقٌ، وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَقَبِيْصَةَ بْنَ ذُؤَيْبٍ وَأَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالُوْا فِي الْإِيْلَاءِ إِذَا مَضَتْ أَرْبَعَةُ الْأَشْهُرِ فَهِيَ تَطْلِيْقَةٌ بَائِنَةٌ، وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ وَابْنُ شِهَابٍ إِذَا مَضَتْ أَرْبَعَةُ الْأَشْهُرِ فَهِيَ تَطْلِيْقَةٌ وَلَهُ الرَّجْعَةُ فِي الْعِدَّةِ۔

وَمِنْ ذٰلِكَ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ كَانَ يَقُوْلُ إِذَا مَلَّكَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَاخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَهِيَ تَطْلِيْقَةٌ وَإِنْ طَلَّقَتْ نَفْسَهَا ثَلَاثًا فَهِيَ تَطْلِيْقَةٌ، وَقَضٰى بِذٰلِكَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ وَكَانَ رَبِيْعَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُوْلُهُ وَقَدْ كَادَ النَّاسُ يَجْتَمِعُوْنَ عَلٰى أَنَّهَا إِنْ اِخْتَارَتْ زَوْجَهَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ طَلَاقٌ وَإِنْ اِخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَاحِدَةً أَوْ اِثْنَتَيْنِ كَانَتْ عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ وَإِنْ طَلَّقَتْ نَفْسَهَا ثَلَاثًا بَانَتْ مِنْهُ وَلَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَيَدْخُلُ بِهَا ثُمَّ يَمُوْتُ أَوْ يُطَلِّقُهَا، إِلَّا أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا فِيْ مَجْلِسِهِ فَيَقُوْلُ إِنَّمَا مَلَّكْتُكِ وَاحِدَةً فَيُسْتَحْلَفُ وَيُخَلّٰى بَيْنَهُ وَبَيْنَ اِمْرَأَتِهِ۔

وَمِنْ ذٰلِكَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ يَقُوْلُ أَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ أَمَةً ثُمَّ اشْتَرَاهَا زَوْجُهَا فَاشْتِرَاؤُهُ إِيَّاهَا ثَلَاثُ تَطْلِيْقَاتٍ وَكَانَ رَبِيْعَةُ يَقُوْلُ ذٰلِكَ وَإِنْ تَزَوَّجَتِ الْمَرْأَةُ عَبْدًا فَاشْتَرَتْهُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ۔

وَقَدْ بَلَغَنَا عَنْكُمْ شَيْئًا مِنَ الْفُتْيَا مُسْتَكْرَهًا، وَقَدْ كُنْتُ كَتَبْتُ إِلَيْكَ فِيْ بَعْضِهَا فَلَمْ تُجِبْنِيْ فِيْ كِتَابِيْ، فَتَخَوَّفْتُ أَنْ تَكُوْنَ اسْتَثْقَلْتَ ذٰلِكَ فَتَرَكْتُ الْكِتَابَ إِلَيْكَ فِيْ شَيْءٍ مِمَّا أَنْكَرُهُ وَفِيْمَا أَوْرَدْتُ فِيْهِ عَلٰى رَأْيِكَ، وَذٰلِكَ أَنَّكَ أَمَرْتَ زُفَرَ بْنَ عَاصِمِ الْهِلَالِيَّ حِيْنَ أَرَادَ أَنْ يَسْتَسْقِيَ، أَنْ يُقَدِّمَ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَأَعْظَمْتُ ذٰلِكَ لِأَنَّ الْخُطْبَةَ وَالْاِسْتِسْقَاءَ كَهَيْئَةِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنَّ الْإِمَامَ إِذَا دَنٰى مِنْ فَرَاغِهِ مِنَ الْخُطْبَةِ فَدَعَا حَوَّلَ رِدَاءَهُ ثُمَّ

نَزَلَ فَصَلَّى، وَقَدْ اِسْتَسْقَى عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَ اَبُوْبَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَغَيْرُهُمَا فَكُلُّهُمْ يُقَدِّمُ الْخُطْبَةَ وَالدُّعَاءَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَاسْتَهْتَرَ النَّاسُ كُلُّهُمْ فِعْلَ زُفَرَ بْنِ عَاصِمٍ مِنْ ذٰلِكَ وَاسْتَنْكَرُوْهُ۔

وَمِنْ ذٰلِكَ اَنَّهُ بَلَغَنِیْ اَنَّكَ تَقُوْلُ فِی الْخَلِيْطَيْنِ فِی الْمَالِ، اَنَّهُ لَا تَجِبُ عَلَيْهِمَا الصَّدَقَةُ حَتّٰی يَكُوْنَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَا تَجِبُ فِيْهِ الصَّدَقَةُ وَفِیْ كِتَابِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِمَا الصَّدَقَةُ وَيَتَرَادَّانِ بِالسَّوِيَّةِ وَقَدْ كَانَ ذٰلِكَ يُعْمَلُ بِهِ فِیْ وِلَايَةِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَبْلَكُمْ وَغَيْرُهُ وَالَّذِیْ حَدَّثَنَا بِهِ يَحْيَی بْنُ سَعِيْدٍ وَلَمْ يَكُنْ بِدُوْنِ اَفَاضِلِ الْعُلَمَاءِ فِیْ زَمَانِهِ، فَرَحِمَهُ اللّٰهُ وَغَفَرَ لَهُ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَصِيْرَهُ۔

وَمِنْ ذٰلِكَ اَنَّهُ بَلَغَنِیْ اَنَّكَ تَقُوْلُ، اِذَا اَفْلَسَ الرَّجُلُ وَقَدْ بَاعَهُ رَجُلٌ سِلْعَةً فَتَقَاضٰی طَائِفَةً مِنْ ثَمَنِهَا اَوْ اَنْفَقَ الْمُشْتَرِیْ طَائِفَةً مِنْهَا، اَنَّهُ يَاْخُذُ مَا وَجَدَ مِنْ مَتَاعِهِ وَكَانَ النَّاسُ عَلٰی اَنَّ الْبَائِعَ اِذَا تَقَاضٰی مِنْ ثَمَنِهَا شَيْئًا اَوْ اَنْفَقَ الْمُشْتَرِیْ مِنْهَا شَيْئًا فَلَيْسَتْ بِعَيْنِهَا۔

وَمِنْ ذٰلِكَ اَنَّكَ تَذْكُرُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُعْطِ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ اِلَّا لِفَرَسٍ وَاحِدٍ وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ يُحَدِّثُوْنَ اَنَّهُ اَعْطَاهُ اَرْبَعَةَ اَسْهُمٍ لِفَرَسَيْنِ وَمَنَعَهُ الْفَرَسَ الثَّالِثَ وَالْاُمَّةُ كُلُّهُمْ عَلٰی هٰذَا الْحَدِيْثِ، اَهْلُ الشَّامِ وَاَهْلُ مِصْرَ وَاَهْلُ الْعِرَاقِ وَاَهْلُ اَفْرِيْقِيَةَ، فَلَمْ يَكُنْ يَنْبَغِیْ لَكَ وَاِنْ كُنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَجُلٍ مَرْضِیٍّ، اَنْ تُخَالِفَ الْاُمَّةَ اَجْمَعِيْنَ۔

وَقَدْ تَرَكْتُ اَشْيَاءَ كَثِيْرَةً مِنْ اَشْبَاهِ هٰذَا، وَاَنَا اُحِبُّ تَوْفِيْقَ اللّٰهِ اِيَّاكَ وَطُوْلَ بَقَائِكَ لِمَا اَرْجُوْ لِلنَّاسِ فِیْ ذٰلِكَ مِنَ الْمَنْفَعَةِ وَمَا اَخَافُ مِنَ الضَّيْعَةِ اِذَا ذَهَبَ مِثْلُكَ مَعَ اِسْتِئْنَاسِیْ بِمَكَانِكَ وَاِنْ نَاَتِ الدَّارُ فَهٰذِهِ مَنْزِلَتُكَ عِنْدِیْ وَرَاْيِیْ فِيْكَ فَاسْتَيْقِنْهُ وَلَا تَتْرُكِ الْكِتَابَ اِلَیَّ بِخَبَرِكَ وَحَالِكَ وَحَالِ وَلَدِكَ وَاَهْلِكَ وَحَاجَةٍ اِنْ كَانَتْ لَكَ اَوْ لِاَحَدٍ يُوْصَلُ بِكَ فَاِنِّیْ اَسُرُّ بِذٰلِكَ، كَتَبْتُ اِلَيْكَ وَنَحْنُ صَالِحُوْنَ، مُعَافُوْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْاَلُ اللّٰهَ اَنْ يَرْزُقَنَا وَاِيَّاكُمْ شُكْرَ مَا اَوْلَانَا وَتَمَامَ مَا اَنْعَمَ بِهِ عَلَيْنَا وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔

امام لیث کے مکتوب کا آزاد اردو ترجمہ۔

علامہ ابن قیم جوزیہ نے "اعلام الموقعین" کی تیسری جلد کے صفحہ ۸۳ سے ۸۸ تک امام

لیث کے مکتوب کو حافظ فسوی کی کتاب "التاریخ والمعرفۃ لہ" سے نقل کیا ہے، لکھا ہے۔

تم پر (مالک بن انس پر) سلام ہو، اللہ وحدہ لاشریک لہ کی حمد وثنا کے بعد کہتا ہوں، اللہ ہم کو اور تم کو عافیت سے رکھے اور دنیا و آخرت میں ہماری عاقبت سنوارے۔

تمہارا خط ملا، تم نے اپنے احوال کی سلامتی کا ذکر کیا ہے، اس سے دل خوش ہوا، اللہ تم کو ہمیشہ اس حال میں رکھے اور شکر گزاری کرنے میں تمہاری مدد کر کے تم پر اتمام نعمت اور احسان کی زیادتی کرے تم نے میرے مکاتیب کے پہنچنے اور ان کو پڑھنے اور ٹھیک قرار دینے کا لکھا ہے تم نے ان پر اپنی رضامندی کی مُہر لگادی ہے، اللہ تم کو اس کا اجر دے، مجھ کو تمہارے مکاتیب ملے، میں چاہتا ہوں کہ اس مکتوب میں حقیقت کا اظہار کردوں۔

تم نے ذکر کیا ہے کہ میں نے جو کچھ تم کو لکھا ہے اس میں ان باتوں کی درستی ہے جو مجھ کو پہنچی تھیں اور میں نے نصیحت کی ابتدا کی تھی، تم نے اُمید کی ہے کہ میرے نزدیک اس کی اہمیت ہوگی اور اس سے پہلے تمہارے نہ لکھنے کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے متعلق تمہاری رائے اچھی ہے لیکن ایسا تذکرہ میں نے تم سے نہیں کیا ہے، تم کو میرے متعلق یہ خبر پہنچی ہے کہ میں لوگوں کو ایسے فتوے دیتا ہوں جو تمہاری طرف کے لوگوں کی ایک جماعت کے خلاف ہیں۔ میرے لئے کس بنا پر یہ لائق ہے کہ میں ان فتاوی کی وجہ سے خطرہ محسوس کروں کیونکہ میرا اعتماد اپنے فتاوی میں اس پر ہے جو ہماری طرف رائج ہے، لوگ اہلِ مدینہ کے تابع ہیں، ہجرت مدینہ منورہ ہی کی طرف ہوئی ہے، وہاں قرآن مجید کا نزول ہوا ہے، اِس سلسلہ میں جو بات تم نے لکھی ہے ان شار اللہ درست ہے، تمہارے حسبِ منشار میرے نزدیک اس کی قدر و منزلت ہے، اہلِ علم میں شاذ فتاوی کو سب سے زیادہ ناپسند کرنے والا اور مدینہ منورہ کے ان علمار کو جو گزر چکے ہیں سب سے زیادہ فضیلت دینے والا اور اُن فتاوی کو جن پر ان کا اتفاق ہوا ہے سب سے زیادہ لینے والا اپنے سے زیادہ کسی کو نہیں پاتا ہوں۔ حمد اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس کا شریک کوئی نہیں۔

تم نے مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کرنے کا اور وہاں صحابہ کے سامنے قرآن مجید نازل ہونے کا اور اللہ تعالیٰ کا اُن کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کا اور پھر لوگوں کو ان کی پیروی کرنے کا ذکر کیا ہے، ہاں یہ سب اسی طرح ہوا ہے، پھر تم نے سورۂ توبہ کی آیت نمبر ایک سو لکھی ہے۔

(ترجمہ) اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور جو اُن کے پیچھے آئے نیکی سے، اللہ راضی اُن سے اور وہ راضی اللہ سے، اور رکھے ہیں واسطے اُن کے باغ، نیچے بہتی نہریں،

رہا کریں اُن میں ہمیشہ، یہی ہے بڑی مراد ملنی۔

(شاہ عبدالقادر نے فائدہ میں لکھا ہے۔ جنگِ بدر تک جو مسلمان ہوئے وہ قدیم ہیں باقی اُن کے تابع)

اِس سلسلہ میں یہ بات ہے کہ سابقین اوّلین میں سے بہت سے افراد اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے نکلے، انہوں نے فوجیں اکھٹی کیں اور اُن پر لوگوں کی بھیڑ ہوئی انہوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنّت کا اظہار لوگوں پر کیا، جو کچھ اُن کو معلوم تھا اس کو نہیں چھپایا، ہر فوج میں بعض حضرات ایسے ہوا کرتے تھے جو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی تعلیم لوگوں کو دیا کرتے تھے اور جن مسائل کا ذکر کتاب وسنّت میں نہیں ہوا ہے اُن میں اجتہاد کیا کرتے تھے، اُن کے پیش رَو حضرات ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم تھے، جن کو مسلمانوں نے اپنا مقتدا بنایا تھا، یہ تینوں حضرات نہ اسلامی افواج کی تضییع چاہتے تھے اور نہ اُن کی طرف سے غافل تھے، وہ آسان امور تک میں اُن کو ہدایات دیا کرتے تھے اور کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ میں اختلاف کرنے سے ان کو ڈرایا کرتے تھے، اِن حضرات نے ایسا کوئی امر نہیں چھوڑا ہے کہ جس کا بیان قرآن مجید میں آیا ہو، یا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا ہو یا آپ کے بعد جس پر اتفاق ہوا ہو، کہ اس کی تعلیم ان لوگوں کو نہ دی ہو، حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں جب بھی کوئی حکم مصر وشام وعراق پہنچتا تھا، اس پر اُن ممالک میں رہنے والے صحابہ عمل کیا کرتے تھے، جہاد پر جو صحابہ نکلے تھے جب تک انہوں نے اُن ممالک کو فتح نہ کر لیا جہاد کرتے رہے اور اس ملک کو فتح کرنے کے بعد اُن حضرات نے وہاں سکونت اختیار کرلی اور انہی ممالک میں ان کی وفات ہوئی ہے، وہ آخر وقت تک اُن احکام پر عامل رہے جو اُن کو ملے تھے، انہوں نے کبھی اُن احکام کے خلاف فتویٰ نہیں دیا، لہٰذا ہم آج کے دن اسلامی افواج کے لئے جائز نہیں سمجھتے کہ وہ ان احکام کے خلاف کریں جو کہ حضراتِ صحابہ اور اُن کے اتباع اُن کے واسطے بیان کر گئے ہیں۔ اس میں کلام نہیں ہے کہ حضراتِ صحابہ کا مسائل میں اختلاف ہوا ہے اور ایسے اختلافی مسائل کثرت سے ہیں۔ اگر میں یہ سمجھتا کہ تم کو ان مسائل کا علم نہیں ہے تو میں ان کا بیان کرتا، پھر صحابہ کے بعد سعید بن المسیب اور اُن کے ہمعصروں میں شدید اختلافات ہوئے اور پھر ان کے بعد ان کے اتباع میں اختلافات ہوئے، مدینہ منوّرہ میں اور دوسرے مقامات میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اس زمانہ میں ابنِ شہاب اور ربیعۃ بن عبدالرحمٰن سرگروہ تھے، ربیعہ نے گزرے ہوئے مسائل میں بھی

اختلاف کیا ہے جس کا تم کو علم ہے، ربیعہ کے متعلق تمہاری باتیں میں نے سُنی ہیں اور میں نے اہلِ مدینہ کے اصحابِ رائے جیسے یحییٰ بن سعید، عبیداللہ بن عمر، کثیر بن فرقد اور کثیر کے سوا اوروں کی باتیں بھی سُنی ہیں جو کہ کثیر سے بڑے تھے، ربیعہ کی باتیں تم کو پسند نہ تھیں لہٰذا تم نے اُن کی مجلس میں جانا چھوڑ دیا اور اس سلسلہ میں تم سے اور عبدالعزیز بن عبداللہ سے میری گفتگو ہوئی ۔ تم دونوں میرے موافق تھے، جن باتوں پر میں نے انکار کیا تھا تم دونوں بھی ان باتوں کو ناپسند کرتے تھے، باوجود اس کے کہ اللہ کے فضل وکرم سے ربیعہ کے پاس خیرِ کثیر اور عقلِ صحیح اور کھُلا فضل اور اسلام کا اچھا طریقہ اور مسلمان بھائیوں کے لئے عام طور پر اور ہمارے لئے خاص طور پر محبّت تھی، اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کی بخشش کا سامان مہیا کرے اور ان کے عمل سے بہتر جزا اُن کو عنایت کرے۔

ابنِ شہاب زہری کے فتادی اور اقوال میں بڑا اختلاف ہوا کرتا تھا، جب ہم اُن سے ملتے تھے اور جب ہم میں سے کوئی ان کو لکھ کر کچھ پوچھتا تھا تو باوجود اُن کے علم اور رائے اور فضل کے اُن کا لکھا ہوا جواب کسی ایک مسئلہ میں تین طرح کا ہوا کرتا تھا، ان کی ایک تحریر دوسری تحریر کی نقیض ہوتی تھی اور اُن کو اس کا احساس نہیں ہوا کرتا تھا کہ وہ پہلے کیا لکھ چکے ہیں اور اب کیا لکھ رہے ہیں، میں نے ایسے ہی مُنکَر اقوال کی وجہ سے اُن کو چھوڑا جو تم کو پسند نہ آیا، تم جانتے ہو کہ بارش کی حالت میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ملا کر پڑھنے پر میں نے انکار کیا تھا، کیوں کہ مدینہ منورہ سے زیادہ بارش شام میں ہوتی ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ حضرات ائمہ میں سے کسی ایک نے بھی مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ملا کر نہیں پڑھا ہے۔ ائمہ میں حضرات عبیدہ بن الجراح، خالد بن الولید، یزید بن ابوسفیان، عمرو بن العاص، معاذ بن جبل تھے اور ہم تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہنچا ہے ۔ "اَعْلَمُکُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ" تم سب میں حلال اور حرام کا زیادہ جاننے والا معاذ بن جبل ہے۔ اور وَیَاتِیْ مُعَاذُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بَیْنَ یَدَیِ الْجَمَاعَۃِ بِرَتْوَۃٍ" اور قیامت کے دن علماء کی جماعت کے پیش رَو معاذ ہوں گے۔ اور شرجبیل بن حسنہ، ابوالدرداء اور بلال بن رباح بھی شام میں تھے۔ اور مصر میں ابوذر زبیر بن العوام اور سعد بن وقاص تھے اور حمص میں اہلِ بدر میں سے ستّر افراد تھے۔ مسلمانوں کی تمام جماعتوں میں اہل بدر کے حضرات صحابہ میں سے تھے۔ اور مسلمانوں کی تمام فوجوں میں وہ تھے۔ اور عراق میں ابن مسعود، حذیفۃ بن الیمان، عمران بن حصین اور امیر المومنین حضرت علی

کرم اللہ وجہہ کئی سال وہاں مقیم رہے اور آپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے۔ اِن حضرات نے مغرب اور عشاء کی نماز مِلا کر کبھی نہیں پڑھی۔

اور ایسے ہی مسائل میں سے یہ مسئلہ ہے کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کر دیا جائے تم کو معلوم ہے کہ مدینہ میں اس پر عمل ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے شام میں، حمص میں، مصر میں، عراق میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ نہیں کیا ہے اور نہ اُن کو خلفائے راشدین ابو بکر، عمر، عثمان، علی نے یہ بات لکھی ہے۔ پھر عمر بن عبدالعزیز کا دور آیا اور تم کو معلوم ہے کہ احیائے سنّت اور اقامتِ دین میں وہ کتنی سعی کیا کرتے تھے اور اُن کی رائے کتنی صحیح ہوتی تھی، اُن کو گزرے ہوئے لوگوں کا اچھا علم تھا۔ زُرَیق بن الحکم نے اُن کو لکھا، تم مدینہ میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کیا کرتے تھے۔ آپ نے زریق کو جواب میں لکھا، ہم نے مدینہ میں اس پر عمل کیا اور ہم نے اہلِ شام کو دوسرے طریقہ پر پایا، لہٰذا تم دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پر فیصلہ کیا کرو اور آپ نے مغرب اور عشاء کی نماز کو مِلا کر کبھی نہیں پڑھا حالانکہ آپ مینہ میں بھیگتے تھے کیونکہ آپ کا گھر خناصرہ میں تھا۔

اور ایسے ہی مسائل میں سے مؤخرِ صِدَاقَات (مہر مؤجّل) کا مسئلہ ہے۔ اہلِ مدینہ کا عمل اس پر ہے کہ جب عورت اپنا مہر طلب کرے اس کو مہر دیا جائے۔ اہلِ عراق نے اہلِ مدینہ کی موافقت کی ہے بلکہ اہلِ شام اور اہلِ مصر نے بھی موافقت کی ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی نے بھی اس پر فیصلہ نہیں کیا ہے اور نہ ان کے بعد کسی نے فیصلہ کیا ہے۔ ان حضرات کا عمل اس پر تھا کہ مہر مؤجل طلب کرنے کا حق خاوند کے مرنے کے بعد یا طلاق ملنے پر عورت کو ملتا ہے۔

اور ایسے ہی مسائل میں سے اِیلاء کا مسئلہ ہے۔ اللہ نے سورہ بقرہ کی آیت ۲۲۶ میں فرمایا ہے: "جو لوگ قسم کھا رہتے ہیں اپنی عورتوں سے ان کو فرصت ہے چار مہینے پھر اگر مل گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (فائدہ:۔ شاہ عبدالقادر نے کہا ہے۔ جس نے قسم کھائی کہ اپنی عورت کے پاس نہ جاوے تو چار مہینے میں جاوے اور قسم کی کفارت دے نہیں تو طلاق ٹھہرے)

اِس مسئلہ میں اہلِ مدینہ کا یہ قول ہے کہ ایلاء کرنے کی صورت میں طلاق اس وقت

واقع ہو گی جب کہ ایلاء کرنے والا ایلاء کو ختم کردے۔ حالانکہ مجھ سے نافع نے کہا اور وہی عبداللہ بن عمر سے چار مہینے کے بعد کی توقیت کے راوی ہیں کہ جس ایلاء کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اس میں ایلاء کرنے والے کے لئے یہی صورت ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کرے۔ (یعنی چار مہینے کے عرصہ میں اپنی بیوی کے پاس جائے) یا پھر طلاق کا قصد کرے (یعنی طلاق دے) اور تم اہلِ مدینہ کہتے ہو کہ جس ایلاء کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے، چار مہینے گزر جانے پر بھی جب تک کہ ایلاء کرنے والا ایلاء کو بند نہ کرے طلاق واقع نہیں ہوتی، حالانکہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرات عثمان بن عفان، زید بن ثابت، قبیصہ بن ابی ذؤیب، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا ہے کہ جب ایلاء پر چار مہینے گزر جائیں تو ایک بائن طلاق واقع ہوجاتی ہے اور سعید بن المسیب، ابو بکر بن الحارث بن ہشام، ابن شہاب زہری نے کہا ہے کہ ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اور عدت کے زمانہ میں ایلاء کرنے والا رجوع کر سکتا ہے۔

اور ایسے ہی مسائل میں سے زید بن ثابت کا یہ قول ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دیدے اور اس کی بیوی اپنے خاوند کو پسند کرے تو اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوجاتی ہے اور اگر اس کی بیوی اپنے کو تین طلاقیں دے، تب بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ عبدالملک بن مروان اسی قول پر فیصلہ کیا کرتے تھے اور ربیعۃ بن عبدالرحمٰن اسی کو بیان کیا کرتے تھے، حالانکہ لوگوں کا اس پر تقریباً اجماع ہو چکا تھا کہ اگر بیوی اپنے خاوند کو پسند کرلے تو اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر اس نے اپنے کو ایک طلاق یا دو طلاقیں دیں تو خاوند کو رجوع کرنے کا حق ہے اور اگر عورت نے اپنے کو تین طلاقیں دیں تو وہ اپنے خاوند سے بالکل الگ ہوگئی ہے، اب وہ اپنے خاوند کے واسطے اسی صورت میں حلال ہوگی کہ دوسرے شخص سے نکاح کرے اور اس کی بیوی بنے پھر وہ خاوند مرجائے یا وہ طلاق دے دے۔

اِس مسئلہ میں یہ بات ہے اگر اختیار ملنے کی صورت میں عورت اپنے کو دو طلاقیں یا تین طلاقیں دے اور اس کا خاوند اسی مجلس میں اس سے کہے کہ میں نے تم کو صرف ایک طلاق کا اختیار دیا ہے تو اِس صورت میں خاوند کو حلفیہ بیان دینا ہوگا۔ حلفیہ بیان دینے کے بعد وہ اپنی زوجہ کو رکھ سکتا ہے۔

اور ایسے ہی مسائل سے یہ مسئلہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا ہے۔ اگر کسی لونڈی سے نکاح کیا اور پھر اس کو خرید لیا تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ ربیعہ کا بھی یہی قول ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی آزاد عورت کسی غلام سے نکاح کرے اور پھر اس کو خرید لے تو اس کا بھی یہی حکم ہے

(یعنی عورت کو تین طلاقیں ہو جائیں گی)

اور ہم کو تمہارے کچھ ایسے فتوے پہنچے ہیں جو ہم کو ناپسند ہیں۔ ہم نے بعض فتاوی کے سلسلہ میں تم کو لکھا تھا، تم نے جواب نہیں دیا۔ مجھ کو کھٹکا ہوا کہ میری بات تم کو ناگوار گزری ہے لہٰذا میں نے ناپسندیدہ مسائل کے متعلق تم کو لکھنا بند کر دیا، میں نے جن مسائل میں تم پر گرفت کی ہے اُن میں یہ مسئلہ بھی ہے :-

مجھ کو یہ بات پہنچی کہ تم نے زفر بن عاصم ہلالی سے کہا جب کہ اس نے استسقاء کی نماز کا ارادہ کیا، کہ وہ نماز کو پہلے پڑھے اور خطبہ کو بعد میں پڑھے، مجھ کو یہ بات بہت ناپسند آئی کیونکہ خطبہ اور نماز استسقاء جمعہ کی ہیئت پر ہے کہ پہلے خطبہ پھر نماز۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جب امام خطبہ سے فارغ ہونے کو ہوتا ہے اور دعا کرتا ہے وہ اپنی چادر کو پلٹتا ہے پھر نماز پڑھتا ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم وغیرہما نے استسقاء کی نماز پڑھی۔ سب نے خطبہ پہلے پڑھا اور نماز سے پہلے دعا کی، زفر بن عاصم کے فعل کو سب نے باطل سمجھا اور بُرا جانا۔

اور ان میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ کسی مال میں دو آدمی شریک ہیں، تم کہتے ہو کہ مجموعی مال میں اس وقت زکات واجب ہوگی جب ہر ایک حصہ دار کے مال پر زکات واجب ہو جائے اور حضرت عمر بن الخطاب کے مکتوب میں ہے کہ زکات دونوں پر واجب ہے، حصہ رسد ہر ایک زکات دے۔ عمر بن عبدالعزیز کے وقت میں جو کہ تم سے پہلا دَور تھا اسی پر عمل تھا۔ ہم سے یہ بات یحییٰ بن سعید نے کہی ہے اور وہ اپنے زمانہ کے علماء اَفاضل سے کم نہ تھے، اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے، اُن کو بخشے اور ان کی قیام گاہ جنت ہو۔

اور اُن مسائل میں سے یہ مسئلہ ہے کہ تم نے کہا ہے، جب کوئی شخص مفلس ہو جائے اور اس کے ہاتھ کسی نے کوئی شے فروخت کی ہے اور اب قرض خواہان اپنے اموال کی قیمت طلب کر رہے ہیں اور وہ مفلس کچھ مال خرچ کر چکا ہے، کہ اگر کسی کا مال بعینہ موجود ہے وہ اپنا مال لے لے۔ اس مسئلہ میں عمل اس طرح رہا ہے کہ بیچنے والے نے کچھ رقم لے رکھی ہے یا خریدنے والے نے اس مال میں سے کچھ صرف کر دیا ہے تو باقی مال بعینہ باقی نہیں رہا۔

اور یہ مسئلہ ہے کہ تم کہتے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن العوام کو صرف ایک گھوڑے کا حصہ مالِ غنیمت میں سے دیا تھا (یعنی ایک گھوڑے کے دو حصے) اور سب لوگ بیان کرتے ہیں کہ اُن کو دو گھوڑوں کے چار حصے ملے تھے اور تیسرے گھوڑے کا حصہ اُن کو

نہیں دلوایا گیا، ساری امّت کا اس پر اتفاق ہے، کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے، تم نے ایک گھوڑے کے حصہ کی بات چاہے کسی معتبر اور عادل شخص سے سُنی ہو لیکن ساری امّت کی مخالفت ٹھیک نہیں۔

اِس قسم کی اور باتیں بھی ہیں جن کو میں نے چھوڑ دیا ہے، میں تمہارے واسطے اللہ تعالیٰ کی توفیق کا اور طولِ بقا کا طلبگار ہوں کیونکہ اس میں لوگوں کی بھلائی پاتا ہوں، تم جیسے افراد کے اُٹھ جانے سے نقصان کا خطرہ ہے، مجھ کو تم سے اُنس ہے، اگرچہ دَار دُور ہے لیکن حسبِ تحریر منزلت قریب ہے، اپنا یہی خیال ہے تم مکتوب بھیجنے کو بند نہ کرو۔ اپنا، اپنے بیٹے اور اہل کا حال اور جس شے کی ضرورت تم کو یا تم سے متعلق کسی شخص کو ہو مجھ کو لکھو۔ یہ میری خوشی کا سبب ہے۔ میں تم کو خط لکھ رہا ہوں اللہ کے فضل و کرم سے خیریت اور عافیت سے ہوں اور اللہ سے دُعا ہے کہ وہ ہم کو تم کو شکر کی توفیق دے اور جو نعمت ہم کو ملی ہے وہ کامل ہو۔ والسلام علیک و رحمۃ اللہ (اور تم پر اللہ کا سلام اور اللہ کی رحمتیں ہوں)

نظمِ دلکش زید
۱ ۳ ھ ۶ ۵

خطیب بغدادی جیسے افراد جو "یُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَکْثَرُھُمْ کَاذِبُوْنَ" کے اتمِ مصداق ہیں کہ "لا ڈالتے ہیں سُنی ہوئی بات اور اُن میں اکثر جھوٹے ہیں" کے ناشائستہ اقوال و احوال کو دیکھ کر ۱۳۶۵ھ (۱۹۴۵ء) میں درج ذیل قطعہ نظم کیا تھا اور اس تاریخی نام سے اس کو موسوم کیا تھا۔ اب خطیب بغدادی کی تہمت تراشیوں کو پڑھ کر یہ قطعہ یاد آیا۔ عاجز اس کو لکھتا ہے، چونکہ قطعہ فارسی میں ہے، اس کا ترجمہ اُردو میں تحریر کیا جا رہا ہے۔

نظمِ دلکش زید
۱ ۳ ھ ۶ ۵

۱ نہ ہر فعلے مَسَرَّت خیز باشد نہ ہر قولے طَرَب انگیز باشد

نہ ہر فعل مسرّت خیز ہوتا ہے اور نہ ہر قول مستی پیدا کرنے والا ہوتا ہے

۲ بسے کردار حملش بار گردد بسے گفتار خِزْیِ و عار گردد

بہت سے کام ہیں جن کا برداشت کرنا بار ہوتا ہے، بہت سی باتیں رسوائی اور عار بن جاتی ہیں

۳ مآلِ کج رَوِی بشنو وَخیم است فروغِ کج بیانی بس ذَمیم است

سُن لے کج روی کا انجام بُرا ہے۔ کج بیانی کی زیادتی بہت بُری ہے

۴ بَدی را اگرچہ کم باشد بداں بیش دلیلش ظاہر است اندک بیندیش

بدی اگرچہ کم ہو اس کو بہت سمجھ، اس کی دلیل ظاہر ہے ذرا سوچ لے

۵ ببیں خارے بہ دَرْد آرد تنے را بسوزد اخگرے صد خرمنے را

دیکھ لے ایک کانٹا پورے بدن کو درد میں مبتلا کر دیتا ہے، ایک چنگاری سو خرمن پھونک دیتی ہے

۶ بیفتد قطرۂ بَوْل ار بہ جامے پلیدش کرد بے قیلے وقالے

اگر جام میں پیشاب کا ایک قطرہ گر جائے، اُس کو ناپاک بنا دیتا ہے بغیر کسی قیل وقال کے

۷ بُوَد زہرِ ہَلاہل گرچہ اندک شود وجہِ ہلاکِ خلق بے شک

قاتل زہر اگرچہ تھوڑا سا ہو، وہ ایک مخلوق کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے

۸ اگر در راویاں شخصے جہول است — بیانِ جملہ بے کار وفضول است

اگر کسی روایت کے راویوں میں ایک نامعلوم ہے، سب کا بیان بے کار اور فضول ہے

۹ کلامِ نیک باشد جملہ مقبول — بہ تحریفے شود مردود ومبذول

اچھا کلام سب مقبول ہے۔ تحریف کرنے سے وہ مردود اور خراب ہوجاتا ہے

۱۰ مثالِ علم آمد آں گلستاں — کہ سیراب است از دریائے فیضاں

علم کی مثال وہ گلزار ہے جو دریائے فیضان سے سیراب ہے

۱۱ ولے باید بدانی ایں مَقَالے — فراموشش مگرداں ہیچ حالے

مگر تجھے یہ بات جان لینی چاہیئے، کسی حال میں اسے نہ بھُولنا

۱۲ کہ بستاں محتوی ہر چند چیز است — درخت وآب و تنسیق وتمیز است

کہ باغ چند چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے، درخت اور پانی نہر اور ترتیب پر

۱۳ در و اشجار گوناگوں بیابی — ثمارِ خوب و دیگر دوں بیابی

اس میں قسم قسم کے درخت پائے گا، کچھ اچھے کچھ بڑے پھل پائے گا

۱۴ بسے اشجار بینی بے ثمر ہم — اگر خشک است شاخے چند تر ہم

تو بہت سے بے پھل درخت دیکھے گا، اگر کوئی شاخ خشک ہے بہت سی تر بھی ہیں

۱۵ ز گلہائے جمیل و تازہ بسیار — دگر در جانبش پژمُردہ رخسار

بہت سے خوبصورت اور تازہ پھل ہوں گے، پھر ان کے پہلو میں مرجھائے ہوئے ہونگے

۱۶ دریں بُستانِ علم ومعرفت زا — ہزاراں خلق بینی پیر و بَرنا

علم ومعرفت پیدا کرنیوالے اس چمن میں، ہزاروں اشخاص بوڑھے اور جوان دیکھے گا

۱۷ کسے انداختہ خود را بہ دریا — بر دستش تا دُرے آید ز معنیٰ

کسی نے اپنے کو دریا میں گرایا ہے، تاکہ اس کے ہاتھ میں معنیٰ کے موتی آئیں

۱۸ کسے را بخت یاری کرد دُر چید — دگر زحمت کشید و رنج وغم دید

کسی کے نصیب نے مدد کی اس نے موتی چُنے، دوسرے نے تکلیف اُٹھائی اور رنج وغم پایا

۱۹ کسے از سَیرِ گلہا گشتہ مسرور — کسے را صُنع باری کردہ مسحُور

کوئی پھولوں کی سیر سے مسرور رہوا، کسی کو قدرت کی کاریگری نے مسحُور کردیا

۲۰ کسے گلہائے خوش چیدہ زگلشن — کسے از میوہا پر کردہ دامن

کسی نے چمن سے عمدہ پھول چُنے، کسی نے پھلوں سے دامن پُر کر لیا

۲۱ کسے در فکرِ غرسِ تونہال است — کسے مشغول تزیین وجمال است

کوئی پودے لگانے کی فکر میں ہے ، کوئی آراستگی اور زینت میں مشغول ہے

۲۲ کسے خاشاک وخس را دُور کردہ — بُرَہ شاخے خراب آں را بُریدہ

کسی نے خس وخاشاک کو ہٹایا ، جو شاخ بُری تھی اس کو کاٹ

۲۳ کسے بر توشۂ کردہ قناعت — کسے زنبیل پر کردہ بہ محنت

کسی نے توشہ پر قناعت کی ، کسی نے محنت سے کشکول بھرلی

۲۴ نہ در تقلیل ہر گہ شرم وعار است — نہ در تکثیر دائم افتخار است

نہ کمی میں ہر جگہ شرم وعار ہے ، نہ زیادتی میں ہمیشہ افتخار ہے

۲۵ بسے تقلیل گردد باعثِ خیر — بسے تکثیر باشد باعثِ ضیر

بسا اوقات کمی خیر کا سبب ہوتی ہے ، بسا اوقات زیادتی نقصان کا سبب ہوتی ہے

۲۶ کسانے را کہ بس جمع است مقصود — بہ سانِ حاطبِ لیل است مجہود

جن کا مقصد محض جمع کرنا ہے ، وہ رات کے لکڑہارے کی طرح مشقت میں ہے

۲۷ بہ جائے چوب چیند گاہ مارے — گہے سنگے نہد در وسطِ بارے

وہ کبھی لکڑی کی جگہ سانپ چُن لیتے ہیں ، کبھی بوجھ کے بیچ میں پتھر دھر لیتے ہیں

۲۸ مثالِ علم آں باغ است و دریا — مثالِ عالماں آں پیر و برنا

علم کی مثال وہ باغ و دریا ہے ، عالموں کی مثال وہ بوڑھے اور نوجوان ہیں

۲۹ خوشا مردے کہ سیرِ باغ فرمود — خوشا مردے کہ خوش چید و بیاسود

وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے باغ اور دریا کی سیر کی ، وہ شخص بہتر ہے جس نے عمدہ چیز چُنی اور آرام کیا

۳۰ خوشا مردے کہ در نقل وبیانش — بسے دُر سُفتہ از کِلک و زَبانش

وہ شخص خوش نصیب ہے جس کے نقل وبیان میں کثرت سے موتی بیندھے ہیں قلم اور زبان سے

۳۱ خوشا مردے کہ اصلِ حال گفتہ — خوشا مردے کہ شرحِ قال کردہ

وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے اصل حال کہہ دیا ، وہ مرد خوش نصیب ہے جس نے قول کی تشریح کردی

۳۲ نہ کرد اندر بیانش ہیچ تحریف — نہ تبدیل و نہ تغیر و نہ تصحیف

اس نے اس کے بیان میں کوئی ردّوبدل نہیں کی ، نہ کوئی تبدیلی کی نہ تغیر نہ لفظی غلطی

۳۳ زطعن وقدح خود را کرد چوں پاک　　قلم را در مباحث رانده چالاک

طعن اور عیب سے جب اپنے کو پاک کردیا، مباحث میں قلم کو سمجھداری سے رکھا

۳۴ نہ آں طعنے کہ باشد عالمانہ　　نہ آں قدحے کہ باشد عارفانہ

نہ وہ طعن جو عالمانہ ہو ۔ نہ وہ عیب جُوئی جو عارفانہ ہو

۳۵ چہ ایں ثابت زاصحابِ رسول است　　ہمیداں منکرش را کو جہول است

اِس لئے کہ یہ رسولؐ کے صحابہ سے ثابت ہے، سمجھ لو کہ اس کا منکر جاہل ہے

۳۶ بحوثِ عالماں صد خیر باشد　　بیانِ حق نہ ہرگز ضیر باشد

عالمانہ بحثیں سَو خیر کا سبب ہیں ، حق کے بیان میں کوئی خرابی نہیں ہے

۳۷ خوشا مردے کہ دارد نیک کردار　　کند تائیدِ حق دائم بہ گفتار

وہ شخص خوش نصیب ہے جو نیک عمل ہے، جو بات سے ہمیشہ حق کی تائید کرتا ہے

۳۸ بود طعنش زصدق و راست بازی　　بود قدحش زبہرِ حق شناسی

اس کی طعنہ زنی بھی سچائی اور راست بازی کیلئے ہے، اس کی عیب جوئی بھی حق شناسی کیلئے ہے

۳۹ بیا بشنو نصیحت را بہ گوشت　　نگاہش دار دائم تا بہ ہوشت

آ، نصیحت کان سے سُن لے، اس کا ہمیشہ خیال رکھ جب تک ہوش میں ہے

۴۰ اگر خواہی کہ دائم شادمانی　　زاَندوہ و مَلَل آزاد مانی

اگر تو چاہتا ہے کہ ہمیشہ خوش رہے ، غم اور رنج سے آزاد رہے

۴۱ زطعنِ مردماں محفوظ باشی　　زفیضِ قدسیاں محظوظ باشی

لوگوں کے طعنے سے محفوظ رہے ، قدسیوں کے فیض سے نصیبہ ور ہو

۴۲ ثنائے دوستاں باشد قرینت　　بود تائیدِ مولیٰ ہم رفیقت

دوستوں کی تعریف تیرے لئے ہو، خدا کی تائید تیری ساتھی ہو

۴۳ رہِ صدق و صفا را ہیچ مگزار　　شعارت ساز در گفتار و کردار

صدق و صفا کے راستہ کو ہرگز نہ چھوڑ، قول و عمل میں اس کو شعار بنالے

۴۴ چہ ایں فضلے است سرتاجِ فضائل　　نگاہت دارد از جملہ غوائل

اس لئے کہ یہ فضیلت فضیلتوں کا سرتاج ہے، تجھے تمام ہلاکتوں سے محفوظ رکھے گی

۴۵ الٰہی راست فرما قول و فعلم　　الٰہی مَقْعَدِ صدق از تو خواہم

اے اللہ میرے قول وفعل کو سیدھا رکھ، اے اللہ میں تجھ سے مَقعدِ صدق چاہتا ہوں

⁂

عاجز ۱۳۶۶ھ (۱۹۴۶ء) کی گرمیوں میں پندرہ بیس دن کے واسطے کوئٹہ بلوچستان گیا وہاں اپنے پرانے رفیق، محقق و مدقق، ادیب وفہیم، عالمِ جلیل القدر مولانا لعل محمد مدرس و امام کاریساں (کوئٹہ کا بڑا محلہ) سے حسبِ معمول ملاقاتیں ہوئیں۔ عاجز کا فارسی کلام "اشکِ غم" (۱۳۶۱ھ) وہ دیکھ چکے تھے لہٰذا انہوں نے دریافت کیا، کیا کوئی قطعہ نظم کیا ہے۔ عاجز نے یہ "دلکش نظمِ زید" اُن کو دکھائی۔ انہوں نے بہت خیال سے اس کو پڑھا، خوب پسند کی۔ ایک جگہ عاجز ایک ثقیل لفظ لے آیا تھا انہوں نے کہا "ازیں گلدستہ ایں خار را بردارید" اِس گلدستہ سے اس کانٹے کو نکال دو۔ چنانچہ عاجز نے دوسرا لفظ تجویز کیا اور وہ ان کو پسند آیا۔ چالیس سال سے زیادہ مدّت گزر گئی، اب یاد نہیں وہ کونسا لفظ تھا۔ عاجز کی یہ اُن سے آخری ملاقات تھی۔ وہ اُٹھ گئے اور اپنی جگہ خالی چھوڑ گئے۔ رَحِمَهُ اللهُ وَرَضِيَ عَنْهُ وَاَسْكَنَهُ فِي فَرَادِيْسِ الْجِنَانِ۔

حریفاں بادہا خوردند و رفتند　　　تہی خمخانہا کردند و رفتند

يَرْحَمَ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاخِرِيْنَ

تبصرہ

ہر گُل کو باغِ دہر میں کھٹکا ہے خار کا

حضرت امام عالی مقام کی کنیت ابو حنیفہ تھی اور آپ کا اسمِ گرامی نُعمان تھا۔ نہایت سرخ رنگ کا ایک پھول موسمِ بہار میں پہاڑ کی وادیوں میں اپنی بہار دکھاتا ہے۔ اس کی ایک قسم نہایت سرخ، بہت خوشبودار نعمان بادشاہ اپنے گھر لایا لہٰذا اس قسم کا نام لالۂ نعمان اور شَقَائِقِ نُعمان پڑ گیا۔ اس کی عمدہ خوشبو کئی دن رہتی ہے۔ اس کے ایک پھول سے گھر مہک جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام کو اُمّتِ محمدیہ علی صاحبہا الصّلاۃ والتّحیۃ کا ایسا شقائقِ نعمان بنایا کہ آپ کے علوم واسرار سے خلقِ خدا مستفید ہوئی اور اللہ سے کامل امید ہے کہ آخر زماں تک مستفید ہوتی رہے گی اور آپ کے علوم کی مہک عالم کو معطر کرتی رہے گی۔

یہ عاجز آپ کے حالات ائمہ اعلام کی کتابوں سے لکھ چکا ہے۔ اکابرِ مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور ظاہریہ آپ کی دیانت، تقویٰ، زُہد، عبادت اور علمِ کامل کے معترف ہیں۔ آپ نے سب سے پہلے حدیث شریف میں کتاب الآثار لکھی اور آپ سے آپ کے جلیل القدر شاگردوں نے روایت کی ہے۔ چنانچہ امام ابو یوسف اور امام محمد کی روایتیں چھپ گئی ہیں اور آپ کے بعد کے علماءِ اعلام نے آپ کی مسند کو جمع کیا ہے اور آپ نے قیاس اور استحسان کے ضوابط بیان کئے۔ قاضی صیمری نے امام مزنی سے روایت کی ہے کہ امام شافعی نے فرمایا ہے۔ اَلنَّاسُ عَیَالٌ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِی الْقِیَاسِ وَالْاِسْتِحْسَانِ (قیاس اور استحسان میں لوگ ابو حنیفہ کے محتاج ہیں) اور حافظ ابنِ تیمیہ نے لکھا ہے۔ وَقَدْ نَقَلُوْا عَنْہُ اَشْیَاءَ یَقْصُدُوْنَ بِھَا الشَّنَاعَۃَ عَلَیْہِ وَھِیَ کِذْبٌ عَلَیْہِ قَطْعًا،.... (لوگوں نے آپ سے کچھ باتیں نقل کی ہیں اور اُن کا مقصد آپ کو بدنام کرنا ہے اور یہ باتیں یقیناً جھوٹ ہیں)

عاجز کے سامنے امام بخاری اور امام مسلم کی روایت کردہ حدیث شریف ہے کہ ایک جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی بھلائی کا ذکر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَجَبَتْ یعنی ثابت ہو گئی، پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا اور لوگوں نے اس کی بُرائی کا ذکر کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَجَبَتْ یعنی ثابت ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا

کہ کیا چیز ثابت ہوگئی۔ آپ نے فرمایا۔ تم لوگوں نے ایک مُردے کی بھلائی کا ذکر کیا تو اس کے لئے جنّت ثابت ہوئی اور تم نے دوسرے جنازے کی بُرائی کا ذکر کیا تو اس کے لئے آگ (جہنّم) ثابت ہوئی اور پھر آپ نے فرمایا۔ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْاَرْضِ، تم لوگ زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔

اس صحیح حدیث کو دیکھتے ہوئے جب ہم ائمۂ اعلام کی کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ اولیائے پروردگار اور علمائے اخیار نے حضرت امام عالی مقام کی مدح و ثنا کی ہے جیسے حضرت محمد الباقر اور آپ کے فرزندِ مبارک حضرت جعفر صادق اور جناب فضیل بن عیاض و جناب داؤد طائی و امام ابن مبارک و امام ابو یوسف قاضی و امام محمد بن الحسن شیبانی و امام زفر و امام لیث بن سعد، امام مالک بن انس و امام شافعی و امام احمد بن حنبل و امام ابن حزم ظاہری و امام ابن عبدالبر مالکی و علامہ ابن خلدون و علامہ الموفق بن احمد المکی و علامہ حافظ الدین البزار الکردری و علامہ ابن تیمیہ الحرانی و علامہ ابن قیم و علامہ ذہبی شافعی و امام جلال الدین سیوطی و علامہ سید محمد مرتضیٰ الزبیدی و علامہ شعرانی و امام ربانی مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی اور ان کے علاوہ صدہا ائمہ کرام نے، تو دل پوری طرح گواہی دیتا ہے کہ آپ یقیناً اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہیں، جو خدمت آپ نے اسلام کی کی ہے، اس کی قدر محافظینِ ملّتِ بیضاء جانتے ہیں، علامہ ابنِ حجر ہیتمی شافعی نے خیراتِ حسان میں لکھا ہے۔

الفصل الثامن فی ذکر الآخذین عنہ الحدیث والفقہ، قیل استیعابہ متعذر لایمکن ضبطہ ومن ثمۃ قال بعض الأئمۃ لم یظہر لأحد من ائمۃ الاسلام المشہورین مثل ماظہر لأبی حنیفۃ من الأصحاب والتلامیذ ولم ینتفع العلماء وجمیع الناس بمثل ما انتفعوا بہ و باصحابہ فی تفسیر الأحادیث المستبہۃ والمسائل المستنبطۃ والنوازل والقضاء والاحکام، جزاہم اللہ خیرا، وقد ذکر منہم بعض متأخری المحدثین فی ترجمۃ نحو الثمانمائۃ مع ضبط اسمائہم ونسبہم بما یطول ذکرہ۔

آٹھویں فصل حضرت امام ابوحنیفہ سے حدیث اور فقہ حاصل کرنے والوں کے بیان میں، کہا گیا ہے پوری طرح اس کا بیان کرنا ممکن نہیں اور اس وجہ سے اسلام کے بعض مشہور ائمہ نے کہا ہے جس طرح امام ابوحنیفہ کو اصحاب اور شاگرد ملے ہیں، علماءِ کرام اور دوسرے لوگوں کو نہیں ملے ہیں اور جس طرح آپ کے شاگردوں اور اصحاب سے علماء اور تمام لوگ، مُشتبہ حدیثوں اور استنباط کئے

لے ملاحظہ فرمائیں مشکات باب المشی بالجنازۃ۔

ہوئے مسائل اور پیش آمدہ واقعات اور اُن کے احکام وغیرہ میں مستفید ہوئے ہیں کسی دوسرے سے نہیں ہوئے۔ اللہ آپ کے اصحاب اور شاگردوں کو جزائے خیر عنایت فرمائے، اور دَورِ آخر کے بعض محدثین نے آپ کے احوالِ مبارکہ کے بیان میں تقریباً آٹھ سو افراد کے نام اور اُن کا نسب وغیرہ لکھا ہے جنہوں نے آپ سے استفادہ کیا ہے، جس کا ذکر کرنا باعثِ تطویل ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی "الانتقاء" میں حضرت امام عالی مقام کے صاحبزادے حماد سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے اپنے اُستاد حضرت حماد سے ایک مسئلہ طلاق کا دریافت کیا اور انہوں نے اس کا جواب دیا، آپ نے اختلاف کیا اور آپ کے حضرت استاد کو خاموش ہونا پڑا۔ پھر آپ اُٹھ گئے۔ آپ کے حضرت اُستاد نے فرمایا "ھٰذا افقھہ ویحیی اللیل ویقومہ" یہ تو اُن کی فقہ ہے اور وہ رات بھر جاگتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

عقود الجمان کے صفحہ دوسو بہتر میں امام طحاوی کی روایت لکھی ہے کہ مصر کے امام لیث بن سعد نے بیان کیا کہ میں امام ابو حنیفہ کا ذکر سُنا کرتا تھا اور میری خواہش تھی کہ ان کو دیکھ لوں، اتفاق سے میں مکہ مکرمہ میں تھا میں نے حرم شریف میں دیکھا کہ ایک شخص پر لوگ ٹوٹے پڑ رہے ہیں، میں نے وہاں ایک شخص سے سُنا کہ وہ اس شخص کو یا ابا حنیفہ کہہ کر صدا کر رہا تھا۔ میں سمجھ گیا جس شخص پر لوگ ٹوٹے پڑے ہیں وہ ابو حنیفہ ہیں۔ آواز دینے والے نے اُن سے کہا۔ میں دولت مند ہوں میرا ایک بیٹا ہے، اس کی شادی پر خاصا روپیہ صَرف کرتا ہوں اور وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے، میرا سارا روپیہ ضائع ہو جاتا ہے۔ کیا میرے واسطے کوئی حیلہ ہے۔ ابو حنیفہ نے فرمایا، تم اپنے بیٹے کو بازار لے جاؤ جہاں لونڈی غلام فروخت ہوتے ہیں، وہاں اس کے پسند کی لونڈی خرید لو وہ لونڈی تمہاری ملکیت میں رہے اور تم اس کا نکاح اپنے بیٹے سے کر دو، اگر تمہارا بیٹا اس کو طلاق دے گا وہ تمہاری لونڈی رہے گی۔

یہ واقعہ بیان کر کے امام لیث بن سعد نے کہا "فواللہ ما اعجبنی جوابہ کما اعجبنی سُرعۃ جوابہ" اللہ کی قسم آپ کے جواب پر مجھے اتنا تعجب نہیں ہوا جتنا کہ آپ کے جواب دینے کی سُرعت پر ہوا۔

امام موفق نے مناقب کی جلد اوّل کے صفحہ ایک سو بیس میں لکھا ہے کہ امام زفر نے فرمایا ہے۔ "کَانَ ابوحنیفۃ اذا تکلم خیّل الیك اَنّ مَلَکًا یُلَقِّنُہٗ" امام ابو حنیفہ جب کچھ فرماتے تم یہ سمجھتے کہ کوئی فرشتہ ان کو تلقین کر رہا ہے۔

امام زفر کا ارشادِ گرامی یقینی طور پر درست ہے، وہ مبارک حضرات جن کے پیشِ نظر "یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا" رہتا ہے اور جو دل و جان سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں ان کی مدد اللہ کی توفیق کرتی ہے، نہایت نازک مراحل میں فوراً ان کے دل میں القائے ربانی ہوتا ہے۔ یہی فرشتہ کی تلقین ہے۔ حضرت مولائے روم فرماتے ہیں۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ۔۔۔۔ گرچہ از حُلقوم عبداللہ بود

اس کا کہا ہوا اللہ کا کہا ہوا ہوتا ہے، اگرچہ وہ اللہ کے بندہ کے حلق سے نکلا ہوا ہوتا ہے

مشکاۃ کے بَابُ ذِکرِ اللہِ عزّ وجلّ والتقربِ الیہ کی چھٹی حدیث صحیح بخاری کی ہے کہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے حتّٰی کہ مجھ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے اور پھر میں اس کا کان جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور اس کا پاؤں جس سے وہ چلتا ہے، ہو جاتا ہوں۔

یعنی ایسے فردِ اکمل و یکتا کے تمام افعال میری رضا مندی سے ہوتے ہیں، بہ ظاہر کرتا بندہ ہے لیکن حقیقت میں کراتا میں ہوں۔

امام صیمری نے امام ابو یوسف کا قول ذکر کیا ہے کہ میں انتیس سال حضرت امام عالی مقام سے وابستہ رہا میں نے آپ کو شام کے وضوء سے صبح کی نماز پڑھتے دیکھا۔

امام موفق نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام عالی مقام نے پینتالیس سال شام کے وضوء سے صبح کی نماز پڑھی ہے اور لکھا ہے کہ آپ نے پینتالیس حج کئے ہیں۔

حضرت امام عالی مقام قدّس اللہُ سِرَّہٗ وَنَوَّرَ ضَرِیحَہٗ وَاَفَاضَ علی العالمین بِرَّہٗ کے خوفِ خدا، تقویٰ، عبادت، ہر وقت شریعتِ مطہرّہ کی خدمت کے لئے کمر بستہ رہنا کثرت سے اہلِ حدیث پر اپنا مال خرچ کرنا نادار طالبانِ علم کی مالی کفالت کرنے اور مشکل مسائل کے حل کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ امام موفق نے عثمان مدنی کا قول لکھا ہے کہ ابو حنیفہ حمّاد سے (آپ کے استادِ مکرم) ابراہیم سے (حضرت استاذ کے استاد) علقمہ اور اسود سے (حضرت ابراہیم کے اساتذہ) زیادہ فقیہ تھے۔

اور امام عبداللہ ابن مبارک کا قول لکھا ہے کہ جو شخص ابو حنیفہ کو بُرائی سے یاد کرے سمجھ جاؤ کہ اس کی معلومات جزوی ہیں۔

مخالفت

ناکارہ اہلِ حدیث

امام عبداللہ بن مبارک نے درست فرمایا ہے کہ جو شخص حضرت امام کی بُرائی بیان کرے سمجھ جاؤ کہ اس کی معلومات جزوی ہیں۔امام موفق مکی نے امیر المومنین المامون العباسی کے دربار میں مرو کے ناکارہ محدثین کا واقعہ لکھا ہے جس کو یہ عاجز نقل کر چکا ہے، ناکارہ جماعت میں نضر بن شمیل بھی تھے وہ سفید ریش تھے۔ مامون نے اس گروہ سے کہا۔ اگر یہ بڈھا تمہارے ساتھ نہ ہوتا میں تم کو ایسی سزا دیتا کہ تم اس کو نہ بھولتے۔

اللہ بھلا کرے امام کبیر علامہ ابن عبدالبر مالکی اندلسی کا کہ انہوں نے اس دَور کے نام نہاد اہلِ حدیث کا کچا چٹھا اپنی کتاب "جامع بیان العلم و فضلہ" کے نصف آخر کے صفحہ ایک سو انتیس سے ایک سو بتیس میں ذکر کیا ہے۔ عاجز اس کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہے۔

۱۔ امام سفیان ثوری نے کہا ہے۔ حدیث کی طلب موت کی تیاری کے لئے نہیں کی جاتی بلکہ یہ ایک علّت ہے (دردِ سر ہے) جس سے آدمی دل بہلاتا ہے۔

۲۔ ابن مزرع کہتے تھے جب تم کسی کلاں سال کو بھاگتا ہوا دیکھو سمجھ لو کہ اہلِ حدیث نے اس کا پیچھا کیا ہے

۳۔ عمرو بن الحارث نے کہا، میں نے حدیث سے بہتر کوئی علم اور اہلِ حدیث سے بڑھ کر کوئی بے وقوف نہیں دیکھا۔

۴۔ مسعر نے کہا، جو شخص مجھ سے بغض کرے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو محدث بنادے یہ مبارک علم بہ منزلہ شیشوں کے ہے، میں نے اس کو اپنے سر پر رکھا، وہ گرا اور ٹوٹ گیا۔ فَاسْتَرَحْتُ مِنْ طُلَّابِہٖ۔ یا۔ مِنْ طِلَابِہٖ۔ اور مجھے اس کے طلبگاروں سے راحت ملی۔ یا۔ مجھے اس کی طلب سے راحت ملی۔

۵۔ ابراہیم بن سعید نے بیان کیا، میں نے سفیان بن عُیَیْنَۃ کو کہتے سُنا جب کہ انہوں نے اہلِ حدیث کو دیکھا تو یہ فرمایا۔ اَنْتُمْ سُخْنَۃُ عَیْنٍ۔ تم آنکھ کی گرمی ہو، اگر ہم کو اور تم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پا لیتے، ہماری پٹائی خوب کرتے۔

۶۔ امام شعبہ نے فرمایا، میں جب اہلِ حدیث میں سے کسی کو آتا دیکھتا تھا خوش ہوتا تھا اور اب میرے لئے اس سے زیادہ ناپسند کوئی شے نہیں ہے کہ میں اُن میں سے کسی کو دیکھوں۔

۷۔ امام شعبہ نے فرمایا، تم کو یہ حدیث اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روکتی ہے کیا تم اس سے باز آجاؤ گے۔

۸۔ ابو عمر ابن عبدالبر کہتے ہیں، علماء نے کثرت سے روایت کرنا اس وجہ سے معیوب سمجھا ہے کہ تدبُّر اور تفہُّم کا خیال نہ رہے گا دیکھو قاضی ابو یوسف نے بیان کیا ہے کہ اعمش نے ایسے وقت میں کہ میرے اور اُن کے سوا کوئی نہ تھا مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا، میں نے اس کا جواب دیا۔ اعمش نے کہا، یعقوب یہ بات تم نے کہاں سے کہی۔ میں نے کہا، تمہاری اس روایت سے جو تم نے مجھ سے بیان کی ہے اور میں نے وہ روایت ان سے بیان کی۔ انہوں نے کہا، یعقوب، یہ حدیث مجھ کو اس وقت سے یاد ہے جب کہ تمہارے والدین آپس میں ملے نہ تھے اور میں اب تک اس کا مطلب سمجھا نہ تھا۔

۹۔ قاضی ابو یوسف نے کہا ہے، جو غریب حدیثوں کا اتباع کرے گا جھوٹ بولے گا اور جو علمِ کلام سے دین کی تلاش کرے گا وہ زندیق بنے گا اور جو کیمیا سے دولت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا وہ مفلس بنے گا۔

قاضی ابو یوسف نے "غرائب الأحادیث" کا ذکر کیا ہے یعنی وہ حدیثیں جو غریب ہوں اور غریب وہ حدیث ہے جس کو صرف ایک ثقہ شخص اپنے ایسے استاد سے روایت کرتا ہے جس کے شاگرد کثرت سے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اس کی روایت نہیں کرتا ہے۔

۱۰۔ ایاس نے سفیان بن حسین سے کہا، میں دیکھتا ہوں تم احادیث اور تفسیر طلب کرتے ہو تم بدنامی سے اپنے کو بچاؤ کیونکہ ان کا طلبگار عیب سے محفوظ نہیں رہتا۔

۱۱۔ اعمش نے اصحابِ حدیث سے کہا، تم نے حدیث کو بار بار اتنا دُہرایا کہ وہ میرے حلق میں ایلوے سے زیادہ کڑوی ہوگئی ہے۔ جس پر تم مہربان ہوتے ہو اُس کو جھوٹ بولنے پر برانگیختہ کردیتے ہو۔

۱۲۔ مُغیرہ ضَبّی نے کہا۔ خدا کی قسم بہ نسبت فاسقوں کے میں اہلِ حدیث سے زیادہ خائف ہوں۔

عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے، تمہارا اعتماد اثر پر رہے اور تم وہ رائے لو جو تمہارے واسطے حدیث کا بیان کرے۔

وکیع نے کہا، ہم حدیث کو حفظ کرنے کے لئے حدیث پر عمل کیا کرتے تھے اور حدیث کی تلاش کے لئے روزہ سے مدد لیا کرتے تھے۔

ابن ابی لیلی نے کہا ہے۔ کوئی شخص حدیث میں اس وقت تک سمجھ حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ بعض احادیث کو لے اور بعض کو نہ لے۔

۱۳۔ حمزہ کنانی کا بیان ہے کہ میں نے ایک حدیث شریف کی تخریج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک دو سو یا لگ بھگ دو سو (یہ شک راوی ابو محمد کو ہوا ہے) طریق سے کی اور مجھ کو بڑی مسرت حاصل ہوئی اور میں متعجب تھا، اتفاق سے میں نے خواب میں یحییٰ بن معین کو دیکھا، میں نے اُن سے کہا، "جناب ابو زکریا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک حدیث کی تخریج دو سو طریق سے کی ہے۔ میری بات سُن کر کچھ دیر تک یحییٰ بن معین خاموش رہے، پھر انہوں نے فرمایا، مجھ کو کھٹکا ہے کہ تمہارا یہ عمل کہیں "اَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ" میں شامل نہ ہو (یعنی تم کو بہتات کی حرص نے غفلت میں ڈال دیا ہے)

۱۴۔ عمار بن رزیق نے اپنے بیٹے کو حدیث کی طلب میں مصروف پایا۔ آپ نے بیٹے سے کہا۔ میرے بیٹے تم قلیل حدیث پر عمل کر لو، کثیر حدیث سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

کیا کوئی سُنے گا:۔ یہ عاجز حضرت امام کے اساسی اصول میں حیلے کے بیان میں علامہ ابن تیمیہ کی عبارت علماءِ ازہر کے حاشیہ سے اور علامہ ابنِ قیّم کی عبارت اعلام الموقعین سے لکھ چکا ہے تاکہ نام نہاد اہلِ حدیث حضرت امام عالی مقام پر جھوٹے الزام عائد نہ کریں کیونکہ حضرت امام کی فقہ میں، فہم میں، علم میں کوئی سمجھدار شک نہیں کر سکتا، لوگوں نے آپ سے ایسی باتیں نقل کی ہیں جو سراسر جھوٹ ہیں۔ علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی نے خیراتِ حسان کی فصل پینتیس میں نفیس کلام لکھا ہے۔ عاجز اس کا ترجمہ لکھتا ہے۔

"فصل پینتیس اس بیان میں کہ ائمۂ کرام حضرت امام ابو حنیفہ کے ساتھ ان کی وفات کے بعد ایسا سلوک کرتے تھے جیسا کہ ان کی حیات میں کیا کرتے تھے، اور آپ کی قبر کی زیارت اپنی حاجت روائی کے لئے کرتے تھے۔

سمجھ لو کہ حضرت امام ابو حنیفہ کی قبر کی زیارت ہمیشہ سے علماء اور ضرورتمند افراد کرتے آئے ہیں، وہ آپ کے پاس جا کر اپنی حاجتوں کے لئے آپ کو وسیلہ کرتے ہیں اور اپنی حاجت پوری ہوتی دیکھتے ہیں، ان علماء میں سے امام شافعی بھی ہیں، جب آپ کا قیام بغداد میں تھا۔ وارد ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔ میں ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور میں آپ کی قبر کے پاس جاتا ہوں اور جب

مجھ کو کوئی ضرورت پیش آجاتی ہے میں دو رکعت نماز پڑھ کر آپ کی قبر کے پاس جاکر اللہ سے دعا کرتا ہوں میری وہ حاجت بہت جلد پوری ہو جاتی ہے۔

امام نووی کی کتاب "منہاج" پر حواشی لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ امام شافعی نے حضرت امام ابو حنیفہ کی قبر کے پاس صبح کی نماز پڑھی اور اس میں دعاءِ قنوت نہیں پڑھی، اِس سلسلہ میں آپ سے پوچھا گیا، آپ نے فرمایا، میں نے اِس صاحبِ قبر کے ادب سے نہیں پڑھی، اور دوسرا حاشیہ لکھنے والے نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے بلند آواز سے بسم اللہ بھی نہیں پڑھی۔

آپ کے دعاءِ قنوت نہ پڑھنے میں یا بلند آواز سے بسم اللہ نہ پڑھنے میں کوئی اشکال نہیں پیدا ہوتا ہے جیسا کہ بعض افراد نے خیال کیا ہے، کیونکہ کبھی سنّت کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آجاتا ہے کہ سنّت کا چھوڑنا ہی راجح ہو جاتا ہے کیونکہ اِس موقع پر نہ پڑھنا ہی اہم ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ علماءِ اعلام کی رفعتِ منزلت کا بیان کرنا امرِ مطلوب اور ضروری ہے، کسی حسد کرنے والے کو ذلیل کرنے اور کسی جاہل کو بتانے کے لئے قنوت پڑھنے اور بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنے سے نہ پڑھنا اور آہستہ پڑھنا افضل ہے، کیونکہ قنوت کے پڑھنے اور بسم اللہ کے جہر میں ائمہ کا اختلاف ہے اور علماءِ کرام کے عُلوِّ قدر کے بیان کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، قنوت نہ پڑھنے اور بسم اللہ کے جہر نہ کرنے کا فائدہ اوروں کو پہنچتا ہے بہ خلاف قنوت پڑھنے اور بہ جہر بسم اللہ پڑھنے کا فائدہ متعدی نہیں ہے اور پھر یہ بات بھی ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ سے حسد کرنے والے بہت تھے، کیا ان کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی حاسدوں نے آپ پر بڑی بڑی تہمتیں لگائیں، پھر آپ کے قتل کرانے کی کوشش کی، وہ شنیع فعل جس کا بیان گزر چکا ہے، اِن ضرورتوں کے پیشِ نظر امام شافعی کا فعل قنوت پڑھنے اور بسم اللہ کے جہر کرنے سے افضل ہے تاکہ سب پر ظاہر ہو جائے کہ اس امام کے ساتھ مزید ادب کرنا چاہیئے کیونکہ اس امام کا مرتبہ بلند ہے اور وہ مسلمانوں کے اُن ائمہ میں سے ہے کہ جس کی توقیر اور تعظیم مسلمانوں پر واجب ہے اور وہ ان برگزیدہ افراد میں سے ہیں کہ جن سے شرم کرنی چاہیئے کہ ان کی وفات کے بعد ان کے سامنے ان کے قول کا خلاف کیا جائے۔ حضرت امام ابو حنیفہ سے حسد کرنے والے پوری طرح گھاٹے میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے علم کے ہوتے ہوئے گمراہ کر دیا ہے"۔

توجیہِ وجیہہ:۔ علامہ اجل شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکّی شافعی نے حضرت امام کے حاسدوں کا ذکر کیا ہے اور کیا خوب لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم کے ہوتے ہوئے ان کو گمراہ کر دیا ہے۔ اِن بدبختوں

نے حضرت امام کے قتلِ شنیع کرانے کی کوشش کی۔ ان بدبختوں نے ہر طرح آپ کو ایذا پہنچائی، آپ نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات بلند کئے اور لوگوں کے دل آپ کی طرف پھیر دئیے۔ وہ آپ کی قبرِ مطہر کے پاس جاتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی حاجتیں پوری کرتا ہے، حضرت امام شافعی وہاں سے مستفید ہوئے ہیں، امام شافعی نے وہاں صبح کی نماز میں نہ قنوت پڑھی اور نہ جہر سے بسم اللہ پڑھی۔ ابنِ حجر نے اس واقعہ کی جو توجیہِ وجیہ بیان کی ہے، بدبخت حاسدوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے۔ اِن بدبختوں نے امام مالک، امام شافعی، امام یوسف، امام ابنِ مبارک کے نام سے خوب کذب بیانی کی ہے۔ امام شافعی کا یہ ارشاد تمام کذب بیانیوں کا رَد کرتا ہے، اسی وجہ سے ابنِ تیمیہ نے کہا ہے کہ یہ سب الزامات سراسر جھوٹ ہیں۔ کسی دانائے راز نے کیا خوب کہا ہے۔

۱ جز صحبتِ عاشقانِ مستاں مَپَسَنْد	در دل ہوسِ قومِ فرومایہ مَبَنْد
۲ ہر طائفہ ات بہ جانبِ خویش کشد	چغدت سوئے ویرانہ طوطی سوئے قند

۱ مست عاشقوں کی صحبت کے علاوہ کچھ پسند نہ کر، اپنے دل کو کمینی قوم کی ہوس میں نہ لگا۔

۲ ہر گروہ تجھ کو اپنی طرف کھینچتا ہے، چغد ویرانے کی جانب اور طوطی شکر کی جانب۔

حضرت امام شافعی، حضرت امام ابن مبارک، حضرت امام حسن عمار کو جو کہ طوطیانِ شکرستانِ معارف الٰہیہ ہیں مرقدِ مبارکِ امام ابوحنیفہ مُحاط بہ انوارِ الٰہیہ نظر آیا اور چُغدانِ دُونان اَمثالِ خطیب کو نصاریٰ کا جنازہ نظر آیا۔

شانِ عنقا را چہ داند چُغدِ دوں نادر نہ شد	ناقصے در شانِ والاے تو کردار قیل وقال

کمینہ چُغد عنقا کی شان کیا جانے، یہ بات نادر نہیں ہے اگر ناقص انسان آپ کی بلند شان پر اعتراضات کرے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک جب حضرت امام کی قبرِ مطہر پر حاضر ہوئے، انھوں نے فرمایا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ ابراہیم اور حماد کی وفات ہوئی، ان دونوں نے اپنا قائم مقام چھوڑا اور آپ کی وفات ہوئی اور آپ نے روئے زمین پر اپنا کوئی قائم مقام نہیں چھوڑا۔ اور پھر وہ شدت کے ساتھ رونے لگے۔

حضرت حسن عمار نے آپ کی قبر پر کہا۔ آپ ہمارے لئے گزرے ہوئے حضرات کے جانشین تھے، آپ نے اپنے بعد کسی کو اپنا جانشین نہ چھوڑا، اگر آپ کے سکھائے ہوئے علم میں کوئی آپ کا

جانشین ہو بھی جائے' وہ ورع میں آپ کا جانشین ہو نہیں سکتا۔

خطیب کی کارستانی عنقریب ناظرین مطالعہ فرمائیں گے۔

اب یہ عاجز امام، محدث، مجتہد حافظ مغرب ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر نمری قُرطبی اندلسی متولد ۳۶۸ھ متوفی ۴۶۳ھ کی کچھ عبارتیں نقل کرکے اُن کا آزاد ترجمہ لکھتا ہے حضرت امام کے مخالفوں نے ہر طرح کے فریب اور دجل سے کام لیا تھا اور اس کثرت سے مخالفت کی تھی کہ بعض سادہ لوح افراد بھی ان کے ہمنوا بن گئے تھے چنانچہ بعض شافعیہ بھی بھٹک گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس وقت امام محقق ابن عبد البر کو توفیق دی کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرکے رکھدیا چونکہ آپ کی تحریرات پر عاجز کا بڑا اعتماد ہے اس لئے عاجز پہلے اصل عبارت اور پھر اس کا آزاد ترجمہ پیش کرتا ہے۔ آپ کی تحریرات نے شوافع کا رنگ بدل دیا اور پھر انہوں نے بڑی گراں قدر کتابیں لکھی ہیں۔ اللہ ہم سب کو توفیق دے کہ حضراتِ ائمہ کی قدر و منزلت کو پہچانیں۔

علامہ ابن عبد البر نے اَلْاِنْتِقَاء کے صفحہ ۱۴۹ سے ۱۵۲ تک لکھا ہے:-

كَثِيْرٌ مِنْ اَهْلِ الْحَدِيْثِ اسْتَجَازُوا الطَّعْنَ عَلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ لِرَدِّهِ كَثِيْرًا مِنْ اَخْبَارِ الْآحَادِ الْعُدُوْلِ لِاَنَّهٗ كَانَ يَذْهَبُ فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى عَرْضِهَا عَلٰى مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ مِنَ الْاَحَادِيْثِ وَمَعَانِي الْقُرْآنِ فَمَا شَذَّ مِنْ ذٰلِكَ رَدَّهٗ وَسَمَّاهُ شَاذًّا وَكَانَ مَعَ ذٰلِكَ اَيْضًا يَقُوْلُ الطَّاعَاتُ مِنَ الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا لَا تُسَمّٰى اِيْمَانًا وَكُلُّ مَنْ قَالَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ الْاِيْمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ يُنْكِرُوْنَ قَوْلَهٗ وَيُبَدِّعُوْنَهٗ بِذٰلِكَ وَكَانَ مَعَ ذٰلِكَ مَحْسُوْدًا لِفَهْمِهٖ وَفِطْنَتِهٖ۔

وَنَذْكُرُ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ مِنْ ذَمِّهٖ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ مَا يَقِفُ بِهِ النَّاظِرُ فِيْهِ عَلٰى حَالِهٖ عَصَمَنَا اللّٰهُ وَكَفَانَا شَرَّ الْحَاسِدِيْنَ، آمِيْنَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔

فَمَنْ طَعَنَ عَلَيْهِ وَجَرَحَهٗ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيُّ فَقَالَ فِيْ كِتَابِهِ الضُّعَفَاءِ وَالْمَتْرُوْكِيْنَ، اَبُوْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ الْكُوْفِيُّ قَالَ نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَمَعَاذُ بْنُ مَعَاذٍ سَمِعَا سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يَقُوْلُ قِيْلَ اسْتُتِيْبَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ مِنَ الْكُفْرِ مَرَّتَيْنِ وَقَالَ نُعَيْمٌ عَنِ الْفَزَارِيِّ كُنْتُ عِنْدَ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ فَجَاءَ نَعْيُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فَقَالَ لَعَنَهُ اللّٰهُ كَانَ يَهْدِمُ الْاِسْلَامَ عُرْوَةً عُرْوَةً وَمَا وُلِدَ فِي الْاِسْلَامِ مَوْلُوْدٌ اَشَرَّ مِنْهُ۔ هٰذَا مَا ذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ۔

حَدَّثَنَا حَكَمُ بْنُ مُنْذِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَعْقُوْبَ يُوْسُفُ بْنُ اَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُحَمَّدٍ

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَسَدٍ الْفَقِيْهُ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ الْعَلَاءِ الرَّقِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو الرَّقِّيُّ قَالَ ضُرِبَ اَبُوْحَنِيْفَةَ عَلَى الْقَضَاءِ فَلَمْ يَفْعَلْ فَفَرِحَ بِذٰلِكَ اَعْدَاؤُهُ وَقَالُوْا اسْتَتَابَهُ، قَالَ اَبُوْيَعْقُوْبَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْقُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْنُسَ الْكُوَيْمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ دَاوُدَ الْخُرَيْبِيَّ يَوْمًا وَقِيْلَ لَهُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّ مَعَاذًا يَرْوِیْ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ اَنَّهُ قَالَ اسْتُتِيْبَ اَبُوْحَنِيْفَةَ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، هٰذَا وَاللهِ كِذْبٌ، فَقَدْ كَانَ بِالْكُوْفَةِ عَلِيٌّ وَالْحَسَنُ ابْنَا صَالِحِ بْنِ حَيٍّ وَهُمَا مِنَ الْوَرَعِ بِالْمَكَانِ الَّذِیْ لَمْ يَكُنْ مِثْلُهُ وَاَبُوْحَنِيْفَةَ يُفْتِیْ بِحَضْرَتِهِمَا وَلَوْ كَانَ مِنْ هٰذَا شَیْءٌ مَا رَضِيَا بِهِ وَقَدْ كُنْتُ بِالْكُوْفَةِ دَهْرًا فَمَا سَمِعْتُ بِهٰذَا۔

وَذَكَرَ السَّاجِيُّ فِیْ كِتَابِ الْعِلَلِ لَهُ فِیْ بَابِ اَبِیْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ اسْتُتِيْبَ فِیْ خَلْقِ الْقُرْاٰنِ فَتَابَ وَالسَّاجِيُّ مِمَّنْ كَانَ يُنَافِسُ اَصْحَابَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ۔

وَقَالَ ابْنُ الْجَارُوْدِ فِیْ كِتَابِهِ فِی الضُّعَفَاءِ وَالْمَتْرُوْكِيْنَ النُّعْمَانُ بْنُ الثَّابِتِ اَبُوْحَنِيْفَةَ جُلُّ حَدِيْثِهِ وَهْمٌ، وَقَدْ اخْتُلِفَ فِیْ اِسْلَامِهِ، فَهٰذَا وَمِثْلُهُ لَا يَخْفٰى عَلٰى مَنْ اَحْسَنَ النَّظَرَ وَالتَّاَمُّلَ مَا فِيْهِ۔

وَقَدْ رُوِیَ عَنْ مَالِكٍ رَحِمَهُ اللهُ اَنَّهُ قَالَ فِیْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ نَحْوَمَا ذَكَرَ سُفْيَانُ اَنَّهُ شَرُّ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِی الْاِسْلَامِ وَاَنَّهُ لَوْخَرَجَ عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِالسَّيْفِ كَانَ اَهْوَنُ، وَرُوِیَ عَنْهُ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِ عُمَرَ بِالْعِرَاقِ وَبِهَا دَاءُ الْعُضَالِ، فَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ، وَرَوٰى ذٰلِكَ كُلَّهُ عَنْ مَالِكٍ اَهْلُ الْحَدِيْثِ وَاَمَّا اَصْحَابُ مَالِكٍ مِنْ اَهْلِ الرَّاْيِ فَلَا يَرْوُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا عَنْ مَالِكٍ۔

وَذَكَرَ السَّاجِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوالسَّائِبِ قَالَ سَمِعْتُ وَكِيْعَ بْنَ الْجَرَّاحِ يَقُوْلُ وَجَدْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ خَالَفَ مِائَتَیْ حَدِيْثٍ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَوٰى عَنْ وَكِيْعٍ اَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَطَاءً اِنْ كَانَ سَمِعَهُ۔ وَذَكَرَ السَّاجِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُقْرِیِّ قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يَقُوْلُ اسْتُتِيْبَ اَبُوْحَنِيْفَةَ مَرَّتَيْنِ، وَذَكَرَ السَّاجِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْحَاتِمٍ الرَّازِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْنُسَ قَالَ اِنَّمَا اسْتُتِيْبَ اَبُوْحَنِيْفَةَ لِاَنَّهُ قَالَ الْقُرْاٰنُ مَخْلُوْقٌ وَاسْتَتَابَهُ عِيْسَى بْنُ مُوْسٰى، وَذَكَرَ السَّاجِيُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَوْحٍ الْمَدَائِنِيُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ قُلْتُ

لِابْنِ الْمُبَارَكِ كَانَ النَّاسُ يَقُولُونَ إِنَّكَ تَذْهَبُ إِلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ، قَالَ لَيْسَ كُلُّ مَا يَقُولُ النَّاسُ يُصِيبُونَ فِيهِ قَدْ كُنَّا نَأْتِيهِ زَمَانًا وَنَحْنُ لَا نَعْرِفُهُ فَلَمَّا عَرَفْنَاهُ تَرَكْنَاهُ، قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِيِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ دَعَانِي أَبُو حَنِيفَةَ إِلَى الْأَرْجَاءِ غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمْ أُجِبْهُ، قَالَ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ الْقَطَّانُ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ عَاصِمٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي حَنِيفَةَ حَدِيثُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى خَمْسًا فَأَخَذَ أَبُو حَنِيفَةَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ وَرَمَى بِهِ وَقَالَ إِنْ كَانَ جَلَسَ فِي الرَّابِعَةِ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ وَإِلَّا فَلَا تُسَاوِي صَلَاتُهُ هٰذِهِ، قَالَ وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَعِصْمَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ بِشْرِ بْنِ الْفَضْلِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي حَنِيفَةَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ، قَالَ هٰذَا رَجَزٌ فَقُلْتُ قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَخَ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَرَضَخَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَأْسَهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَقَالَ هٰذَا هَذَيَانٌ۔ قَالَ أَبُو عُمَرَ سَمِعَ الطَّحَاوِيُّ أَبَا جَعْفَرٍ رَجُلًا يُنْشِدُهُ۔

إِنْ كُنْتَ كَاذِبَةً بِمَا حَدَّثْتَنِي ... فَعَلَيْكِ إِثْمُ أَبِي حنيفة أَوْ زُفَرِ

أَلْوَاثِبِيْنَ عَلَى الْقِيَاسِ تَعَدِّيًا ... وَالنَّاكِبِيْنَ عَنِ الطَّرِيقَةِ وَالْأَثَرِ

فَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: وَدِدْتُ أَنَّ لِي حَسَنَاتِهِمَا وَأُجُورَهُمَا وَعَلَيَّ إِثْمُهُمَا۔

الانتقار کے صفحہ ۱۷۳ میں لکھا ہے ۔ قال ابو عمر، كَانَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ يُثْنِي عَلَيْهِ وَيُوَثِّقُهُ وَأَمَّا سَائِرُ أَهْلِ الْحَدِيثِ فَهُمْ كَالْأَعْدَاءِ لِأَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِ۔ اھ

(ترجمہ) ابو عمر کہتے ہیں، اہلِ حدیث کی اکثریت نے ابو حنیفہ پر طعن کرنے کو دو وجہ سے جائز قرار دیا ہے۔(۱) ابو حنیفہ نے ان روایات کو جو عادل افراد سے مروی ہیں اور وہ روایتیں متفقہ اور مسلمہ معانی کے خلاف واقع ہوئی ہیں، رد کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں جو روایت متفقہ اصول کے خلاف ہو وہ شاذ ہے اس پر عمل جائز نہیں ۔

(۲) وہ کہتے ہیں اعمال کو جیسے نماز، روزہ وغیرہ ہے ایمان نہیں کہا جاسکتا۔ جن لوگوں نے اعمال کو ایمان قرار دیا ہے وہ آپ کے قول کو بُرا سمجھتے ہیں اور آپ کو بدعتی قرار دیتے ہیں۔

اِن باتوں کے ہوتے ہوئے آپ اپنی سمجھ اور ذہانت کی وجہ سے محسود تھے آپ سے حسد کیا جاتا تھا۔ میں اس کتاب "الانتقار" میں آپ کی مذمّت کا اور آپ کی مدحت کا بیان کرتا ہوں تاکہ ناظرین واقف رہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو حسد کرنے والوں کے شر سے بچائے، آمین یا رب العالمین۔

جن لوگوں نے آپ پر طعن وجرح کی ہے اُن میں ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری ہیں۔ اُنہوں نے اپنی کتاب " الضعفاء والمتروکین" میں لکھا ہے۔

ابو حنیفہ النعمان بن ثابت کوفی کے متعلق نعیم بن حماد نے بیان کیا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید اور معاذ بن معاذ نے بیان کیا کہ ہم نے سفیان ثوری سے سُنا وہ کہہ رہے تھے، کہا گیا ہے کہ دو مرتبہ ابو حنیفہ سے کفر سے توبہ کرائی گئی ہے۔

اور نعیم نے فزاری کا بیان نقل کیا کہ میں سفیان بن عیینہ کے پاس تھا کہ ابو حنیفہ کی وفات کی خبر آئی. سفیان نے کہا، اللہ اس پر لعنت کرے، وہ اسلام کی ایک ایک کڑی گرا رہا تھا، اسلام میں اس سے بدتر بچہ پیدا نہیں ہوا ہے۔ (تمام ہوئی بخاری کی جرح)

(ابو عمر کہتے ہیں) ہم سے حکم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو یعقوب یوسف بن احمد نے کہا کہ ہم سے ابو محمد عبدالرحمٰن بن اسد فقیہ نے بیان کیا کہ ہم سے ہلال بن العلاء رقی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا کہ ہم سے عبیداللہ بن عمرو رقی نے بیان کیا کہ قاضی کا عہدہ قبول کرنے کے سلسلہ میں دو مرتبہ ابو حنیفہ کو کوڑے مارے گئے اور انہوں نے وہ عہدہ قبول نہیں کیا، اُن کے دشمن خوش ہوئے اور انہوں نے کہا ابو حنیفہ سے توبہ کرائی گئی ہے اور یہ قدح ہے۔

ابو یعقوب نے بیان کیا کہ ہم سے ابو قتیبہ سلم بن فضل نے کہا کہ ہم سے محمد بن یونس کدیمی نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن داؤد خریبی سے ایک دن جب کہ اُن سے کہا گیا کہ معاذ، سفیان ثوری سے بیان کرتا ہے کہ سفیان نے کہا کہ ابو حنیفہ سے دو مرتبہ توبہ کرائی گئی، یہ سن کر عبداللہ بن داؤد نے کہا اللہ کے قسم یہ جھوٹ ہے، کوفہ میں علی اور حسن فرزندانِ صالح بن حی موجود تھے، ان دونوں کے ورع کی مثال نہ تھی، ان کے سامنے ابو حنیفہ فتویٰ دیا کرتے تھے، اگر اس قسم کی کوئی بات ہوتی، یہ دونوں حضرات خاموش نہ رہتے۔ اور عبداللہ بن داؤد خریبی نے یہ بھی کہا کہ میں کوفہ میں ایک زمانہ رہا ہوں اور یہ بات میں نے نہیں سُنی ہے۔

ساجی نے اپنی کتاب "العِلَل" کے باب ابو حنیفہ میں ذکر کیا ہے کہ خلقِ قرآن کے سلسلہ میں ابو حنیفہ سے توبہ کرائی گئی اور انہوں نے توبہ کی۔

ساجی، ابو حنیفہ کے اصحاب سے حسد و رشک کیا کرتا تھا۔

ابن جارود نے اپنی کتاب " الضعفاء والمتروکین" میں لکھا ہے۔ ابو حنیفہ کی زیادہ تر حدیثیں

دہم ہیں' اور ابوحنیفہ کے اسلام میں کلام کیا گیا ہے۔

ابوعمر علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے جو کچھ ابن جارود نے لکھا ہے یا کسی دوسرے نے لکھا ہے اس کی حقیقت اہلِ بینش اور اصحابِ دانش پر واضح ہے۔ ابوحنیفہ کے متعلق مالک سے بھی ایسا ہی قول نقل کیا گیا ہے جو سفیان کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ابوحنیفہ اسلام میں بدترمولود ہیں اگر ابوحنیفہ تلوار لے کر اس اُمّت پر نکلتے وہ زیادہ آسان رہتا اور بیان کیا گیا ہے کہ مالک سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول "بِالْعِرَاقِ الدَّاءُ الْعُضَال" (عراق میں عاجز کر دینے والی بیماری ہے) کی تشریح طلب کی گئی اور انہوں نے کہا کہ یہ دارِ عُضَال ابوحنیفہ ہیں، اس قسم کی تمام باتیں امام مالک سے اہلِ حدیث نے نقل کی ہیں۔ امام مالک کے اصحاب اور اُن کے پیروان نے اس قسم کی کوئی روایت نہیں کی ہے۔

۱۔ ساجی نے ذکر کیا ہے کہ ہم سے ابوالسائب نے کہا کہ میں نے وکیع بن الجراح سے سُنا وہ کہہ رہے تھے کہ ابوحنیفہ نے دوسو حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے۔ اور وکیع نے کہا کہ ابوحنیفہ کہتے ہیں "میں نے عطا سے سُنا ہے"۔ اگر انہوں نے سُنا ہو (یعنی وکیع بن الجراح کو حضرت امام کے قول پر اعتماد نہیں ہے)

۲۔ اور ساجی نے ذکر کیا کہ ہم سے بندار اور محمد بن المقری نے کہا کہ معاذ بن معاذ عبدی نے بیان کیا کہ میں نے سفیان ثوری سے سنا کہ ابوحنیفہ سے دوبار توبہ کرائی گئی ہے۔

۳۔ اور ساجی نے ذکر کیا کہ ہم سے ابوحاتم رازی نے کہا۔ ان سے عباس بن عبدالعظیم نے کہا اور وہ محمد بن یونس سے روایت کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ "اَلْقُرْآنُ مَخْلُوق" قرآن مخلوق ہے اور عیسی بن موسیٰ نے ابوحنیفہ سے توبہ کرائی۔

۴۔ اور ساجی نے ذکر کیا کہ مجھ سے محمد بن روح مدائنی نے اور ان سے مُعَلّٰی بن اسد نے کہا کہ میں نے ابن مبارک سے کہا، لوگ کہتے ہیں تم ابوحنیفہ کے قول کو اختیار کرتے ہو۔ ابنِ مبارک نے کہا لوگوں کی کہی ہوئی ہر بات درست نہیں ہوا کرتی، ایک مدت تک ہم اُن کے پاس جاتے تھے جب ہم پر حقیقت ظاہر ہوئی ہم نے ان کو چھوڑ دیا۔

۵۔ اور ساجی نے ذکر کیا کہ مجھ سے محمد بن عبدالرحمٰن المقری نے کہا کہ میرے والد نے مجھ سے کہا کہ مجھ کو کئی مرتبہ ابوحنیفہ نے اِرجاء کی طرف بُلایا لیکن میں نے قبول نہیں کیا۔

۶۔ اور ساجی نے ذکر کیا کہ ہم سے احمد بن سنان قطان نے کہا کہ ہم نے علی بن عاصم سے سُنا کہ میں نے ابوحنیفہ سے کہا۔ ابراہیم نے علقمہ سے اور علقمہ نے عبداللہ بن مسعود سے سنا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ رکعتیں پڑھیں۔ یہ سُن کر ابو حنیفہ نے زمین پر سے کوئی شے اُٹھا کر ایک طرف پھینک دی اور کہا اگر چوتھی رکعت میں بہ قدرِ تشہد بیٹھے ہیں (تو درست ہے) ورنہ وہ نماز اس پھینکی ہوئی شے کی طرح ہیچ ہے (کچھ نہیں ہے)۔

۷۔ اور ساجی نے کہا ہم سے سعید بن محمد بن عَمْرو اور عصمۃ بن محمد نے کہا کہ ہم سے عباس بن عبد العظیم نے اور اُن سے اَبو الاَسود نے اور ان سے بشر بن الفضل نے بیان کیا کہ میں نے ابو حنیفہ سے کہا کہ نافع ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بائع اور مشتری (فروخت کرنے والا اور خریدنے والا) جب تک الگ نہ ہوں خرید و فروخت کو قائم رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ ابو حنیفہ نے کہا یہ تو رَجزْ ہے (ایک طرح کی شاعری ہے) پھر میں نے ابو حنیفہ سے کہا۔ قتادہ انس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لونڈی کا سر دو پتھروں سے کچل دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کا سر پتھروں سے کچلوا دیا۔ ابو حنیفہ نے کہا، یہ بیکار بات ہے۔[1]

ابو عمر بن عبد البر کا بیان ہے کہ (امام) ابو جعفر طحاوی نے کسی سے یہ دو شعر سُنے۔

۱۔ اگر تو نے جو بات مجھ سے کہی ہے غلط ہے تو تجھ پر ابو حنیفہ اور زفر کے گناہ پڑیں۔

۲۔ جو کہ تجاوز کرتے ہوئے قیاس میں بڑھتے تھے اور سیدھی راہ اور راستے سے پھرتے تھے۔

ابو جعفر نے فرمایا۔ کاش مجھ کو ان دو صاحبان کا اجر اور نیکیاں ملیں اور ان کے گناہ مجھ پر پڑیں۔

انتقاء میں قاضی ابو یوسف کے احوال کے آخر میں لکھا ہے۔ یحییٰ بن معین ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کی تعریف کیا کرتے تھے اور باقی اہلِ حدیث مثلِ اعداء تھے (دشمنوں کی طرح تھے)۔

امام ابو عمر ابن عبد البر نے حضرت امام عالی مقام کے حاسدوں اور آپ کے اعداء کا خوب بیان کیا ہے اور ظاہر کر دیا ہے کہ یہ نام نہاد اہلِ حدیث حضرت عبد الرحمن جامی کے اس شعر کے اتمِ مصداق ہیں۔

در لباسِ دوستی سازند کارِ دشمنی — هُمْ ذِئَابٌ فِیْ ثِیَابٍ اَوْ ثِیَابٌ فِیْ ذِئَابٍ

دوستی کے لباس میں دشمنی کے کام انجام دیتے ہیں، وہ بھیڑیے کپڑوں میں ہیں یا کپڑے بھیڑیوں میں ہیں۔

---

[1] یہ الزامات ساجی نے حضرت امام پر لگائے ہیں۔ اور ساجی کے متعلق ابن عبد البر لکھ چکے ہیں کہ وہ ابو حنیفہ کے اصحاب سے حسد کیا کرتا تھا۔ اعوذ من شر حاسدٍ اِذا حسد۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ حاسد کا کام ہی الزام تراشی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے جَامِعُ بیانِ العِلْمِ وَفَضْلِہٖ کے نصف آخر کے صفحہ ۱۴۸ میں لکھا ہے۔

قَالَ اَبُوْ عُمَرَ: اَفْرَطَ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ فِیْ ذَمِّ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَتَجَاوَزُوْا الْحَدَّ فِیْ ذٰلِکَ وَالسَّبَبُ وَالْمُوْجِبُ لِذٰلِکَ عِنْدَھُمْ اِدْخَالُہُ الرَّأْیَ وَالْقِیَاسَ عَلَی الْاٰثَارِ وَاعْتِبَارُھُمَا، وَاَکْثَرُ اَھْلِ الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ، اِذَا صَحَّ الْاَثَرُ بَطَلَ الْقِیَاسُ وَالنَّظَرُ وَکَانَ رَدُّہٗ لِمَا رَدَّ مِنْ اَخْبَارِ الْاٰحَادِ بِتَاوِیْلٍ مُحْتَمَلٍ وَکَثِیْرٌ مِنْہُ قَدْ تَقَدَّمَہُ اِلَیْہِ غَیْرُہٗ وَتَابَعَہٗ عَلَیْہِ مِثْلُہٗ مِمَّنْ قَالَ بِالرَّایِ وَجُلُّ مَا یُوْجَدُ لَہٗ مِنْ ذٰلِکَ مَا کَانَ مِنْہُ اِتِّبَاعًا لِاَھْلِ بَلَدِہٖ کَاِبْرَاھِیْمَ النَّخَعِیِّ وَاَصْحَابِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اِلَّا اَنَّہٗ اَغْرَقَ وَاَفْرَطَ فِیْ تَنْزِیْلِ النَّوَازِلِ ھُوَ وَاَصْحَابُہٗ وَالْجَوَابِ فِیْھَا بِرَأْیِھِمْ وَاسْتِحْسَانِھِمْ فَاَتٰی مِنْہُ ذٰلِکَ خِلَافٌ کَبِیْرٌ لِلسَّلَفِ وَشَنَّعَ ھِیَ عِنْدَ مُخَالِفِیْھِمْ بِدَعٌ وَمَا اَعْلَمُ اَحَدًا مِنْ اَھْلِ الْعِلْمِ اِلَّا وَلَہٗ تَأْوِیْلٌ فِیْ اٰیَۃٍ اَوْ مَذْھَبٌ فِیْ سُنَّۃٍ رَدَّ مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ الْمَذْھَبِ سُنَّۃً اُخْرٰی بِتَأْوِیْلٍ سَائِغٍ اَوْ اِدِّعَاءِ نَسْخٍ اِلَّا اَنَّ لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ مِنْ ذٰلِکَ کَثِیْرًا وَھُوَ یُوْجَدُ لِغَیْرِہٖ قَلِیْلٌ، وَقَدْ ذَکَرَ یَحْیَی بْنُ سَلَامٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ غَانِمٍ فِیْ مَجْلِسِ اِبْرَاھِیْمَ الْاَغْلَبِ یُحَدِّثُ عَنِ اللَّیْثِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّہٗ قَالَ اَحْصَیْتُ عَلٰی مَالِکِ بْنِ اَنَسٍ سَبْعِیْنَ مَسْئَلَۃً کُلُّھَا مُخَالِفَۃٌ لِسُنَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِمَّا قَالَ مَالِکٌ فِیْھَا بِرَایِہٖ، قَالَ وَلَقَدْ کَتَبْتُ اِلَیْہِ فِیْ ذٰلِکَ قَالَ اَبُوْ عُمَرَ لَیْسَ لِاَحَدٍ مِنْ عُلَمَاءِ الْاُمَّۃِ یُثْبِتُ حَدِیْثًا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَرُدُّہٗ دُوْنَ اِدِّعَاءِ نَسْخٍ عَلَیْہِ بِاَثَرٍ مِثْلِہٖ اَوْ بِاِجْمَاعٍ اَوْ بِعَمَلٍ یَجِبُ عَلٰی اَصْلِہٖ الْاِنْقِیَادُ اِلَیْہِ اَوْ طَعْنٍ فِیْ سَنَدِہٖ وَلَوْ فَعَلَ ذٰلِکَ اَحَدٌ سَقَطَتْ عَدَالَتُہٗ فَضْلًا عَنْ اَنْ یَتَّخِذَ اِمَامًا وَلَزِمَہٗ اِثْمُ الْفِسْقِ وَنَقَمُوْا اَیْضًا عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ الْاِرْجَاءَ وَمِنْ اَھْلِ الْعِلْمِ مَنْ یُنْسَبُ اِلَی الْاِرْجَاءِ کَثِیْرٌ، لَمْ یُعْنَ اَحَدٌ بِنَقْلِ قَبِیْحِ مَا قِیْلَ فِیْہِ کَمَا عَنَوْا بِذٰلِکَ فِیْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ لِاِمَامَتِہٖ وَکَانَ اَیْضًا مَعَ ھٰذَا یُحْسَدُ وَیُنْسَبُ اِلَیْہِ مَا لَیْسَ فِیْہِ وَیُخْتَلَقُ عَلَیْہِ مَا لَا یَلِیْقُ وَقَدْ اَثْنٰی عَلَیْہِ جَمَاعَۃٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَفَضَّلُوْہُ۔

ابو عمر (ابن عبدالبر) نے کہا، اہلِ حدیث نے ابوحنیفہ کی مذمت کرنے میں بڑی زیادتی سے کام لیا ہے وہ اس سلسلہ میں حد سے بڑھ گئے ہیں، اہلِ حدیث کے نزدیک اس افراط اور حد سے تجاوز کرنے کی علت اور وجہ ابوحنیفہ کا آثار پر رائے اور قیاس کو ترجیح دینا ہے، اور اکثر اہلِ علم نے کہا ہے، جب صحیح اثر ثابت ہو جائے تو قیاس اور نظر رد ہو جاتا ہے۔ ابوحنیفہ نے جن اخبار آحاد کو رد کیا ہے، ایسی تاویل سے رد کیا ہے جو محتمل ہے (اس کا احتمال کیا جا سکتا ہے) ابوحنیفہ نے جن اخبار آحاد کو رد کیا ہے ان میں کثرت ایسے اخبار آحاد کی ہے کہ ابوحنیفہ سے پہلے علماءِ کرام ان میں تاویل کر چکے ہیں یا آپ جیسے

علماء آپ کی پیروی کر چکے ہیں۔ اور آپ سے جو کچھ منقول ہے اُن میں زیادہ تر ایسی آرا ہیں جن میں آپ نے اپنے شہر والوں کا اتباع کیا ہے، جیسے ابراہیم نخعی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب نے تنزیلِ نوازل کی وجہ سے (واقعات کے رونما ہونے کے خیال سے) پیدا کردہ مسائل میں کثرت سے رائے اور قیاس کا استعمال کیا ہے اور آپ نے اور آپ کے اصحاب نے استحسان کا استعمال کیا ہے۔ اس کی وجہ سے اختلاف بڑھا اور مخالفوں نے اس کو بدعت قرار دے کر تشنیع کی ہے۔

میرے علم میں اہلِ علم میں سے کوئی فرد ایسا نہیں گزرا ہے جس نے کسی آیت میں کوئی تاویل نہ کی ہو یا سنت میں کوئی ایسی راہ اختیار نہ کی ہو جس کی وجہ سے کوئی دوسری سنت نظر انداز نہ ہوئی ہو، اچھی تاویل کی وجہ سے یا نسخ کے دعوی کی وجہ سے۔ فرق اتنا ہے اوروں کا یہ عمل تھوڑا ہے اور ابو حنیفہ اور اُن کے اصحاب کا زیادہ ہے۔[1]

یحیٰی بن سلام نے بیان کیا کہ میں نے ابراہیم بن اغلب کی مجلس میں عبداللہ بن غانم کو یہ بیان کرتے سُنا کہ لیث بن سعد (امام مصر) نے کہا میں نے مالک بن انس کے ستر ایسے مسئلے شمار کئے ہیں کہ وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مخالف ہیں اور مالک نے اپنی رائے سے بیان کئے ہیں میں نے اس سلسلہ میں مالک بن انس کو لکھا ہے۔ ابو عمر (ابن عبدالبر) کہتے ہیں، اس امت کے علماء میں سے کسی عالم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کو بغیر نسخ کے دعوی کے یا اُس جیسی کسی دوسری حدیث کی وجہ سے یا اجماعِ اُمت کی وجہ سے یا کسی ایسے عمل کی وجہ سے جس کا تسلیم کرنا واجب ہو یا اس کی سند میں کوئی طعن ہو رَد کرے۔ اگر ان وجوہ کے بغیر کوئی ثابت حدیث کو رَد کرے گا اس کی عدالت ساقط ہو جائیگی چہ جائیکہ اس کو امام بنایا جائے۔ ایسے شخص پر فسق کا دھبّہ لگ جاتا ہے۔

اور ابو حنیفہ پر ارجاء کا بھی اعتراض ہے[2]۔ اصحابِ علم میں سے ارجاء کے قائل کثرت سے ہیں لیکن کسی کے متعلق بُرائی کی نسبت نہیں بیان کی گئی ہے جس طرح پر کہ ابو حنیفہ کے ساتھ کیا گیا ہے اور یہ آپ کی امامت کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور ابو حنیفہ کے ساتھ حسد کیا جاتا تھا اور آپ سے ایسی باتوں کی نسبت کی جاتی تھی جو آپ میں نہ تھیں اور ناشائستہ امور کی تہمت آپ پر لگائی جاتی ہے حالانکہ آپ کی تعریف و ستائش علماء کی ایک جماعت نے کی ہے اور وہ آپ کی فضیلت کے قائل ہوئے ہیں۔

---

[1] بیشک علماءِ احناف کا عمل زیادہ ہے۔ اِن حضرات نے مسائل کے استنباط بھی کثرت سے کئے ہیں اور لَا اَدْرِی کہہ کر پہلو تہی نہیں کی ہے۔ [2] ارجاء کا بیان آنے والا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر کی عبارات پر ایک نظر

ابن عبدالبر نے الانتقار میں ابتدا اس عبارت سے کی ہے۔ اہلِ حدیث نے دو وجوہ کی بنا پر امام ابوحنیفہ پر طعن کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔

۱۔ آپ نے عادل افراد کی اُن روایتوں کو رد کیا ہے جو متفقہ اور مسلمہ معانی کے خلاف واقع ہوئی ہیں۔

۲۔ آپ نے اعمال کو جیسے نماز و روزہ ہے، ایمان میں داخل نہیں کیا ہے۔

اور انتقار میں اپنے کلام کو اس پر ختم کیا ہے۔ ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی تعریف یحییٰ بن معین کیا کرتے تھے باقی اہلِ حدیث مثل دشمنوں کے تھے۔

اور امام ابوحنیفہ پر طعن کرنے والوں میں سرِ فہرست امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری کا نام لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی "کتابُ الضُّعَفَاء وَالمتروکین" میں اپنے شیخ نعیم بن حماد سے سُنا ان سے یحییٰ بن سعید اور معاذ بن معاذ نے کہا ہے۔ ہم نے سفیان ثوری سے سُنا کہ دو مرتبہ ابوحنیفہ سے توبہ کفر سے کرائی گئی ہے۔

اہلِ علم جانتے ہیں کہ حاسد اور دشمن کی گواہی شرعًا مقبول نہیں ہوتی ہے۔ جو کچھ بھی اہلِ حدیث نے حضرت امام ابوحنیفہ کے متعلق کہا ہے وہ زُور اور بہتان ہے۔ ابن تیمیہ نے کھلے الفاظ میں کہا ہے۔ نقلوا عنه اشياء يقصدون بها الشناعة عليه وهى كذب عليه قطعًا۔ لوگوں نے آپ سے باتیں نقل کی، ہیں، اُن کا مقصد آپ کو بدنام کرنا ہے اور یہ آپ پر قطعًا جھوٹ ہے۔

بخاری نے اپنے شیخ نعیم بن حماد کے جھوٹ کو نقل کیا ہے۔ خطیب نے تاریخِ بغداد کی جلد ۱۳ میں حضرت امام عالی مقام کے ذکر سے پہلے صفحہ ۳۰۶ سے صفحہ ۴۳۱ تک نعیم بن حماد کا ذکر کیا ہے اس میں جو جرح لکھی ہے عاجز اس کو صفحہ کے نمبر کے ساتھ لکھتا ہے۔

ص ۳۰۷ نعیم بن حماد نے روایت کی ہے۔ تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی بِضْعٍ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً اَعْظَمُهَا فِتْنَةً عَلٰی اُمَّتِیْ قَوْمٌ یَقِیْسُوْنَ الْاُمُوْرَ بِرَأْیِهِمْ فَیُحِلُّوْنَ الْحَرَامَ وَیُحَرِّمُوْنَ الْحَلَالَ (میری اُمت کچھ اوپر ستر فرقوں میں بٹے گی، میری اُمت کے لئے زیادہ فتنہ پرداز وہ جماعت ہوگی جو واقعات اور

مسائل میں قیاس کرے گی اور حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرے گی) ابوزرعہ کہتے ہیں۔ میں نے یحییٰ بن معین سے کہا نعیم یہ روایت کہاں سے لائے۔ انہوں نے کہا نعیم کو شبہ ہوا ہے۔

ص۳۰۶ دارقطنی نے کہا۔ اِمَامٌ فِی السُّنَّةِ کَثِیْرُ الْوَھْمِ، وہ سنت میں امام، بڑے وہمی ہیں۔

ص۳۱۲ ابوصالح بن محمد الأسدی نے کہا ہے۔ کَانَ نَعِیْمٌ یُحَدِّثُ عَنْ حِفْظِهٖ وَعِنْدَهٗ مَنَاکِیْرُ کَثِیْرَةٌ لَایُتَابَعُ عَلَیْھَا۔ نعیم اپنے حافظہ سے روایت کیا کرتے تھے اور اس کے پاس مناکیر کی کثرت تھی ایسے مناکیر کہ کسی دوسری روایت سے ان کی تائید نہیں ہوتی ہے۔

ص۳۱۲ نسائی نے کہا ہے۔ اِبْنِ حَمَّادُ ضَعِیْفٌ مَرْوَزِیٌّ۔ ابن حماد ضعیف ہے اور وہ مروزی ہے اور نسائی نے یہ بھی کہا ہے۔ لَیْسَ بِثِقَةٍ وہ ثقہ نہیں ہے۔

ص۳۱۴ ابوسعید بن یونس نے کہا ہے۔ رَوَیٰ اَحَادِیْثَ مَنَاکِیْرَ عَنِ الثِّقَاتِ۔ ثقہ افراد سے منکر احادیث کی روایت کی ہے۔

علامہ محمد علی صدیقی کاندھلوی نے کتاب "امامِ اعظم اور علم الحدیث" کے صفحہ ۳۲۶ میں لکھا ہے۔ اَزدی نے کہا ہے۔ کَانَ نَعِیْمٌ یَضَعُ الْحَدِیْثَ فِیْ تَقْوِیَةِ السُّنَّةِ وَحکایات مُزَوَّرَة فِیْ ثَلْبِ نعمان کلھا کذبٌ (میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۲۳۹) نعیم سنّت کی تقویت کے لئے حدیثیں گھڑتے تھے۔ اور ابوحنیفہ کے مثالب میں جھوٹی حکایتیں بناتے تھے سب جھوٹ ہوتا تھا۔

علماءِ ازہر نے صفحہ ۳۹۱ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ سفیان ثوری کے قول "استتیب ابوحنیفة من الکفر مرتین" کی روایت میں نعیم بن حماد ہے یعنی ابوحنیفہ سے دو مرتبہ کفر سے توبہ کرائی گئی نعیم کے متعلق خطیب نے بہت اقوال لکھے ہیں۔ ابن عدی نے کہا ہے۔ وہ حدیث گھڑتے تھے، ازدی نے کہا ہے وہ سنّت کی تقویت میں حدیث گھڑتے تھے وہ ابوحنیفہ کی مذمت میں جھوٹی روایتیں بیان کرتے تھے۔ کُلُّھَا کِذْبٌ سب جھوٹ۔

بخاری نے سفیان ثوری کا قول اپنے استاد نعیم سے بایں الفاظ نقل کیا ہے کہ سفیان نے کہا ہے۔ "قِیْلَ اُسْتُتِیْبَ اَبُوْحَنِیْفَةَ مِنَ الْکُفْرِ مَرَّتَیْنِ" کہا گیا ہے کہ ابوحنیفہ سے دوبار کفر سے توبہ کرائی گئی ہے۔ علماء جانتے ہیں کہ اہلِ علم کا مشہور قول ہے کہ لفظ قیل مَطِیَّةُ الکذب ہے۔ یعنی (کہا گیا) جھوٹ کی سواری ہے۔ جس کو جھوٹ بولنا ہو وہ، کہا گیا ہے۔ کہہ کر جھوٹی بات کہہ دیتا ہے جھوٹے مکّار اسی طرح اپنا جھوٹ پھیلاتے ہیں۔ نعیم بن حماد نے تفترق امتی علی بضع وسبعین فرقة الخ حضرت امام عالی مقام کے واسطے گھڑی تھی تاکہ ثابت کرے کہ حضرت امام اور آپ کے اصحاب اپنے

قیاس سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے ہیں۔ بخاری اپنے اس استاد سے اتنا متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنی صحیح میں حضرت امام کا مبارک نام تک نہیں لکھا ہے۔ اگر کہیں آپ کی طرف اشارہ کرنا پڑا ہے تو "بعض الناس" یا "بعضُ اَهْلِ الْكُوْفة" لکھ دیا ہے۔ یعنی بعض افراد۔ یا کوفہ کے بعض افراد۔

لمحۂ فکر| امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے سب سے پہلے اہلِ حدیث کے حسد اور آخر میں ان کی عداوت کا ذکر کیا ہے اور حاسدین میں سے امام بخاری کا ذکر سب سے پہلے کیا ہے۔ اِس کیفیت کو دیکھ کر خیال آیا کہ یہ ذکر خالی از عِلّت نہیں ہے۔ عاجز اس معاملہ میں چار پانچ دن متفکر رہا کہ اتفاق سے محترمِ گرامی مولانا سید احمد رضا بجنوری مؤلف انوار الباری شرح صحیح البخاری کی آمد ہوئی۔ آپ "ملفوظات محدّثِ کشمیری" کا نسخہ لائے۔ عاجز کو خیال ہوا۔ اتفاقی طور پر اس موقع میں یہ کتاب ملی ہے کیا عجب کہ یہ کتاب اس گتھی کو سلجھائے۔ چنانچہ یہی صورت ہوئی۔ کتاب کے صفحہ ۲۴۷ میں ہے:

"صحیح بخاری میں روایت نعیم سے"۔ بخاری صفحہ ۵۴۳ کے حوالہ سے فرمایا کہ یہاں بھی روایت مسانید میں موجود ہے، لہٰذا تقریب و تہذیب وغیرہ کا قول درست نہیں کہ نعیم سے روایت امام بخاری نے اصول یعنی مسانید میں نہیں لی ہے اور صرف تعلیقات میں لی ہے، دوسرے یہ کہ جھوٹے آدمی سے تعلیقات ہی میں روایت کونسی اچھی ہے۔

پھر فرمایا میں نے اور بھی متعدد جگہ نکالی ہے، جہاں مسانید میں روایت لی ہے اور امام بخاری عقائد میں اُن کے ہی متبع تھے"۔

اب عاجز کو بخاری کے باب ایام الجاهلية میں درج ذیل روایت ملی

حدثنا نعيم بن حَمّاد قال حدثنا هشيم عن حصين عن عمرو بن ميمون قال رأيتُ في الجاهلية قِرْدَةً اجتمع عليها قِرَدَةٌ قَدْ زَنَتْ فَرَجَمُوْهَا فرجمتها مَعَهُمْ

نعیم بن حماد نے ہم سے کہا وہ ہشیم سے وہ حصین سے وہ عمرو بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں مَیں نے دیکھا ایک بندریا پر بندر اکٹھے ہوگئے تھے، بندریا نے زِنا کیا تھا اور بندر اس کو سنگسار کر رہے تھے۔ میں نے بھی ان کے ساتھ بندریا کو سنگسار کیا۔

عاجز نے اس سلسلہ میں فتح الباری، عمدۃ القاری اور ارشاد الساری کی طرف رجوع کیا۔ معلوم ہوا کہ علامہ ابن عبدالبر نے اس روایت سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ حیوانات کی طرف زِنا کی نسبت کرنی اور حیوانات پر شرعی حدود کا جاری کرنا اہلِ علم کے نزدیک درست نہیں ہے اور اگر طریقِ روایت دُرست ہے تو پھر یہی کہا جائیگا کہ یہ بندر جنّات میں سے تھے۔

حمیدی نے "الجمع بین الصحیحین" میں اس روایت کو اضافہ کیا ہوا قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اصل بخاری میں نہیں ہے۔

ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کی حمایت کی ہے، وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نسفی نے اِس روایت کا ذکر بخاری میں نہیں کیا ہے۔

یہ عاجز کہتا ہے یہ روایت جاہلیت کے دَور کی ہے، اسلام کا ظہور نہیں ہوا تھا لہٰذا رجم کرنے کا بیان کرنا ہی درست نہیں ہے، اور اس روایت کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے۔ مولانا انور شاہ کشمیری نے کیا خوب فرمایا ہے، جھوٹے آدمی سے تعلیقات ہی میں روایت کونسی اچھی بات ہے۔

فتح الباری میں ہے۔ واما تجویزه أن یزاد فی صحیح البخاری ما لیس منه فهذا ینافی ما علیه العلماء من الحکم بتصحیح جمیع ما أورده البخاری فی کتابه ومن اتفاقهم علی أنه مقطوع بنسبته الیه۔[1]

اور یہ کہنا کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث بڑھا دی گئی ہے۔ یہ قول علماء کے اس قول کے منافی ہے کہ وہ تمام روایتیں جو اس کتاب میں بخاری نے لکھی ہیں صحیح ہیں اور علماء کا اتفاق ہے کہ اس کی صحت قطعی ہے۔

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے۔ فیه نظر۔ لأن منهم من تعرض الی بعض رجاله بعدم الوثوق وبکونه من اهل الأهواء ودعوی الحکم بتصحیح جمیع ما اورده البخاری فیه غیر موجهة لأن دعوی الکلیة تحتاج الی دلیل قاطع ویرد ما قاله ایضاً ان النسفی لم یذکر هذا الحدیث فیه۔[2]

جو کچھ ابن حجر نے لکھا ہے اس میں کلام ہے کیونکہ علماء میں سے بعض نے بعض راویوں پر بحث کی ہے کہ ان پر وثوق نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان میں بعض رواۃ اہلِ اہواء میں سے ہیں اور یہ دعویٰ کرنا کہ جو کچھ بخاری نے اپنی صحیح میں جمع کیا ہے وہ سب صحیح ہے غیر وجیہہ قول ہے کیونکہ سب کی صحت کا دعویٰ قطعی دلیل کا محتاج ہے اور اس قول کا رد اس سے بھی ہو رہا ہے جس کا بیان ابنِ حجر نے کیا ہے کہ نسفی نے اس روایت کا ذکر نہیں کیا ہے۔

علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری میں لکھا ہے: وقول ابن الأثیر فی اسد الغابة کابن عبد البر۔[3] یعنی علامہ ابن الاثیر نے اُسدُ الغابہ میں وہی بات کہی ہے جو ابن عبد البر نے کہی ہے۔

---

[1] جلد ۷ صفحہ ۱۲۲ [2] جلد ۸ صفحہ ۱۵ [3] جلد ۶ صفحہ ۱۸۳

بخاری کی دو روایتیں | بخاری نے باب ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیة ویتخذ مکانھا مساجد ص۶۱ میں حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام قُبا میں چوبیس دن رہا اور باب مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۵۵۹ میں حضرت انس سے چودہ دن قیام کرنے کی روایت کی ہے اس سلسلہ میں فتح الباری جلد سات صفحہ ۱۹۰ میں ابنِ حجر کو لکھنا پڑا ہے۔ فی حدیث انس الآتی فی الباب الذی یلیہ انہ اقام فیھم اربع عشرۃ لیلة وقد ذکر قبلہ مایخالفہ واللہ اعلم۔ یعنی انس کی روایت میں جو اس باب سے متصل آرہی ہے چودہ دن قیام کرنے کا ذکر ہے اور اس سے پہلے چوبیس دن کا ذکر ہے جو اس کے مخالف ہے۔ دونوں روایتیں صحت میں ہم پایہ ہیں۔ اِس صورت میں قاعدہُ کُلیّہ کی رُو سے اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا جب دو میں ٹکراؤ آجائے دونوں ناقابلِ اعتبار ہیں چنانچہ ابن حجر نے اس کے بعد ابن شہاب کی ایک روایت تین دن کی، اور دوسری روایت بائیس دن کی اور ابن اسحاق کی روایت پانچ دن کی ذکر کردی ہے۔ ابن حجر نے بندریا کے قصہ میں لکھا ہے کہ بخاری کی صحیح میں جو روایتیں ہیں سب صحیح ہیں اور یہاں دو روایتوں کے تعارض کا ذکر کر رہے ہیں۔

اخبار آحاد کے سلسلہ میں حضرت امام عالی مقام کا مسلک نہایت وجیہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں اگر اخبار آحاد متفقہ اور مسلّمہ معانی کے خلاف واقع ہوئی ہیں وہ شاذ ہیں ان پر عمل جائز نہیں۔

دونوں سفیانوں سے متعلق نعیم کی ہی روایت ہے | نعیم نے یحییٰ بن سعید اور معاذ بن معاذ سے روایت کی ہے کہ ہم نے سفیان ثوری سے سُنا۔ کہا گیا ہے کہ ابو حنیفہ سے دو مرتبہ کفر سے توبہ کرائی گئی ہے اور نعیم نے فزاری کا بیان نقل کیا ہے کہ میں سفیان بن عیینہ کے پاس تھا کہ ابو حنیفہ کے وفات کی خبر آئی۔ سفیان نے کہا، اللہ اس پر لعنت کرے وہ اسلام کی ایک ایک کڑی گرا رہا تھا اسلام میں اس سے بدتر بچّہ پیدا نہیں ہوا ہے (تمام ہوئی بخاری کی جرح)

علامہ ابن عبد البر نے سند کے ساتھ عبید اللہ بن عمرو رقی کا بیان لکھا ہے کہ قاضی کا عہدہ قبول کرنے کے سلسلہ میں دو مرتبہ امام ابو حنیفہ کو کوڑے مارے گئے لیکن آپ نے وہ عہدہ قبول نہیں کیا، آپ کے دشمن خوش ہوئے اور انہوں نے کہا، ابو حنیفہ سے توبہ کرائی گئی ہے۔

اور سند کے ساتھ محمد بن یونس کدیمی کا بیان لکھا ہے کہ عبد اللہ بن داود خریبی سے کہا گیا کہ معاذ بیان کرتا ہے کہ سفیان ثوری نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ سے دو مرتبہ توبہ کرائی گئی، یہ سُن کر

عبداللہ بن داؤد نے کہا۔ اللہ کی قسم یہ جھوٹ ہے۔ کوفہ میں علی اور حسن فرزندانِ صالح بن حی موجود تھے، ان دونوں کے ورع کی مثال نہ تھی، ان کے سامنے ابوحنیفہ فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اگر اس قسم کی کوئی بات ہوتی یہ دونوں حضرات خاموش نہ رہتے۔ عبداللہ بن داؤد خریبی نے یہ بھی کہا۔ میں کوفہ میں ایک زمانہ رہا ہوں، میں نے یہ بات نہیں سُنی ہے۔

ابن عبدالبر نے ساجی کی تحریرات لکھی ہیں اور کہا ہے کہ ساجی ابوحنیفہ کے اصحاب سے حسد اور رشک کیا کرتا تھا اور ابن جارود کے متعلق لکھا ہے کہ جو کچھ ابن جارود یا کسی دوسرے نے لکھا ہے اہلِ بینش اور اصحابِ دانش پر اس کی حقیقت ظاہر ہے۔

اور لکھا ہے کہ اس قسم کی باتیں امام مالک سے ابوحنیفہ کے متعلق اہلِ حدیث نے نقل کی ہیں۔ امام مالک کے پیَروان نے اس قسم کی کوئی بات امام مالک سے روایت نہیں کی ہے۔

حدیث شریف کا ظہور | مشکاۃ شریف کے باب ماینھی من التھاجرِ والتباغض میں احمد اور ترمذی کی روایت ہے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دَبَّ اِلَیْکُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَکُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ، هِیَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّیْنَ۔

پہلی اُمتوں کی بیماری حسد اور بغض تم میں سرایت کرگئی ہے، یہ مونڈنے والی بیماری ہے، میں نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے بلکہ وہ دین کا صفایا کردیتی ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

اخبار آحاد عدول | شوافع اس کو خبرِ خاصّہ کہتے ہیں۔ استاد محمد ابوزہرہ نے اپنی کتاب "اخبار ابی حنیفة حیاته وعصره، آراؤه وفقهه" میں بہت نفیس بحث کی ہے، اگر کوئی اس کا مطالعہ کرے، اللہ سے پوری امید ہے کہ وہ اس داءِ حالقہ سے جس کا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے محفوظ رہے گا، عاجز اس کا خلاصہ لکھتا ہے۔[1]

اخبار آحاد وہ خبر ہے جس کی شہرت نہیں ہوئی ہے، ایک یا دو چار افراد اس کی روایت کرتے ہیں اور عام طور سے نہ وہ معروف ہے اور نہ مُروّج۔ ایسی خبر کا اتّصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ظنّی اور خیالی ہے، یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ارشادِ نبوی ہے۔

امام ابوحنیفہ کے زمانہ میں اقوال کے نقل کرنے میں بہت اضطراب تھا، موضوعی احادیث کی کثرت تھی، صحیح اخبار کا غیر صحیح اخبار سے اختلاط تھا۔ لہٰذا حضرات فقہاء کا اخبار آحاد کے قبول کرنے اور رد کرنے کے متعلق اختلاف تھا، جمہور فقہاء کا مسلک یہ تھا کہ اعمال میں اخبار آحادِ عدول سے استدلال

---

[1] استاد محمد ابوزہرہ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷۳ سے ۲۸۸ تک اس کا بیان کیا ہے۔

جائز ہے، اور عقائد میں اخبار آحادِ عدول سے استدلال جائز نہیں ہے، کیونکہ عمل کی بنا رُجحان پر ہے۔ لہٰذا اگر غالب خیال صحت کا ہے عمل کرے اور عقیدہ کی بنا یقینِ محکم پر ہے جو اخبار آحاد سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔

اعمال میں حضرت امام نے اخبار آحاد عدول کو قبول کیا ہے۔ ناظرین امام ابو یوسف اور امام محمد کی "کتاب الآثار" ملاحظہ کریں۔ اب سوال یہ ہے کہ مستند خبر واحد اور صحیح قیاس میں اگر ٹکراؤ واقع ہو تو ان دونوں میں سے کس پر عمل کیا جائے، جیسے حضرت ابو ہریرہ نے روایت کی ہے کہ جو چیز آگ پر پکی ہو اس کے استعمال سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اُن کی اس روایت پر حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا، کیا گرم پانی سے وضو کرنے کے بعد ٹھنڈے پانی سے ہم کو وضو کرنا ہوگا اور حضرت ابنِ عباس نے جب اُن سے سنا، جو جنازہ اُٹھائے وہ پھر وضو کرے۔ فرمایا کیا چند خشک لکڑیوں کے اُٹھانے سے ہم پر وضو کرنا لازم کرتے ہو۔

حضرت امام عالی مقام نے حضرت ابو ہریرہ کی روایتِ "حدیثِ قہقہہ" کی وجہ سے اپنے قیاس کو چھوڑا ہے اور کہا ہے۔ نماز میں ہنسنے کی وجہ سے نماز بھی ٹوٹی اور وضو بھی ٹوٹا۔

اور حضرت امام نے حضرت زید بن ثابت کی روایت کردہ "حدیثِ قُرعہ" کو چھوڑا ہے، حدیث اس طرح پر ہے کہ ایک شخص کے چھ غلام تھے، ان غلاموں کے علاوہ اس کا مال نہ تھا۔ اس شخص نے مرتے وقت ان غلاموں میں سے دو غلاموں کو آزاد کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرعہ کرکے دو غلاموں کو آزاد کر دیا۔ اس روایت کو امام ابو حنیفہ نے قبول نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا، ہر غلام کا چھٹا حصہ آزاد ہوگیا ہے اور اجماع اس پر ہے کہ جب آزادی واقع ہو جاتی ہے وہ لوٹائی نہیں جاتی۔

یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ شافعی، حنبلی اور ظاہری مذہب کے فقہا کے علاوہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے دَور سے لے کر آخرِ عصرِ اجتہاد تک علمائے اعلام نے اخبار آحاد کو رَد کیا ہے اور قیاس پر عمل کیا ہے۔ انہوں نے اِن روایات کے متعلق کہا ہے یہ ارشاداتِ نبوی نہیں ہیں، راوی سے سہو و نسیان ہوا ہے۔

امام مالک مجتہدوں کے دَور میں مدینہ منورہ کے فقہا کے شیخ تھے، انہوں نے اُن اخبارِ آحادِ عدول کو رَد کیا ہے جو اُصولِ عامّۂ قطعیۃ کے خلاف ہیں جیساکہ درجِ ذیل کی مثالوں سے ظاہر ہے۔

۱۔ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ۔ جو مر جائے اور اس پر روزے ہوں تو اُس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔

۲۔غنیمت کے مال کی تقسیم سے پہلے اونٹ بھیڑ وغیرہ کا گوشت پکا لیا گیا تو اس کے متعلق وارد ہے کہ ہانڈیوں کو اُلٹ دو۔ امام مالک نے دفع حرج کی وجہ سے پکے ہوئے گوشت کا کھانا محتاجوں کے لئے جائز قرار دیا ہے۔

۳۔قَالَ ابنُ العَرَبِي وَنَهَى عَنْ صِيَامِ سِتٍّ مِنْ شَوَّالَ مَعَ ثُبُوْتِ الحَدِيْثِ فِيهِ تَعْوِيْلاً عَلَى اَصْلِ سَدِّ الذَّرَائِع۔ علامہ ابن العربی مالکی مذہب کے اکابر علماء سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام مالک نے شوال کے چھ روزے رکھنے سے منع کیا ہے اگرچہ اس سلسلہ میں حدیث ثابت ہے، امام مالک نے سَدِّ ذرائع کا خیال کیا ہے۔

۴۔وَرَدَ حَدِيْثَ وُلُوْغِ الْكَلْبِ الَّذِيْ يُوْجِبُ غَسْلَ الْإِنَاءِ سَبْعًا اِحْدَاهُنَّ بِالتُّرَابِ الطَّاهِرِ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيْهِ۔ وَقَالَ فِيْهِ "وَجَاءَ حَدِيْثٌ وَلَا اَدْرِيْ مَا حَقِيْقَتُهُ"، وَقَالَ اِبْنُ الْعَرَبِي فِيْ ذٰلِكَ لِاَنَّهُ عَارَضَ اَصْلَيْنِ، اَحَدُهُمَا قَوْلُهُ تَعَالٰى فَكُلُوْا مِمَّا اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ، وَثَانِيْهُمَا اَنَّ عِلَّةَ الطَّهَارَةِ هِيَ الْحَيَاةُ وَهِيَ قَائِمَةٌ فِي الْكَلْبِ۔

امام مالک نے اِس حدیث کو بھی رد کر دیا ہے جو کتے کے بارے میں ہے کہ اگر وہ کسی برتن کو چاٹ لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے، ان میں ایک مرتبہ پاک مٹی سے دھونا ہے۔امام مالک نے کہا ہے "اس سلسلہ میں ایک حدیث وارد ہے میں اس کی حقیقت نہیں جانتا" ابن عربی مالکی نے اس سلسلہ میں لکھا ہے۔ یہ حدیث دو اصلوں کے خلاف ہے، ایک اصل اللہ کا ارشاد ہے۔ تم کھاؤ اس جانور کو جسے کتوں نے تمہارے واسطے پکڑا ہے۔ اور دوسری اصل یہ ہے کہ طہارت کی علت زندگی ہے اور یہ کتے میں موجود ہے۔

۵۔ وَرَدَّ مَالِكٌ اَيْضًا كَاَهْلِ الْعِرَاقِ حَدِيْثَ الْمُصَرَّاتِ وَهُوَ "لَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ اَنْ يَحْلِبَهَا اِنْ شَاءَ اَمْسَكَ وَاِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ" لِاَنَّهُ قَدْ خَالَفَ اَصْلَ الْخَرَاجِ بِالضَّمَانِ وَلِاَنَّ مُتْلِفَ الشَّيْءِ اِنَّمَا يَغْرَمُ مِثْلَهُ اَوْ قِيْمَتَهُ وَاَمَّا غُرْمُ جِنْسٍ آخَرَ مِنَ الطَّعَامِ اَوِ الْعُرُوْضِ فَلَا، وَقَدْ قَالَ فِيْهِ مَالِكٌ اِنَّهُ لَيْسَ بِالْمُوَطَّا وَلَا الثَّابِتِ۔

اونٹ، بھینس، گائے، بھیڑ، بکری کے تھن کو باندھنا تاکہ دودھ جمع ہو یا دو تین وقت جانور کو نہ دُوہے یا اس کو دودھ وغیرہ پلائے جو وقتی طور پر دودھ میں اضافہ کر دے، اس کو مُصَرّات کہتے ہیں، حدیث مُصَرّات میں امام مالک کا مسلک اہلِ عراق کے مسلک کی طرح ہے۔ حدیث اِس طرح پر ہے۔" تم جانور کے دودھ کو نہ روکو، جو اس کو خریدے گا۔ اس کو دُوہنے کے بعد اختیار ہے' چاہے

رکھ لے اور چاہے واپس کر دے اور ساتھ میں ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کھجوریں دیدے"۔ یعنی جو دودھ حاصل کیا ہے اس کے عوض میں ایک صاع کھجور دیدے۔ امام مالک کہتے ہیں "کسی شے کا عوض یا تو وہ شئے ہے یا اس کی قیمت ہے، غلّہ یا سامان نہیں ہے اور نہ یہ رائج ہے اور نہ ثابت"۔

اِن پانچ مثالوں سے ثابت ہے کہ اہلِ حجاز کے امام بعض وجوہ کی بِنا پر عادل افراد کے اخبارِ آحاد کو رد کر دیا کرتے تھے۔

تمام ہوا استاذ محمد ابوزہرہ کی تحریر کا خلاصہ، امام ابن عبدالبر نے الانتقار میں ساجی اور ابن جارود کی جرح اگر لکھی ہے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ ساجی اصحابِ ابوحنیفہ سے حسد و رشک کیا کرتا تھا اور ابنِ جارود کے متعلق کہا ہے کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے اہلِ بینش پر واضح ہے۔ ابن عبدالبر نے یہ جرح لکھ کر حضرت امام کی عدالت کا اظہار کر دیا۔ اور اشارہ کر دیا کہ ان افراد کا کلام شایان التفات نہیں اور علامہ خریبی کا قول نقل کیا ہے کہ "اللہ کی قسم یہ جھوٹ ہے"۔

اب یہ عاجز خطیب بغدادی کے متعلق کچھ لکھتا ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

حافظ ابوبکر احمد خطیب متوفی ۴۶۳ھ نے اپنی کتاب تاریخ بغداد کی جِلد تیرہ کے صفحہ ۳۲۳ سے ۴۵۴ تک امام الائمہ حضرت ابوحنیفہ نعمان علیہ الرحمۃ والرضوان کا ذکر کیا ہے۔ پہلے ۴۶ صفحات میں آپ کا ذکر اور آپ کی فقہ، عبادت، جود اور وفورِ عقل کا بیان کیا ہے اور پھر صفحہ ۳۶۹ سے ۴۵۴ تک پچاسی صفحات میں اپنے محبوب مشغلہ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا میں مصروف رہے اور اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھاتے رہے۔

یہ کتاب تاریخِ بغداد ۱۳۴۹ھ (۱۹۳۱ء) میں چھپی ہے۔ اس وقت یہ عاجز مصر میں تھا۔ جب اِس کتاب کی تیرھویں جِلد چھپ رہی تھی اخبار اہرام میں کسی فاضل کا مضمون چھپا کہ خطیب نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان پر غلط الزامات عائد کئے ہیں، اس مضمون نے بے چینی کی لہر دوڑا دی۔ اس سلسلہ میں علمائے ازہر نے یہ تجویز رکھی کہ الزامات کا جواب حاشیہ کی صورت میں لکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ علماءِ ازہر نے حاشیہ لکھا اور تاریخِ بغداد حاشیہ کے ساتھ چھپی اور محمد امین الخانجی ناشر کتاب نے اعلان کیا کہ الملک المعظم ابوالمظفر عیسیٰ نے جو کتاب اَلرَّدُّ عَلٰی اَبِیْ بَکْرِ الْخَطِیْبِ الْبَغْدَادِیّ" ۶۲۱ھ میں لکھی ہے (ملاحظہ کریں اس کتاب کے صفحہ ۸۵ کو) چھپواؤنگا، ملک معظم کی کتاب میں جو متانت ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لکھنے والا مہذب اور متین ہے۔ ملک معظم کا خاندان شافعی تھا وہ حنفی ہو گئے تھے۔ تاریخِ بغداد کا نسخہ کہیں سے منگوایا اور

عالمانہ رد لکھا، صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے۔

اِنَّ نَقَلَةَ الْحَدِيْثِ يَنْظُرُوْنَ اِلٰى طُرُقِ الْحَدِيْثِ فَمَتٰى وَجَدُوْا فِيْهِ رَجُلًا ضَعِيْفًا ضَعَّفُوا الْحَدِيْثَ خَاصَّةً فِيْ جَرْحِ الرِّجَالِ فَاِنَّهٗ لَا يُسْمَعُ اِلَّا مِنْ عَدْلٍ ثِقَةٍ مَعْرُوْفٍ بِالْعَدَالَةِ وَالثِّقَةِ فَحَيْثُ نَقَلَ الْخَطِيْبُ اَحَادِيْثَ فِي الْجَرْحِ عَنْ جَمَاعَةٍ ضُعَفَاءَ شَهِدَ بِضَعْفِهِمْ اَئِمَّةُ الْحَدِيْثِ تَبَيَّنَ اَنَّ قَصْدَهٗ خِلَافُ مَا اعْتَذَرَ عَنْهُ۔

یعنی حدیث کے نقل کرنے والے پہلے حدیث کے راویوں پر نظر ڈالتے ہیں اگر راویوں میں کسی کو ضعیف پاتے ہیں حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں خاص کر کسی پر جرح کرنے کے موقع پر کیونکہ جرح اس شخص کی سُنی جاتی ہے جو عادل ہو، ثقہ ہو اور اس کی عدالت اور ثقاہت مشہور اور معروف ہو۔ خطیب نے حضرت امام پر جرح کرتے وقت ضعفار کی جماعت میں سے ایسے ضعیفوں سے روایت کی ہے جن کے ضعف کا بیان ائمۂ حدیث نے کیا ہے۔ خطیب کا یہ عمل خطیب کے اس اعتذار کو باطل کر رہا ہے جو جرح کرنے سے پہلے کیا ہے۔

یہ عاجز کہتا ہے خطیب نے صفحہ چار سو بارہ، تیرہ میں کسی خراسانی کے آنے کا لکھا ہے کہ وہ حضرت امام کے پاس آیا اور اس نے کہا میں ایک لاکھ سوالات لایا ہوں اور آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے کہا دریافت کرو، اور ہم سے عطار بن سائب نے کہا اور وہ ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سو بیس انصاری صحابیوں سے میری ملاقات ہوئی ہے، جب بھی کوئی مسئلہ آتا تھا تو ہر صحابی دوسرے صحابی کی طرف حوالہ کرتا تھا اور چکر کاٹ کر مسئلہ پھر پہلے صحابی کے پاس آجاتا تھا اور جب بھی کوئی صحابی کچھ بیان کرتا تھا وہ کانپ جاتا تھا۔ یہ واقعہ سفیان بن عیینہ نے بیان کر کے کہا۔ فَهَلْ سَمِعْتُمْ اَجْرَأَ مِنْ هٰذَا۔ کیا تم نے اس سے زیادہ جرأت کرنے والا سُنا ہے۔

اس روایت کے متعلق ملک معظم نے صفحہ ۷۵ میں لکھا ہے۔ اس روایت کے بیان کرنیوالے سے زیادہ جھوٹا کسی کو تم نے دیکھا ہے۔ کس کو ایک لاکھ سوالات یاد رہتے ہیں اور پھر اس شخص کا نام بھی نہیں پہچانا گیا ہے۔ کیا ایسا واقعہ تم نے سُنا ہے اور میں کہتا ہوں کہ ائمۂ مجتہدین میں سے کسی کو بھی ایک لاکھ مسئلے یاد نہیں ہیں، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی فقہ کی کتاب لے کر آئے اور کسی عالم سے کہے کہ میں اس کو سمجھنا چاہتا ہوں تو وہ عالم اس کو سمجھا دے گا۔

اس روایت میں حضراتِ صحابہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ حضراتِ صحابہ میں سب

فقہاء نہیں تھے بلکہ اُن میں قلیل افراد فقیہ تھے۔ اگر یہ ایک لاکھ سوالات پیش کرنے والا کسی فقیہ صحابی سے دریافت کرتا تو وہ بھی وہی جواب دیتے جو امام ابو حنیفہ نے دیا ہے۔ حضرت ابن عباس کے متعلق یہ روایت وارد ہے کہ آپ مکہ مکرمہ کے حرم شریف میں رونق افروز تھے اور لوگوں نے آپ کو گھیر رکھا تھا۔ و، آپ سے کلام پاک کے متعلق کچھ دریافت کرتے تھے اور آپ اُن کو جواب دیتے تھے اِس دَوران میں نافع بن اَزرَق نے آپ سے کہا" مَا اَجْرَاكَ عَلٰى كِتَابِ اللهِ، اَتُفَسِّرُهٗ مِنْ عِنْدِكَ" اللہ کی کتاب پر آپ کتنے جری ہیں، کیا آپ اپنی طرف سے تفسیر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں اپنی طرف سے نہیں کہتا، بلکہ یہ مبارک کتاب عربی میں ہے اور میں عرب کے محاوروں سے اس کا بیان کرتا ہوں۔ نافع نے پوچھا، کیا عرب کو یہ معانی معلوم ہیں۔ آپ نے ہاں سے جواب دیا اور پھر آپ نے کلام پاک کا بیان کرتے ہوئے ہر جگہ عرب کا کوئی شعر پڑھا—، یہ سارا بیان ابن السائب نے لکھ لیا ہے۔ اور کتاب "غریب القرآن لِابْنِ السائب" میں موجود ہے۔

خطیب کی اس روایت کی سند میں صالح بن احمد تمیمی حافظ (حدیث کا حافظ) ہے۔ خطیب تاریخ بغداد کی جلد ۹ صفحہ تین سو انتیس تیس میں اس حافظ کی شَنَاعت کا بیان کرتے ہیں۔ لکھا ہے کہ "اُس نے دس ہزار حدیثوں کو قلب کر دیا ہے یعنی اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا ہے اور لکھا ہے" لا یجوزا لاحتجاج بہ بحالٍ" کسی حال میں اس سے استدلال جائز نہیں اور دار قطنی نے کہا ہے۔ كَذَّابٌ دَجَّالٌ يُحَدِّثُ بِمَالَمْ يَسْمَعْ۔ یہ فریبی جھوٹا ہے اَنْ سنی کی روایت کرتا ہے۔ یہ سب جانتے ہوئے خطیب حضرت امام کی مذمت میں ایسے کذاب و دجال کی روایت لکھتے ہیں۔ اے وائے وصد وائے بریں حفظ و خطابت۔

خطیب نے حضرت امام عالی مقام پر پہلی جرح یہ نقل کی ہے کہ وکیع بن الجراح نے کہا ہم سفیان کا قول کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں وَلَا نَدْرِيْ حَالَنَا عِنْدَ اللهِ اور ہم کو معلوم نہیں کہ ہمارا حال اللہ کے پاس کیسا ہے۔ اور ابو حنیفہ نے کہا ہے۔ نَحْنُ الْمُؤْمِنُوْنَ هُنَا وَعِنْدَ اللهِ حَقًّا، از رُوئے حق، ہم دنیا میں اور اللہ کے ہاں مومن ہیں۔ وَقَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عِنْدَنَا جُرْأَةٌ"۔ اور ابو حنیفہ کی بات ہمارے نزدیک جرأت ہے۔

ملک معظم نے اس جرح کا رَد اس طرح لکھا ہے کہ خطیب نے ص۱۰۵ میں لکھا ہے۔

ہم سے ابراہیم بن مخلد نے ان سے مکرم بن احمد القاضی نے، پھر ہم سے صیمری نے، ان سے عمر بن ابراہیم المقری نے کہا ہم سے مکرم نے اُن سے علی بن حسین بن حبان نے اپنے والد حسین بن حبان سے کہا کہ میں نے یحییٰ بن معین سے سنا کہ میں نے وکیع بن الجراح سے افضل کسی کو نہیں پایا۔ اُن سے کہا

گیا، کیا ابنِ مبارک سے بھی۔ انہوں نے کہا، ابن مبارک میں فضل تھا لیکن میں نے وکیع بن الجراح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، وہ قبلہ رُو ہو کر بیٹھ جاتے تھے اور اپنی حدیثوں کا دَورہ کرتے تھے رات بھر قیام کرتے اور پے درپے روزے رکھتے اور ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے، انہوں نے ابو حنیفہ سے بہت کچھ سُنا تھا، یحییٰ بن معین نے یہ بھی کہا کہ یحییٰ بن سعید القطان بھی ابو حنیفہ کا قول لیتے تھے۔

ملک معظم نے وکیع بن الجراح کے متعلق خطیب کی یہ عبارت بھی لکھی ہے کہ وہ نَبِیذ کو مباح کہتے تھے اور نبیذ پیا کرتے تھے۔ اور لکھا ہے کہ یہ بھی ایک دلیل ہے کہ وکیع بن الجراح ابو حنیفہ کے اَتبَاع میں سے تھے۔

ملک معظم نے اسی طرح متانت اور سنجیدگی سے خطیب کے ایرادات کا رَد کیا ہے اور زیادہ تر تاریخِ بغداد ہی سے استدلالات کئے ہیں۔

ملک معظم نے کتاب کے آخر میں سند کے ساتھ خطیب کی حُسن پرستی کا واقعہ بھی لکھا ہے۔ اور استشہاد میں خطیب کے کچھ اشعار بھی لکھے ہیں۔ ٹھیک ہے جو شخص دوسرے پر کیچڑ اُچھالتا ہے اس پر بھی کیچڑ اچھالی جاتی ہے۔

خطیب نے کِتنی ہی روایتیں امام ابن مبارک کے متعلق لکھی ہیں کہ وہ حضرت امام عالی مقام سے برگشتہ ہو گئے تھے۔ اِن دروغ بیانیوں کا جواب ملک معظم نے کیا خوب دیا ہے۔

اَلمَنقُولُ عَنِ ابنِ المُبَارَكِ اَنَّهُ لَم یَزَل عَلیٰ مَذھَبِ اَبِیْ حَنِیفَةَ اِلَی اَنْ قَبَضَہُ اللہُ وَھٰذَا یَدُلُّ عَلیٰ خِلَافِ مَا نَقَلَ عَنہُ الخَطِیبُ۔ یعنی ابن مبارک کے متعلق یہ امر منقول ہے کہ وہ ابو حنیفہ کے مذہب پر قائم رہے جب تک کہ اللہ نے ان کو اُٹھا نہ لیا۔ یہ بات خطیب کے نقل کردہ اقوال کے خلاف ہے۔

اور لکھا ہے: خطیب نے حمزۃ بن حارث بن عمیر سے روایت کی ـــ اور وہ اپنے والد حارث بن عمیر ابو عمر البصری سے روایت کرتے ہیں۔ حارث بن عمیر کے متعلق ابن حبان البستی نے کتاب الجرح میں لکھا ہے۔ "یَروِیْ عَنِ الاَثبَاتِ المَوضُوعَات" وہ ثقہ اور ثابت افراد سے موضوعات کی روایت کرتا ہے یعنی گھڑی ہوئی باتوں کی۔

خطیب نے حضرت امام عالی مقام پر یہ گرفت بھی کی ہے کہ عقیقہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اور تابعین سے سند کے ساتھ ثابت ہے اور ابو حنیفہ سے ابو عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ اس کا تعلق جاہلیت کے دَور سے ہے اور یہ بات کہتے وقت ابو حنیفہ تبسّم کر رہے تھے۔

اس سلسلہ میں ملک معظم نے کہا ہے۔ اس مسئلہ میں وہی شخص حضرت امام پر اعتراض کرے گا

جو امورِ شریعت سے واقف نہ ہوگا کیونکہ عقیقہ اور طُہُور (بالوں کا اُترِوانا) وغیرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں سے ہے اس کا رواج جاہلیت میں بھی رہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوئی آپ نے بھی اس کی ہدایت فرمائی۔

یعنی حضرت امام نے نہ عقیقہ سے انکار کیا ہے اور نہ احادیث کا استخفاف بلکہ آپ نے ابوعبداللہ کو حقیقتِ امر سے آگاہ کیا ہے اور آپ کا تبسم نام نہاد اہلِ حدیث کی بے خبری پر تھا۔

علماءِ ازہر نے حاشیہ میں لکھا ہے: خطیب نے بشری رومی سے یہ روایت کی ہے اور وہ احمد بن جعفر بن حمدان سے روایت کرتے ہیں۔ اور خطیب نے احمد بن جعفر کے متعلق ابوالحسن بن فرات سے لکھا ہے۔ "خلط فی آخر عمره وكف بصره وخرف حتى لايعرف شيئا" کہ اواخر عمر میں ان کے احوال خلط ملط ہوگئے تھے، بینائی جاتی رہی تھی، عقل خراب ہوگئی تھی اور وہ کسی چیز کو پہچانتے نہ تھے۔

ملک معظم کی کتاب کے اختتام میں کسی نے ایک لطیفۂ نحویّہ حضرت امام سے منسوب کرکے لکھا ہے جو درج ذیل ہے۔

أَشَرْتُ إِلَى بُكْمٍ بِكُمْ بَكَمْ مَا بِكُمْ   بِكَمْ عِوَضًا ترضون عما بِكُمْ بِكُمْ

اَعْرِبْ تَفْهَمِ الْجَوَابَ

فَقَالُوا جَمِيعًا بِالْإِشَارَةِ إِنَّهُ   كَفَى عوضًا أَنَّ السَّلَامَةَ فِى الْبَكَمِ

فرغ من كتابته العبد الفقير الى رحمة ربه الراجى عفوه احمد بن عبدالدايم بن نعمة المقدسى سامحه الله وذلك فى يوم الاثنين العشرين من شهر رمضان المبارك من سنة ثلاث وعشرين و ستمائة۔ یعنی پیر کے دن بیس رمضان ۶۲۳ھ میں احمد بن عبدالدائم بن نعمت اس کتاب کے لکھنے سے فارغ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

یہ عاجز کہتا ہے خطیب نے حضرت امام عالی مقام کی بُرائیاں چار فصلوں میں لکھی ہیں۔

فصل	عنوان	صفحہ سے	صفحہ تک	برائیاں
فصل اول	ایمانیات	صفحہ ۳۷۱ سے	صفحہ ۳۹۵ تک	۶۶ برائیاں
فصل دوم	سلطان سے بغاوت	۳۹۵	۳۹۹	۹
فصل سوم	برے الفاظ اور افعال	۳۹۹	۴۱۳	۳۳
فصل چہارم	مذمت رائے	۴۱۳	۴۵۱	۱۴۷
کل قباحتیں				۲۵۵

خطیب نے پورے اَسّی صفحات میں دو سو پچپن (۲۵۵) تہمتیں حضرت امام عالی مقام ابوحنیفہ نعمان

علیہ الرحمۃ والرضوان پر لگائی ہیں اور کہا ہے کہ جو کچھ میں نے سُنا ہے اس کو صفحاتِ تاریخ میں ثبت کر رہا ہوں اِس دوران میں خطیب دوسو پچپن بار يُلْقُونَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كَاذِبُوْنَ کا مصداق بنے ہیں — (لا ڈالتے ہیں سُنی ہوئی بات اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں) خطیب کا یہ کارنامہ آخرت میں اُن کا نامۂ اعمال رہے گا، خطیب نے امام کے حالات لکھنے کو صفحہ چارسو چوّن، سطر پانچ میں بند کیا ہے اور بند کرتے کرتے حضرت امام کی وفات کے سلسلہ میں یہ گپ اور قلمبند کر گئے ہیں۔

(دیکھو صفحہ ۴۰۵ سطر ۲) قال بشر بن ابی الازهر النیسابوری رأیت فی المنام جنازة علیها ثوب اسود وحولها قِسِّيْسِيْنَ فقلتُ جنازةُ مَنْ هٰذِهِ، فقالوا جنازة اَبِی حنیفة، حدثت بهِ ابا یوسف فقال لا تحدث به احدًا۔

بشر بن ابوالازہر نیساپوری نے کہا، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جنازہ ہے اور اس پر کالا کپڑا پڑا ہوا ہے اور اس کے چاروں طرف عیسائیوں کے راہب ہیں۔ میں نے دریافت کیا یہ کس کا جنارہ ہے۔ انہوں نے کہا۔ ابوحنیفہ کا جنازہ ہے۔ میں نے اس خواب کا تذکرہ ابویوسف سے کیا۔ انہوں نے کہا۔ اس کا ذکر کسی سے نہ کرو۔

خطیب کا یہ کارنامہ اس کے دوسو پچپن کارناموں کا ماحصل اور سرتاج ہے کہ اس نے حضرت امام عالی مقام کو اَلْعَیَاذُ بِاللهِ ثُمَّ الْعَیَاذُ بِاللهِ عیسائیوں کے زُمرہ میں دیکھ لیا۔

چشم دے روشن دِلش شاداں ہیں   اِنَّ هٰذَا لَهُوَ خُسْرَانٌ مُّبِيْن

بہ آں روز کہ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ را ظہور شود، اَعُوْذُ بِرَبِّ الفلق مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔

خطیب نے اس شیطانی خواب کی سند لکھی ہے کہ اس نے ابن الفضل سے، اس نے عبداللہ بن جعفر سے، اس نے یعقوب بن سفیان سے، اس نے عبدالرحمٰن سے اور اس نے علی بن المدینی سے اس نے بشر بن ابی الأزہر نیساپوری سے سنا خواب بشر نے دیکھا ہے۔

اس میں عبداللہ بن جعفر بن دَرَستویہ ہے اس کو بَرقانِی اور لاَلَکائِی نے ضعیف قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ دراہم ملتے پر وہ اَن سُنی کی بھی روایت کرتا تھا۔

اور اس کے استاد یعقوب حضرت عثمان پر اعتراضات کیا کرتا تھا۔

اور اس کے استاد عبدالرحمٰن کے متعلق ابومسعود رازی نے شدید کلام لکھا ہے۔

اِن نااہل افراد کی یہ گپ خطیب کو مبارک ہو۔ عاجز امام جلال الدین سیوطی شافعی اور

امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن احمد ذہبی شافعی کا کچھ کلام ان کی تالیفات سے لکھتا ہے لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ، وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقَ۔

تبییض الصحیفہ کے آخر میں امام سیوطی نے صفحہ ۳۵ میں لکھا ہے۔

ائمہ اربعہ کے حالات میں ایک کتاب ہے اس میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کسی جگہ اپنا مال دفن کیا اور وہ اس جگہ کو بھول گیا۔ وہ ابو حنیفہ کے پاس آیا اور اُن سے کہا۔ آپ نے فرمایا، یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں ہے کہ میں کوئی صورت نکالوں۔ اچھا تم جاؤ اور ساری رات صبح تک نماز پڑھو تم کو جگہ یاد آجائے گی۔ وہ گیا اور اس نے چوتھائی رات تک نماز پڑھی تھی کہ اس کو وہ جگہ یاد آگئی۔ وہ ابو حنیفہ کے پاس آیا اور اس نے کہا مجھ کو وہ جگہ یاد آگئی۔ آپ نے فرمایا۔ میں سمجھتا تھا کہ شیطان رات بھر تجھ کو نماز نہیں پڑھنے دے گا اور تجھ کو وہ جگہ یاد آجائے گی، کیوں نہیں باقی رات اللہ کا شکر کرتے ہوئے نماز پڑھی۔ ان میں سے بعض نے کہا ہے۔

اَلْفِقْهُ مِنَّا اِنْ اَرَدْتَ تَفَقُّهَا ۔۔۔ وَالْجُوْدُ وَالْمَعْرُوْفُ لِلْمُنْتَابِ

اگر تم کو تفقہ کی خواہش ہے تو ہم سے فقہ سیکھو اور عطا اور بھلائی بار بار آنے والے کیلئے ہے

وَاِذَا ذَكَرْتَ اَبَا حَنِيْفَةَ فِيْهِمْ ۔۔۔ خَضَعَتْ لَهُ فِي الرَّاْيِ كُلُّ رِقَابِ

اور اگر ان میں ابو حنیفہ کا ذکر کردو تو قیاس میں سب کی گردنیں اُن کے سامنے جھک جاتی ہیں

اور ابو المؤید موفق بن احمد مکی نے کہا ہے۔

هٰذَا مَذْهَبُ النُّعْمَانِ خَيْرُ الْمَذَاهِبِ ۔۔۔ كَذَا الْقَمَرُ الْوَضَّاحُ خَيْرُ الْكَوَاكِبِ

یہ نعمان کا مذہب، مذاہب میں بہتر مذہب ہے جیسے چمکتا ہوا چاند کواکب میں بہتر ہے

تَفَقَّهَ فِيْ خَيْرِ الْقُرُوْنِ مَعَ التُّقٰى ۔۔۔ فَمَذْهَبُهٗ لَاشَكَّ خَيْرُ الْمَذَاهِبِ

مبارک قرون میں تقویٰ کے ساتھ تفقہ حاصل کیا۔ پس آپ کا مذہب بیشک مذاہب میں بہتر ہے

اور بعض نے کہا ہے۔

اَيَا جَبَلَيْ نُعْمَانَ اِنَّ حَصَاكُمَا ۔۔۔ لَتُحْصٰى وَمَا تُحْصٰى فَضَائِلُ نُعْمَانِ

اے نعمان نام کے دو پہاڑو تمہاری کنکریاں گنی جاسکتی ہیں اور امام نعمان کے فضائل نہیں گِنے جاسکتے

اور پھر ایک صفحہ میں فضائل کا بیان کر کے یہ تین روایتیں حضرت امام سے روایت کی ہیں۔

ا۔ طبرانی نے اوسط میں احمد سے، انہوں نے ابو سلیمان جوزجانی سے، انہوں نے محمد بن اسحاق سے، انہوں نے ابو حنیفہ سے اور انہوں نے بلال سے، انہوں نے وہب بن کیسان سے اور ان سے

جابر بن عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو تشہد اور تکبیر کی تعلیم اس طرح دیتے تھے جس طرح قرآن مجید کی سورت کی دیا کرتے تھے۔

طبرانی نے کہا ہے وہب سے بلال کی روایت صرف ابو حنیفہ کے واسطے سے ثابت ہے۔

۲۔ طبرانی نے عثمان سے وہ ابراہیم سے وہ اسماعیل سے وہ ابو حنیفہ سے وہ حماد بن ابی سلیمان سے وہ ابراہیم نخعی سے وہ علقمہ بن قیس سے وہ عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو استخارہ کی تعلیم اس طرح فرماتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت کی تعلیم فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اِذَا اَرَادَ اَحَدُ کُمْ اَمْرًا فَلْیَقُلْ۔ تم میں سے کوئی جب کسی کام کا ارادہ کرے، کہے۔

تعلیم استخارہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا الْاَمْرُ خَیْرًا لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَائِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَقَدِّرْهُ لِیْ وَاِنْ كَانَ غَیْرُ ذٰلِكَ خَیْرًا لِّیْ فَاهْدِ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ وَاصْرِفْ عَنِّی الشَّرَّ حَیْثُ كَانَ وَارْضِنِیْ بِقَضَائِكَ۔

۳۔ خطیب بغدادی نے اپنی کتاب "المتفق والمفترق" میں ابن سوید حنفی سے روایت کی ہے کہ ابو حنیفہ میرا بہت لحاظ کرتے تھے میں نے اُن سے پوچھا۔ آپ کے نزدیک ان دو میں افضل کون سا ہے، فرض حج کرنے کے بعد ۱۔ جہاد کے لئے نکلنا ۲۔ یا حج کے لئے۔ آپ نے فرمایا، فرض حج کر لینے کے بعد جہاد کے لئے نکلنا افضل ہے پچاس حجوں سے۔

تمام ہوئی کتاب اور حمد ہے صرف اللہ کے لئے اور کافی ہے ہم کو اللہ، وہ اچھا حمایتی ہے اور نہ کوئی قوت ہے نہ طاقت مگر اللہ بزرگ و برتر سے۔

مناقب الامام ابی حنیفہ کا آخری بیان۔ "مِنَ الْمَنَامَاتِ الْمُبَشِّرَةَ لِأَبِیْ حَنِیْفَةَ" ہے، عاجز اس کا ترجمہ لکھتا ہے۔

قاسم بن غسان قاضی اپنے والد سے وہ ابو نعیم سے بیان کرتے ہیں کہ میں حسن بن صالح کے پاس ان کے بھائی کے مرنے کے دن گیا وہ پھولے کر کھار ہے تھے اور ہنس رہے تھے میں نے اُن سے کہا کہ آج صبح تم نے اپنے بھائی علی کو دفن کیا ہے اور اب شام کو تم ہنس رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میرے بھائی پر کوئی زحمت نہیں ہے۔ میں نے کہا۔ یہ کس طرح۔ انہوں نے کہا۔ میں اپنے بھائی کے پاس گیا اور ان سے کہا، تم کیسے ہو، انہوں نے کہا "میں ان افراد کے ساتھ ہوں جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے اور وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں اور یہ اچھے رفیق ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ وہ آیت مبارکہ کی

تلاوت کررہے ہیں اور میں نے ان سے کہا، کیا تم تلاوت کررہے ہو یا تم کچھ دیکھ رہے ہو۔ انہوں نے کہا کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہے ہو جن کو میں دیکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا۔ میں نہیں دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا اچھا اور انہوں نے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور کہا، یہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ ہنس رہے ہیں اور مجھ کو جنت کی مبارکباد دے رہے ہیں اور یہ فرشتے ہیں جو آپ کے ساتھ آئے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں سندس اور استبرق کے جوڑے ہیں اور یہ حُورِعین ہیں جو بناؤ سنگار کئے ہوئی ہیں اور میرا انتظار کررہی ہیں کہ میں کب اُن کے پاس جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ رحلت کر گئے۔ اللہ کی اُن پر رحمت ہو۔ اب جبکہ میرے بھائی نعمتوں میں ہیں تو پھر میں غمگین کیوں ہوں۔

ابونعیم نے کہا چند روز کے بعد میں حسن بن صالح کے پاس گیا۔ مجھ کو دیکھ کر انہوں نے کہا' میں نے کل اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا وہ سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں نے اُن سے کہا۔ کیا تم مرے نہیں ہو۔ انہوں نے کہا، میں مرا ہوا ہوں۔ میں نے کہا تو پھر لباس کیسا ہے۔ انہوں نے کہا یہ سندس و استبرق ہے اور اسی طرح کا لباس تمہارے واسطے میرے پاس ہے۔ میں نے ان سے کہا، اللہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ انہوں نے کہا اس نے میری بخشش فرمائی اور میرا اور ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرشتوں سے مقابلہ کیا۔ میں نے کہا۔ کیا ابوحنیفہ النعمان بن الثابت۔ انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا ان کی منزل کہاں ہے۔ انہوں نے کہا ہم اَعلیٰ عِلیّین کے جوار میں ہیں۔ قاسم نے بیان کیا کہ میرے والد نے کہا۔ جب بھی ابونعیم ابوحنیفہ کا ذکر کرتے تھے یا اُن کے سامنے ابوحنیفہ کا ذکر کیا جاتا تھا وہ کہتے تھے۔ بَخٍ بَخٍ فِیْ اَعْلَی عِلِیّیْنَ۔ یعنی کیا کہنا کیا کہنا، اعلیٰ علیین میں ہیں۔

ابوبشر دولابی، احمد بن القاسم البرنی سے وہ ابوعلی احمد بن محمد بن اَبی رَجا سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں امام محمد بن الحسن کو دیکھا میں نے ان سے پوچھا۔ تمہارا کیا حال ہے، کہا کہ مجھ کو بخش دیا۔ میں نے کہا کس وجہ سے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے کہا گیا کہ ہم نے یہ علم تم کو عطا کیا ہے اور ہم تم کو بخشتے ہیں۔ میں نے کہا ابو یوسف کا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا وہ ہم سے ایک درجہ اوپر ہیں۔ میں نے کہا ابوحنیفہ کا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا وہ اعلیٰ علیّین میں ہیں۔

محمد بن حماد مصیصی مولی بنی ہاشم سے ابراہیم بن واقد نے' ان سے مطلب بن زیاد نے ان سے ہمارے امام جعفر الحسن نے کہا۔ میں نے ابوحنیفہ کو خواب میں دیکھا میں نے ان سے کہا۔ اللہ نے تمہارے ساتھ اے ابوحنیفہ کیا کیا۔ فرمایا مجھ کو بخشدیا۔ میں نے کہا کیا علم کی وجہ سے۔ آپ نے

فرمایا فتویٰ دینے والے کو فتویٰ کتنا ضرر پہنچاتا ہے۔ میں نے کہا تو پھر کس بنا پر بخشا۔ فرمایا مجھ پر لوگوں کی ان باتوں کی وجہ سے جن کا علم اللہ کو نہ تھا (یعنی جھوٹ اور بہتان)۔

اور محمد بن حماد ہی روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ابراہیم لیثی نے، ان سے حسین جعفی نے ان سے عبّاد تمار نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں ابو حنیفہ کو دیکھا اور میں نے ان سے کہا کس حال میں ہو فرمایا اللہ کی رحمت کی فراخی میں۔ میں نے کہا۔ علم کی وجہ سے۔ فرمایا ھَیھَاتَ کہاں علم، علم کی شرطیں اور آفتیں ہیں کہ بہت کم افراد ان سے نجات پاتے ہیں۔ میں نے پوچھا پھر کیسے۔ فرمایا مجھ پر لوگوں کی الزام تراشیاں ان باتوں کی جو مجھ میں نہ تھیں نجات کا سبب بنیں واللہ اعلم بالصواب

تین ناپسندیدہ متعصب حُفّاظ

امام ابو الفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے لکھا ہے۔ [1] ہم نے ابوزرعہ طاہر اور وہ اپنے باپ محمد بن طاہر مقدسی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے اسماعیل بن ابی الفضل قومسی نے کہا اور وہ حدیث کے اہلِ معرفت میں سے تھے کہ میں حدیث کے حفّاظ میں سے تین افراد کو پسند نہیں کرتا کیوں کہ ان میں تعصب بہت زیادہ ہے اور انصاف بہت کم ہے اور وہ الحاکم ابو عبداللہ اور ابو نعیم الاصفہانی اور ابو بکر الخطیب البغدادی ہیں۔

ابن جوزی کہتے ہیں۔ اسماعیل نے درست کہا ہے۔ اسماعیل بڑے حفّاظ میں سچ بولنے والے تھے اُن کو رجال اور مُتون کی بہت معرفت تھی اور دیانت میں ثابت قدم تھے، انہوں نے ابوالحسین بن المھتدی اور جابر بن یاسین اور ابن النقود وغیرہم سے سُنا ہے اور سچ بات کہی ہے، ابو عبداللہ حاکم کُھلے طور پر شیعہ تھا اور دوسرے دو افراد (اصفہانی اور بغدادی) کا نَا یَتَعَصَّبَانِ لِلْمُتَکَلِّمِیْنَ وَالْاَشَاعِرَۃ۔ اہلِ کلام (اصحاب مناظرہ) اور اشاعِرہ کے حامی تھے۔ اور یہ بات اہلِ حدیث کے شایان نہیں، کیونکہ حدیث میں اس کی مذمت آئی ہے۔ اور ابنِ جوزی نے لکھا ہے۔ وَقَدْ اَکَّدَ الشَّافِعِیُّ فِیْ ھٰذَا حَتّٰی قَالَ رَأْیِیْ فِیْ اَصْحَابِ الْکَلَامِ اَنْ یُحْمَلُوْا عَلَی الْبِغَالِ وَاَنْ یُطَافَ بِھِمْ۔ اِس سلسلہ میں امام شافعی نے تاکید کی ہے اور انہوں نے کہا ہے۔ میری رائے اصحابِ کلام (اہلِ مناظرہ) کے متعلق یہ ہے کہ ان کو خچّروں پر بٹھا کر گھُمایا جائے۔

مولانا سید احمد رضا بجنوری نے محدّثِ شہیر کشمیری مولانا انور شاہ کا بیان لکھا ہے جو درج ذیل ہے۔ [2]

امامِ اعظم اور خطیب بغدادی

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔ خطیب کے متعلق کیا کہوں، غصّہ آجائے گا۔ صرف یہ کہتا ہوں کہ ایسے لوگوں نے دینِ محمدی کی جڑ نکال

---

[1] ملاحظہ کریں المنتظم ج ۸ ص ۲۶۵ [2] ملاحظہ کریں انوار الباری ج ۱ ص ۴۸، ۴۹۔

دی ہے: اس نے اپنی تاریخ بغداد میں جو کچھ امامِ اعظم کے خلاف بے تحقیق مواد جمع کر دیا ہے، اس کے لئے اَلسَّھْمُ الْمُصِیْبُ فِیْ کَیْدِ الْخَطِیْب دیکھنا چاہیئے اور کسی کے متعلق لوگوں کے من گھڑت افسانوں سے صرفِ نظر کر کے خارجی صحیح واقعات پر نظر کرنی چاہیئے، آج بھی لوگ دوسروں پر کیسے کیسے غلط بہتان اور افتراآت باندھ دیتے ہیں، اُن کی اگر خارجی و واقعی حالات کے ذریعہ تحقیق و تنقیح نہ کی جائے تو آدمی مغالطہ میں پڑ جاتا ہے اور اچھے اچھے لوگوں کے متعلق بدظنی کا شکار ہو جاتا ہے۔" وَاجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ۔ (بہت سے گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان ضرور گناہ ہوئے ہیں)

امام ابو حنیفہ اور ابو نعیم اصفہانی

میرے نزدیک خطیب کی طرح ابو نعیم امام صاحب کے مخالفین میں سے نہیں ہیں (دو سطروں کے بعد سید احمد رضا نے لکھا ہے) حضرت کی یہ رائے بھی ایسی ہی محتاط ہے جیسی نعیم بن حماد خزاعی کے بارے میں تھی اور وہ بھی امام صاحب سے روایت کرتے ہیں۔

مولانا سید احمد رضا نے لکھا ہے۔ امام محمد نے جو کچھ احسانات امام شافعی پر کئے ہیں وہ متواتر اور مشہور اور سب کو معلوم ہیں بلکہ انہوں نے امام شافعی کو بڑی مصیبت سے نجات دلائی تھی جس کی وجہ سے ابن عماد حنبلی نے شذرات الذہب میں لکھا ہے "قیامت تک ہر شافعی المذہب پر واجب ہے کہ وہ اس احسانِ عظیم کو پہچانے اور امام محمد کے لئے دعائے مغفرت کیا کرے لیکن ابو نعیم نے احسان فراموشی کر کے اُلٹا امام محمد پر بہتان مذکور نقل کر دیا ہے"

یہ عاجز ابو الحسن زید کہتا ہے کہ ابو نعیم کے متعلق واقعات کو دیکھ کر اس دَور کے مشہور محدث اعمش کا قول یاد آ گیا جس کی روایت امام ابن عبد البر نے کی ہے اور "ناکارہ اہلِ حدیث" کے بیان میں عاجز اس کو بیان کر چکا ہے۔ اعمش نے کہا ہے۔

"تم نے حدیث کو بار بار اِتنا دُہرایا ہے کہ وہ میرے حلق میں ایلوے سے زیادہ کڑوی ہو گئی ہے۔ جس پر تم مہربان ہوتے ہو اس کو جھوٹ بولنے پر مجبور کر دیتے ہو"

نعیم ہوں یا ابو نعیم اِن دونوں کی جرح اعتبار کرنے کے قابل نہیں۔

حضرت سعدی شیرازی رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد
ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست شاید کہ پلنگِ خفتہ باشد

وَفقنا اللہ تعالیٰ لمرضاتہ۔

حافظ ابوبکر ابنِ ابی شیبہ کے ایرادات

امام حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن القاضی ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان خواستی کی وفات ۲۳۵ھ میں ہوئی ہے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ستر سال سے کچھ زیادہ تھی، اس حساب سے آپ کی ولادت ۱۶۰ھ کے ایک دو سال بعد ہوئی ہے۔ یعنی حضرت امام کی وفات کے بارہ سال بعد۔

آپ کوفہ کے مشہور ائمۂ حدیث میں سے ہیں، آپ نے "اَلْمُسْنَد"، "اَلْمُصَنَّف" اور "اَلتَّفْسِیْر" ضخیم کتابیں لکھی ہیں، "اَلْمُصَنَّف" سولہ جلدوں میں کراچی میں ۱۴۰۶ھ (۱۹۸۶ء) میں چھپی ہے اِس کتاب کی چودھویں جلد میں صفحہ ۱۴۸ سے ۲۸۲ تک ۱۳۴ صفحات میں آپ نے ایک سو پچیس مسائل میں حضرت امام پر گرفتیں کی ہیں اور اس فصل کا نام "کِتَابُ الرَّدِّ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَةَ" رکھا ہے۔ اتفاق سے برادرِ عزیز حضرت ابوالسعد سالم رحمہ اللہ کی علالت کی وجہ سے جمعہ ۹ محرم ۱۴۰۸ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۸۷ء سے شنبہ ۱۵ صفر ۱۴۰۸ھ، ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۷ء تک عاجز کا قیام کوئٹہ بلوچستان میں رہا وہاں برادرزادۂ نیک اطوار برخوردار مولوی ابوحفص عمر سلمہ اللہ وجعلہ من خیار عبادہ کے پاس حافظ ابن ابی شیبہ کی مُصَنَّف اور محقق فاضل الأستاذ محمد زاہد الکوثری کی کتاب "النُّکَتُ الطریفہ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبۃ علی ابی حنیفۃ" پر عاجز کی نظر پڑی اور درج ذیل خلاصہ مرتب ہوا۔

مُصَنَّف میں حافظ ابن ابی شیبہ نے اُنتیس ہزار سات سو نواسی (۱۹۷۸۹) روایتیں لکھی ہیں، ان میں سے ایک سو پچیس (۱۲۵) روایتوں میں حضرت امام سے مناقشہ کیا ہے۔ یعنی انیس ہزار چھ سو چونسٹھ (۱۹۶۶۴) روایتوں میں حضرت امام عالی مقام پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حافظ ابن ابی شیبہ نے جو ۱۲۵ ایرادات کئے ہیں اُن میں بلند آواز سے بسم اللہ کا پڑھنا، نماز میں قہقہہ سے وضو کا ٹوٹنا، امام کے پیچھے قراءت کا ترک کرنا، نبیذ سے وضو کرنا، رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا، شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو کا نہ ٹوٹنا، طلاق میں عورت کی آزادی اور مملوکیّت کا لحاظ رکھنا اور اس طرح کے دوسرے مسائل میں حضرت امام عالی مقام پر تنقید نہیں کی ہے جیسا کہ نام نہاد اہلِ حدیث کا وتیرہ ہے اور یہ لوگ صرف صحیح

بخاری پر بھروسہ کرتے ہیں اور عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے رفع یدین، آمین بالجہر، امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے، حالانکہ حضرت امام نے بارہا فرمایا ہے۔

اللہ کی لعنت ہو اس پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے، آپ ہی کی بدولت اللہ نے ہم کو عزت دی اور آپ ہی کی وجہ سے ہم کو گندگی سے پاک کیا، اور آپ نے فرمایا ہے، ہم کتاب اللہ سے لیتے ہیں اگر اس میں نہیں پاتے تو سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان اخبار کو لیتے ہیں جن کی روایت ثقات نے ثقات سے کی ہے اور پھر حضراتِ صحابہ کے اقوال میں سے کسی کے قول کو لیتے ہیں اور پھر اجتہاد کرتے ہیں۔

عاجز حافظ ابن ابی شیبہ کے متعلق اپنا کلام پورا کر کے رفع یدین کے متعلق کچھ لکھے گا تاکہ ان ظاہر بینوں کو حقیقت معلوم ہو۔

حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی مصنف "السیرۃُ الشَّامِیَۃُ الکُبریٰ"، نے حضرت امام عالی مقام کی تائید میں "عُقُودُ الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان" لکھی ہے۔ انہوں نے ابنِ ابی شیبہ کے رُدُود کے جواب میں کتاب لکھنے کا ارادہ کیا اور دس مسائل کا رد دو جلدوں میں لکھا، پھر "السیرۃ الشامیۃ الکبری" کے پیشِ نظر اس قدر پر اکتفا کی، یہ ہے ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الاَرض کا اثر۔

نہ مَنِے دل شدہ از شوق تو خونیں جگرم — از غمِ عشقِ تو پر خوں جگرے نیست کہ نیست

حافظ ابن ابی شیبہ نے اپنی تحریر کی فصل "ھٰذا ما خالف بہ ابو حنیفۃ الأثر الذی جاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یہ فصل ہے اس بیان میں کہ جس میں ابو حنیفہ نے اس اثر کے خلاف کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیا ہے) لکھی ہے اور پھر انہوں نے مبارک اثر کو سند کے ساتھ لکھا ہے اور حضرت امام کے قول کو "ذُکِرَ اَنَّ اَبَا حنیفۃ قال کذا" لکھ کر تحریر کیا ہے، یعنی "اور کہا گیا ہے کہ ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے" سمجھ میں نہیں آتا، کہ ابن ابی شیبہ نے اس مَطِیَّۃُ الکَذِب (جھوٹ کی سواری) سے حضرت امام کے قول کا ذکر کیوں کیا ہے۔ اُس دَور کے جو حالات تھے اور جن کا نقشہ امام ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم وفضلہ میں کھینچا ہے اس کے پیشِ نظر عاجز کو خیال ہوتا ہے کہ یہ وہی اصحابِ حدیث ہیں جن سے امام اعمش نے کہا ہے۔

قال حفص بن غیاث سمعت الاعمش یقول یعنی الاصحاب الحدیث، لَقَدْ رَدَدْتُمُوْہُ حَتّٰی

صار فی حلقی اَمَرَّ مِنَ الْعَلْقَمِ، مَا عَطَفْتُمْ عَلٰی اَحَدٍ اِلَّا حَمَلْتُمُوْہُ عَلَی الْکَذِبِ، حفص بن غیاث نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ اعمش اصحابِ حدیث سے کہہ رہے تھے، تم نے حدیث کو بار بار اتنا دُہرایا کہ وہ میرے حلق میں ایلوے سے زیادہ کڑوی ہوگئی، تم جس پر مہربان ہوتے ہو اس کو جھوٹ بولنے پر برانگیختہ کر دیتے ہو۔

یعنی تم اپنی غلط بات اتنا اس پر دُہراتے ہو کہ وہ اس کو بیان کر دیتا ہے۔

ائمہ کا اتفاق ہے کہ حضرت امام کو اول دن سے ایسے جلیل القدر اصحاب بکثرت ملے ہیں کہ ائمہ میں کسی دوسرے کو نہیں ملے اور آپ کا مذہب پہلے ہی دن سے مُدَوَّن ہوتا چلا آرہا ہے۔ آپ کے اصحاب جو کچھ سنتے تھے لکھ لیا کرتے تھے۔ امام ابن ابی شیبہ امام طحاوی کے اصحاب سے اور کتابوں سے جو امام محمد وغیرہ نے تحریر فرمائی ہیں حضرت امام عالی مقام کا مسلک معلوم کر سکتے تھے۔

استاد کوثری نے لکھا ہے، حضرت امام ابو حنیفہ کے مسائل تقدیری فقہی کے متعلق تین قول ہیں، پہلے قول کی رُو سے تراسی ہزار مسائل ہیں، دوسرے قول کی رُو سے ایسے مسائل پانچ لاکھ ہیں اور یہ قول ابو الفضل کرمانی کا ہے اور تیسرا قول صاحب عنایہ شارح ہدایہ کا ہے کہ ایسے مسائل بارہ لاکھ ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ کے طریقۂ نقل سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے صرف نام نہاد اہلِ حدیث کے اعتراضات اور افترارات کو جمع کر دیا ہے کیونکہ انہوں نے دوسرے ابواب میں ایسی روایتیں لکھی ہیں جن کی اسانید قوی ہیں اور اُن سے امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کی تائید ہوتی ہے۔ اگر ابن ابی شیبہ حضرت امام پر ایرادات لکھتے وقت ان روایات کو نظر میں رکھتے تو یہ ایرادت نہ لکھتے۔ نام نہاد اہلِ حدیث کے نزدیک حضرت امام پر طعن کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ ابن عبد البر نے لکھا ہے۔

تقریبًا پچپن ساٹھ سال کا عرصہ گزرا کہ ہلالی مغربی ہندوستان آیا تھا اُس کا مذہب مالکی تھا۔ اپنے وطن سے نجد گیا۔ نجدی حجازِ مقدس پر قابض ہو چکے تھے، وہاں ہلالی وہابی ہوا اور پھر ہندوستان آیا اور یہاں کے غیر مقلدوں وہابیوں سے ملا اور ابن ابی شیبہ کی "فصل رَد علی ابی حنیفہ" کو چھپوایا تاکہ وہابیت کو فروغ ہو اور پھر ہلالی ہند و حجاز سے غائب ہوا۔

علامہ کوثری رحمہ اللہ نے اپنی تالیف "النکت الطریفہ" میں حافظ ابن ابی شیبہ کی ذکر کردہ روایات پر محققانہ، عادلانہ بحث کی ہے۔ یہ کتاب دو سو چھیاسٹھ صفحات کی ہے۔ اس کتاب کے بعد کچھ لکھنا تحصیل حاصل کے زمرہ میں شامل ہے۔ علامہ کوثری نے حافظ ابن ابی شیبہ کی ذکر کردہ روایتوں کے مختلف روایتوں کا بیان کیا ہے۔ ائمۂ اعلام کسی کی روایت کے پابند نہیں ہیں۔ اس صورت میں یہ

کہنا درست نہیں کہ امام ابو حنیفہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے۔ علامہ کوثری کی کتاب انصاف پسندوں کے لئے نفیس تحفہ ہے۔ مثال کے طور پر اس کتاب سے دو مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

المصنف کے جزء چودہ کے صفحہ دو سو بائیس میں لکھا ہے۔

عقیقہ۔ حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لڑکے کے دو بھیڑیں اور لڑکی کی ایک بھیڑ، چاہے بھیڑ نر ہو چاہے مادہ کوئی حرج نہیں، اور اُمِ کرز کی روایت اسی معنی کی لکھی ہے۔ اور جابر کی روایت لکھی ہے کہ آپ نے حسن اور حسین کا عقیقہ کیا اور سمرہ کی روایت لکھی ہے لڑکا اپنے عقیقہ کا مرہون ہے ساتویں دن ذبح کیا جائے اور سر کے بال مونڈے جائیں اور اس کا نام رکھا جائے اور ذکر کیا گیا ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا۔ اگر بچہ کا عقیقہ نہیں کیا گیا تو اس پر کچھ نہیں ہے۔

کوثری نے لکھا ہے۔ پہلی روایت میں عبید اللہ بن یزید ایک راوی ہیں نووی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اکثر علماء کے نزدیک ضعیف ہیں اور یہ بات نووی کی وہم ہے۔

عبید اللہ بن یزید کی توثیق متفق علیہ ہے اور عقیقہ کے متعلق اہلِ علم کا اختلاف ہے۔ حسن لیث بن سعد اور اہلِ ظاہر نے کہا ہے کہ واجب ہے۔ ابن حزم ظاہری نے شدت کی ہے اور کہا ہے کہ فرض واجب ہے اور ابو بکر بن العربی نے ان کا رَد کیا ہے۔

اور واجب کہنے والوں کے بطلانِ مذہب کی دلیل بخاری کی روایت ہے ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ ان کا لڑکا پیدا ہوا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور آپ نے کھجور سے اس کی تحنیک کی اور بچے کو ابو موسیٰ کو دیا۔ اسی طرح اسما کا لڑکا قبا میں ہوا وہ اپنے بیٹے کو لائیں۔ آپ نے اسی طرح کیا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے ابو طلحہ کے لڑکے کے ساتھ کیا۔ ان احادیث سے عقیقہ کا ذکر نہ قولاً ثابت ہے نہ فعلاً، اگر عقیقہ واجب ہوتا آپ اس پر آگاہ فرماتے۔

مالک، شافعی اور ایک روایت میں احمد کے عقیقہ کرنا سنّت ہے۔

محمد بن حنفیہ اور ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ جاہلیت کے دَور میں عقیقہ کو واجب سمجھا جاتا تھا اسلام نے اس کو رَد کر دیا یعنی اس کے وجوب کو، اور وہ اختیاری فعل ہو گیا۔ جو چاہے کرے اور جو نہ چاہے نہ کرے۔

امام محمد بن علی الباقر نے کہا ہے۔ قربانی نے عقیقہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ اور بیہقی نے کہا ہے۔ قربانی نے ہر ذبیحہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ اور مالک نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں عقوق کو پسند نہیں کرتا۔ اور فرمایا جس کا بچہ پیدا

ہو اور وہ چاہے کہ نُسک کردے (ذبیحہ کردے) وہ ذبیحہ کردے۔ اس روایت سے اختیار صاف طور سے ثابت ہے، امام محمدؒ نے موطا میں لکھا ہے ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ جاہلیت میں اور اسلام کے ابتدائی دَور میں عقیقہ کیا جاتا تھا۔ پھر قربانی نے ہر اُس ذبیحہ کو جو اس سے پہلے کیا جاتا تھا منسوخ کر دیا۔ اور کتاب الآثار میں امام محمدؒ نے ابو حنیفہ سے یہ روایت لکھی ہے۔ جاہلیت کے دَور میں عقیقہ ہوا کرتا تھا اسلام کے آنے پر منسُوخ ہو گیا۔ یعنی وجوب باقی نہیں رہا۔

یہ عاجز کہتا ہے امام ابو یوسف کی کتاب الآثار میں بھی یہی روایت ہے۔

هل فی الاستسقاء صلاة وخطبة۔ حافظ ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے۔

عبداللہ بن کنانہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے کہا۔ مجھ کو ایک امیر نے امراء میں سے ابن عباس کے پاس بھیجا کہ نماز استسقاء کے متعلق آپ سے پوچھوں۔ ابن عباس نے کہا۔ کیا بات ہے جو وہ مجھ سے پوچھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاجزی، فروتنی اور تضرع کرتے ہوئے نکلے۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں جس طرح عید کی پڑھی جاتی ہیں اور آپ نے یہ خطبہ جو تم لوگ پڑھتے ہو نہیں پڑھا اور ابواسحاق کہتے ہیں ہم عبداللہ بن یزید انصاری کے ساتھ استسقاء کے لئے نکلے، انہوں نے دو رکعتیں پڑھائیں اور ان کے پیچھے زید بن ارقم نے نماز پڑھی اور محمد بن ہلال نے کہا کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز کی نماز دیکھی۔ انہوں نے پہلے نماز پڑھی پھر خطبہ پڑھا اور مینہ برسنے کی دعا کی اور اپنی چادر کو پلٹا اور عبداللہ بن زید نے جو اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے واسطے نکلے اور آپ نے لوگوں کی طرف اپنی پیٹھ کی۔ آپ دعا کرتے رہے اور آپ نے قبلہ کا استقبال کیا۔ پھر آپ نے اپنی چادر پلٹی اور دو رکعتیں پڑھیں ان میں قرارت جہر سے کی۔

اور ابو حنیفہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ استسقاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی جائے اور اس میں خطبہ نہیں ہے۔

کوثری نے لکھا ہے۔ ابو حنیفہ کے نزدیک استسقاء میں نہ خطبہ ہے نہ نماز بلکہ گڑگڑانا اور استغفار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہٴ ہود کی آیت ۵۲ میں فرمایا ہے۔ وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا۔ اور اے قوم گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع لاؤ اس کی طرف، چھوڑ دے تم پر آسمان کی دھاریں۔ اللہ تعالیٰ نے مینہ برسنے کا مدار صرف استغفار پر رکھا ہے اور احادیثِ صحیحہ میں صرف دعا پر استسقاء کا اقتصار ہے۔ صحیحین میں انس کی روایت ہے کہ ایک

شخص مسجد شریف میں داخل ہوا اور اس نے کہا چوپائے اور اموال ہلاک ہو گئے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ ہماری فریاد قبول کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ اُٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اور ثوری نے سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ عطار بن ابو مروان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں استسقاء کے واسطے حضرت عمر کے ساتھ نکلا آپ نے صرف آیت استغفروا ربکم پڑھی۔

کوثری نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ استسقاء میں توبہ واستغفار کے قائل ہیں البتہ آپ کے صاحبین بہ وجہ بعض روایات کے نماز کی سنّیت کے قائل ہیں۔

ان دو مسائل سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوحنیفہ سنّتِ مبارک ثابتہ کی ہرگز مخالفت نہیں کرتے ہیں بلکہ آپ خوب دقت سے مسئلہ پر نظر ڈالتے ہیں اور جو ثابت ہوتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔ اب یہ عاجز رفع یدین کے متعلق کچھ لکھتا ہے، جس کے لئے جھُوٹی بَرَدَارَان بخاری کو دَر دَر لئے پھرتے ہیں۔

رفع یدین۔ اس وقت عاجز کے سامنے دکن کے مشہور محدّث جناب سید ابوالحسنات عبداللہ شاہ حیدرآبادی کی نہایت اعلیٰ اور مستند کتاب زجاجۃ المصابیح اور جناب سید مشہود حسن امروہوی کا رسالہ "رفع یدین" ہے۔ زجاجۃ المصابیح کو اگر احناف کی "مشکاۃ" کہا جائے انسب واولیٰ ہے، چونکہ مشکاۃ المصابیح کے مصنف شافعی تھے انہوں نے از روئے تعصب اُن روایات کا بیان نہیں کیا ہے جن سے حضرت امام عالی مقام نے استدلال کیا ہے، اس لئے وہابیہ اور نام نہاد اہلِ حدیث کو موقع مل گیا کہ وہ حنفی مسلک پر اعتراضات کریں اور عوام الناس کو دھوکہ دیں، مزید افسوس اس بات کا ہے کہ ہندوستان کے درسِ نظامی میں مشکاۃ اور صحاح ستہ کو رکھا گیا ہے اور یہ سب کتابیں شوافع کی ہیں۔ امام محمد کی موطا امام طحاوی کی کتابیں اور امام محمد اور امام ابو یوسف کی آثار اور حضرت امام کی مسند موجود ہے ان میں سے ایک کتاب بھی شاملِ نصاب نہیں ہے۔ اِلَی اللّٰہِ الْمَفْزَعُ وَ اِلَیْہِ الْمُشْتَکیٰ۔

امام اوزاعی سے حضرت امام کا مکالمہ

اس واقعہ کو ائمۂ اعلام اپنی کتابوں میں لکھ چکے ہیں اور امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور سید عبداللہ شاہ زجاجہ میں اور مولانا مشہود حسن نے اپنے رسالہ میں اور یہ عاجز اس کتاب میں نقل کر چکا ہے اس لئے اب ترجمہ پر اکتفا کرتا ہے۔

امام اوزاعی کی حضرت امام سے "دَارِ حَنَّاطِین" میں مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی، اوزاعی نے آپ سے کہا۔ کیا بات ہے کہ آپ صاحبان رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے ہیں۔ حضرت امام نے فرمایا۔ لَمْ یَصِحَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْہِ شَیْئٌ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق صحت کے ساتھ کچھ ثابت نہیں ہوا ہے۔ یہ سُن کر اوزاعی نے کہا۔ کس طرح صحت کے ساتھ کچھ ثابت نہیں ہوا ہے حالانکہ مجھ سے زہری نے کہا ان سے سالم نے کہا اور وہ اپنے والد عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تھے اپنے ہاتھ اُٹھاتے تھے اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت (ہاتھ اٹھاتے تھے) حضرت امام نے فرمایا ہم سے حماد بن ابی سلیمان نے کہا۔ وہ ابراہیم سے وہ علقمہ اور اسود سے وہ عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے اور کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اوزاعی نے کہا میں حدیث بیان کرتا ہوں از زہری از سالم از والد خود اور آپ حماد عن ابراہیم بیان کرتے ہیں۔

حضرت امام نے فرمایا، درایت میں حماد زہری سے بڑھے ہوئے تھے اور ابراہیم سالم سے بڑھے ہوئے تھے اور علقمہ درایت میں ابن عمر سے کم نہ تھے اگر چہ عبداللہ بن عمر کو صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ اور اسود کے بھی فضائل بہت ہیں اور عبداللہ بن مسعود تو عبداللہ ہی ہیں۔

یہاں یہ نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ امام اوزاعی کی نظر صرف روایت پر تھی، روایت نہایت اعلیٰ عدول اور ثقات کی ہو اگر درایت سے اس کا لگاؤ نہیں ہے وہ روایت مقبول نہیں ہوتی۔ ملاحظہ فرمائیں کہ بخاری نے قبا میں مدتِ قیام کی دو روایتیں اپنی صحیح میں لکھی ہیں، دونوں روایتوں کے راوی حضرت انس بن مالک انصاری ہیں۔ ایک میں چودہ دن ہے اور دوسری میں چوبیس دن ہے۔ ان دونوں صحیح روایتوں میں تعارض ہوا اور دونوں ساقط الاعتبار ہوئیں۔

امام اوزاعی اس کو دیکھتے کہ امام طحاوی نے مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے صرف تکبیر افتتاح کے وقت اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور وہ یہ دیکھتے کہ محمد نے عبدالعزیز بن حکیم سے روایت کی ہے کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ انہوں نے نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھائے تکبیر افتتاح کے لئے اور اس کے بعد ہاتھ نہیں اٹھائے، اور شرح معانی الآثار میں براء بن عازب کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر تحریمہ کہتے تو آپ کے انگوٹھے کانوں کی لَو کے قریب ہوجاتے

ثُمَّ لَایَعُوْدُ پھراس کا اعادہ نہیں کرتے تھے، اور صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سَمُرَہ کی روایت ہے خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِیْ اَرَاکُمْ رَافِعِیْنَ اَیْدِیَکُمْ کَاَنَّھَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمُسٍ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ نے فرمایا۔ کیا بات ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح ہاتھ بلند کرتے ہوئے دیکھتا ہوں، نماز میں سکون کے ساتھ رہو۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء کی آیت ستتّر میں فرمایا ہے۔ کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (اپنے ہاتھ روکو اور قائم کرو نماز) زجاجۃ المصابیح کے مصنف نے یہ آیت لکھ کر لکھا ہے۔ قال صاحب الکنز المدفون والفلک المشحون فیہ الاستدلال علی ترک رفع الیدین فی الانتقالات۔ کہ کنز مدفون کے مصنف نے کہا ہے کہ اس میں انتقالات کے وقت رفع یدین نہ کرنے کا استدلال ہے۔

زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ عاصم بن کلیب جرمی اپنے والد سے جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صحابؓ میں سے تھے روایت کرتے ہیں) کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھ اُٹھاتے تھے اور پھر نماز میں کسی جگہ ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔ اس کی روایت محمد نے، طحاوی نے اور ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور علاّمہ عینی نے کہا ہے کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور عینی نے لکھا ہے کہ حضرت علی یہ نہیں کرسکتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتا دیکھتے اور پھر اس کو نہ کرتے، اور ایسی صورت اس وقت ہوسکتی ہے کہ اس کا نسخ ثابت ہوگیا ہو۔

عینی نے لکھا ہے۔ رفع یدین کی روایت سے مخالف نے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ ابتدائے اسلام میں رفع یدین کیا گیا ہے اور پھر وہ نسخ ہوگیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک شخص کو رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا آپ نے اس سے کہا۔ لَا تَفْعَلْ فَاِنَّ ھٰذَا شَیْءٌ فَعَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ثُمَّ تَرَکَہٗ۔ رفع یدین نہ کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تھا، اور پھر چھوڑ دیا تھا۔

بخاری کی روایت حضرت ابو ہریرہ سے ہے کہ ایک شخص نے مسجد کے گوشہ میں نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ جا نماز پڑھ، تُو نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ چنانچہ اس نے پھر نماز پڑھی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے پھر یہی بات فرمائی کہ جا نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ جب تیسری بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی۔ اس نے عرض کی۔ آپ مجھ کو تعلیم فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جب نماز کے لئے اُٹھو پورے طریقہ پر وضو کرو پھر قبلہ کی طرف منہ کرکے تکبیر کہو پھر کلام پاک جو یاد ہے پڑھو، پھر اطمینان کے ساتھ

رکوع کرو، پھر سر اٹھاؤ اور اطمینان سے کھڑے ہو، پھر سجدہ میں جاؤ اور اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سر اُٹھاؤ اور اطمینان سے بیٹھو پھر اطمینان سے سجدہ کرو اور پھر کھڑے ہو جاؤ اور اسی طرح باقی نماز میں کرو۔

ترمذی، نسائی اور ابوداؤد میں اس کے بعد ہے۔ اگر تم اس طرح کرو گے تمہاری نماز کامل ہے اور اگر کمی کرو گے نماز ناقص رہے گی۔ دیکھو اس کامل نماز میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔

مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ابتدا تکبیر اور الحمد للہ رب العالمین کے پڑھنے سے کیا کرتے تھے اور جب آپ رکوع کرتے تھے نہ سر کو اٹھا ہوا رکھتے تھے اور نہ جھکا ہوا بلکہ مابین میں رکھتے تھے اور جب آپ رکوع سے سر اُٹھاتے تھے اُس وقت تک سجدہ نہیں کرتے تھے جب تک پوری طرح آپ کھڑے نہ ہو جاتے تھے، اور جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے تھے اس وقت تک دوسرا سجدہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ آپ پوری طرح بیٹھ نہ جاتے تھے اور ہر دو رکعت پر آپ التحیات پڑھتے تھے۔ وَكَانَ يُفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عَقْبَةِ الشَّيْطَانِ، آپ بائیں پیر کو بچھاتے تھے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھتے تھے اور آپ شیطانی بیٹھک سے منع فرماتے تھے اور کہنیوں کو درندہ کی طرح بچھانے سے منع فرماتے تھے اور سلام پر نماز ختم کرتے تھے۔

بخاری و مسلم کی روایت حضرت ابوہریرہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تکبیر کہتے تھے پھر رکوع کرتے وقت تکبیر کرتے تھے پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے تھے اور آپ اپنی کمر کو رکوع سے سیدھا کرتے تھے اور کھڑے ہونے پر کہتے تھے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، پھر سجدہ کو جاتے وقت تکبیر کہتے تھے اور پھر سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے تھے پھر سجدہ کرتے وقت تکبیر کہتے تھے پھر سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے تھے، اسی طرح آپ ساری نماز میں کرتے تھے اور دو رکعت کے بعد اٹھتے وقت تکبیر کہتے تھے جب کہ آپ بیٹھ جاتے تھے۔

نسائی نے عبدالجبار بن وائل سے وہ اپنے باپ وائل سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے نماز شروع کرتے وقت دیکھا کہ آپ نے اپنے ہاتھ کو اتنا اٹھایا کہ آپ کے انگوٹھے کان کی لو کی برابری میں ہو گئے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کے ہاتھ کانوں کی محاذات میں ہو گئے اور ابوداؤد اور نسائی کی روایت ابوہریرہ سے ہے کہ میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا تو میں آپ کے بغل دیکھ لیتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا، کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتاؤں

پھر آپ کھڑے ہوئے اور پہلی بار اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھائے اور پھر نہیں اٹھائے۔ نسائی نے روایت کی ہے۔ مولانا ہاشم مدنی نے کشف الرین میں کہا ہے۔ نسائی کی یہ روایت شیخین کی شرط پر ہے۔

مولانا سید مشہود حسن نے کہا ہے حضرت جابر بن سمرہ سے امام مسلم کی روایت صاف طور پر نماز میں رفع یدین کرنے کی ممانعت کے سلسلہ میں ہے، غیر مقلدین کا کہنا کہ یہ صرف سلام کے وقت رفع یدین سے ممانعت کی ہے، بالکل غلط ہے۔ سلام کے وقت رفع یدین سے ممانعت کی روایت جابر بن سمرہ سے امام نسائی نے کی ہے جو درج ذیل ہے۔

قال جابر بن سمرة صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ الله صلی الله علیه وسلم فَكُنَّا إِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بايدينا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لَكُمْ تُشِيْرُوْنَ بِاَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ إِذَا سَلَّمَ اَحَدُكُمْ فَلْيَلْتَفِتْ إِلَىٰ صَاحِبِهٖ وَلَا يُوْمِیْ بِيَدِهٖ۔

جابر بن سمرہ نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور ہم جب سلام پھیرتے تھے ہاتھ اُٹھا کر السلام علیکم، السلام علیکم کہتے تھے۔ جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اس فعل کو دیکھا اور آپ نے فرمایا۔ کیا بات ہے تم اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو گویا کہ تمہارے ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہیں جب تم میں سے کوئی سلام پھیرے وہ اپنے پاس والے کی طرف التفات کرے اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

جابر بن سمرہ کی دو روایتیں ہیں۔ ایک کی روایت امام مسلم نے کی ہے اور نماز میں رفع یدین کرنا سرکش گھوڑوں کے دموں کی طرح ہاتھ کا ہلانا ہے اور دوسری کی روایت نسائی نے کی ہے کہ سلام پھیرتے وقت رفع یدین کرنا سرکش گھوڑوں کے دُموں کی طرح ہاتھ کا ہلانا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے کہ نماز میں سکون سے رہو۔

عاجز سے علامہ مولانا ابوبکر غازی پوری کی ملاقات شنبہ ۱۲ر شعبان ۱۴۱۰ھ ۱۰ر مارچ ۱۹۹۰ء کو ہوئی، انہوں نے بیان کیا کہ غازی پور میں ایک اہلِ حدیث آگیا اور اس نے یہ وعظ شروع کر دیا کہ جو رفع یدین نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس نام نہاد اہل حدیث کے رد میں ایک رسالہ مولانا ابوبکر نے لکھا اور فتنہ رفع ہوا۔ رفع یدین کرنے والے حضرات اگر انصاف سے کام لیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر فعل پر نظر کریں یقیناً رفع یدین کرنے کو متروک فعل قرار دینگے۔

مولوی نیازی کا ابوجندل سے مکالمہ

یہ عاجز ماہ صفر ۱۴۱۰ھ ستمبر ۱۹۸۹ء میں کوئٹہ بلوچستان اپنے برادر زادوں سے ملنے پاکستان گیا، وہاں برادرِ طریقت مجاہد و فقیہ مولوی عبدالواحد فرزند مولانا سلطان محمد قوم نیازی افغانی سے ملاقات ہوئی وہ "جبہہ نجاتِ ملی" میں مُوَظَّف ہیں۔ یہ دفتر حکومتِ سعودیہ نے مجاہدین کی اعانت کے لئے کھولا ہے۔ اِس دفتر کے بڑے افسر کا نام ابوجُنْدُل تھا وہ رئیس شُئُونِ اسلامیہ کے عہدہ پر فائز تھے۔ وہ افغان مجاہدوں کو اسلحہ وغیرہ دیتے تھے۔

نیازی مولوی صاحب نے عاجز سے کہا۔ ایک دن ابوجندل نجدی نے مجھ سے پوچھا تم کس طریقہ سے وابستہ ہو۔ میں نے کہا سلسلۂ نقشبندیہ سے وابستہ ہوں۔ ابوجندل نے کہا۔ اذکار میں یہ سلسلہ بہ نسبت دوسرے سلاسل کے بہتر ہے۔ پھر انہوں نے کہا۔ افغانستان کے باشندے شرک میں بہت مبتلا ہیں۔ دیکھو ہمارا عقیدہ یہ ہے۔

۱۔ ہمارا امام محمد بن عبدالوہاب نجدی ہے۔

۲۔ توسل شرک ہے۔

۳۔ تقلید بدعت ہے۔

۴۔ مزارات پر جانا شرک ہے۔

یہ کہہ کر ابوجندل نے مولوی نیازی کو ایک چھپا ہوا خط دیا جو بن باز نے افغانستان کے مجاہدین کے نام لکھا ہے اور ابوجندل نے مولوی نیازی سے اُن کا عقیدہ دریافت کیا۔

مولوی نیازی نے کہا ہمارا عقیدہ یہ ہے۔

۱۔ محمد بن عبدالوہاب ہمارا اور اللہ کا دشمن ہے۔

۲۔ ہم توسل کو کہیں فرض، کہیں واجب اور کہیں مستحب سمجھتے ہیں۔

۳۔ تقلید کو ہم کہیں واجب اور کہیں مستحب کہتے ہیں۔

۴۔ مزارات پر جانا ہم مسلمانوں کا شعار ہے، دَورِ اوّل سے اس وقت تک اس پر عمل ہے۔

اور مولوی نیازی نے بن باز کے نام درج ذیل مضمون کا خط عربی میں لکھ کر ابوجندل کو دیا۔

تم نے افغانستان کے مجاہدوں کو لکھا ہے کہ فروعی اور مذہبی اختلافات نہ چھیڑو حالانکہ اختلافات تم پیدا کرتے ہو، ہمارا حنفی مذہب سینکڑوں برس سے اس دیار میں شائع اور رائج ہے۔ اب تم وہابیت کی باتیں لکھ کر، طبع کر کے مجاہدوں میں تقسیم کراتے ہو، تم مسلمانوں میں اختلافات پیدا کر رہے ہو۔

ابو جندل نے اس خط کو پڑھا پھر مولوی نیازی سے کہا۔ آؤ نماز پڑھا دو۔ چنانچہ مولوی نیازی نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد ابو جندل سے کہا۔ لَا تَرْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ کَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمُسٍ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ۔ بار بار نماز میں سرکش گھوڑوں کے دُموں کی طرح اپنے ہاتھ نہ اُٹھاؤ، نماز میں سکون سے رہو۔ اللہ تعالیٰ مولوی نیازی کو اجرِ کثیر دے، حق بات کا اظہار کیا

رفع یدین کی مشروعیت کی نوعیت

مولانا سید مشہود حسن نے لکھا ہے اگر انصاف اور نظرِ تحقیق سے دیکھا جائے رفع یدین کی منسوخیت ثابت ہے کیونکہ احادیث میں رفع یدین حسب ذیل مقامات پر وارد ہے۔

۱۔ تکبیر تحریمہ کے وقت۔

۲۔ رکوع میں جاتے وقت۔

۳۔ رکوع سے اُٹھتے وقت۔

۴۔ دونوں سجدوں کے درمیان۔

۵۔ تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت۔

۶۔ سلام پھیرتے وقت۔

اِن چھ مقامات پر رفع یدین احادیث سے ثابت ہے جن میں سے دونوں سجدوں کے درمیان اور سلام پھیرنے کے وقت کو بالاتفاق سب منسوخ مانتے ہیں اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کو اکثر غیر مقلدین حضرات اور مشہور اقوال کے مطابق امام شافعی صاحب بھی منسوخ مانتے ہیں۔ احناف بہ جُز تکبیر تحریمہ کے باقی سب کو منسوخ کہتے ہیں، البتہ مقدارِ نسخ میں اختلاف ہے۔ اب ناظرین ان احادیث کو ملاحظہ فرمائیں جن میں ان مقامات پر رفع یدین کا ذکر ہے اور وہ منسوخ ہے۔

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کی جلد ۳، صفحہ ۸ میں عبداللہ بن زبیر کی روایت ہے۔

اَنَّهٗ رَاٰی رَجُلًا یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی الصَّلٰوۃِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ وَعِنْدَ رَفْعِ رَاْسِهٖ مِنَ الرُّکُوْعِ فَقَالَ لَهٗ لَا تَفْعَلْ فَاِنَّهٗ شَیْءٌ فَعَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَرَکَهٗ۔

آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ مت کیا کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اس کو کیا کرتے تھے اور پھر آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔

مولانا مشہود نے روایتیں لکھی ہیں کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ

بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم رفع یدین صرف نماز شروع کرتے وقت کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے رفع یدین کرنے سے روکا۔ یہ عاجز کہتا ہے کہ جس کی نظر صرف روایت پر ہوگی وہ رفع یدین کا قائل ہوگا اور جو درایت پر نظر رکھے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر فعل کو اور تعامل کو دیکھے گا وہ رفع یدین نہیں کرے گا۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ کی قسم عبادات کو اٹھا کر دیکھ لیا جائے۔ امام مالک کے مذہب میں رفع یدین کرنا مکروہ ہے حالانکہ یہی امام مالک امام زہری سے ابن عمر کی وہ روایت نقل کرتے ہیں جو اہلِ حدیث کا سب سے بڑا استدلال ہے کہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَرْفَعُ یدیہِ حَذْوَ منکبیہ اِذَا افتتح الصلاۃ واذا کَبَّرَ للرکوع واذا رفع راسہ من الرکوع رفعھما کذلک۔ الخ۔ بے شک راویوں کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح ہے اور وہ حدیث بھی صحیح ہے جس میں رفع یدین نہ کرنے کا بیان ہے۔ دونوں روایتیں دو وقتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ ابتدائی دَور سے رفع یدین کرنے والی روایت کا تعلق ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن زبیر نے فرمایا ہے۔

زجاجۃ المصابیح میں حُصَین بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں عمرو بن مرۃ، ابراہیم نخعی کے پاس گئے۔ عمرو بن مرہ نے کہا کہ مجھ سے علقمہ بن وائل حضرمی نے اپنے والد کا قول سنایا، کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تکبیر کہی اور جب رکوع کو گئے اور جب رکوع سے اُٹھے رفع یدین کیا۔ یہ سن کر ابراہیم نخعی نے کہا۔ ہو سکتا ہے کہ وائل حضرمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن کے سوی پھر نہ دیکھا ہو اور انہوں نے اس کیفیت کو یاد رکھا اور ابن مسعود اور ان کے اصحاب نے یاد نہ رکھا۔ یہ حضرات صرف تکبیر افتتاح کے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے۔ اس کی روایت محمد نے کی ہے۔

حصین ابراہیم نخعی سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر افتتاح نماز کے وقت، ابن ابی شیبہ اور طحاوی نے اس کی روایت کی ہے۔ الخ

حضرت امام عالی مقام کے متعلق آپ کے ہمعصر جلیل القدر علماءِ حدیث نے صاف طور پر کہا ہے کہ آپ کوفہ کی احادیث کے حافظ تھے اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر فعل کی تلاش میں رہتے تھے۔ آپ کو ناسخ اور منسوخ حدیث کا خوب علم تھا۔ امام اوزاعی نے جب آپ سے کہا ما بالکم لا ترفعون ایدکم عند الرکوع والرفع منہ (آپ صاحبان رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع

سے اُٹھتے ہوئے اپنے ہاتھ کیوں نہیں اُٹھاتے ہیں) آپ نے ان کو جواب دیا (لانہ لم یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شیٔ) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ بھی ثابت نہیں، یعنی حدیث کی درایت اور تفقہ کی رُو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر فعل سے کچھ ثابت نہیں ہے اور پھر آپ نے اپنے اساتذہ کا سلسلہ بیان کیا، جس کو سُن کر اوزاعی دم بخود ہو کر رہ گئے۔

لَوْكَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهٖ رَجُلٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ | اگر ایمان ثریا کے پاس ہو ابنائے فارس میں سے ایک جواں مرد اس تک پہنچ جائے گا اور اس کو حاصل کر لے گا۔ وہ فارسی نژاد جوانمرد حضرت امام عالی مقام کی مبارک ذات ہے جس کا بیان اور اعتراف ائمۂ اعلام کر چکے ہیں۔ جس شخص کی مبارک ذات ایسی بے مثل سعادتِ عظمٰی کی متحمل ہو کیا وہ ایسی دنائتوں کا متحمل ہو سکتا ہے جس کا ذکر نام نہاد اہل حدیث کرتے ہیں۔ كَلَّا وَرَبِّيْ اِنَّهَا مِنْ اِحْدَى الْكُبَرِ۔

عُنْقُوْدِ ثُرَيَّا | مولانا محمد عاشق پھلتی نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرمانے پر کتاب اَلْقَوْلُ الْجَلِيُّ فِيْ ذِكْرِ آثَارِ الْوَلِيِّ لکھی ہے۔ اس میں اسرار و معارف اور مکاشفات کا کثرت سے بیان ہے اور یہ بیان حضرت شاہ ولی اللہ کے الفاظ سے ہے۔ اگر اس کتاب سے واقعۂ وفات کو جو کہ صفحہ ۲۵۹ سے ۲۷۹ تک بیس صفحات میں ہے نکال لیا جائے تو ساری کتاب حضرت شاہ ولی اللہ کے ارشادات سے متعلق ہے۔ اس کتاب میں شاہ ولی اللہ نے اَلْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا کے لطائف سے انسان کے سینہ کو محلّٰی فرمایا ہے۔ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی نے پانچ لطائفِ عالمِ اَمر کا بیان فرمایا ہے۔ شاہ ولی اللہ آپ ہی کے سلسلہ مبارکہ سے وابستہ تھے۔ آپ نے لطائف المدبرات امرا کا بیان کیا ہے۔ ان حضراتِ عالی قدر جامع رموزِ شریعت و اسرارِ طریقت کے کلامِ گوہر نظام کو دیکھ کر یہ عاجز لوکان الایمان عند الثریا کے متعلق کچھ لکھتا ہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ بِحَوْلِهٖ اَجُوْلُ وَبِقُوَّتِهٖ اَصُوْلُ، عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

یہ مبارک حدیث شریف اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر ایمان ثریا کے پاس ہو، ابنائے فارس میں سے ایک شخص اس تک پہنچ جائے گا اور اس کو حاصل کر لے گا۔

یعنی اس اُمتِ مرحومہ میں جو کہ خَيْرَ اُمَّةٍ ہے ایمانی اسرار و معارف کا حاصل کرنے والا ایک فارسی نژاد ہو گا اور وہ پہلا معلم ہو گا۔ ہمارے حضراتِ عالی مرتبت نے فرمایا ہے کہ رسالت و نبوت کے سوا جو مرتبہ کسی بندہ کو اللہ دیتا ہے اس مرتبہ کا دروازہ بعد میں آنے والوں کے لئے بند نہیں کیا جاتا ہے،

دوسرے افراد بھی مستفید ہو سکتے ہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ نے اس کا طریقہ بیان کیا ہے، البتہ اَلْفَضْلُ لِلسَّابِقِ کی رُو سے حضرت امام عالی مقام کو یہ مرتبہ اصَالَۃً ملا ہے اور اُن کے بعد والوں کو اِتْبَاعًا اور حدیث صحیح جس کو امام مسلم اور دوسرے ائمۂ حدیث نے روایت کی ہے ۔ مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ۔ یعنی جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس شخص کے واسطے اسی قدر اجر ہوگا جس قدر کہ اس کے بعد سب عمل کرنے والوں کا اجر ہوگا۔ ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی بلکہ اللہ اپنے خزانہ سے اس کو دے گا۔

حضرت امام عالی مقام نے دین کے جو مسائل بیان فرمائے ہیں، ساڑھے بارہ سو سال سے امتِ اسلامیہ اُن سے استفادہ کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو بے حساب اجر دے رہا ہے۔ آپ کے بیان کردہ مسائل کو دیکھ کر امام سفیان ثوری کا قول یاد آتا ہے "اِنَّهٗ لَيَكْشِفُ لَكَ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ شَیْءٍ كُلُّنَا عَنْهُ غَافِلٌ" یقیناً تم پر علم کے وہ دقائق واضح ہوتے ہیں کہ ہم سب اس سے غافل ہیں۔ ابوالاسود نے کہا ہے اور خوب کہا ہے۔

حَسَدُوا الْفَتیٰ اِذْ لَمْ يَنَالُوْا سَعْيَهٗ   فَالنَّاسُ اَعْدَاءٌ لَهٗ وَخُصُوْمٌ

حسد کرنے لگے جوان سے جب اس کی دوڑ کو نہ پاسکے۔ لہٰذا لوگ اس کے مخالف اور دشمن ہوئے

اَلْاِیْمَان حضرت امام عالی مقام کے حاسدوں اور دشمنوں نے منظم طور پر پوری کوشش کی ہے کہ حضرت امام پر اتہامات کی بوچھاڑ کریں، ان کا بدترین معاندانہ حربہ یہ تھا کہ حضرت امام کو اسلام سے خارج کر دیں۔ خطیب کو یہ سب الزامات اور اتہامات دستیاب بھی ہو گئے تھے اور خطیب پر یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حضرت امام کا جنازہ اپنے مآل کے اعتبار سے اَلْعِيَاذُ بِاللهِ ثُمَّ الْعِيَاذُ بِاللهِ ایک نصرانی کا جنازہ تھا۔

اس سلسلہ میں الأستاذ الجلیل محمد ابوزہرہ نے اپنی کتاب "ابوحنیفہ، حیاتہ وعصرہ آراؤہ وفقہہ" میں الایمان کی سرخی لکھ کر چار اوراق کا تحقیقی مضمون لکھا ہے۔ عاجز اس میں سے کچھ لکھتا ہے۔

اَلْاِیْمَانُ حقیقت ایمان کے متعلق حضرت ابوحنیفہ کا بیان جو "فقہ اکبر" میں ہے اور مختلف روایات سے ثابت ہے ہمارے نزدیک صحیح ہے اور بلاشک ثابت ہے یہ ہے کہ ———

——— ایمان اقرار اور تصدیق کا نام ہے۔ اور اسلام تسلیم کرنا (ماننا) اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کا فرماں بردار ہونا ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ لغت کی رُو سے ایمان اور اسلام میں فرق ہے، لیکن ایمان بغیر اسلام کے نہیں ہوتا اور نہ اسلام بغیر ایمان کے۔ ان کی مثال پیٹھ اور پیٹ کی سی ہے اور دین کا اطلاق ایمان پر، اسلام پر اور تمام شرائع پر ہوتا ہے۔

حضرت امام کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ آپ اس ایمان کا اعتبار نہیں کرتے ہیں جو کہ صرف دل سے ہو، بلکہ آپ کے نزدیک حقیقتِ ایمان یہ ہے کہ تصدیق دل سے ہو اور اقرار زبان سے ہو۔ اور اس طرح ایمان اور اسلام کی باہمی نسبت لازم اور ملزوم کی ہے۔ لہٰذا ایمان بغیر اسلام کے نہیں ہو سکتا اور اسلام بغیر ایمان[1] کے نہیں ہو سکتا۔ امام ابو حنیفہ نے اپنی اس رائے کا بیان کیا ہے آپ کا بھروسہ اور آپ کی دلیل اس مناقشہ میں ہے جو جہم بن صفوان سے ہوا ہے۔ ہم ناظرین کے واسطے اس مناظرہ کو نقل کرتے ہیں تاکہ حضرت امام کا کلام سُنیں کہ آپ کس طرح اپنے خیال کو پیش کرتے ہیں اور کس طرح اپنی دلیل کا بیان کرتے ہیں۔

جہم سے مناقشہ

امام الموفق بن احمد المکی نے مناقب الامام الاعظم میں لکھا ہے۔ جہم بن صفوان ابو حنیفہ کے پاس کلام کرنے کو آیا۔ اس نے کہا۔ اے ابو حنیفہ میں نے بعض مسائل تم سے دریافت کرنے کے لئے رکھ چھوڑے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا تم سے بات کرنی عار اور جس میں تم مشغول ہو وہ نار (دوزخ) ہے۔ جہم نے کہا کہ میرے متعلق تمہارا یہ کلام کس بنا پر ہے حالانکہ مجھ سے نہ تمہاری ملاقات ہوئی ہے اور نہ مجھ سے تم نے کچھ سُنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری ایسی باتیں مجھ تک پہنچی ہیں کہ کوئی نماز گزار اس طرح کی بات نہیں کہہ سکتا۔ اس نے کہا۔ تم مجھ پر غائبانہ حکم لگاتے ہو۔ آپ نے فرمایا۔ وہ باتیں تم سے مشہور ہو گئی ہیں اور عام و خاص ان سے واقف ہیں۔ لہٰذا میرے لئے جائز ہے کہ ان باتوں کو تم سے منسوب کروں۔ اس نے کہا۔ میں تم سے صرف ایمان کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا اب تک تم کو ایمان کی معرفت نہیں ہوئی ہے جو تم پوچھتے ہو۔ اس نے کہا۔ ہاں یہی بات ہے کیونکہ مجھ کو ایک طرح کا شک پڑ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ایمان میں شک کا واقع ہونا کفر ہے۔ اس نے کہا تم پر لازم ہے کہ مجھ کو بتاؤ کہ مجھ سے کفر کیسے لاحق ہو گا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا مجھ سے دریافت کرو۔ اس نے کہا۔ مجھے اس شخص کے بارے میں بتاؤ جو اللہ کو ایک جس کا نہ کوئی شریک ہے نہ اس جیسا ہے، وہ اللہ کو اس کے اوصاف سے مانتا ہے اور اپنی زبان سے اقرار کرنے سے پہلے وہ مر گیا، کیا وہ مومن مرا یا کافر مرا۔ آپ نے

---

[1] ملاحظہ کریں صفحہ ۱۶۸ اور اس کے بعد کے صفحات۔

فرمایا دہ کا فرمرا ہے اور وہ اہلِ نار میں سے ہے جب تک کہ وہ اپنی زبان سے اس کا اعتراف نہ کرلے جو اس کے دل میں ہے۔ اس نے کہا۔ بھلا دہ غیر مومن کیسے ہوگا جب کہ وہ اللہ کو اس کی صفات سے اپنے دل میں مانتا ہو۔ ابوحنیفہ نے کہا۔ اگر تمہارا ایمان قرآن پر ہے اور تم قرآن کو حجت سمجھتے ہو تو میں تم سے قرآن سے بات کروں اور اگر تم قرآن کو حجت نہیں تسلیم کرتے تو میں —— اس طرح بات کروں گا جس طرح غیر مسلموں سے بات کرتا ہوں۔ جہم بن صفوان نے کہا۔ میں قرآن پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کو حجت تسلیم کرتا ہوں یہ سن کر امام ابوحنیفہ نے کہا۔

اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں ایمان کا تعلق دو اجزا کے ساتھ رکھا ہے۔ ایک دل دوسرا زبان۔ دہ سورہ مائدہ کی آیت ۸۳، ۸۴، ۸۵ میں فرماتا ہے۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ○ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَن يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ○ فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ○ یعنی۔ اور جب سنیں جو اترا رسول پر، تو دیکھے ان کی آنکھیں اُبلتی ہیں آنسوؤں سے اس پر جو پہچانی بات حق۔ کہتے ہیں اے رب ہم نے یقین کیا، سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ۔ اور ہم کو کیا ہوا کہ یقین نہ لاویں اللہ پر اور جو پہنچا ہم پاس حق، اور ہم کو توقع ہے کہ داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ نیک بختوں کے پھر ان کو بدلہ دیا ان کے رب نے اس کہنے پر باغ، نیچے ان کی بہتیں نہریں، رہا کریں اُن میں اور یہ ہے بدلہ نیکی والوں کا۔

اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کو ان کی معرفت اور ان کے قول کے بدلے میں جنتوں کو پہنچایا اور ان کو مومن کیا ان کے دو اعضاء سے جو دل اور زبان ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ — فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا۔ الخ (سورہ بقرہ آیت ۱۳۶، ۱۳۷) تم کہو ہم نے یقین کیا اللہ کو اور جو اُترا ہم پر اور جو اُترا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا سب نبیوں کو اپنے رب سے، ہم فرق نہیں کرتے ایک میں ان سب سے اور ہم بھی اس کے حکم پر ہیں، پھر اگر وہ بھی یقین لاویں جس طرح پر تم یقین لائے تو راہ پاویں۔ الخ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ (سورہ فتح آیت ۲۶) اور لگے رکھا ان

کوادب کی بات پر۔

اور فرمایا ہے۔ وَهُدُوْا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوْا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ (سورہ حج۔ آیت ۲۴) اور راہ پائی انہوں نے ستھری بات کی اور راہ پائی اس خوبیوں سراہے کی راہ۔

اور فرمایا ہے۔ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ (سورہ فاطر آیت ۱۰) اس کی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا۔

اور فرمایا ہے۔ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْآخِرَةِ (سورۂ ابراہیم آیت ۲۷) مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا۔ کہو کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، فلاح پاؤ گے۔ آپ نے فلاح کا بیان معرفت سے نہیں کیا ہے اور آپ نے فرمایا ہے۔ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وكان فى قلبه كذا آگ میں سے نکالے جائیں گے جن کے دل میں ذرّہ بھی ہو۔

اور اگر منہ سے کہنے کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ افراد جنہوں نے زبان سے اللہ کا انکار کیا ہے اور دل سے اللہ کو جان لیا ہے مومن ہوتے اور ابلیس مومن ہوتا کیونکہ وہ اللہ کا عارف ہے وہ جانتا ہے کہ اللہ اس کا خالق ہے، اور اس کا باعث اور گمراہ کرنے والا ہے" بولا اے رب جیسا تو نے مجھ کو راہ سے کھویا" اور" بولا اے رب تو مجھ کو ڈھیل دے اُس دن تک کہ مردے جیویں" اور" بولا تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو گارے سے" اور کفار مومن ہوتے کیونکہ وہ اپنے رب کو جانتے تھے جب کہ وہ اپنی زبان سے انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ اور ان سے منکر ہو گئے اور ان کو یقین جان چکے تھے۔ ان کے یقین کر لینے کے باوجود کہ اللہ ایک ہے ان کو مومنین میں نہیں شمار کیا کیونکہ وہ زبان سے انکار کرتے تھے اور اللہ جلّ و عزّ نے فرمایا ہے۔ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَةَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُوْنَ۔ پہچانتے ہیں اللہ کا احسان پھر منکر ہو جاتے ہیں اور بہت ان میں ناشکر ہیں (نحل ۸۳) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ، اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ، فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ۔ تو پوچھ کہ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان اور زمین سے، یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے جیتا مردے سے

اور نکالتا ہے مُردہ جیتے سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی، سو کہیں گے اللہ۔ تو تو کہہ پھر تم ڈرتے نہیں، سو یہ اللہ ہے رب تمہارا سچا۔ (یونس ۳۱) ان کے انکار کی وجہ سے ان کی معرفت نے اُن کو فائدہ نہیں پہنچایا۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ۔ اس کو پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔ ان کو اس معرفت نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا، کیونکہ وہ حق کو چھپاتے تھے اور اس کا انکار کرتے تھے۔

حضرت امام کے اس بیان کو سُن کر جہم بن صفوان نے کہا۔ تم نے میرے دل میں کچھ ڈالا ہے میں تمہارے پاس پھر آؤں گا۔

حضرت امام کے کلام سے ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک ایمان مرکب دو چیزوں سے ہے۔ پختہ اعتقاد اور ظاہری اذعان و اقرار۔

ابو مقاتل نے ابو حنیفہ کا قول نقل کیا ہے کہ ایمان معرفت و تصدیق اور اقرار کرنا اسلام کا ہے اور تصدیق میں لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ ہے کہ اس نے اپنے دل سے اور زبان سے تصدیق کی ہے، دوسرا وہ ہے کہ اس نے زبان سے تصدیق کی ہے اور دل سے جھٹلا رہا ہے اور تیسرا وہ ہے جو دل سے تصدیق کرتا ہے اور زبان سے جھٹلاتا ہے۔ پہلے قسم کے افراد اللہ کے نزدیک اور لوگوں کے نزدیک مومن ہیں اور دوسری قسم کے افراد لوگوں کے نزدیک مومن ہیں اور اللہ کے نزدیک کافر ہیں اور تیسری قسم کے افراد اللہ کے نزدیک مومن ہیں اور لوگوں کے نزدیک کافر ہیں۔

عمل ایمان کا جزء نہیں

حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک عمل ایمان کا جزء نہیں ہے دو فریق اس مسئلہ میں آپ کے مخالف ہیں۔ ایک معتزلہ اور خوارج۔ ان کے نزدیک عمل ایمان کا جزء ہے۔ جو شخص عمل نہ کرے وہ مومن نہیں ہے۔

اور دوسرا فریق فقہاء اور محدثین کا ہے۔ ان کے نزدیک ایمان کے تکوین میں عمل کا اثر زیادتی اور کمی کا سبب ہوتا ہے یہ نہیں ہے کہ اصل وجود ایمان میں عمل کا اثر ہو کیونکہ یہ اصل تصدیق سے وابستہ ہے۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایمان میں کمی و بیشی نہیں ہوتی۔ آپ کے نزدیک آسمان کے رہنے والوں اور زمین میں رہنے والوں کا ایمان ایک ہے۔ آپ سے یہ قول منقول ہے "اہلِ زمین اور اہلِ سماوات کا ایمان ایک ہے۔ اور اوّلین و آخرین اور انبیاء و مرسلین کا ایمان واحد ہے کیونکہ ہم سب اللہ وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اس کی تصدیق کی ہے۔ فرائض بہت ہیں اور مختلف ہیں، کسی امت میں کوئی شے حرام ہے دوسری اُمت میں حرام نہیں ہے۔ ایمان ایک ہے اور سب ایماندار ہیں۔ اسی طرح کفر ایک ہے لیکن کافروں کی صفات کثرت سے ہیں۔ ہم سب اس پر ایمان لائے ہیں جس

پر اللہ کے رسولوں کا ایمان ہے۔ اگرچہ ایمان لانے میں ہم سب برابر ہیں لیکن ان کے ایمان کا ثواب ہمارے ایمان کے ثواب سے کہیں زیادہ ہے اسی طرح ان کی عبادت کا اجر ہماری عبادت سے بہت بڑھ کر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہم سے اس بیشی اور زیادتی کا طالب نہیں ہے کیونکہ ان حضرات کے ایمان و طاعات کی بیشی اللہ کی طرف سے خصوصی عطیہ ہے۔ اللہ نے ہمارے حقوق میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ وہ حضرات اُمّت کے رہبر اور اللہ کے امین ہیں۔ کوئی دوسرا اُن کے رُتبہ کو نہیں پا سکتا۔ کیونکہ جس طرح کوئی اُن کی طاعات کی فضیلت نہیں پا سکتا ان کے تمام امور کو (ثواب وغیرہ کو) نہیں پا سکتا۔ ان کے لئے یہ اضافہ درست ہے اس میں کسی کی حق تلفی نہیں ہوئی ہے بلکہ لوگوں کو جو فضل ملا ہے اور اُن میں سے جو جنّت میں جائینگے اُن کی دعا سے جائیں گے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایمان کی حقیقت تصدیق ہے جو نہ بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے اور اس کے فضل میں جو زیادتی ہوتی ہے وہ دوسری جہت سے ہوتی ہے۔

الأنتقار میں ابومقاتل کا بیان ہے کہ میں نے ابوحنیفہ سے سُنا کہ ہمارے نزدیک بندگانِ خدا کے تین درجے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو اہلِ جنّت میں سے ہیں اور وہ حضراتِ انبیاء کا درجہ ہے اور ان افراد کا درجہ ہے جن کے جنّتی ہونے کی خبر حضراتِ انبیاء نے دی ہے اور دوسرا درجہ مشرکوں کا ہے ہم ان کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ وہ دوزخی ہیں اور تیسرا درجہ عام مومنوں کا ہے۔ ان کے متعلق ہم گواہی نہیں دے سکتے ہیں کہ وہ اہلِ جنّت میں سے ہیں یا اہلِ نار میں سے، لہٰذا ہم ان کے لئے امید بھی رکھتے ہیں اور ڈرتے بھی ہیں۔ اور ہم وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ" ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد، شاید اللہ تعالیٰ معاف کرے ان کو۔ اُن کے متعلق اللہ ہی فیصلہ کرے گا البتہ ہم ان کے حق میں آس لگاتے ہیں کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ" تحقیق اللہ نہیں بخشتا ہے یہ کہ اس کا شریک پکڑے اور بخشتا ہے اس سے نیچے جس کو چاہے۔ ہم ان کے گناہوں اور خطاؤں کی وجہ سے اُن کے حق میں خائف ہیں، کوئی کتنا ہی روزہ رکھے اور کتنی ہی نماز پڑھے ہم اس کے واسطے جنّت کو لازمی نہیں کہہ سکتے۔

امام شافعی کا مسلک

مولانا انور شاہ کشمیری محدّث نے فرمایا ہے۔[1] امام رازی شافعی نے کتاب "مناقب الشافعی" میں لکھا ہے کہ

[1] ملاحظہ فرمائیں "ملفوظات محدّث کشمیری" کا صفحہ ۱۵۰۔

امام شافعی پر بھی ایمان کے بارے میں متناقض باتوں کے قائل ہونے کا اعتراض ہوا ہے کیونکہ ایک طرف تو وہ ایمان کو تصدیق و عمل کا مجموعہ کہتے ہیں اور دوسری طرف اس بات کے بھی قائل ہیں کہ ترکِ عمل سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا، حالانکہ مرکب چیز کا ایک جزء نہ رہا تو وہ مرکب بھی من حیث المرکب باقی نہ رہا، اسی لئے معتزلہ جس عمل کو جزوِ ایمان کہتے ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عمل نہ ہو تو ایمان بھی نہیں، پھر امام شافعی کی طرف سے جواب دیا گیا کہ اصل ایمان تو اعتقاد اور اقرار ہی ہے اور اعمال ایمان کے توابع اور ثمرات ہیں، لیکن امام رازی اس جواب سے مطمئن نہ ہوئے اور کہا کہ اس جواب سے امام شافعی کا نظریہ باقی نہیں رہ سکتا۔

امام الحرمین جوینی شافعی نے اپنی عقائد و کلام کی مشہور تصنیف "کتاب الارشاد الی قواطع الادلۃ فی اصول الاعتقاد" کے صفحہ ۳۹۶ سے ۳۹۸ تک ایمان کی تحقیق کی ہے اور دوسرے نظریات کے ساتھ اصحابِ حدیث کا نظریہ' ایمان مجموعۂ معرفتِ قلب' اقرار لسان اور عمل بالارکان بتلا کر اس کی غلطی بتلائی ہے اور اہلِ حق کا مذہب یہی بتلایا ہے کہ حقیقتِ ایمان تو صرف تصدیقِ قلبی ہی ہے کیونکہ وہ تصدیق کلام نفسی ہے اس لئے جب تک اس کا اظہار زبان سے نہ ہو اس کا علم نہیں ہوسکتا اس لئے وہ بھی ضروری ہوا، لیکن اعمال و عبادات کو جزء الایمان کسی طرح قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پھر دوسروں کے دلائل کے جوابات دیئے ہیں۔

کلامِ متین امام اجل ابوعبداللہ فضل اللہ شہاب الدین بن ابوسعید الحسن تاج الدین بن الحسین بن یوسف التورپشتی متوفی ۶۶۱ھ مؤلفِ "المعتمد فی المعتقد" معروف بہ تورپشتی نے اس کتاب کے باب سوم کے فصل دہم میں اس اختلاف کا بیان کیا ہے جو ایمان کے مسئلہ میں حنفیہ اور شافعیہ میں ہوا ہے۔ یہ کتاب فارسی میں ہے۔ عاجز مختصر طور پر اس کا بیان کرتا ہے۔

حضرت امام عالی مقام ابوحنیفہ نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۷۷ میں فرماتا ہے:

"جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اور قائم رکھی نماز اور دی زکات"۔

دیکھو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعمالِ صالحہ کو ایمان پر عطف کیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ معطوف معطوف علیہ سے مغایر ہوتا ہے۔

اور اللہ نے سورۂ مجادلہ کی آیت میں فرمایا ہے: "اُن کے دلوں میں لکھ دیا ہے ایمان"۔

اور سورۂ حجرات کی آیت ۱۴ میں فرمایا ہے: "کہتے ہیں گنوار ہم ایمان لائے، تو کہہ تم ایمان نہیں لائے۔ پر کہو مسلمان ہوئے"۔

اور سورۂ نحل کی آیت ۱۰۶ میں فرمایا ہے۔ "جو کوئی منکر ہوا اللہ سے یقین لائے پیچھے (ایمان لانے کے بعد) مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی اور اس کا دل برقرار رہے ایمان پر۔"

اور سورۂ مائدہ کی آیت ۴۱ میں فرمایا ہے۔ "اور اُن کے دل مسلمان نہیں۔"

اِن آیاتِ مبارکہ سے ظاہر ہے کہ "ایمان دل کا عمل ہے۔"

امام شافعی اور اہلِ حدیث کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ بیّنۃ کی آیت ۵ میں فرمایا ہے۔ "اور ان کو حکم یہی ہوا کہ عبادت کریں اللہ کی، نری کر کر اس کے واسطے بندگی، ابراہیم کی راہ پر، اور کھڑی کریں نماز اور دیں زکات اور یہ ہے راہ مضبوط لوگوں کی۔"

اللہ تعالیٰ نے ان سب اعمال کو دین کہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آلِ عمران کی آیت ۱۹ میں کہا ہے۔ "دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکم برداری۔" اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایمان کہا ہے۔ وہ سورۂ آلِ عمران کی آیت ۸۵ میں فرماتا ہے۔ "جو کوئی چاہے سوا حکم برداری (اسلام) کے اور دین، سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خراب ہے۔" چونکہ ایمان اسلام (حکم برداری) ہے اور اسلام دین ہے اور اعمال دین سے ہیں۔ تو اعمال ایمان میں سے ہوئے اور اس قول کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے کہ عبد القیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے وفد کے افراد سے کہا۔ تم جانتے ہو کہ ایمان کیا ہے۔ اہلِ وفد نے کہا۔ اللہ اور اس کا رسول ہی دانا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "گواہی اس بات کی کہ کوئی معبود اللہ کے سوا نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز کھڑی کرنی اور زکات دینی اور رمضان کے روزے رکھنے اور مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ دینا۔"

اس حدیث سے ثابت ہے کہ ایمان اسلام ہے اور اسلام دین ہے اور اعمال دین میں سے ہیں اور وہ ایمان ہیں۔

دونوں فریقوں کے مسلک کا یہ ہے مختصر بیان۔ اگر تفصیل سے اس کا ذکر کیا جائے اور طرفین کی حجتیں لکھی جائیں اس کے لئے کئی مجلّد درکار ہیں۔ ہمارا مقصد اس جگہ یہ ہے کہ دونوں فریق یہ سمجھ لیں کہ ائمہ نے جو کچھ کہا ہے ازروئے استنباط و استدلال کہا ہے۔ لِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (بقرہ آیت ۱۴۸) اور ہر کسی کو ایک طرف ہے کہ مُنہ کرتا ہے۔

یہ مسئلہ دوسرے مسائل کی طرح کا نہیں ہے کہ جن میں مخالفت ظاہر نصوص کی یا مخالفت اجماع کی پائی جاتی ہو، کیونکہ اس مسئلہ میں اگر ایک فریق نے کسی آیت سے استدلال کیا ہے تو

دوسرے فریق نے کسی دوسری آیت سے استدلال کیا ہے، اور اگر کسی ایک فریق نے کسی حدیث سے تمسک کیا ہے تو دوسرے فریق نے کسی دوسری حدیث سے تمسک کیا ہے اور ان دونوں فریقوں میں سے کوئی ایک بھی فرائض میں سے کسی ایک فرض کے اہمال کا مرتکب نہیں ہو رہا ہے۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو فریقین میں سے کسی کو نہیں چاہیئے کہ ازراہِ تعصب دوسرے کی تضلیل کرے۔

بعض افراد ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ جس فریق کے پاس جاتے ہیں، اُسی کے مسلک کا بیان کرتے ہیں اور اپنے کو ان ہی کا ہم مسلک ظاہر کرتے ہیں، عاجز کے نزدیک اپنے کو مُعَمّا بنانا درست نہیں ہے، بنا بریں عاجز اپنا مسلک بیان کرتا ہے۔

عاجز کے نزدیک دونوں اقوال کی وجہِ جمع یہ ہو سکتی ہے کہ ایمان کی ایک اصل ہے اور اس کے فروع بہ منزلہ اس کے پھل اور توابع و لواحق کے ہیں۔ ہر وہ حدیث جس میں ایمان کے ساتھ توابع و لواحق کا بیان کیا گیا ہے، تاکیدِ بلیغ کی وجہ سے کیا گیا ہے تاکہ مُکلف یہ سمجھ لے کہ اگر اس نے ایمان کے توابع اور لواحق پر عمل نہیں کیا وہ ایمان کا حق نہیں بجا لایا اور اس نے دادِ مسلمانی میں کوتاہی کی ہے۔ اور یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیئے کہ عبدالقیس کے وفد کے ارکان نومسلم تھے اور دین کے مسائل سے بے خبر تھے، اگر اُن کے سامنے اصول و فروع کی تفریق بیان کی جاتی وہ کچھ نہ سمجھتے، لہٰذا ایک ہی سلسلہ میں سب کا بیان کر دیا گیا۔ اس تاویل کی صحت اس ارشادِ نبوی سے ظاہر ہے کہ اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِیْمَانِ (حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے) سب کو معلوم ہے کہ مسمّیٰ ایمان میں حیا داخل نہیں ہے۔ حیاء ایک جبلّی خصلت ہے اور اس کی وجہ سے انسان برائیوں سے محفوظ رہتا ہے لہٰذا یہ ایمان کے مشابہ اور اس کے شعاب میں سے ایک شعبہ ہوا۔

اب ناظرین اس مبارک صحیح حدیث شریف کو دیکھیں جو مشکاۃ شریف کی کتاب الایمان کی پہلی حدیث از بخاری و مسلم ہے۔ اس حدیث شریف کے روایت کرنے والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے والے حضرت جبریل امین علیہ السلام ہیں اور جواب دینے والے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت جبریل نے دریافت کیا۔ اے محمد اسلام کے متعلق مجھ کو بتاؤ۔ سردارِ دو عالم نے فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکات اور روزے رکھو رمضان کے اور حج کرو اللہ کے گھر کا اگر جانے کا راستہ پاؤ۔ یہ سُن کر جبریل نے کہا۔ آپ نے درست فرمایا۔ پھر جبریل نے کہا۔ ایمان کے متعلق مجھے بتاؤ۔ آنحضرت نے فرمایا۔ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور

اور اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر، اور یوم آخر پر اور ایمان لاؤ قدر کے خیر و شر پر۔ یہ سُن کر جبریل نے کہا۔ آپ نے درست فرمایا۔ الخ

دیکھو اِس حدیث میں ایمان کے بیان میں عقائد کا بیان ہے، اعمال کا بیان نہیں ہے اور اسلام کے بیان میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے اور اعمال کا ذکر ہے اور یہی حضرت امام عالی مقام کا مسلک ہے۔ رضی اللہ عنہ (صفحہ ۲۶۱ تا ۲۶۶)

ایمان کی زیادتی اور کمی

امام اجل تورپشتی نے لکھا ہے۔ حضرت امام اور آپ کے اصحاب کے نزدیک ایمان میں نہ کمی کی گنجائش ہے نہ بیشی کی۔ ایمان قلبی تصدیق کا نام ہے جس کا زبان سے اقرار کیا جاتا ہے۔ شافعی اور اہلِ حدیث کے نزدیک اعمال ایمان کے اجزاء ہیں لہٰذا ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

تورپشتی فرماتے ہیں دل کی تصدیق میں کمی کے یہ معنی ہیں کہ وہ کافر ہے۔ رہا مراتبِ معرفت اور درجات یقین تو اس میں اللہ کے بندوں میں تفاوت موجود ہے اور ہم انبیاء اور ملائکہ کے مراتب نہیں پا سکتے۔ (ص۲۶۶)

اِرجا

حضرت امام عالی مقام نے فقہ اکبر میں لکھا ہے۔ ہم کسی گناہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر نہیں کہہ سکتے اگرچہ وہ گناہِ کبیرہ ہو، ہاں اگر گناہ کا کرنے والا اس گناہ کو جائز سمجھے وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے اللہ کے حکم کو رد کیا ہے، پناہ بہ خدا۔ حضرت امام کی یہ بات قرآن مجید کے وَعدا در وَعید کے موافق ہے اور فقہاء نے اس کو تسلیم بلکہ پسند کیا ہے۔

عمر بن حمّاد کا بیان[1]

حضرت امام کے پوتے عمر کا بیان ہے میں امام مالک کے پاس گیا اور ان سے حدیث شریف سنی۔ جب میں نے اپنا مقصد پورا کر لیا اور اپنے وطن آنے کا قصد کیا میں نے امام مالک سے کہا مجھ کو کھٹکا ہے کہ میرے دادا کو ان کے دشمنوں اور حاسدوں نے غلط رنگ میں آپ کے سامنے پیش کر دیا ہو گا لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ صحیح طور پر ان کا بیان آپ کے سامنے پیش کر دوں، اگر آپ نے پسند کیا بہتر ہے اور اگر اس سے بہتر بات آپ کے پاس ہو تو اس سے آپ مجھ کو آگاہ کر دیں۔ یہ سن کر امام مالک نے کہا۔

امام مالک کی تحسین

تم بیان کرو۔ میں نے کہا میرے دادا کسی مومن کو گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے تھے۔ انہوں نے کہا "بہت اچھا کہا ہے" یا "درست کہا ہے"

---

[1] ملاحظہ کریں استاذ محمد ابو زہرہ کی کتاب ابو حنیفہ ص۱۶۴

پھر میں نے اُن سے کہا۔ اگرچہ وہ فاحشہ گناہ کا مرتکب ہو جائے میں اس کو کافر نہیں کہتا۔ انہوں نے کہا "بہت اچھا کہا ہے" یا "درست کہا ہے"۔ میں نے کہا وہ اس پر بھی اضافہ کر کے کہتے تھے، انہوں نے پوچھا کیا کہتے تھے، میں نے کہا وہ کہتے تھے اگرچہ وہ شخص کسی کو قصداً قتل کر دے میں اس کو کافر نہیں کہتا۔ انہوں نے کہا "بہت اچھا کہا ہے" یا کہا "درست کہا ہے"۔

حضرت امام ابو حنیفہ کی اس رائے پر متاخرین مسلمانوں کے جمہور ہیں اور بجز معتزلہ اور خوارج کے کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک جماعت علماء کی آپ کی بُرائی بیان کرتی ہے اور آپ پر جرح و طعن کرتی ہے۔ ہم نے اس سلسلہ میں شہرستانی کا کلام بیان کر دیا ہے، فقہ اکبر میں حضرت امام ابو حنیفہ نے اس الزام کو اپنے سے دفع کیا ہے۔ آپ نے اپنے مذہب کا اور ارجاء کا فرق بیان کیا ہے۔ آپ نے کہا ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ مومن کو گناہ سے نقصان نہیں پہنچتا اور نہ ہم یہ کہیں کہ وہ آگ میں نہیں جائے گا، اور نہ ہم یہ کہیں کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا چاہے وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو جب کہ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ گیا ہے اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ ہماری نیکیاں مقبول ہیں اور ہمارے گناہ بخشے ہوئے ہیں جیسا کہ مرجئہ کا قول ہے البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جو شخص کوئی نیکی اس کی شرطوں کے ساتھ کرے کہ وہ نیکی تمام عیوب سے خالی ہو کفر وارتداد اور بُرے اخلاق سے محفوظ ہو اور دنیا سے دولتِ ایمان کے ساتھ گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرتا بلکہ قبول کرتا ہے اور ثواب دیتا ہے۔ شرک اور کفر سے کم درجہ کے گناہ جن کا ارتکاب اس نے کیا ہے اور اس نے توبہ نہیں کی ہے اور وہ ایمان کے ساتھ مر گیا ہے اس کا معاملہ اللہ کی مشیت پر ہے وہ چاہے تو دوزخ میں ڈالے اور چاہے معاف فرمائے اور اس کو آگ سے بالکل دُور رکھے۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ ارجاء اپنے آخری مراحل میں اباحیت کے قریب پہنچ گیا تھا، فاسقوں نے اپنے فسق کے واسطے ارجاء کو ایک کھُلا دروازہ بنا لیا تھا، چنانچہ حضرت زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین نے فرمایا ہے، میں ان مرجئہ سے بیزار ہوں جنہوں نے فاسقوں کو اللہ کی عفو کا جھانسہ دیا ہے۔

مرجئہ کے تین مراتب

ارتکاب کبائر کے سلسلہ میں مرجئہ تین مراتب میں ہیں۔ ایک وہ ہیں جو مومن نہیں کہلاتے (یعنی اہلِ سنّت) اور وہ خوارج اور معتزلہ ہیں، دوسرے وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ سے نقصان نہیں پہنچتا ہے، کیونکہ اللہ سب

خطاؤں کو معاف کرتا ہے اور یہ مذموم فرقہ ہے اور تیسرے وہ ہیں جو جمہور علمار کا مسلک ہے کہ ہم کسی گنہگار کو کافر نہیں کہتے، نیکی کا اجر دس گنا اور برائی ایک کی ایک، اللہ کی مہربانی کے لئے کوئی بندش نہیں ہے اور نہ کوئی حد لگانے والا اس کی حد لگا سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ اسی جماعت میں ہیں اور یہی جمہور مسلمین کا مسلک ہے۔ اب اگر اس تیسرے مرتبہ والوں کو کوئی مرجئہ کہے تو جمہور مسلمین مرجئہ ہوئے۔

استاذ محمد ابوزہرہ نے الخیرات الحسان کی عبارت لکھی ہے کہ ایک جماعت نے ابوحنیفہ کو مرجئہ میں سے شمار کیا ہے لیکن یہ بات حقیقت کے خلاف ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ شارح مواقف نے کہا ہے کہ غسّان مرجی اپنے ارجا کی نسبت ابوحنیفہ کی طرف کیا کرتا تھا اور وہ ابوحنیفہ کو مرجئہ میں سے شمار کرتا تھا۔ اور یہ حضرت امام پر تہمت تھی۔ غسان آپ کے نام سے اپنے مذہب کی ترویج چاہتا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے، آمدی نے کہا ہے ہو سکتا ہے کہ جس نے آپ کو مرجئہ میں سے شمار کیا ہے اس نے اہلِ سنت کے مرجئہ میں سے آپ کو شمار کیا ہو، کیونکہ پہلی صدی میں جو لوگ مسئلہ قدر میں معتزلہ کے خلاف تھے، معتزلہ ان کو مرجئہ کہتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ایمان کے متعلق فرمایا ہے کہ اس میں بیشی اور کمی نہیں ہوتی اس قول سے یہ سمجھا گیا کہ آپ نے عمل کو پیچھے ڈال دیا ہے حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ عبادت میں آپ کا انہماک مشہور ہے۔ علامہ ابنِ عبدالبر نے کہا ہے۔ آپ سے حسد کیا جاتا تھا اور ایسی باتیں آپ سے منسوب کی جاتی تھیں جو آپ میں نہیں ہوتی تھیں۔ آپ پر ایسی تہمتیں لگاتے تھے جو آپ کی شان کے خلاف ہوتی تھیں۔

استاذ محمد ابوزہرہ کہتے ہیں۔ علماء نے حضرت امام ابوحنیفہ کے متعلق یہ کہا ہے اور میں کہتا ہوں کہ ابوحنیفہ اس وقت مرجئہ میں سے ہوں گے کہ فاسق کو مومن کہنے والے سب افراد کا شمار مرجئہ میں ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا بعض گنہگار افراد کو معاف کرنے کا بیان ارجار کہلائے۔ اس صورت میں صرف امام ابوحنیفہ ہی میں ارجار نہیں ہے بلکہ تمام فقہا اور محدثین اس ارجاء میں آپ کے ساتھ ہیں۔

خلقِ قرآن ساجی وغیرہ نے حضرت امام پر خلق قرآن کا الزام عائد کیا ہے حالانکہ اہلِ حدیث کے امام حضرت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ارشاد یہ عاجز نقل کر چکا ہے کہ حضرت امام عالی مقام نے یہ بات نہیں کہی ہے۔ ائمۂ اربعہ میں سے ایک عالی مرتبت امام کا ارشاد حجت ہے۔

ایک المیّہ حضرت شاہ ولی اللہ نے مُوطّار کی فارسی شرح مُصَفّٰی میں کہا ہے۔ امام مالک نے موطار میں تقریباً دس ہزار حدیثیں جمع کی تھیں اور پھر آپ ان پر نظر ڈالتے تھے اور کم کرتے تھے یہاں تک کہ یہ مقدار باقی رہ گئی۔

ابوبکرابہری نے کہا ہے کہ موطار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے ۱۷۲۰ حدیثیں ہیں۔

اُن میں مُسند روایتیں	۶۰۰	
اور مُرسَل روایتیں	۲۲۲	مجموعہ ۱۷۲۰
اور موقُوف روایتیں	۶۱۳	
اور تابعین کے اقوال	۲۸۵	

ابن حزم نے کہا میں نے موطار کی حدیثیں شمار کی ہیں۔ مجھے مسند پانچ سو اور کچھ اور مرسل تین سو اور کچھ ملی ہیں۔

موطا امام محمد کے سلسلہ میں فخر ہندوستان محقق بے مثال علامہ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی تَغَمَّدَہُ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہٖ نے اپنی تالیف قیّم التعلیق المُمَجَّد علی موطا محمد میں صفحہ بتیس سے اُنتالیس تک نہایت ضبط و تفصیل سے روایات کا بیان کیا ہے اور لکھا ہے۔

اِس کتاب کی تمام احادیث مرفوعہ و آثار موقوفہ، خواہ وہ صحابہ پر موقوف ہوں یا بعد کے افراد پر موقوف ہوں اور وہ مسند ہوں یا غیر مسند ہوں ایک ہزار ایک سو اسی ہیں ان میں سے ازراہ مالک ایک ہزار پانچ ہیں اور دوسرے طرق سے ایک سو پچھتر ہیں۔

علامہ نے جو تفصیل لکھی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اِس کتاب میں امام مالک سے تین سو چوالیس مرفوعہ احادیث ثابت ہیں عاجز نے کسی کتاب میں چند روز پہلے دیکھا تھا کہ موطا مالک میں ڈھائی سو حدیثیں باقی رہ گئی ہیں باقی سب کو امام مالک نے رد کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ تعداد احادیثِ مرفوعہ کی رہی ہو اور آثارِ موقوفہ اس کے علاوہ ہوں۔

امام مالک کی ولادت ۱۱۳ھ کی ہے اور ستاسی سال کی عمر پاکر ۱۹۹ھ میں رحلت فرمائی ہے۔ آپ حضرت امام عالی مقام سے بتیس سال چھوٹے تھے۔ حضرت امام کی وفات کے وقت آپ کی عمر اڑتیس سال کی تھی۔ امام محمد تلمیذ حضرت امام عالی مقام احادیثِ مبارکہ کے استماع کے لئے امام مالک کے پاس پہنچے اور تین سال ان کے پاس قیام کیا۔ اس مدت میں امام مالک کو بھی پورا موقع ملا کہ

حضرت امام ابوحنیفہ کے اصول و قواعد اور آپ کی تخریجات اور استنباطات سے امام محمد کے ذریعہ مستفید ہوئے ہوں اور اس افہام و تفہیم کے دور نے آپ کے ترتیب دادہ اصولوں پر اثر ڈالا ہو اور یہ اثر آخر وقت تک رہا ہو اور دس ہزار روایات کی کتاب دس سو روایات کی کتاب بھی نہ رہی ہو۔ کسی محقق نے کہا ہے اگر کچھ مدت اور امام مالک بہ حیات رہتے شاید مِئات کی جگہ عَشَرات لیتے۔

شاہ ولی اللہ نے مصفی کے صفحہ چار میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اور یحییٰ بن معین کہا کرتے تھے کہ حدیث میں مالک امیر المومنین ہیں اور صفحہ ۵ میں لکھا ہے کہ بخاری نے کہا ہے۔ اسانید میں سب سے زیادہ صحیح روایت مالک کی از نافع از ابن عمر ہے اور صفحہ چھ میں لکھا ہے۔ سرگروہان محدثین مثل احمدؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ، دارمیؒ نے ایک حدیث بھی اپنی تالیفات میں امام مالک سے روایت نہیں کی ہے۔

حیرت کا مقام ہے کہ ائمۂ حدیث کو امام مالک کی روایت کردہ احادیث میں سے ایک روایت بھی صحیح طریقہ سے نہیں پہنچی ہے جس کی وہ روایت کرتے حالانکہ امام مالک سے ان کی موطا کی روایت امام محمد اور حضرت امام کے پوتے عمر بن حماد کرتے ہیں۔

تنسیق النظام فی مسند الامام | اس سلسلہ میں عاجز کو نابغۃ العصر عبقری الہند علامہ ابوالحسن[1] محمد حسن بن ظہور حسن بن شمس علی حنفی سنبھلی اسرائیلی کی ایک عبارت ان کی تالیف قیم "تنسیق النظام فی مسند الامام" میں ملی ہے۔

حضرت امام کی یہ مسند امام قاضی صدر الدین موسیٰ بن زکریا الحصکفی متوفی ۶۵۰ھ نے جمع کی ہے، علامہ حصکفی نے اپنے اساتذۂ کرام کے ناموں پر اس کو مرتب کیا تھا۔ پھر اس مسند کو محدثِ شہیر علامہ محمد عابد انصاری سندھی متوفی ۱۲۵۷ھ نے ابواب فقہیہ کے مطابق مرتب کیا اور پھر علامہ سنبھلی نے اس کی شرح "تنسیق النظام" لکھی، تراجمِ رواۃ کا بیان مقدمہ میں کیا ہے۔ آپ نے مقدمہ کے صفحہ چھ اور سات میں لکھا ہے۔

سلف کو احادیث کا علم تھا اور اُن احادیث کی معرفت بھی تھی، البتہ انجامِ کار اس پر ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں اُن کا اندراج نہیں کیا ہے اور ان کے اندراج نہ کرنے پر ہم اُن پر رَدّ و قدح

---

[1] مولانا سید عبدالحی نے نزہۃ الخواطر میں آپ کی تالیفات ایک سو بتائی ہیں اور لکھا ہے کہ آپ چالیس سال کے تھے کہ تپ دق کی بیماری میں ۱۳ صفر ۱۳۰۵ھ میں رحلت کر گئے۔ مولانا ابوالحسنات لکھنوی کی وفات کے گیارہ مہینے بعد۔ اگر ابوالحسنات اپنے وقت کے شمس الضحیٰ تھے آپ اسی دور کے بدر الدجیٰ تھے۔ رحمۃ اللہ علیہما رحمۃ واسعۃ۔

نہیں کر سکتے۔ دیکھو شیخین (بخاری و مسلم) کو، انہوں نے اکثر صحاح کا ذکر نہیں کیا ہے باوجود اس کے کہ اُن کو علم تھا، وَبِالْجُمْلَةِ هٰذِهِ التَّحْقِيْقَاتُ جُلُّهَا لِمَالُ جُمُوْدِ التَّقْلِيْدِ فِيْ مَسَالِكِ اَهْلِ الْخَبَرِ مِنْ غَيْرِ خِبْرَةٍ وَاسْتِعْمَالِ حِلْمٍ وَدَرَاكَةٍ وَالْاَمْدَارُ الصِّحَّةِ وَغَيْرِهَا عَلَى السَّنَدِ وَمَعْرِفَةِ رِجَالِهِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ اَحْوَالِ الْاَسَانِيْدِ وَهٰذَا الْمِعْيَارُ يَنَالُهُ كُلُّ ذِي تَبَحُّرٍ فِي الْحَدِيْثِ وَاَحَادِيْثُ مُسْنَدِ اِمَامِنَا صِحَاحٌ وَاَصَحُّ مِنْ اَحَادِيْثِ الْاَرْبَعَةِ۔

یعنی خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ سب کچھ اہلِ خبر (اصحاب حدیث) کے طریقوں کی ایسی جامد تقلید کا نتیجہ ہے جو بغیر کسی دلیل کے اور بلا فہم وانصاف کے درگزر کرنا پڑا ہو ورنہ حدیث کی صحت کا مدار سند پر ہے کہ اس کے راویوں کے احوال کا علم ہو اور یہ بات احادیث کے ہر ماہر کو حاصل ہے، ہمارے حضرت امام کی اس مسند کی احادیث، سنن اربعہ کی احادیث سے صحیح بلکہ اصح ہیں۔

علامہ سنبھلی نے حضرت امام ابوحنیفہ کی مدح وثنا مالک اور شافعی سے نقل کر کے حصکفی کی یہ عبارت صفحہ سات پر لکھی ہے۔

حضرت امام کی مدح

اگر ہم تفصیل سے حضرت امام کے مناقب لکھیں مضمون زیادہ ہو جائیگا اور ہم پوری طرح بیان بھی نہ کر سکیں گے۔ یقیناً آپ عالم تھے، عامل تھے، عابد تھے، صاحبِ ورع تھے، علومِ شریعت میں امام تھے، آپ سے ایسی باتیں منسوب کی گئی ہیں کہ آپ کی قدر و منزلت اس سے بہت بلند و برتر ہے، جیسے خلق قرآن اور قدر اور ارجاء کے مسائل ہیں، ہم کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اِن باتوں کے بیان کرنے والوں کا ذکر کریں، کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اِن اقاویل سے آپ پاک وصاف ہیں۔ دیکھو اللہ نے تمام اطراف میں آپ کا ذکر پھیلا دیا ہے، آپ کا علم روئے زمین پر چھا گیا ہے، اگر اس میں اللہ تعالےٰ کا کوئی راز مضمر نہ ہوتا وہ نصف اہلِ اسلام کو یا اس کے قریب کو آپ کا مقلد نہ بناتا جو آپ کی رائے پر ہمارے زمانہ تک (امام قاضی حصکفی کے زمانہ تک) ساڑھے چار سو سال تک مسلسل عمل کر رہا ہے اور آپ ہی کے طریقہ پر اللہ کی عبادت کر رہا ہے اور یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ کا مذہب صحیح ہے۔

امام لیث مصری نے کہا ہے

امام لیث بن سعد کا مکتوب ایک شرعی وثیقہ ہے اور عاجز اس کو نقل کر چکا ہے۔ امام لیث کا ایک قول "جامع بیان العلم" میں گزر چکا ہے کہ امام مالک نے ستر مسائل میں احادیثِ نبویہ کے خلاف کیا ہے۔ یہ لکھ کر امام ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ اہلِ علم میں سے کوئی فرد ایسا نہیں گزرا ہے جس نے کسی آیت کی تاویل نہ کی ہو

یا کسی سنّت میں ایسی راہ اختیار نہ کی ہو جس کی وجہ سے دوسری سنّت نظر انداز نہ کی گئی ہو۔

حضرات مجتہدین، ائمہ راسخین، فقہاء مکرمین نے اپنی جان، اپنی اولاد، اپنا مال، اپنا تن، شریعتِ مطہرہ پر قربان کر دیا ہے۔ ان حضرات کے پیشِ نظر یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا اور بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا ہے۔ یعنی آسان کرو مشکل نہ بناؤ، خوشخبری سناؤ، نفرت نہ دلاؤ۔ جو کچھ ان حضرات نے کیا ہے شریعتِ مطہرہ کی تقویت کے لئے کیا ہے۔ یہ حضرات اطبائے کاملین ہیں، بھلا اطبا کے سامنے صَیَادِلَہ یعنی جڑی بوٹی فروخت کرنے والوں کی کیا وقعت ہے، ان صَیَادِلَہ کو حضرت امام مالک کی صحیح حدیث نہیں ملی، کیا اس کی وجہ سے امام مالک کے مذہب کو کوئی چھوڑے گا۔ حضراتِ ائمہ کی پیروی اگر کوئی نہیں کرنی چاہتا، شوق سے نہ کرے۔ یہ کہاں کا تدیّن اور انسانیت ہے کہ حضراتِ ائمہ پر تہمتیں لگائی جائیں اور ان کو گالیاں دی جائیں۔ سرمد نے کہا ہے اور خوب کہا ہے۔ غفراللہ لہ ورحمہ۔

زاہد بہ نماز و روزہ ربطے دارد — عاشق بہ می و مدام ضبطے دارد
معلوم نہ شد کہ یار مسرور زکیست — ہر کس بہ خیالِ خویش خبطے دارد

علامہ ابن الہمام کا بیان

علامہ ابن الہمام محقّقِ علی الاطلاق نے فتح القدیر جلد اوّل کے باب النوافل صفحہ تین سو سترہ اور اٹھارہ میں احادیث کے متعلق اچھی بحث کی ہے۔ عاجز اس کا ترجمہ لکھتا ہے۔

"جس نے کہا ہے کہ احادیث میں سب سے زیادہ صحیح وہ حدیث ہے جو بخاری اور مسلم میں ہے، پھر جو بخاری میں ہے، پھر جو مسلم میں ہے، پھر جو بخاری اور مسلم کی شرطوں پر کسی دوسرے نے روایت کی ہے، پھر بخاری کی شرطوں پر پھر مسلم کی شرطوں پر۔ یہ قول بلا دلیل ہے اس کی تقلید جائز نہیں، کیونکہ احادیث کا زیادہ صحیح ہونا اس بنا پر ہے کہ وہ ان شرطوں پر اُتری ہیں جن پر بخاری و مسلم کی روایتیں اُتری ہیں۔ اگر ان دو کتابوں کے سوا کسی کتاب میں ان شرطوں پر حدیث پوری اُترتی ہے۔ اس سے بخاری و مسلم کی روایت کو زیادہ صحیح قرار دینا بے دلیل قول ہے۔ اِن دو کتابوں کی روایت پر یا ان میں سے کسی ایک کی روایت پر یہ کہنا کہ اس کا راوی اُن شرائط کا جامع ہے جو روایت کی صحت کے لئے مقرر کی گئی ہیں قطعی قول نہیں ہے کیونکہ مسلم میں کثرت سے ایسی روایتیں ہیں کہ جن کے راوی جرح کی گرفت سے نہیں بچے اور بخاری میں بھی ایک جماعت ایسے راویوں کی ہے جن پر گرفت کی گئی ہے۔

راویوں کے متعلق کسی رائے کا قائم کرنا علماء کے اجتہاد پر ہے اور یہی حالت شرطوں کی ہے۔ ائمہ میں سے کسی نے کسی شرط کا اعتبار کیا ہے اور کسی نے اس شرط کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ اس

کے باوجود شرط کا اعتبار نہ کرنے والے کی روایت، شرط کا اعتبار کرنے والے کی روایت کے معارضہ کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہی حال راویوں کا ہے، کسی نے ایک راوی کو ضعیف قرار دیا ہے اور دوسرے نے اس راوی کی توثیق کی ہے جو لوگ ناواقف ہیں اور راویوں کے احوال سے بے خبر ہیں وہ اس بات سے خوش اور مطمئن ہو جاتے ہیں جدھر اکثریت ہوتی ہے اور جو مجتہد ہے اور راویوں کے احوال سے باخبر ہے وہ اکثریت اور اقلیت سے غرض نہیں رکھتا ہے بلکہ وہ اپنی رائے اور سمجھ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

حضرت امام عالی مقام پر ظلم و ستم اور آپ کی رحلت و تدفین

علامہ شہاب الدین احمد ابنِ حجر ہیتمی مکی شافعی نے لکھا ہے۔

بنو مروان کے آخری بادشاہ مروان بن محمد نے یزید بن عمرو بن ہبیرہ کو عراق کا والی بنایا اس نے ۱۳۰ھ میں ربیع کو بھیج کر امام ابو حنیفہ کو بلوایا کہ آپ قاضی القضاۃ ہوں۔ آپ نے انکار کیا۔ اور اس نے آپ کو کوڑوں سے پٹوایا۔

لکھا ہے کہ عراق میں بنو مروان کے خلاف فتنہ اُٹھا۔ ابن ہبیرہ نے علماء کو جمع کیا اور ان کو بعض اعمال پر مقرر کیا۔ عقود الجمان میں ہے کہ ان علماء میں ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ اور داؤد بن ابی ہند شامل تھے۔ ابن ہبیرہ نے قاصد امام ابو حنیفہ کے پاس بھیجا کہ آئیں اور حکومت کی مہر اپنے پاس رکھیں، بغیر مہر کے نہ کوئی حکم نافذ ہوگا اور نہ بیت المال میں کچھ تصرّف کیا جائے گا۔ آپ نے مہر رکھنے سے انکار کیا۔ ابن ہبیرہ نے قسم کھائی اگر امام ابو حنیفہ انکار کریں گے تو وہ کوڑے لگوائے گا۔ علماء نے حضرت امام سے کہا ہم نے بادلِ ناخواستہ حکومت میں اشتراک کیا ہے، تم بھی اس کام کو کر لو اور اپنے نفس پر رحم کرو۔ قاضی صیمری نے لکھا ہے کہ ابن ہبیرہ نے قسم کھائی کہ عہدہ قبول نہ کرنے پر وہ سر پر کوڑے لگوائے گا۔ حضرت امام نے قسم کھائی کہ میں اس کام کو قبول نہیں کروں گا۔ ابنِ ہبیرہ نے کہا۔ یہ میری قسم کے مقابلہ میں قسم کھاتے ہیں میں اس وقت تک پٹواؤں گا کہ یہ عہدہ قبول کرلیں یا مر جائیں۔ آپ نے فرمایا، اخروی عذاب کے مقابلہ میں دنیوی عذاب مجھ کو قبول ہے۔ چنانچہ آپ کے سر پر ۲۰ بیس کوڑے مارے گئے۔ آپ نے ابن ہبیرہ سے کہا۔ تم یاد رکھو کہ تم کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہوگا اور وہ کھڑا ہونا میرے اس کھڑے ہونے سے بہت ذلت کا کھڑا ہونا ہوگا اور اللہ تم سے پوچھ کرےگا۔ یہ سُن کر ابن ہبیرہ نے جلّاد کو رُک جانے کا اشارہ کیا اور آپ کو قیدخانہ بھجوایا۔ رات کو ابن ہبیرہ نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ ابن ہبیرہ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَمَا تخاف اللہ تضرب رجلا من امتی بلا جرم و تہددہ، فارسل الیہ فاخرجہ واستحلہ، تو اللہ سے نہیں ڈرتا ہے کہ میری امت کے ایک شخص کو بغیر جرم کے مارتا ہے اور اس کو دھمکاتا ہے۔ چنانچہ ابن ہبیرہ

نے آدمی بھیج کر آپ کو آزاد کیا اور آپ کی قسم پوری ہوئی۔

عقود الجمان میں ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ دس دن تک دس دس کوڑے آپ کے لگے ہیں اور لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل کو کوڑے لگے اور وہ حضرت امام کے کوڑے لگنے کو یاد کرکے رویا کرتے تھے آپ کے لئے دعائے رحمت کرتے تھے۔

یہ بھی آپ کے احوال میں لکھا ہے کہ حضرت امام کو سوچنے کے لئے مہلت دی گئی تھی لہٰذا آپ قید سے نکل کر حجازِ مقدس چلے گئے اور جب حکومت بنی عباس کی ہوئی آپ کوفہ تشریف لائے۔

ظلمِ شدید و وفات

بنو مروان کا ظلم دور ہوا اور بنی عباس نے اپنی جباریت کا اظہار کیا، لکھا ہے کہ منصور عباسی نے حضرت امام کو بلایا کہ آپ قاضی کا عہدہ قبول کریں۔ آپ نے قبول نہیں کیا۔ منصور نے حکم دیا کہ ان کو ہر روز قید خانہ سے نکال کر منظرِ عام پر دس کوڑے مارا کریں اور بازاروں میں گھما کر اعلان کیا جائے۔ چنانچہ دس روز تک یہ ظلم آپ نے برداشت کیا۔ خون بہا کرتا تھا اور کوڑے پڑتے تھے اور اسی حال میں آپ کو پھرایا جاتا تھا۔ دس دن گزرنے پر آپ روئے اور آپ نے دعا کی اور "اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید" کا ظہور ہوا۔ ہیتمی نے لکھا ہے۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ آپ کو ایک پیالہ پینے کو دیا گیا۔ آپ نے فرمایا مجھ کو معلوم ہے کہ اس میں کیا ہے، میں نہیں پیتا۔ چنانچہ آپ کو لٹا کر آپ کے حلق میں ڈالا گیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سب کچھ منصور کے سامنے کیا گیا ہے اور یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے جب آپ کو موت کا احساس ہوا، آپ سجدہ میں گئے اور اسی حال میں آپ کی وفات ہوئی۔

ہیتمی نے یہ بھی لکھا ہے۔ اتنا شدید عذاب اور ایسی شناعت سے قتل کرانا اس بنا پر نہیں ہو سکتا کہ آپ نے قاضی بننے سے انکار کیا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ آپ کے مخالفوں نے منصور سے کہا کہ حضرت ابراہیم بن عبداللہ بن حسَن بن حسن بن حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شورش حضرت ابو حنیفہ نے کروائی تھی اور آپ نے حضرت ابراہیم کو دولت دی تھی۔ ابو حنیفہ کا اثر بہت زیادہ ہے۔ یہ سن کر منصور نے آپ کو بُلایا اور ظلم کے ساتھ آپ کو قتل کرایا اور یہ واقعہ ماہِ رجب یا شعبان میں ہوا ہے اور کہا گیا ہے کہ نصف شوال کا واقعہ ہے اور سن ایک سو پچاس تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ ورضی عنہ۔

آپ کی تجہیز و تکفین و تدفین

ہیتمی نے لکھا ہے۔ قید خانہ سے پانچ افراد آپ کو اس جگہ لائے جہاں آپ کو غسل دیا گیا۔ جناب حسن بن عمارہ قاضی بغداد نے آپ کو غسل دیا اور ابو رجاء عبداللہ بن واقد ہروی نے پانی ڈالا۔ جب حسن بن عمارہ غسل دے کر فارغ

ہوئے ان الفاظ سے تابین کی۔

رَحمکَ اللّٰہُ لَمْ تفطر منذ ثلاثین سنۃ ولم تتوسّد یمینک باللیل منذ اربعین سنۃ ، کنت اَفقہنا وَ اَعبدَنا وَ اَزھدَنا وَ اَجمعَنا لِخصالِ الخَیرِ وَ قبرتَ اِذْ قبرتَ اِلیٰ خَیرٍ وَ سُنّۃٍ واَتعبت من بعدک۔

تم پر اللہ رحم فرمائے، تیس سال سے افطار نہیں کیا اور چالیس سال سے رات کو کروٹ نہ لی۔ ہم میں تم سب سے زیادہ فقیہ تھے اور سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور ہم میں سب سے زیادہ بھلائی کی خصلتوں کو جمع کرنے والے تھے اور جب بھی دفن ہوئے بھلائی اور سنّت کے ساتھ ہوئے اور اپنے بعد کے آنے والوں کو اشکال میں ڈالا۔ (اشکال یہ ہے کہ تم جیسا علم ان کا نہیں)

آپ کو غسل دے کر ابھی فارغ نہیں ہوئے تھے کہ اہلِ بغداد اس کثرت سے جمع ہوئے جن کی گنتی اللہ ہی کو معلوم ہے۔ بعضوں نے کہا ہے پچاس ہزار افراد تھے اور بعض نے کہا ہے اس سے زیادہ تھے۔ آپ پر نماز چھ مرتبہ پڑھی گئی۔ آخری مرتبہ آپ کے بیٹے حمّاد نے نماز پڑھائی اور تقریباً بیس دن تک آپ کی قبر پر نماز ہوتی رہی اور آپ نے وصیت فرمائی خیزراں کے مقبرہ میں جو شرقی سمت میں ہے دفن کئے جائیں کیونکہ وہ زمین غصب کی ہوئی نہیں ہے۔ جب منصور کو یہ بات پہنچی اس نے کہا۔ کون ہے جو امام ابوحنیفہ سے ان کی زندگی اور موت میں ہماری طرف سے معذرت چاہے۔

جب یہ خبر ابن جریج کو پہنچی جو کہ امام شافعی کے استاد الاستاد تھے آپ نے کلمۂ استرجاع پڑھا اور فرمایا۔ کیسا علم گیا۔ اور یہ خبر جب شعبہ کو پہنچی فرمایا۔ کوفہ کا نور علم بجھ گیا۔ ایسا نور وہ پھر نہ دیکھیں گے۔

صدقۃ المغابری کی دعا قبول ہوتی تھی۔ انہوں نے حضرت امام کی تدفین کے بعد تین رات تک یہ دو شعر سُنے۔

ذَھَبَ الفقہُ فلا فِقہَ لکُمْ   فَاتَّقُوا اللہَ وَکُونُوا خَلَفاً

مَاتَ نُعمانُ فَمَنْ ھٰذا الّذی   یُحْیِیَ اللَّیْلَ اِذَا مَا سَجَفَا

۱۔ گئی فقہ اب تمہارے پاس فقہ نہیں اللہ سے خوف کھاؤ اور ان کے خلف بنو

۲۔ مر گئے نعمان اب کون ایسا ہے جو شب کو بیدار رہو جب وہ پردے چھوڑ دے

حضرت امام پر قید خانہ میں دس دن تک سخت تکلیفیں گزری ہیں۔ آپ کا خون پنڈلیوں

سے بہتا ہوتا تھا اور آپ کو بازار میں گھمایا جاتا تھا۔ عقود الجمان میں ہے ۔ضیق علیہ تضییقا شدیداً فی الطعام والشراب فی الحبس ۔قید خانہ میں آپ پر کھانے پینے کی نہایت تکلیف دی جاتی تھی اور یہ کیفیت دس دن تک رہی اور ہر روز دس کوڑے مارے جاتے تھے۔

مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ منصور حضرت امام کی قبر پر گیا اور وہاں نماز پڑھی ۔کچھ معذرت خواہ الفاظ بھی کہے ۔مومن خاں نے خوب کہا ہے ؎

وہ آئے ہیں پشیماں لاش پر اب
تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

حضرت امام اور روایتِ حدیث

جامع مسانید الامام الاعظم | اِس کتاب کو علامہ ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد بن حسن جو اصلاً عربی اور پیدائش کے اعتبار سے خوارزمی ہیں جن کی ولادت ۵۹۳ھ اور وفات ۶۵۵ھ میں ہوئی، نے لکھی ہے۔ انہوں نے اس مبارک مسند کے لکھنے کی وجہ یہ لکھی ہے۔

میں نے ملک شام میں بعض جاہلوں سے سُنا حضرت امام عالی مقام کی روایتِ حدیث کم تھی اور ایک جاہل نے امام شافعی کی مسند جس کو ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم نے جمع کیا ہے اور امام مالک کی موطا اور امام احمد کی مسند سے استدلال کرتے ہوئے حقارت سے حضرت امام عالی مقام کا ذکر کیا، یہ سُن کر میری حمیّتِ دینی نے مجھ کو مجبور کیا کہ میں حضرت امام عالی مقام کی پندرہ مسانید و آثار سے ایک مسند مرتّب کروں، چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے ابوابِ فقہ کی ترتیب پر یہ مسند مرتب کی تاکہ جاہل معاندوں کا شُبہ دور ہو۔ ایسے معاندوں کے متعلق امام ابن مبارک نے کہا ہے۔

حَسَدُوا الْفَتَىٰ اِذْ لَمْ يَنَالُوا سَعْيَه   فَالْقَوْمُ اَعْدَاءٌ لَهُ وَخُصُومُ

كَضَرَائِرِ الْحَسْنَاءِ قُلْنَ لِوَجْهِهَا   حَسَدًا وَبُغْضًا اِنَّهُ لَدَمِيمُ

۱۔ انہوں نے نوجوان پر حسد کیا جبکہ اس کی کوشش کو نہ پہنچ سکے تو قوم اس کی دشمن اور مخالف ہے۔

۲۔ جیسا کہ حسینہ کی سوکنوں نے اس کے چہرے کو حسد اور بغض کی وجہ سے کہا، یہ بدصورت ہے۔

عاجز کے سامنے اس مبارک مسند کا وہ نسخہ ہے جس کو جناب منصور علی مصطفیٰ آبادی مولداً اور حنفی مذہباً نے بہ وقت عصر، روز شنبہ، پندرہ شعبان ۱۲۷۱ھ کو جناب محمد حسین کے مطبع محمدی واقع دہلی میں طبع کیا ہے۔ انہوں نے پندرہ مسانید کا بیان اس طرح کیا ہے۔

پندرہ مسانید جن کو فحول علماء حدیث نے جمع کیا ہے۔

۱۔ مُسند امام حافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث البخاری المعروف بعبداللہ الاستاذ رحمہ اللہ

۲۔ مُسند امام حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد العدل رحمہ اللہ

۳۔ مسند امام حافظ ابوالحسین محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد رحمہ اللہ

۴۔ مُسند امام حافظ ابو نُعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصفہانی رحمہ اللہ

۵۔ مُسند الشیخ الثقہ العدل ابو بکر محمد بن عبد الباقی بن محمد الانصاری رحمہ اللہ

۶۔ مُسند امام حافظ صاحب الجرح والتعدیل ابو احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ

۷۔ مُسند الامام الحسن بن زیاد اللؤلوی رحمہ اللہ

۸۔ مُسند الحافظ عمر بن الحسن الأشنانی رحمہ اللہ

۹۔ مُسند الامام الحافظ ابو بکر احمد بن محمد بن خالد بن خلی الکلاعی رحمہ اللہ

۱۰۔ مُسند الامام الحافظ ابو عبداللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخی رحمہ اللہ

۱۱۔ مُسند الامام ابو یوسف القاضی یعقوب بن ابراہیم الانصاری رحمہ اللہ

۱۲۔ مُسند الامام محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ

۱۳۔ مُسند الامام حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ

۱۴۔ مُسند محمد بن الحسن معظمہ من التابعین ورواہ عنہ رحمہ اللہ وسمی الآثار

۱۵۔ مُسند الحافظ ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العوام السعدی رحمہ اللہ

علامہ خوارزمی نے درج ذیل خطبہ جامع المسانید کا لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَا بِطَوْلِهٖ مِنْ اَصْفٰی شَرَایِعِ الشَّرَایِعِ وَکَسَانَا بِفَضْلِهٖ مِنْ اَبْهٰی مَدَارِعِ الرَّوَایِعِ وَاَطْلَعَ دَرَارِیَ شَرَایِعِنَا مِنْ اَشْرَفِ الْمَطَالِعِ وَهُوَ مَطْلَعُ سَیِّدِ الْاَصْفِیَاءِ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَشَفِیْعِ الْاُمَمِ یَوْمَ الْجَزَاءِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَنْجُمِ الظَّلْمَاءِ وَسُیُوْفِ الْاَوْلِیَاءِ وَحُتُوْفِ الْاَعْدَاءِ، وَبَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی فَضَّلَ نَبِیَّنَا عَلٰی سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ فَجَعَلَ فِیْ اُمَّتِهٖ مُجْتَهِدِیْنَ عُلَمَاءَ مُتَبَحِّرِیْنَ، فُقَهَاءَ عَلٰی مَا وَصَفَهُمْ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ فُقَهَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنَّهُمْ فِی الْفِقْهِ اَنْبِیَاءُ، وَقَالَ تَعَالٰی اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ، وَقَدْ شَرَّفَهُمُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی وَتَقَدَّسَ بِالثَّنَاءِ عَلَیْهِمْ فِیْ مَوَاضِعَ مِنَ التَّنْزِیْلِ وَجَعَلَهُمْ بِلِسَانِ نَبِیِّهٖ کَاَنْبِیَاءِ اَهْلِ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ فَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَکَانَ اَسْبَقُهُمْ اِجْتِهَادًا وَاَطْیَبُهُمْ اِعْتِقَادًا وَاَبْیَنُهُمْ رَشَادًا وَاَقْوَمُهُمْ طَرِیْقَةً وَسَدَادًا اِمَامُ الْاَئِمَّةِ وَسِرَاجُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْحَنِیْفَةَ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ الْکُوْفِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَحَطَّ عَنْ وَجْهِ الشَّرِیْعَةِ لِثَامَ الْاِنْکِتَامِ وَکَشَفَ عَنْ جَبِیْنِ الْفِقْهِ غَمَامَ الظَّلَامِ وَقَدَّمَ خُلُوْفَ عُلَمَاءِ عَصْرِهٖ بِقَدَامِ الْاَفْحَامِ وَاَرْسٰی قَدَمَهٗ فِیْ مَزَالِقِ الْاَقْدَامِ وَبَذَلَ مَجْهُوْدَهٗ فِیْ اِحْکَامِ الْاَحْکَامِ لِمَنْ بَعْدَهٗ

يَغُوصُونَ فِي عَمَّانِ النُّعْمَانِ فيستخرجُونَ مِنْهُ دُرَرَ فَوَائِدِهِ وَيَرتَضِعُونَ دُرَرَ فَرائِدِهِ وَيَتناوَلُونَ أَشهىٰ اَغذِيَةِ اللّذَّائِقِ مِنْ مَوَائِدِهِ فَمَنْ اِسْتَطْعَمَهُ وَاِسْتَعْظَمَهُ فَقَدْ تَنَاوَلَ حَلَالاً وَ جَعَلَ النَّاسَ لَهُ فِي الفِقْهِ عِيَالاً مِثْلَ الإمَامِ المُعَظَّمِ وَالصَّدْرِ المُفَخَّمِ الشَّافِعِيِّ المُطَّلِبِيِّ ابنِ عَمِّ النَّبِيِّ حَيْثُ قَالَ النَّاسُ عِيَالٌ اَبِي حَنِيفَةَ فِي الفِقْهِ فَقَدْ نَظَمَ هٰذَا المَعْنَىٰ اَخْطَبُ الخُطَبَاءِ شَرْقًا وَغَرْبًا اَبُو المُؤَيَّدِ المَكِّيُّ الخَوَارِزْمِيُّ عَلَىٰ مَا اَنْشَدَ فِي جَدِّي الصَّدْرُ العَلَّامَةُ اَخْطَبُ خُطَبَاءِ الشَّرْقِ وَالغَرْبِ صَدْرُ الأَئِمَّةِ اَبُو المُؤَيَّدِ مُوَفَّقُ بْنُ اَحْمَدَ المَكِّيُّ الخَوَارِزْمِيُّ لِنَفْسِهِ فِي عِدَّةِ اَبيَاتٍ لَهُ يَمْدَحُ بِهَا اَبَا حَنِيفَةَ -

اَئِمَّةُ هٰذِهِ الدُّنْيَا جَمِيْعًا — بِلَا رَيْبٍ عِيَالُ اَبِي حَنِيفَةَ

آزاد ترجمہ: تعریف اس خدا کی جس نے اپنی قدرت سے شریعت کی گولوں سے ہمیں سیراب کیا اور اپنے فضل سے پہنائیں ہم کو نہایت قیمتی چادریں اور طلوع کیئے ہم پر ہماری شریعت کے اعلیٰ چمکدار ستاروں کو اشرف مطالع سے اور وہ برگزیدگان کے سردار کا مطلع ہے جو انبیاء کے خاتم ہیں اور جزا کے دن امتوں کے شفیع ہیں، اُن پر اور اُن کی اولاد و اصحاب پر جو کہ تاریکی کے تارے ہیں، اولیاء کی تلواریں ہیں اور دشمنوں کی موتیں ہیں، درود نازل ہو۔

حمد و صلاۃ کے بعد، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے اور اُن کی امت میں مجتہدین متبحر علماء فقہاء بنائے ہیں جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میرے اُمت کے فقہاء ایسے ہوں گے گویا کہ وہ فقہ میں انبیا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "بے شک اللہ سے ڈرتے ہیں اس کے بندوں میں سے علماء" اور اللہ نے قرآن مجید میں کئی جگہ ان کی تعریف فرمائی ہے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا ہے "میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں" اور ان علماء میں سب سے پیش قدمی کرنے والے اجتہاد میں اور سب سے پاکیزہ تر اعتقاد میں اور سب سے واضح تر رُشد و ہدایت میں اور سب سے درست تر سداد اور راہ روی میں، امت کے امام اور اس امت کے چراغ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ہیں، اللہ ان سے راضی ہو۔ انہوں نے شریعت کے چہرے سے پوشیدگی کا نقاب اور فقہ کی پیشانی پر سے ظلمت کے سائے ہٹا دیئے اور اپنے زمانے کے پیچھے رہے ہوئے علماء کو افہام و تفہیم کی پیش قدمی کے ذریعہ آگے بڑھایا اور قدم پھسلنے کے مواقع میں اپنے قدم جمائے اور احکام کے مضبوط بنانے میں اپنی کوشش صرف کی۔

آپ کے بعد اب نعمان کے دریا میں علماء یکے بعد دیگرے غوطے لگا رہے ہیں اور اس میں سے بیش بہا فوائد اور نادر نعمتیں حاصل کر رہے ہیں۔ (نُعمان جمع نعم ہے جیسے حملان جمع حمل ہے) اور جو ان نایاب دقیق نادرات کی قدر کرتا ہے اور ان سے بہرہ مند ہونا چاہتا ہے اس کو ان حلال پاکیزہ نعمتوں سے استفادہ کی راہ دکھاتے ہیں اور حضرت امام عالی مقام کی فقہ کا والہ و شیدا کرتے ہیں جس کے متعلق امام معظم اور صدر مفخم جو کہ مُطّلب بن عبد مناف کی اولاد سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے ہیں، نے کہا ہے: "فقہ میں لوگ ابو حنیفہ کے دستِ نگر ہیں۔ امام شافعی کے اس قول کو مشرق و مغرب کے خطیبوں میں سب سے بڑے خطیب ابوالمؤید موفق بن احمد مکی نے نظم کیا ہے اور مجھ کو میرے دادا اَخطَبُ الخطباء صدر العلماء ابوالمؤید موفق بن احمد مکی خوارزمی نے سنایا تھا (ترجمہ)

اس دنیا کے تمام امام بلاشک ابو حنیفہ کے محتاج ہیں"

جامع مسانید امام اعظم کے ناشر نے حاشیہ میں امام ابن مبارک کا قصیدہ لکھا ہے جو درج ذیل ہے۔ عاجز اس مبارک قصیدہ کا ترجمہ بھی لکھتا ہے۔

قَالَ الْاِمَامُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ رَحِمَہُ اللهُ وَرَضِیَ عَنْہُ

۱۔ لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا	اِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ اَبُوْحَنِيْفَه
۲۔ بِاَحْکَامٍ وَ آثَارٍ وَفِقْهٍ	کَآیَاتِ الزَّبُوْرِ عَلٰی صَحِیْفَه
۳۔ فَمَا فِی الْمَشْرِقَیْنِ لَهُ نَظِیْرٌ	وَلَا فِی الْمَغْرِبَیْنِ وَلَا بِکُوْفَه
۴۔ یَبِیْتُ مُشَمِّرًا سَهَرَ اللَّیَالِیْ	وَصَامَ نَهَارَهٗ لِلّٰهِ خِیْفَه
۵۔ فَمَنْ کَاَبِیْ حَنِیْفَةَ فِیْ عُلَاهُ	اِمَامٌ لِلْخَلِیْقَةِ وَالْخَلِیْفَه
۶۔ رَأَیْتُ الْعَائِبِیْنَ لَهُ سِفَاهًا	خِلَافَ الْحَقِّ مَعْ حُجَجٍ ضَعِیْفَه
۷۔ وَکَیْفَ یَحِلُّ اَنْ یُؤْذٰی فَقِیْهٌ	لَهُ فِی الْاَرْضِ آثَارٌ شَرِیْفَه
۸۔ فَقَدْ قَالَ ابْنُ اِدْرِیْسَ مَقَالًا	صَحِیْحَ النَّقْلِ فِیْ حِکَمٍ لَطِیْفَه
۹۔ بِاَنَّ النَّاسَ فِیْ فِقْهٍ عِیَالٌ	عَلٰی فِقْهِ الْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَه
۱۰۔ فَلَعْنَةُ رَبِّنَا اَعْدَادَ رَمْلٍ	عَلٰی مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِیْ حَنِیْفَه

ترجمہ:- ۱۔ شہروں اور اُن میں بسنے والوں کو مسلمانوں کے امام ابو حنیفہ نے زینت بخشی ہے۔

۲۔ احکام کے ذریعہ اور آثار کے ذریعہ اور فقہ کے ذریعہ جیسا کہ زبور کی آیتیں صحیفہ پر۔

۳۔ نہ دونوں مشرقوں میں اُن کی نظیر ہے اور نہ دونوں مغربوں میں اور نہ کوفہ میں۔
۴۔ وہ رات گزارتے ہیں دامن سمیٹے، شب کو بیدار رہے اور دن کو روزہ رکھا اللہ کے ڈر سے۔
۵۔ پس کون ہوگا ابوحنیفہ کی طرح ان کی بلندی میں جو کہ مخلوق کے اور خلیفہ کے امام ہیں۔
۶۔ ان پر بیوقوفی سے عیب لگانے والوں کو میں نے حق کے خلاف کمزور دلیلوں والا پایا۔
۷۔ اور کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ ایسے فقیہ کو تکلیف پہنچائی جائے جس کی عمدہ نشانیاں زمین پر ہیں۔
۸۔ ادریس کے صاحبزادے (امام شافعی) نے وہ پاکیزہ حکمت بھری بات کہی ہے جس کی نقل صحیح ہے۔
۹۔ کہ فقہ میں لوگ امام ابوحنیفہ کی فقہ کے محتاج ہیں۔
۱۰۔ ہمارے رب کی لعنت ریتے کے دانوں کے شمار اُس شخص پر ہو جو (عناد کی وجہ سے) ابوحنیفہ کے قول کو رد کرتا ہے۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ" ہم اللہ کی لعنت جھوٹوں پر ڈالیں۔ حضرت ابن مبارک نے اس ارشاد پر عمل کیا ہے کہ وہ افراد جو جھوٹ بول کر حضرت امام کے اقوال کو رَد کرتے ہیں وہ سزاوارِ لعنت ہیں۔

(جامع المسانید کے ص۳۳ میں ہے) قاضی ابوعبداللہ الصّمری نے سند متصل سے یہ واقعہ لکھا ہے کہ امیرالمومنین المامون کے زمانہ میں ایک کتاب حدیث کی لکھی گئی اور وہ کتاب یہ کہہ کر مامون کو پیش کی گئی کہ ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے ابویوسف اور محمد جو آپ کے مقرب ہیں اس کتاب پر عمل نہیں کرتے۔ پورے واقعہ کا بیان طوالت کا سبب ہوگا۔ خلاصہ اس طرح ہے کہ اہلِ حدیث کی کتاب کے سلسلہ میں علامہ عیسیٰ بن ابان نے کتاب "الْحُجَّةُ الصَّغِيْرَة" لکھی اور اس میں امام ابوحنیفہ کا مسلک بیان کیا کہ اخبار میں سے کِن اخبار کو رَد کِن کو قبول کیا جائے گا اور کن کی تاویل کی جائے گی اور یہ کتاب المامون کو پیش کی گئی۔ المامون نے اس کو پڑھا اور ابوحنیفہ پر ترحّم کیا یعنی رَحِمَهُ اللّٰهُ کہا (اللہ ان پر رحم فرمائے) اور پھر ابن مبارک کے دو شعر "حَسَدُوا الْفَتَى اذلم ينالوا سَعْيَهُ" پڑھے۔

اصحابِ مناقب نے اسانید متصلہ سے صاحب جرح و تعدیل امام اہلِ حدیث یحییٰ بن معین کے متعلق لکھا ہے کہ جب حضرت امام عالی مقام کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا تھا وہ ابنِ مبارک کے یہ دو شعر پڑھتے تھے۔

امام موفق مکی نے کہا ہے ؎

آیا جبلَیْ نُعمَانَ اِنَّ حَصَا کُمَا لَتُحْصَىٰ وَلَا يُحْصَىٰ فَضَائِلُ نُعْمَانِ

جَلَائِلَ کُتُبِ الْفِقْہِ طَالِعْ تَجِدْبِھَا دَقَائِقَ نُعْمَانٍ شَقَائِقَ نُعْمَانِ

۱ اے نعمان نام کے ڈو پہاڑو تمہاری کنکریاں گنی جاسکتی ہیں اور حضرت نعمان کی خوبیاں نہیں گنی جاسکتیں۔
۲ فقہ کی بڑی کتابوں کا مطالعہ کرو تو اُن میں تم پاؤ گے نعمان کی دقیقہ سنجیاں شقائق نعمان ہیں۔

"ابجدی منجد" میں لکھا ہے کہ ربیع کے موسم میں مختلف اقسام کے سرخ رنگ کے پھول ہوتے ہیں جیسے شَقَّارِ اَحْمَر، حَوْذَان، زُھَارِین۔ اِن سب کو شَقَائِقِ نُعْمَان کہتے ہیں۔

مسانید پر کلام

مولانا کاندھلوی نے ص۳۸۹ میں لکھا ہے۔ مشہور محقق زاہد کوثری نے "تَقْدِمَہ نَصْبُ الرَّایَہ" میں امام قطنی اور حافظ ابن شاہین کا بھی نام لیا ہے اور انھوں نے لکھا ہے۔ "وَکَانَ مَعَ الْخَطِیْبِ عِنْدَ مَاحَلَّ دِمَشْقَ مُسْنَدُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ لِلدَّارِقُطْنِیْ وَمُسْنَدُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ لِابْنِ شَاھِیْنَ" جب خطیب بغدادی دمشق پہنچے ہیں ان کے پاس دارقطنی کی مسند ابی حنیفہ اور ابن شاہین کی مسند ابی حنیفہ تھی۔ یہ دونوں مسندیں ان مسانید کے علاوہ ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ چونکہ جامع المسانید میں حضرت امام کی متعدد مسانید کی روایتیں موجود ہیں اس لئے متاخرین میں اس کی شہرت ہوئی اور جلیل القدر محدثین نے اس کی شروح لکھی ہیں۔ حافظ زین الدین قاسم متوفی ۸۷۹ھ کی ضخیم شرح ہے۔ حافظ سیوطی کی شرح "التعلیقات المنیفہ علی مسند الامام ابی حنیفہ"، کے نام سے مشہور ہے۔ متعدد محدثین نے جامع المسانید کا اختصار کیا ہے۔ چنانچہ امام شرف الدین اسماعیل بن عیسی بن دولہ المکی نے اس مختصر کا نام "اعتماد المسانید فی اختصار اسماء بعض رجال الأسانید" لکھا ہے۔ امام ابو البقاء احمد بن ابی الضیا محمد القرشی کے اختصار کا نام "المستند فی تیسر المسند" ہے۔ شیخ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل نے بھی مختصر لکھی۔ علامہ حافظ الدین محمد بن محمد الکردری نے مسند ابی حنیفہ کی ان روایات کو جو صحاح ستہ سے زائد ہیں جمع کیا ہے۔ امام ابو حفص زین الدین عمر بن احمد الشجاع نے بھی ایک اختصار "لفظ المرجان من مسند ابی حنیفۃ النعمان" کے نام سے کیا ہے۔ متأخرین میں سے علامہ السید مرتضیٰ زبیدی نے جامع المسانید سے امام اعظم کی ان احادیثِ احکام کا انتخاب کیا ہے کہ جن کی روایت میں مصنفینِ صحاح بھی حضرت امام کے شریک ہیں اور انہوں نے اس کتاب کا نام "عقود الجواھر المضیئہ[1] فی ادلۃ مذھب الأمام ابی حنیفہ" رکھا ہے۔ اس کتاب کی ترتیب ابوابِ فقہ پر ہے۔

---

[1] یہ کتاب ۱۱۹۷ھ میں لکھی گئی ہے اور ۱۲۰۵ھ میں حضرت مؤلف کی مصر میں وفات ہوئی۔ عاجز کے پاس اس کتاب کے مطبوعہ دو نسخے ہیں اور ان میں المضیئہ کی جگہ المنیفہ ہے۔

مولانا کاندھلوی نے حضرت امام کی مزید بعض مسانید کا ذکر کیا ہے۔ اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ حافظ محمد بن مخلد دوری نے "جَمعَ حَدِیثَ اَبِی حَنِیفَۃَ" کے نام سے مسند لکھی ہے۔ تاریخ بغداد میں اس کا ذکر ہے۔ حافظ محمد بن مخلد دوری امام دارقطنی کے استاد ہیں۔

۲۔ حافظ بدرالدین عینی نے تاریخ کبیر میں لکھا ہے: "اَنَّ مسند ابی حنیفۃ لِابن عقدہ یحتوی علی ما یزید علی الف حدیث"، کہ حافظ ابو العباس احمد بن محمد بن سعید معروف بہ حافظ ابن عقدہ متوفی ۳۳۲ھ کی مسند ابی حنیفہ میں ایک ہزار سے زیادہ احادیث ہیں۔

۳۔ حافظ امام ابو محمد عبداللہ الحارثی مشہور بہ عبداللہ الاستاذ متوفی ۳۴۰ھ نے مسند امام ابوحنیفہ لکھی ہے۔

۴۔ حافظ ابوبکر محمد بن ابراہیم الاصفہانی متوفی ۳۸۱ھ کے متعلق امام ذہبی نے کہا ہے کہ انہوں نے مسند امام ابوحنیفہ لکھی ہے۔

۵۔ حافظ ابوالحسین محمد بن المظفر نے مسند ابی حنیفہ لکھی ہے۔ آپ کی وفات ۳۷۹ھ میں ہوئی ہے۔

۶۔ حافظ ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی کے متعلق ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ان کی مسند ابوحنیفہ، امام حارثی کی مسند اور حافظ ابن مقری کی مسند سے بڑی ہے۔ ان کی وفات ۵۲۲ھ میں ہوئی ہے۔

۷۔ حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصفہانی صوفی ہیں۔ حلیۃ الاولیا ان کی تالیف ہے انہوں نے مسند ابوحنیفہ لکھی ہے۔ اکابر نے ان سے حدیث شریف کی سند لی ہے۔

۸۔ حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العوام السعدی امام نسائی اور حافظ ابوجعفر طحاوی کے شاگرد ہیں۔ ۳۳۵ھ میں ان کی وفات ہوئی، انہوں نے مسند ابوحنیفہ لکھی ہے۔

۹۔ حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی معروف بہ ابن القطان کی وفات ۳۶۵ھ میں ہوئی۔ آپ نے مسند ابوحنیفہ لکھی ہے۔

۱۰۔ حافظ قاضی ابوالحسن عمر بن الحسن بن علی معروف بہ حافظ اشنانی نے مسند ابوحنیفہ لکھی ہے۔ آپ کی وفات ۳۳۹ھ میں ہوئی ہے۔

۱۱۔ حافظ قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمد انصاری بزاز معروف بہ قاضی المرستان

نے مسند ابو حنیفہ لکھی۔ آپ کی وفات ۵۲۵ھ میں ہوئی۔

۱۲۔ حافظ طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد ابو جعفر نے مسند ابو حنیفہ لکھی۔ ان کی وفات ۳۸۰ھ میں ہوئی ہے۔

۱۳۔ حافظ ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف بہ ابن عساکر دمشقی نے مسند ابو حنیفہ لکھی، ان کی وفات ۵۷۱ھ میں ہوئی ہے۔

۱۴۔ محدث عیسٰی مغربی نے مسند ابو حنیفہ لکھی ہے۔

بعض فضائل

جناب مؤلف نے حضرت امام عالی مقام کے بعض فضائل کا بیان الباب الاول میں کیا ہے۔ آپ نے اس باب کو دس انواع میں ذکر کیا ہے۔ النوع الرابع میں بہ سند متصل جریر سے روایت کی کہ ایک شخص امام اعمش کے پاس آیا اور اس نے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے اس سے کہا۔ تم اس حلقہ میں جاکر پوچھو وہ ابو حنیفہ کا حلقہ ہے، وہاں جب کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو اہلِ حلقہ اس کو الٹتے پلٹتے ہیں۔ اس بحث و تمحیص کے بعد صحیح جواب پالیتے ہیں۔

اور النوع السابع میں لکھا ہے کہ قاضی القضاۃ ابو بکر عتیق بن داؤد الیمانی نے امام ابو حنیفہ کے مذہب کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ امام الائمہ تھے، آپ کی ہمت بڑی تھی، آپ نے علمِ شریعت کو مدون کیا۔ اللہ نے آپ کی مدد کی اور آپ کو ایسے اصحاب اور ائمہ عطا کیے جو کسی دوسرے کو نہیں دیئے گئے ہیں۔

اور ابن کرامہ کا قول لکھا ہے کہ ہم وکیع بن الجراح کے پاس تھے۔ ایک شخص نے کہا ابو حنیفہ نے خطا کی، وکیع نے اس سے کہا۔ ابو حنیفہ خطا کس طرح کر سکتے ہیں جب کہ ابو یوسف اور محمد اور زفر جیسے اصحاب قیاس اور اہلِ اجتہاد ان کے ساتھ ہیں اور یحیٰی بن زکریا بن ابی زائدہ اور حفص بن غیاث اور حبّان و مَندَل پسرانِ علی جیسے حفّاظِ حدیث اور اصحاب معرفت اور قاسم بن معن بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود جیسا ادیب اور دانائے عربیت و لُغت اور داؤد طائی اور فضیل بن عیاض جیسے خدا ترس اور زاہد ان کے ساتھ ہوں۔ ایسے جلیل القدر افراد جس کے ساتھ ہوں گے، اگر اس سے غلطی ہوگی وہ اس کی غلطی دور کر دینگے۔ یہ کہہ کر وکیع نے کہا۔ جو شخص اس طرح کی بات کہے وہ حیوان ہے بلکہ اس سے زیادہ بے وقوف ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ حق ابو حنیفہ کے مخالف کے ساتھ ہے اس شخص نے تنہا الگ اپنا مذہب بنایا ہے اور میں اس کے سامنے فرزدق کا یہ شعر پڑھوں گا جو اس نے جریر کو خطاب کر کے کہا ہے۔

أُولَئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ إِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيْرُ الْمَجَامِعُ

یہ ہیں میرے باپ دادا اے جریر تم ان کا مثل پیش کرو اگر بر حسب ہمیں مجمعِ جمع کریں

صدر الائمہ امام ابوالمؤید الموفق بن احمد المکی رحمہ اللہ متوفی ۵۶۸ھ نے حضرت امام عالی مقام ابوحنیفہ النعمان کے مناقب میں ضخیم مستند کتاب لکھی ہے۔ کتاب کے نصف آخر کے صفحہ ۱۲۲ میں خلاصۃ القول اس طرح بیان کیا ہے۔

حَسْبِيْ مِنَ الْخَيْرَاتِ مَا اَعْدَدْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَه فِيْ رِضَى الرَّحْمٰنِ

دِيْنُ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ خَيْرِ الْوَرىٰ ثُمَّ اِعْتِقَادِيْ مَذْهَبَ النُّعْمَانِ

۱۔ میرے لئے وہ بھلائیاں کافی ہیں جو میں نے تیار کی ہیں قیامت کے دن کیلئے خدا کی رضامندی کے بارے میں

۲۔ تمام مخلوق میں بہتر حضرت محمد نبی اللہ کا دین، پھر نعمان کے مسلک پر میرا اعتقاد۔

بعض اہلِ حدیث نے حضرت امام عالی مقام کو بدنام کرنے کے لئے ہر طرح کے حربہ کے استعمال کو جائز قرار دیا اور دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ حضرت امام الائمہ کا مذہب روزافزوں ترقی پر رہا اور ان شاء اللہ تا آخر زماں ترقی پر رہے گا۔

ابن حجر ہیتمی کی عبارت گزر چکی ہے۔ ابراہیم بن معاویہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ابوحنیفہ کی محبت اِتمامِ سنّت ہے وہ عدل و انصاف کا بیان کرتے تھے۔ یہی آپ کا کلام تھا۔ آپ نے علم کی راہ لوگوں کے واسطے واضح کی ہے۔ اور اسد بن حکیم نے کیا حکمت بھری بات کہی ہے کہ جاہل یا مبتدع ہی ابوحنیفہ پر طعن کرے گا۔ اور ابوسلیمان نے کہا ابوحنیفہ عجائب میں سے ایک عجب تھے جو اُن کے کلام کو برداشت نہ کرسکا وہی اُن پر طعن کرتا ہے۔

استاذ عبدالحلیم الجندی کے بیان کا خلاصہ

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے زمانہ میں اگر کوئی نیا مسئلہ ظاہر ہوتا تھا تو اصحابِ شوریٰ کا اجتماع ہوتا تھا اور ان کے فیصلہ پر عمل ہوتا تھا۔ اہلِ شوریٰ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت معاذ بن جبل، حضرت اُبَیّ بن کعب، حضرت زید بن ثابت تھے۔

بنو اُمیہ کے دور میں حضراتِ صحابہ مختلف ممالک میں آباد ہو گئے۔ خوارج، روافض کا ظہور ہوا، موضوعی احادیث اور لَا اَدْرِیْ کا قول رائج ہوا۔ مغرب سے ایک شخص چالیس مسئلے دریافت کرنے کے لئے امام مالک کے پاس آیا۔ آپ نے چھتیس کا جواب لَا اَدْرِیْ (میں نہیں جانتا) سے دیا اور چار سوالات کے جوابات دیئے۔

امام شعبی سے کسی نے مسئلہ پوچھا آپ نے لَا اَدْرِی کہہ دیا۔ مسئلہ پوچھنے والے نے کہا آپ کو شرم نہیں آتی کہ لَا ادری کہتے ہیں حالانکہ آپ عراق کے فقیہ ہیں۔ شعبی نے کہا کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا ہے۔ قَالُوْا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ (بولے تو سب سے نرالا ہے ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے سکھایا) فرشتوں کو اللہ سے لَا عِلْمَ لَنَا کہتے ہوئے شرم نہیں آئی۔

عاجز کہتا ہے جس کو قیاس کرنے کے اصول سے واقفیت نہیں ہوتی ہے وہ مسائل کا جواب دینے سے قاصر ہوتا ہے۔

ان احوال میں ۸۰ھ میں حضرت امام عالی مقام کی ولادت ہوئی اور ۱۲۰ھ میں آپ نے اپنے جلیل القدر اصحاب کو قیاس اور استحسان کے اصول سے واقف کیا تاکہ عظیم اسلامی مملکت کے قوانین صحیح طور پر منعقد ہوں۔

شیعہ، خوارج، معتزلہ وغیرہ کے ظہور سے احادیثِ نبویہ کی روایات بہت مجروح ہوئیں، ہر حزب نے اپنی جماعت کی تائید میں کثرت سے احادیث گھڑیں۔ چنانچہ امام دارقطنی فرماتے ہیں۔ "اَصْبَحَ الْحَدِیْثُ الصَّحِیْحُ فِی الْحَدِیْثِ الْکَذِبِ کَالشَّعْرَۃِ الْبَیْضَاءِ فِیْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ"۔ صحیح حدیث جھوٹی حدیثوں میں ایسی کمیاب ہوگئیں جیسے کالے بیل کے بالوں میں سفید بال کمیاب ہوتا ہے۔ اور یہ وبا عراق بھی پہنچی۔

اِس وبا کے ہوتے ہوئے ایک بڑی دِقّت روایت بالمعنی کے رواج سے پیدا ہوئی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک الفاظ کو اپنے الفاظ میں بیان کرنا۔ الفاظ کے بدلنے سے ترجمہ میں فرق پیدا ہوتا ہے اور جب ہر راوی اپنی بولی میں الفاظ ادا کرے گا، بات کچھ سے کچھ ہو جائے گی۔ جیسا کہ خطبۃ الوداع کی روایت میں ہوا ہے۔

اور اس میں کوئی کلام نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کثرتِ روایت ناپسند تھی جب آپ نے حضراتِ صحابہ کو عراق بھیجا آپ نے ان سے کہہ دیا کہ وہاں کے لوگ قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہیں تم اُن کو حدیثوں کی روایت میں نہ لگاؤ اور لکھا ہے۔

لَقَدْ یَھَابُوْنَ الدُّرَّۃَ فِیْ یَدِہٖ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّہٗ حَبَسَ ثَلَاثَۃً مِنَ الصَّحَابَۃِ لِاَنَّھُمْ اَکْثَرُوْا الْحَدِیْثَ عَنِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

صحابہ آپ کے ہاتھ کے دُرّے سے ڈرتے تھے اور ان کو معلوم تھا کہ آپ نے تین صحابہ کو

ل ملاحظہ کریں کتاب ابوحنیفہ، بطل الحریۃ والتسامح فی الاسلام کا آٹھواں باب۔

قید کر دیا تھا بہ وجہ اس کے کہ وہ کثرت سے احادیث کی روایت کرتے تھے۔

ہو سکتا ہے کہ عراق کی حالت کی وجہ سے حضرت امام نے احادیث کی روایت کم کی ہو۔ کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ "عِندِی صَنادِیقُ مِنَ الحَدِیثِ مَا اَخرَجتُ مِنهَا اِلَّا الیَسِیرَ الَّذِی یُنتَفَعُ بِهِ" میرے پاس احادیث کے بھرے ہوئے صنادیق ہیں۔ میں نے استفادہ کے لئے ان میں سے تھوڑے نکالے ہیں۔

چار ہزار حدیث کی روایت

حضرت امام چار ہزار احادیث کی روایت کرتے ہیں۔ دو ہزار اپنے استاد حضرت حماد سے اور دو ہزار دوسروں سے اور اس امر میں کوئی تعجب نہیں ہے ہم دیکھتے ہیں کہ صحیح قولی روایتیں حنفیہ کے نزدیک بہت کم ہیں۔

امام مالک اپنی موطا کی احادیث کو سال بہ سال کم کرتے تھے اور اپنے شاگرد ابنِ وہب کو احادیث کے اِکثار سے منع فرماتے تھے بلکہ امام مالک کو افسوس رہا ہے کہ احادیث کی مزید کمی کی جاتی اور یہ سب حضرت امام ابو حنیفہ کے عمل کا اثر تھا۔

امام احمد بن حنبل کی مسند میں چالیس ہزار سے زیادہ روایتیں نہ تھیں۔

امام ابو حنیفہ پیوستہ احادیث کی چھان بین میں مصروف رہے حتیٰ کہ بعض مورخین نے کہا ہے کہ آپ کے نزدیک سات قولی روایتیں پایۂ صحت کو پہنچی ہیں (یعنی درجۂ تواتر کو بہ مشکل سات روایتیں پہنچی ہیں) اور ابن خلدون نے سترہ احادیث کا بیان کیا ہے۔

دو سو پندرہ ۲۱۵ احادیث میں امام ابو حنیفہ منفرد ہیں

حضرت امام ابو حنیفہ کی مسند ہے جس کو خوارزمی نے جمع کیا ہے۔ لکھا ہے۔

وَالصَّحِیحُ اَنَّ اَبَا حَنِیفَةَ انفَرَدَ بِمِائَتَی حَدِیثٍ وَخَمسَ عَشَرَ حَدِیثًا غَیرَ مَا اشتَرَكَ فِی اِخرَاجِهِ مَعَ سَائِرِ الاَئِمَّةِ وَلَهُ مُسنَدٌ رَوَی فِیهِ فِی الصَّلٰوةِ وَحدَهَا ۱۲۸ حَدِیثًا وَلَمَّا جَمَعَ اَبُو المُؤَیِّدِ الخَوَارِزمِیُّ مُسنَدًا لَهُ وَقَعَ فِی ۸۰۰ صفحة۔

صحیح قول یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ ۲۱۵ احادیث کی روایت میں تمام ائمہ سے منفرد ہیں اور باقی روایات میں ان کے ساتھ ہیں۔ ان کی مسند میں صرف نماز کے بیان میں ۱۲۸ روایات ہیں۔ اور یہ مسند ۸۰۰ صفحات میں ہے۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ یہ مسند چالیس ابواب پر مشتمل ہے۔ پانچواں باب نماز کے بیان میں ہے اور یہ باب سات فصول پر مشتمل ہے۔

کہاں حضرت امام کی امتیازی شان ۲۱۵ روایات میں اور کہاں معاندوں کا بیان کرنا کہ آپ کی روایات قلیل تھیں۔

حضرت امام کے پرکھنے کے اصول

حضرت امام عالی مقام نے روایات کے پرکھنے اور ان کو قبول کرنے اور رَد کرنے کے لئے جو اصول مقرر کئے ہیں ان کی متانت اور افادیّت کا اندازہ آپ کی کتاب الآثار اور آپ کی مسانید سے ہوتا ہے جو کہ حدیث شریف کی سب سے اقدم کتابیں ہیں اور ہر طرح کے خلل سے محفوظ ہیں، استاذ الجندی نے آپ کے مقرر کردہ اصول کو "انفجار قنبلہ" سے تعبیر کیا ہے یعنی بَم کے پھٹنے سے۔ کیونکہ بڑے بڑے ائمہ حدیث کو اپنی تالیفات میں خلل نظر آگئے۔ امام لیث بن سعد، امام مالک کے رفیق اور ہم سبق تھے، امام لیث نے اپنے مکتوب میں اپنے جلیل القدر استاد، اہلِ حدیث کے مسلّم امام ابنِ شہاب زہری کے متعلق لکھا ہے۔

ابن شہاب زہری کے فتاوی اور اقوال میں بڑا اختلاف ہوا کرتا تھا۔ ہم جب اُن سے ملتے تھے اور جب ہم میں سے کوئی ان کو لکھ کر کچھ پوچھتا تھا تو باوجود ان کے علم اور رائے اور فضل کے ان کا تحریر کردہ جواب کسی ایک مسئلہ میں تین طرح کا ہوا کرتا تھا۔ ان کی ایک تحریر دوسری تحریر کی نقیض ہوتی تھی اور اُن کو اس کا احساس نہیں ہوا کرتا تھا کہ وہ پہلے کیا لکھ چکے ہیں، اور اب کیا لکھ رہے ہیں۔ ایسے ہی مُنکَر اقوال کی وجہ سے اُن کو میں نے چھوڑا جو تم کو پسند نہ آیا۔

اور اب ہم دیکھتے ہیں کہ امام مالک موطا کی کاٹ چھانٹ میں تادمِ آخر مصروف رہے چنانچہ موطا ہزاروں کے دائرے سے نکل کر سینکڑوں کے دائرے میں منحصر ہوگئی اور علمائے کرام نے فرمایا ہے اگر کچھ دن اور حیات رہتی مزید اختصار ہوتا۔ حضرت امام عالی مقام کے پوتے اور امام محمد امام مالک کے پاس گئے، ان سے موطا رسنی۔ اس دوران میں حضرت امام کے اصول سے امام مالک پوری طرح واقف ہوئے اور مشکوک روایات کو موطا میں سے خارج کیا۔

اس سلسلہ میں حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک کا مسلک مبارک مسلک ہے۔ اخبار آحاد کے سلسلہ میں حضرت عمر کا طریقہ یہ تھا کہ روایت کرنے والے صحابی سے دو افراد کی گواہی طلب کرتے تھے اور اپنے دَور میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی سے حلف اٹھواتے تھے۔

الاستاذ الجندی نے لکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب احادیث میں تحریف کا کھٹکا ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو جمع کیا اور اُن سے کہا: "تُحَدِّثُوْنَ عَنْ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَادِیْثَ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْھَا وَالنَّاسُ بَعْدَکُمْ اَشَدُّ اِخْتِلَافًا، فَلَا تُحَدِّثُوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا فَمَنْ سَأَلَکُمْ فَقُوْلُوْا بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ کِتَابُ اللّٰہِ فَاسْتَحِلُّوْا حَلَالَہٗ وَحَرِّمُوْا حَرَامَہٗ ۔ یعنی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی روایت کرتے ہو اور ان روایتوں میں تم اختلاف کرتے ہو اور تمہارے بعد کے آنے والے لوگوں میں اختلاف شدید ہوگا لہٰذا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نہ کیا کرو، اگر تم سے استفسار کیا جائے، کہہ دو۔ ہمارے تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔ تم کتاب اللہ کے حلال کردہ کو حلال اور حرام کردہ کو حرام کہو۔

الاستاذ الجندی نے لکھا ہے کہ حضرت عمّار نے اپنا اور حضرت عمر کا واقعہ حضرت عمر کے سامنے بیان کیا کہ احتلام کی صورت میں جبکہ پانی نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کرنے کو فرمایا ہے۔ حضرت عمر کو واقعہ یاد نہ آیا اور آپ نے فرمایا۔ اِتَّقِ اللّٰہَ یَا عَمَّارُ۔ اے عمار خوفِ خدا کرو۔" حضرت عمّار جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِھْتَدُوْا بِھَدْیِ عَمَّارٍ۔ عمّار کی سیرت کو اختیار کرو۔ حضرت عمار نے کہا۔ اِنْ شِئْتَ لَمْ اُحَدِّثْ بِہٖ۔ اگر آپ چاہیں تو میں اس حدیث کی روایت نہ کروں۔ حضرت عمر نے ان سے کہا۔ "بَلْ نُوَلِّیْکَ مِنْ ذٰلِکَ مَا تَوَلَّیْتَ"۔ بلکہ ہم تم کو اختیار دیتے ہیں جس کا تم کو اختیار حاصل ہے۔

جلیل القدر صحابہ کا عمل

حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اخبارِ آحاد کے قبول کرنے کے لئے شروط رکھے ہیں۔ حالانکہ ان سے روایت کرنے والے حضرات صحابہ تھے اور حضرت ابوحنیفہ اور حضرت مالک سے بیان کرنے والے سلسلۂ سند کے چوتھے یا پانچویں فرد ہوتے ہیں۔ کیا یہ سب افراد سہو اور نسیان سے منزّہ تھے۔ بخاری کی دو روایتیں قبا میں چودہ دن اور چوبیس دن قیام کی حضرت انس سے مروی ہیں کیا یہ سہو و نسیان کا ثمرہ نہیں ہے۔ یا بخاری میں بندریا کے زنا کا قصہ ہے اگر اس قسم کے واقعات کو کوئی رد کرے اس پر نکیر کیوں کی جاتی ہے۔

حضرات ائمۂ مجتہدین اس خیرِ اُمّت کے وہ ائمہ ہیں جو انبیاءِ بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔ ان حضرات نے جو کچھ کیا ہے شریعتِ مطہّرہ کی حمایت کے لئے کیا ہے۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر آپ کے بعد عمل ہوتا بڑی حد تک اختلافِ روایات کا وجود نہ ہوتا۔

حضرت امام عالی مقام نے جن مسائل کو حل کیا ہے نام نہاد اہلِ حدیث ان کو حل نہیں کرسکتے تھے۔ خطیب نے تاریخِ بغداد کی چھٹی جلد صفحہ چھیاسٹھ ۶۶ میں لکھا ہے کہ احمد بن محمد بن خالد البراتی نے

بیان کیا کہ میں احمد بن حنبل کے پاس تھا کہ ایک شخص نے احمد بن حنبل سے حلال و حرام کے متعلق ایک مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ سَلْ عَافَاكَ اللّٰهُ غَيْرَنَا، قال انما نريد جوابك يَا اَبَا عَبْدَ اللّٰهِ فقال سَلْ عَافَاكَ اللّٰهُ غَيْرَنَا، سَلَ الْفُقَهَاءَ، سَلْ اَبَا ثَوْرٍ۔ اللہ تم کو عافیت میں رکھے ہمارے علاوہ دوسروں سے پوچھ لو۔ اس نے کہا کہ ہم آپ کا جواب چاہتے ہیں۔ اے ابو عبداللہ۔ آپ نے فرمایا اللہ تم کو عافیت سے رکھے ہمارے علاوہ دوسروں سے پوچھ لو، فقہاء سے دریافت کرلو۔ ابو ثور سے دریافت کرلو۔"

امام احمد حنبل محدثین کے سردار ہیں۔ آپ کس محبت سے مسئلہ دریافت کرنے والے سے فرماتے ہیں، تم فقہائے کرام سے دریافت کرلو۔ (وہی اس کام کے مردِ میدان ہیں)

ایک واقعہ امام احمد کے اس جواب نے ایک واقعہ یاد دلایا۔ قندھار میں اس عاجز سے بعض علماء نے دریافت کیا تھا کہ قرارت کے ائمہ کی قراءتوں کو ملاکر پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ عاجز کو امام بخاری کا باب اُنْزِلَ الْقُرآنُ عَلَى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ یاد آیا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری کی جلد نو میں صفحہ بیس سے چھبیس تک اس سلسلہ میں اچھی بحث کی ہے اور لکھا ہے۔

ابو شامہ نے وجیز میں لکھا ہے۔ عجم سے ایک استفتار شام آیا۔ لکھا تھا ایک قاری قرآن مجید کا کوئی عشر (رکوع) پڑھتا ہے اور وہ قراءات کو ملاکر پڑھتا ہے۔ اس کا جواب ابن حاجب، ابن الصلاح اور اس دَور کے دوسرے ائمہ نے لکھا کہ جائز ہے اگر معنی میں خلل نہ آئے، جیسے کوئی یہ آیت شریفہ پڑھے۔

فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ (آیت ۳۷۔ بقرہ) پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے کئی باتیں پھر متوجہ ہوا اس پر، بر حق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

امام ابن کثیر مکی نے آدَمَ پر زبر دیا ہے اور کَلِمَاتٍ کو کَلِمَاتٌ دو پیش سے پڑھا ہے۔ آیت کا ترجمہ اس طرح ہوگا۔

پھر پڑیں آدم کے دل میں اپنے رب سے کئی باتیں۔

اب اگر کوئی شخص آدم کو زبر سے پڑھے اور کلماتِ کو دوسرے ائمہ کی قرارت سے دو زیر سے پڑھے یہ فعل ناجائز ہے۔ بلکہ بعض نے صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ یہ فعل حرام ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس دَور میں بعض قاریوں نے اس کو بھی جائز کہا ہے اور فقہاء کو یہ خیال ہوا کہ شاید قاریوں نے کسی دلیل سے تمسک کیا ہے اور انہوں نے قاریوں کی حمایت کردی اور لکھا ہے۔

وَھٰذَا ذُھُوْلٌ مِمَّنْ قَالَہٗ فَاِنَّ عِلْمَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ اِنَّمَا یتلقی مِنَ الْفُقَھَاءِ۔

جس نے بھی یہ بات کہی ہے اس کو نسیان ہوا ہے۔ کیونکہ حلال اور حرام کا علم حضراتِ فقہاء سے معلوم کیا جاتا ہے۔

یہ عبارت پڑھ کر حضرت امام احمد کا قول یاد آگیا۔ سَلْ عَافَاکَ اللّٰہُ غَیْرَنَا سَلِ الْفُقَھَاءَ الخ۔ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں کھلے الفاظ سے لکھ رہے ہیں کہ جس نے بھی اس کے خلاف کہا ہے یہ اس کی بھول ہے۔ کیونکہ حلال وحرام کا علم حضراتِ فقہاء ہی سے لیا جائے گا۔

محقّق ابن خلدون مالکی کیا فرماتے ہیں

قاضی القضاۃ، حقائق بین عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون کی عبارت اور ترجمہ پیش کیا جاچکا ہے
اب مدارِ بحث صرف ترجمہ کی عبارت ہے۔

ابن خلدون نے لکھا ہے: "ابو حنیفہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ آپ کی روایتوں کی تعداد ستر
یا اس کے قریب ہے" علمائے کرام جانتے ہیں کہ یہ تمریضی طرز ادا ہے۔ یعنی بیان کرنے والا خود اس
بیان سے متفق نہیں ہے۔ چنانچہ ابن خلدون نے لکھا ہے: "بعض بُغض اور تعصب رکھنے
والوں نے الزام تراشا ہے کہ حدیث میں جس کی استعداد کم تھی اس کی روایت کم ہوئی"
ابن خلدون نے اس عبارت سے ستر روایتوں کے قائلین کی طرف اشارہ کردیا ہے کہ
یہ لوگ دولتِ بغض و تعصب سے مالامال ہیں۔

اور پھر ابن خلدون نے امام ابو حنیفہ کی قلتِ روایتِ حدیث کی وجہِ وجیہہ بیان کی
ہے اور پھر لکھا ہے۔

"اِن وجوہ کی بنا پر آپ کی روایات کم ہیں، نہ یہ کہ آپ نے قصداً احدیث کی روایتیں
چھوڑی ہیں۔ اس سے آپ قطعاً بری ہیں"

ملاحظہ فرمائیں کہ ابن خلدون نے بغض و تعصب کرنے والوں کا رَدّ کس شدومد سے
کیا ہے اور پھر حقیقت کا اظہار اس طرح فرمایا ہے۔

"آپ علمِ حدیث کے بلند پایہ محدّثوں میں سے ہیں کیونکہ محدّثین کے بڑوں نے آپ کے مذہب
پر اعتماد اور بھروسہ کیا ہے اور آپ کے رَدّ و قبول کو وقعت دی ہے"

علامہ ابن خلدون نے یہ لکھ کر حضرت امام عالی مقام کی جلالتِ قدر کا اعتراف کیا ہے کہ
آپ مبارک علمِ حدیث کے بلند پایہ محدّثوں میں سے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ کے رَدّ و قبول کو
محدّثین نے تسلیم کیا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

طبقاتِ حفّاظ حدیث کے لکھنے والوں کا شائستہ مسلک

عاجز نے ندوۃ العلماء لکھنؤ سے چھپنے والے مجلّہ "البعث الاسلامی" کے شمارہ ۶ جلد ۳۴ میں صاحب الفضیلۃ محمد عبدالرشید نعمانی کا مقالہ "مکانۃ ابی حنیفۃ فی الحدیث" مطالعہ کیا، یہ مقالہ کافی طویل ہے "البعث" کے چار شماروں میں چھپا ہے، جو کچھ بھی لکھا ہے درست لکھا ہے۔ عاجز کے لئے حفّاظِ حدیث کی طبقات بیان کرنے والے جلیل القدر حفّاظ کا کلام جاذبِ نظر ہوا لہٰذا اس کا اختصار لکھ رہا ہے۔

۱۔ علامہ امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی الشافعی المتوفی ۷۴۸ھ نے ... "طبقات حفّاظ الحدیث" لکھی۔ آپ نے حضرت امام اعظم کا ذکر اس کتاب میں کیا۔ آپ نے حضرت امام کی جو ثنا وصفت کی ہے عاجز لکھ چکا ہے، آپ کی کتاب چھپ چکی ہے، اس کا اختصار

۲۔ امام حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدسی الحنبلی نے کیا ہے اور اس کا نام "المختصر فی طبقات علماء الحدیث" رکھا ہے۔ یہ کتاب اب تک نہیں چھپی ہے۔ اس کا عکسی نسخہ مدینہ منوّرہ میں جامعہ اسلامیہ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ اس میں حضرت امام کے متعلق لکھا ہے۔

ابوحنیفہ نے عطاء، نافع، عبدالرحمٰن بن ہرمز اَعرَج، عدی بن ثابت، سلمۃ بن کہیل، ابوجعفر محمد الباقر بن علی، قتادہ، عمرو بن دینار، ابواسحاق اور دیگر محدثین سے روایت کی ہے۔

ابوحنیفہ سے حدیث کی روایت وکیع، یزید بن ہارون سعد بن الصّلت، ابوعاصم عبدالرزاق، عبداللہ بن موسیٰ، ابونعیم، ابوعبدالرحمٰن المقری اور دیگر محدثین نے کی۔

آپ سے فقہ زفر بن الہذیل، داؤد طائی، ابویوسف، محمد، اسد بن عمرو، حسن بن زیاد لُؤلُوی، نوح الجامع، ابومطیع بلخی اور ایک جماعت نے حاصل کی۔

آپ امام تھے، صاحبِ ورع تھے، عالم تھے، عامل تھے، عبادت گزار تھے، آپ کی شان بڑی تھی، شاہی تحائف قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ تجارت کے ذریعہ حلال کسب کرتے تھے۔

ضرّار بن صُرَد نے کہا۔ یزید بن ہارون سے دریافت کیا گیا۔ فقہ میں کون بڑھا ہوا ہے، ابوحنیفہ یا سفیان ثوری۔ انہوں نے کہا۔ فقہ میں ابوحنیفہ اور حفظِ حدیث میں سفیان ثوری۔

ابن مبارک نے کہا، افقہ الناس ابو حنیفہ ہیں۔

شافعی نے کہا، فقہ میں لوگ ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔

یزید نے کہا، میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ ورع والا، عقل والا کسی کو نہیں دیکھا۔

امام ابو داؤد نے کہا، اللہ رحم فرمائے ابو حنیفہ پر، وہ امام تھے۔

بشر بن الولید ابو حنیفہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ کسی شخص نے دوسرے سے کہا۔ یہ ہیں ابو حنیفہ جو رات کو سوتے نہیں ہیں۔ یہ بات امام اعظم نے سنی تو فرمایا۔ وَاللّٰهِ لَا يُتَحَدَّثُ عَنِّيْ بِمَالَمْ اَفْعَلْ قسم ہے خدا کی، اب میں اس چرچہ کے مطابق عمل کروں گا۔ چنانچہ آپ ساری رات نماز، دعا اور عاجزی میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کے فضائل اور معارف کثرت سے ہیں۔ باوجودے کہ یہ کتاب مختصر ہے۔ اِس میں حضرت امام کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ گنتی کے ان چند افراد میں سے ہیں جن کے احوال کو اعتناء کے ساتھ بیان کرنا چاہئے۔

ابن عبد الہادی کے بعد امام، علاّمہ، حافظ، حُجّہ، مورخِ دیارِ شامیہ

۳۔ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر مشہور بہ ابن ناصر الدین نے اپنی دو کتابوں میں حضرت امام ابو حنیفہ نعمان کا ذکر کیا ہے۔ آپ کی ایک کتاب منظوم ہے اور اس کا نام "بَدِيْعَةُ الْبَيَانِ عَنْ مَوْتِ الْأَعْيَانِ" ہے، اور دوسری کتاب اس کی شرح ہے اور اس کا نام "اَلتِّبْيَانُ لِبَدِيْعَةِ الْبَيَانِ" ہے۔ یہ دونوں کتابیں مدینہ منورہ میں شیخ الاسلام عارف حکمت کے کتب خانہ میں غیر مطبوعہ ہیں۔ اس میں لکھا ہے۔

بَعْدَ هُمَا فَتَى جُرَيْجُ الدَّانِي   مِثْلُ ابِى حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ

اَىْ بَعْدَ وَفَاةِ الْحَجَّاجِ وَالزَّبِيْدِىْ بِعَامٍ وَفَاةُ ابْنِ جُرَيْجٍ وَاَبِىْ حَنِيْفَةَ الْإِمَامِ، فَالْاَوَّلُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ جُرَيْجٍ اَبُوْالْوَلِيْدِ وَقِيْلَ اَبُوْ خَالِدٍ الْاُمَوِىُّ مَوْلَاهُمُ الْمَكِّيُّ، وَالثَّانِىْ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتِ بْنِ زُوْطِيِّ التَّيْمِيِّ مَوْلَاهُمُ الْكُوْفِيُّ۔

یعنی حجاج اور زبیدی کی وفات کے ایک سال بعد ابن جریج اور امام ابو حنیفہ کی وفات ہوئی، اور لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ ائمۂ عالم میں سے ایک امام اور عراق کے فقیہ، عبادت گزار اور بڑے مرتبہ والے تھے، آپ تجارت کرتے تھے اور سلطانی عطیات کو قبول نہیں کرتے تھے، آپ اُن پاک نہاد افراد میں سے ایک فرد تھے جنہوں نے کلام پاک الٰہی ایک رکعت میں پڑھا، آپ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے، آپ کے فضائل کثرت سے معروف ہیں۔

۴۔ اور پھر حضرت ابو حنیفہ نعمان کا ذکر امام محدث جمال الدین یوسف بن حسن بن احمد بن عبدالہادی الصالحی الحنبلی معروف بہ ابن المبرد نے اپنی کتاب "ذَبُّ ذُبَابَاتِ الدِرَاسَاتِ عَنِ المَذَاهِبِ الأَرْبَعَةِ المُتَنَاسِبَاتِ" میں نقل کیا ہے، اس کتاب کو "لجنۃ احیاء الأدب السندی" نے چھپوا دیا ہے۔ اس مطبوعہ کتاب کی جلد اوّل کے صفحہ ۴۴۵ کو ملاحظہ فرمائیں۔

۵۔ پھر خاتمۃ الحفاظ امام جلال الدین سیوطی نے "طبقات الحفاظ" لکھی ہے اور اس میں امام ذہبی کے کلام کا خلاصہ لکھا ہے۔ سیوطی کی کتاب بیروت میں چھپ گئی ہے۔

سیوطی نے شمس الدین محمد بن یوسف الصالحی مؤلف "السیرۃ الشامیہ" کا قول .... "عقود الجمان" سے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نعمان محدثین کے اعیانِ حفاظ میں سے تھے۔ امام ذہبی نے اپنی کتاب "الممتع" اور "طبقات الحفاظ المحدثین" میں حضرت امام کا ذکر کیا ہے اور خوب کیا ہے۔ اور کہا ہے۔

اگر حضرت امام ابو حنیفہ نعمان کا حدیث سے زیادہ تعلق نہ ہوتا، وہ مسائلِ فقہیہ کا استنباط نہ کرسکتے، کیونکہ آپ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ادلّہ سے استنباط کیا ہے۔

۶۔ علامہ محدث اسماعیل العجلونی بن محمد جراح نے اپنے رسالہ "عِقْدُ الجَوْهَرِ الثَّمِيْنِ فِي أَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا مِنْ اَحَادِيْثِ سَيِّدِ المُرْسَلِيْنَ" میں جس کی شہرت "رسالۂ عجلونیہ" سے ہے، لکھا ہے۔ میں نے اس میں مسند امام ابو حنیفہ نعمان کا اضافہ کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ اس شان کے اہل ہیں، اور پھر امام ابو حنیفہ نعمان پر یہ حاشیہ لکھا ہے۔

"آپ اماموں کے امام، اُمّت کے ہادی، ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ہیں۔ ۸۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۱۵۰ھ میں وفات ہوئی، آپ تابعین میں سے ایک تابعی اور مجتہدوں کے بلا نزاع امام ہیں۔ اَوَّلُ مَنْ فَتَحَ بَابَ الِاجْتِهَادِ بالاجماع" اور اجماع سے ثابت ہے کہ آپ نے اجتہاد کا دروازہ کھولا ہے۔ جس نے آپ کی فقہ اور اس کے فروع کو سمجھا ہے اور آپ کے علوم کے پھیلاؤ اور جلالتِ قدر کو دیکھا ہے، وہ ہرگز اس میں شک نہیں کرے گا کہ قرآن و حدیث کا علم آپ کا سب سے زیادہ تھا، کیونکہ شریعت کتاب و سنّت ہی سے بنی ہے۔

اور لکھا ہے، سمجھ لو کہ امام ابو حنیفہ کا قول جرح و تعدیل میں قبول کیا گیا ہے۔ اس فن کے علماء نے آپ کے قول کو لیا ہے۔ جس طرح امام احمد، بخاری، ابن معین، ابن المدینی وغیرہم کے اقوال لئے جاتے ہیں۔ امام ترمذی نے الجامع الکبیر کی کتاب العلل میں لکھا ہے۔

مجھ سے محمود بن غیلان نے، ان سے ابو یحییٰ الحمانی نے کہا ہے کہ میں نے ابو حنیفہ سے سُنا، وہ فرماتے تھے میں نے جعفر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطار بن ابی رباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔

اور حافظ بیہقی کی کتاب "المدخل لمعرفة دلائل النبوة" میں عبدالحمید حمانی سے مروی ہے کہ ابو سعد صنعانی اُٹھ کر ابو حنیفہ کے پاس گئے اور ان سے کہا۔ اے ابو حنیفہ، ثوری سے روایت لینے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ان کی روایت لکھ لیا کرو، کیونکہ وہ سچے ہیں، البتہ اُن کی وہ روایتیں نہ لکھو جو انہوں نے ابو اسحاق اور جابر جعفی سے کی ہیں۔

اور ابو حنیفہ نے کہا ہے طلق بن حبیب قدری اور زید بن عیاش ضعیف ہے۔

سوید بن سعید نے سفیان بن عُیینہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ حدیث کی روایت کرنے کے لئے ابتداءً ابو حنیفہ نے مجھے مجبور کیا۔ میں جب کوفہ آیا۔ ابو حنیفہ نے لوگوں سے کہا۔ یہ شخص عمرو بن دینار کی مرویات سب سے زیادہ جانتا ہے۔ آپ کے فرمانے پر لوگوں نے مجھے گھیر لیا اور میں ان سے احادیث بیان کرنے پر مجبور ہو گیا۔

ابو سلیمان جوزجانی نے کہا۔ میں نے حماد بن زید سے سُنا کہ ہم کو عمرو بن دینار کی کنیت کا علم ابو حنیفہ سے ہوا۔ ہم مسجدِ حرام میں تھے اور ابو حنیفہ عمرو بن دینا کے پاس تھے۔ ہم نے ابو حنیفہ سے کہا۔ آپ عمرو بن دینار سے فرمائیں کہ وہ ہم سے احادیث بیان کریں۔ ابو حنیفہ نے ان سے کہا۔ اے ابو محمد آپ اُن کو احادیث سنائیں۔ آپ کے اس خطاب سے ہم کو علم ہوا کہ عمرو بن دینار کی کنیت ابو محمد ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا ہے۔ عمرو بن عبید پر اللہ کی پھٹکار ہو کہ اس نے لوگوں پر علمِ کلام کی راہ کھول دی ہے۔

اور ابو حنیفہ نے فرمایا۔ ہلاک کرے اللہ تعالیٰ جہم بن صفوان اور مقاتل بن سلیمان کو، اس نے نفی کرنے میں مبالغہ کیا ہے اور اس نے تشبیہ میں مبالغہ کیا ہے۔

ابو یحییٰ الحمانی نے کہا۔ میں نے ابو حنیفہ سے سنا کہ میں نے عطار سے افضل اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں دیکھا، میں نے جب بھی اپنی رائے کی کوئی بات اس سے بیان کی، وہ اس کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سُنا دیتا تھا اور کہتا تھا کہ اس کے پاس اتنے ہزار حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں، جن کو اس نے بیان نہیں کیا ہے۔

امام بیہقی نے "کتاب القراءة خلف الامام" میں لکھا ہے، اگر جابر جعفی کی جرح میں ابو حنیفہ کے

قول کے سوا کسی کا قول نہ ملے تو جابر کی بُرائی کے اثبات کے لئے کافی ہے کیونکہ ابو حنیفہ نے اس کو دیکھا ہے، پرکھا ہے اور اس سے وہ کچھ سنا ہے کہ اس کی تکذیب واجب ہو اور ابو حنیفہ نے اس کا بیان کیا ہے۔

اور حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں مدینہ منورہ کے فقیہ ابو الزناد کے احوال میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا۔ میں نے ربیعہ کو اور ابو الزناد کو دیکھا ہے، ان دونوں میں ابو الزنا د زیادہ فقیہ ہیں۔

اور حضرت جعفر صادق کے احوال میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا ہے۔ "مَا رأیتُ افقہ من جعفر بن محمد" کہ میں نے حضرت جعفر صادق فرزند محمد باقر سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا۔ (تمام ہوا اختصاراً)

یہ عاجز کہتا ہے۔ حضرت امام عالی مقام کا ارشاد ہے کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا ہے۔ عطاء حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور یہ روایت یقیناً اصح الأسانید اور سلسلۃ الذہب ہے۔ حضرت امام عالی مقام کو بُرا کہنے والے اِن ائمۂ اعلام کو دیکھیں جنہوں نے طبقات حفّاظ حدیث لکھے ہیں کہ ان حضرات نے حضرت امام کے فضائل و محاسن کا بیان کیا ہے اور حاسدوں اور معاندوں کی یاوہ گوئی کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔ "قَدْ اَحْسَنَ شَیْخُنَا اَبُو الحَجَاج حیثُ لم یورد شیئاً یلزم منہ التضعیف"۔ ہمارے شیخ ابو الحجاج نے خوب کیا ہے کہ تہذیب الکمال میں کوئی بات اس قسم کی نہیں لکھی ہے جس سے تضعیف کا اثبات ہوتا ہو۔"

علامہ ابن تیمیہ نے "المنہاج السنۃ" میں (جیسا کہ گزر چکا ہے) خوب لکھا ہے۔ وَقَدْ نَقَلُوا عَنْهُ اَشْیَاءَ یَقْصُدُوْنَ بِهَا الشَّنَاعَةَ وَهِیَ کِذْبٌ عَلَیْهِ قَطْعًا۔ انہوں نے ابو حنیفہ سے باتیں نقل کی ہیں، ان کا مقصد آپ کو بدنام کرنا ہے اور یہ آپ پر یقیناً جھوٹ ہے۔"

علامہ ذہبی نے اپنے استاد کے اَحْسَنِ مسلک کو اپنایا ہے اور ان کے بعد طبقات الحفاظ لکھنے والے حضرات نے اسی پاک روش کو اپنایا ہے۔ جزاھم اللہ خیرا۔

امام شعرانی اپنی کتاب "المیزان الکبری" میں تحریر فرماتے ہیں "اِیَّاكَ اَنْ تَخُوْضَ مَعَ الخَائضین فِی اعْرَاضِ الائمۃِ بِغَیْرِ علمٍ فتخسرَ فِی الدُّنیَا وَالآخِرَۃ، فَاِنَّ الاِمَامَ (اَبَا حَنِیْفَۃ) رَضِیَ اللهُ عَنْهُ کَانَ مُتَقَیِّدًا بِالکِتَابِ والسنۃ متبرئًا من الرای کما قدَّمنا لکَ فِی عِدَّۃِ مَوَاضعَ مِنْ هٰذَا الکِتَابِ وَمَنْ فَتَّشَ مَذْهَبَهُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ وَجَدَهُ مِنْ اَکْثَرِ الْمَذَاهِبِ اِحْتِیَاطًا فِی الدِّیْنِ وَمَنْ قَالَ غَیْرَ ذٰلِكَ فَهُوَ مِنْ جُمْلَۃِ الْجَاهِلِیْنَ الْمُتَعَصِّبِیْنَ الْمُنْکِرِیْنَ عَلٰی اَئِمَّۃِ الْهُدٰی بِفَهْمِهِ السَّقِیْمِ" بچتے رہو اس سے کہ تم حضراتِ ائمہ پر بلاوجہ نکتہ چینی کرنے والوں کا ساتھ دو اور دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھاؤ۔ حضرت

امام ابوحنیفہ یقیناً کتاب وسنّت کے پابند تھے، رای سے بری تھے، جیسا کہ ہم کئی جگہ اس کا بیان اس کتاب میں کر چکے ہیں اور جو شخص ان کے مذہب کی تفتیش کرے گا اس پر یہ بات واضح ہوگی کہ مذاہب میں آپ کا مذہب بہت محتاط ہے دین میں اور جو شخص اس کے سوا کچھ کہے وہ یقیناً ان متعصب اور منکر جاہلوں میں سے ہے جو حضرات ائمۂ دین پر اپنی بدعقلی سے رد وقدح کر رہے ہیں۔"

یہ عاجز حضرت امام عالی مقام کے دو جلیل القدر اصحاب کے بیان پر اس موضوع کو ختم کرتا ہے یہ دونوں حضرات اللہ تعالیٰ کے اولیائے عظام میں سے ہیں۔ ایک حضرت فضیل بن عیاضؒ جن کے پاس خلیفہ ہارون الرشید برکت ونصیحت کے لئے گئے تھے اور آپ نے خلیفہ ہارون الرشید کو اُن تین حضرات کی نصیحت سُنادی جو حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی کو ان کی طلب پر ان حضرات نے کی تھی۔ (تین حضرات)

۱۔ حضرت سالم بن عبداللہ نے کہا تھا۔ دنیا سے روزہ دار ہوجاؤ اور تمہاری موت تمہاری افطاری ہو۔

۲۔ حضرت محمد بن کعب نے کہا تھا۔ اگر اللہ کے عذاب سے نجات کے طالب ہو تو بوڑھے مومن تمہارے لئے باپ ہوں اور وسط عمر والے تمہارے لئے بھائی ہوں اور چھوٹے تمہارے لئے بچے ہوں، لہٰذا چاہیئے کہ باپ کی توقیر اور میانہ عمر والے کی تکریم اور بچوں پر شفقت کرو۔

۳۔ اور حضرت رجاء بن حَیوَہ نے کہا۔ اگر تم کل کے عذاب الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو مسلمانوں کے لئے وہ پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور اس کو ناپسند کرو جس کو اپنے واسطے بُرا سمجھتے ہو اور پھر جب چاہو مرو۔

حضرت فضیل نے یہ فرما کر ہارون الرشید سے فرمایا۔ تمہارے لئے مجھ کو بیر پھسلنے کے دن کا ڈر بہت ہے۔ کیا تمہارے پاس اس طرح کی نصیحت کرنے والے نیک اور پاکیزہ مشیر ہیں۔ یہ سُن کر خلیفہ خوب روئے۔ رحمۃ اللہ علیہ [1]

اور دوسرے حضرت داؤد طائی ہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ حضرت داؤد طائی کے پاس حضرت امام عالی مقام کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا "حضرت ابوحنیفہ وہ تارا ہیں جس سے سفر کرنے والے ہدایت پاتے ہیں اور آپ وہ عِلم ہیں جس کو مومنوں کے دل لیتے ہیں، ہر وہ عِلم جو اُن کے عِلم میں سے نہیں ہے وہ اس عِلم والے کے لئے آفت ہے۔ اللہ کی قسم ہے اُن کے پاس حلال و حرام کا اور

---

[1] ملاحظہ کریں ص ۳۷ شمارہ ۲ جلد ۳۵۔ البعث کا۔

بڑے طاقتور کے عذاب سے نجات پانے کا علم ہے، اور اس علم کے ساتھ عاجزی، ورع اور پیوستہ خدمت ہے[1]۔

حضرت امام کے مخالف اس کو دیکھیں کہ کیسے کیسے جلیل القدر علماء و اولیاء حضرت امام کی مدح و ثنا کر رہے ہیں اگر حاسدوں اور معاندوں کی بات کو تسلیم کیا جائے اس صورت میں اللہ کے برگزیدہ بندے جھوٹے ثابت ہوں گے اور یہ قطعاً غلط ہے۔

امام ابن عبدالبر مالکی نے الاستغنار فی الکنی میں لکھا ہے: اَھْلُ الفقہ لَایَلْتفتونَ الی من طعن علیہ ولایُصَدِّقون بشیءٍ مِنَ السُّوْءِ یُنْسَبُ اِلَیْہِ" اہلِ فقہ طعن کرنے والوں کی طرف التفات نہیں کرتے ہیں اور نہ اُن کی ذکر کردہ بُرائیوں کی تصدیق کرتے ہیں"۔

اہلِ فقہ کا عمل یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْہُ وَقَالُوْا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ لَانَبْتَغِی الْجَاھِلِیْنَ (قصص ۵۵) اور جب سُنیں نکمی باتیں اس سے کنارہ پکڑیں اور کہیں، ہم کو ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام، سلامت رہو، ہم کو نہیں چاہئیں بے سمجھ"۔

اللہ کے نیک بندے کہتے ہیں ع جوابِ جاہلاں باشد خموشی

حضرت امام کے شاگرد اجل قیاسِ بے بدل امام زفر بن ہذیل فرماتے ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔

"حضرت امام عالی مقام جب بات کرتے ہیں محسوس ہوتا ہے کہ فرشتہ ان کو تلقین کر رہا ہے"۔

امام شعرانی اور دیگر اکابر نے کہا ہے کہ امام عالی مقام کا حال حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے حال سے ملتا ہے۔ ایک جماعت آپ کی مخالف تھی اور اُن ہی اشقیاء نے آپ کو شہید کیا اور ایک جماعت آپ کی حامی بلکہ فدائی تھی۔ یہی حال حضرت امام عالی مقام کا ہے۔ آپ کے مخالفوں نے ہر طرح کے الزام کو آپ پر لگانا جائز سمجھا اور آپ کو قتل کرایا۔ اور دوسری جماعت حضرات فقہاء کی ہے جو آپ کی جلالتِ قدر کی قائل ہے۔ اور یہ جماعت مخالفوں کی باتوں کی طرف دھیان نہیں کرتی، ان کا کام تبیین و تدوینِ مسائل ہے اور وہ اسی میں مصروف ہے کہ ان کی کتابیں ہدایت کی مشعلیں ہیں۔ جزاھم اللہ خیرالجزاء۔

عاجز کے بچپن کا قصہ ہے۔ ایک کہن سال نے کسی شخص کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کی وفات ہوگئی۔ اس کے ایک مخالف نے کہا: "مٹی خراب" اس شخص کی تاریخ وفات ہے۔ اس محفل میں ایک نیک دل بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا۔ اب تم بد دُعا کیوں کرتے ہو، کیوں نہیں کہتے "مات بخیر" تاریخِ وفات ہے۔

کسی نے کہا ہے اور خوب کہا ہے۔

---

[1] اخبار ابو حنیفہ از صیمری ص۶۔

جز صحبتِ عاشقان مستاں مپسند　　　　در دل ہوسِ قوم فرومایہ مپسند

مست عاشقوں کی صحبت کے علاوہ کچھ پسند نہ کر، اپنے دل میں کمینی قوم کی ہوس پسند نہ کر

ہر طائفات بہ جانبِ خویش کشد　　　　چغدت بہ سوئے ویرانہ وطوطی سوئے قند

ہر گروہ تجھ کو اپنی طرف کھینچتا ہے، چُغد ویرانہ کی جانب اور طوطی شکر کی جانب

حضرت امام الائمہ ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب اور متبعین نے خوب شرح و بسط سے دین کے مسائل بیان کئے۔ ان حضرات نے حرام وحلال، جائز ومکروہ کا بیان بڑی دقّت سے کیا ہے۔ امام محمد کی کتاب الاصل چار ضخیم جلدوں میں، کتاب الحجہ چار ضخیم جلدوں میں، کتاب ایک جلد میں اور دوسری کتابیں اور امام سرخسی کے مبسوط تیس جلدوں میں، امام کاسانی کی البدائع والصنائع سات جلدوں میں، امام زیلعی کی تبیین الحقائق چھ جلدوں میں، امام ابن الہمام کی فتح القدیر چھ جلدوں میں، الدر المختار، رد المحتار، فتاوی قاضی خاں، فتاوی تاتارخانیہ، فتاوی عالمگیری اور دیگر صدہا بلکہ ہزارہا کتب ورسائل کو دیکھا جائے

امام شعرانی شافعی کی عبارت تقریباً دو تین صفحات پہلے گزر چکی ہے وہ لکھ رہے ہیں: "ومن فتش مذہبہ رضی اللہ عنہ وجدہ من اکثر المذاہب احتیاطاً فی الدین" الخ جو شخص ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی تفتیش کرے گا اس پر یہ بات واضح ہوگی کہ اکثر مذاہب سے آپ کا مذہب دین میں بہت محتاط ہے الخ۔ چونکہ امام شعرانی نے ہدایہ شریف پڑھی ہے آپ پر حقیقت واضح ہوگئی ہے۔

چند سال ہوئے کہ مصر کے مُحامی (وکیل) احمد مہدی الخضر نے کتاب "نَحوُ دَائرَةِ مَعَارِفِ الفِقهِ الاِسلَامِی" یعنی فہرس کتاب رد المختار معروف بہ ابن عابدین لکھی، حضرت امام کے حاسد اور معاند اس کتاب کو اُٹھا کر دیکھیں، سرورق میں نام کے نیچے لکھا ہے۔

لَئِن کَانَ الاِسلَامُ فِی مَذَاهِبِهِ وَالمَذهَبِ الحَنَفِیِّ یَحتَلُّ دَورَ الطَّلِیعَةِ مِنهَا فَاِنَّ ابنَ عَابِدِینَ هُوَ مِرآةُ هٰذَا الفِقهِیِّ العَظِیمِ۔

اگر اسلام اپنے مذاہب اور مذہبِ حنفی کی وجہ سے مذاہبِ عالم میں بلندی کا مقام حاصل کر رہا ہے تو ابن عابدین مذاہبِ فقہیہ کے آئینہ ہیں۔

یہ ہے حضرات فقہاء کی بے مثال مساعی اور اُن کا عمل، حضراتِ حنفیہ نے صحیح معنی میں شریعتِ مطہرہ کے احکام کو اس دِقّت اور باریکی سے مرتب کیا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

اُمَّةٌ فَازَت بِرِضوَانٍ مَتِینٍ　　　　رَحمَةُ اللهِ عَلَیهَا کُلَّ حِینٍ

یہ امت قوی رضامندی سے فائز ہوگئی ہے، ان پر اللہ کی رحمت ہر گھڑی ہو۔

حضرت امام عالی مقام کے روضۂ مبارکہ کی زیارت

اِس عاجز کی خوش نصیبی ہے کہ مصر القاہرہ میں تقریباً ہر جمعہ کو حضرت امام شافعی کے مزارِ شریف جاتا تھا اور وہاں مغرب سے عشاء تک مشہور قاریوں سے قرآن مجید کی تلاوت ائمہ سبعہ بلکہ ائمۂ عشرہ کی روایات سے سنا کرتا تھا۔ اور اب مصر سے ہندوستان آتے وقت ازراہِ فلسطین و شام و عراق آمد ہوئی عاجز جمعہ ۸ رشوال ۱۳۵۴ھ ۳ رجنوری ۱۹۳۵ء کو عراق پہنچا، ایک ہفتہ وہاں قیام رہا۔ علماءِ اعلام اور اولیاءِ کرام کے مزاراتِ مبارکہ کی زیارت کی۔ حضرت امام الائمہ کا مزارِ پُرانوار اس زمانہ میں شہر سے ۲ میل کے فاصلہ پر تھا، عاجز تین مرتبہ آستانۂ فیض کاشانہ پر حاضر ہو سکا۔ حضرت امام شافعی کی حاضری اور حضرت امام الائمہ سے مستفید ہونے کا حال کتابوں میں پڑھ چکا تھا۔ اب روز شنبہ ۹ رشوال ۱۳۵۴ھ مطابق ۴ رجنوری ۱۹۳۵ء کو وہاں کی حاضری نصیب ہوئی، پہلے مسجد شریف میں دوگانہ ادا کیا پھر مزار پُرانوار پر حاضر ہوا۔ دل نے کہا۔

اِس سنگِ آستاں پہ جبینِ نیاز ہے — وہ اپنی جانماز ہے اور یہ نماز ہے

عاجز کو ماہ رجب ۱۳۴۷ھ میں جو لطف و انبساط سرہند شریف میں حضرت جدّامجدِ اعلیٰ امام ربّانی مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کے مزارِ مبارک پر حاصل ہوا تھا اس کی یاد تازہ ہوگئی،... بے ساختہ زبان پر آیا۔

بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد — کسے را با کسے کارے نہ باشد

جو وقت اس بقعۂ مبارکہ میں اس عاجز کا گزرا ہے، وہ اُن مبارک واقعات میں سے ہے جن کی یاد آتی رہتی ہے اور تڑپاتی رہتی ہے۔

حضرت امام شافعی نے فرمایا ہے (جیسا کہ گزر چکا ہے) دو رکعت پڑھ کر حضرت امام کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہوں اور اللہ کے فضل سے بہت جلد حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں عاجز عرض کرتا ہے۔ امام شافعی کا ارشادِ گرامی صدائے لاریبی ہے، خوش نصیب ہیں وہ افراد جو اس نعمتِ کبریٰ سے مستفید ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے حضرت امام کے حاسدوں اور معاندوں کے شر سے سب کو محفوظ رکھے۔ ان بدنصیبوں کو ان کی عداوت کا یہ پھل ملا ہے، جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت امام عالی مقام کا جنازہ ان کی نظروں میں نصرانی کا جنازہ ظاہر ہوا، اور حضرت امام کے اصحاب جو جنازے کی مشایعت کر رہے تھے بہ شکلِ رُہبان ان پر ظاہر ہوئے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۔ یہ ہے ٹوٹا صریح یعنی کھلا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ۔ اور یہ دن بدلتے لاتے ہیں ہم لوگوں میں اور اس واسطے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے اور کرے بعضے تم میں شہید اور اللہ چاہتا نہیں ناحق والوں کو۔ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِيْنَ (آل عمران ۱۴۰-۱۴۱) اور اس واسطے کہ نکھارے اللہ ایمان والوں کو اور مٹادے منکروں کو۔"

اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے بارہ سو سال سے حضرت ابو حنیفہ کا مذہب برابر نکھر رہا ہے اور پھل رہا ہے اور آپ کے حاسد اور معاند مٹ رہے ہیں اور نیست و نابود ہو رہے ہیں۔

جلیل القدر مشائخ کے کشوفات

امام شعرانی شافعی اور اُن کے مرشدِ اکمل حضرت خوّاص کا بیان اور حضرت امام ربّانی مجدّد الفِ ثانی اور حضرت خواجہ محمد پارسا خلیفۂ اکملِ حضرت شاہ نقشبند بخاری کے تأثرات اور کشوفات اور امام مالک، امام لیث، امام اوزاعی، امام ابن مبارک، امام ابن عبدالبر، امام موفق، امام ابنِ حزم ظاہری، امام ابن تیمیہ حرّانی، امام ابن قیم، امام ذہبی، امام جلال الدین سیوطی، امام ابن حجر ہیتمی مکی کے بیانات و اعترافات اور ائمۂ حدیث کی ثنا وصفت اور حضرت داؤد طائی اور حضرت فضیل بن ابی عیاض کے اعترافات اور تحسینات کو دیکھ کر لسان الغیب محمد شمس الدین خواجہ حافظ شیرازی رحمہ اللہ کی یہ غزل یاد آگئی۔

دل سرا پردۂ محبّتِ اوست
دل اس کی محبّت کا خیمہ ہے

دیدہ آئینہ دار طلعت اوست
آنکھ اس کے چہرے کی آئینہ دار ہے

من کہ سر در نیاورم بہ دو کون
میں جو کہ دونوں جہاں کے سامنے سر نہیں جھکاتا

گردنم زیرِ بارِ منّت اوست
میری گردن اس کے احسان کی زیر بار ہے

تو و طُوبیٰ و ما و قامتِ یار
تو ہے اور طوبیٰ میں ہوں اور دوست کا قد

فکر ہر کس بہ قدرِ ہمّتِ اوست
ہر انسان کی فکر اس کی ہمّت کے اندازے کے مطابق ہے

دَورِ مجنوں گزشت و نوبتِ ماست
مجنوں کا دَور گزر گیا اب ہمارا دَور ہے

ہر یکے پنج روزہ نوبتِ اوست
ہر شخص کا کچھ دن کے لئے دَور ہے

من کہ باشم دراں حرم کہ صبا
اس حرم میں میں کون ہوتا ہوں اِس لئے کہ صبا

پردہ دارِ حریم حرمتِ اوست
اس کی حرمت کے حریم کی پردہ دار ہے

مُلکتِ عاشقی و گنج طرب
عاشقی کا مُلک اور مستی کا خزانہ

ہر چہ دارم زیمنِ ہمّتِ اوست
جو کچھ میرے پاس ہے اس کی توجّہ کی برکت سے ہے

من و دل گر فنا شویم چہ باک
میں اور دل اگر فنا ہو جائیں تو کیا پرواہ ہے

غرض اندر میاں سلامتِ اوست
مقصد تو درمیان میں اس کی سلامتی ہے

بے خیالش مباد منظرِ چشم | زاں کہ ایں گوشہ خاص دولتِ اوست
خدا کرے نگاہ کا منظر اس کے خیال کے بدون نہ ہو | اس لئے کہ یہ گوشۂ خاص اس کی دولت ہے
گر من آلودہ دامنم چہ عجب | ہمہ عالم گواہ عصمت اوست
اگر میں آلودہ دامن ہوں تو کیا تعجب ہے | اس کی پاک دامنی کا سارا عالم گواہ ہے
ہر گلِ نو کہ شد چمن آرائے | اثر رنگ و بوئے صحبتِ اوست
ہر وہ نیا پھول جو چمن آرا بنا | اس کی صحبت کے رنگ و بو کا اثر ہے
فقرِ ظاہر مبیں کہ حافظ را | سینہ گنجینۂ محبت اوست
ظاہری فقر کو نہ دیکھ حافظ کا سینہ تو | اس کی محبت کا خزانہ ہے

یہ عاجز مصر، شام وفلسطین، عراق اور حجازِ مقدس گیا اور افغانستان میں خوب پھرا، پاکستان اور ہندوستان کے علمارِ کرام سے ملا' ہر جگہ حضرت امام شافعی کے ارشادِ گرامی کا پورا اثر پایا کہ اَلنَّاسُ فِی الْفِقْهِ عِيَالُ اَبِی حَنِيْفَةَ۔ کہ فقہ میں لوگ ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔ ہر جا یہی دیکھا کہ ہر قاضی کی میز پر علامہ ابن عابدین کی رَدّ المحتار موجود رہتی ہے اور حضرات فقہائے احناف کے معارف سے خلقِ خدا مستفید ہورہی ہے اور حضرت امامِ عالی مقام کے مراتب میں اضافہ ہو رہا ہے۔ عاجز کو امید قوی ہے کہ حضرات اولیائے پروردگار کے حسبِ ارشاد حضرت امام کا یہ فیض قیامِ قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَوَّلًا وَآخِرًا۔

اختتامیہ

اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ وَعَمّ احسانہٗ کے لطف وکرم سے ائمۂ اعلام کی کتابوں سے حضرت امام الائمہ ابوحنیفہ نعمان عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَانُ کے مبارک احوال عاجز نے لکھ دیے ہیں۔ وہ افراد جو انصاف پسند ہیں اس کتاب کو پڑھ کر ان شاء اللہ خوش ہوں گے۔ اور فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ مِنْہُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَۃِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِہٖ (یعنی) "سو جن کے دل پھرے ہوئے ہیں وہ لگتے ہیں اُن کی ڈھب والیوں سے تلاش کرتے ہیں گمراہی اور تلاش کرتے ہیں اُن کی کل بیٹھانی"

جو افراد حاسد اور معاند ہیں ان کا بیان اللہ نے کردیا ہے کہ وہ گمراہی کی راہ تلاش کرتے ہیں، لہٰذا ایسے افراد سے بحث نہیں ہے۔ ان کے لئے اللہ سے دعا ہے کہ وہ غلط روش سے منہ موڑ کر راہِ صدق و صفا اختیار کرلیں۔

عاجز اِس کتاب کی تالیف سے دوشنبہ تین ذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۹۰ء کو فارغ ہوا۔ اتفاق سے اس وقت زبان پر آیا۔ اِنَّہٗ کِتَابٌ کَرِیْمٌ مِنْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ۔ عاجز کو خیال ہوا کہ بلا
۱۲۸ + ۲۰۹ + ۹۰ + ۲۷۰ + ۴۲۳ + ۵۶
ارادہ اس عبارت کا ظہور ہوا ہے، کہیں یہ تاریخی مادہ نہ ہو، چنانچہ عاجز نے اس کے عدد نکالے جو کہ ۱۱۷۶ ہیں۔ اس میں ۲۳۴ اعداد کی کمی ہے، اس وقت لفظ مُصَدِّقٌ کا خیال آیا۔ دیکھا کہ اس کے اعداد ۲۳۴ ہیں۔ دل خوش ہوا کہ یہ تالیفِ کتاب کی تاریخ ہے۔

اِنَّہٗ کِتَابٌ کَرِیْمٌ مُصَدِّقٌ مِنْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ۔

یہ تاریخ یقیناً حسبِ حال ہے۔ عاجز نے حضرات ائمۂ اعلام کی کتابوں کو سامنے رکھا ہے اور ان کے مبارک کلام سے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ اس تاریخ کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کی رُو سے اس طرح ہے۔

یہ ایک نادر کتاب ہے اس کی تائید پہلوں کی کتابوں سے ہوتی ہے۔

یہ تاریخی مادّہ کلامِ الٰہی کے مبارک الفاظ سے مرکب ہوا ہے۔ لفظ مُصَدِّق کلامِ پاک میں دال کے زیر سے ہے اور اس کا ترجمہ ہے تصدیق کرنے والا۔ اور مادۂ تاریخ میں یہ لفظ دال کے فتحہ سے

ہے اور ترجمہ ہے تصدیق کیا ہوا۔ اس تاریخی مادّہ کے دستیاب ہونے سے دل کو خیال ہوا کہ ان شاء اللہ کتاب مقبولِ خلائق ہوگی۔ چند روز گزرے تھے کہ فضیلت مآب مولانا حکیم محمد فضل الرحمٰن شرر مصباحی لکچرر آیورویدک و یونانی طبّیہ کالج قرول باغ نئی دہلی ۵ کی آمد ہوئی۔ آپ نے اس کتاب کی تین لاجواب تاریخیں پیش کیں، جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ ۱۴۱۰ھ

۲۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ کی سوانح ۱۴۱۰ھ

۳۔ رباعی

سرنامۂ آخرت بنا یا مولیٰ سرمایۂ عاقبت بنا یا مولیٰ

اس سعیِ حَسَن کو زبیدؔ حق گو کے لئے "زادِ رہِ مغفرت بنا" یا مولیٰ ۱۴۱۰ھ

ابتدائی دو تاریخوں کو عاجز عطائے غیبی سمجھتا ہے اور یہی شایانِ تسمیۂ کتاب ہیں۔ عاجز نے بعض بزرگوں کی تحریرات میں یہ شعر لکھا دیکھا ہے۔

کارسازِ ما بہ فکرِ کارِ ما فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

ہمارا کام بنانے والا ہمارے کام کی فکر کر رہا ہے اب ہمارا اپنے کام میں فکر کرنا اپنے کو آزار میں ڈالنا ہے

حضرات ائمۂ مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہم عاجزوں پر جو حق ہے اس کا اندازہ عوام نہیں کر سکتے۔ یہ ایک مسلّم بات ہے کہ جو کچھ ائمۂ مجتہدین نے کہا ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں کہا ہے۔ ائمۂ اعلام کے اختلافات نے امتِ مرحومہ کے لئے سہولت کی راہیں مہیّا کر دی ہیں۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَایُعَذِّبُ عَلٰی قَوْلٍ اِخْتَلَفَ فِیْہِ الْعُلَمَاءُ۔ پروردگار اس قول پر عمل کرنے والے کو عذاب نہیں دے گا جس میں علمائے راسخین نے اختلاف کیا ہے۔ کتاب و سنّت کے بعد ائمۂ مجتہدین کا قول ہمارے لئے حجّت ہے۔

حضرت عاصم فرزند حضرت عمر کا بیان ہے کہ جب لوگوں کے مقدمات بہت ہو جاتے تھے آپ حضرت زید کے پاس مقدمات بھیج دیا کرتے تھے۔ اتفاق سے آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کو آپ نے حضرت زید کے پاس بھیجا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا تمہارے مقدمہ کا کیا ہوا۔ اس نے کہا۔ یا امیر المومنین میرے خلاف فیصلہ ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر میں فیصلہ کرتا تمہارے حق میں کرتا۔ اس نے کہا آپ کو کیا بات روکتی ہے کہ فیصلہ کریں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر اس سلسلہ میں میرے پاس کتاب اللہ کی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہوتی تو ان کی طرف رجوع کرتا۔ اب تو میرے پاس میری اپنی رائے

ہے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں اپنی رائے کی وجہ سے قاضی کی رائے کو رد کروں رائے تو مشیر ہے۔

سبحان اللہ کیا حق و انصاف کی بات فرمائی ہے۔ وہ افراد جو دو چار کتابیں پڑھ کر حضرات ائمہ مجتہدین پر ردّ و قدح کرتے ہیں حضرت عمر کے اِس ارشاد پر عمل کریں۔ حضرات ائمۂ مجتہدین نے جان سے تن سے مال سے زبان سے دینِ مبین کی خدمت کی ہے۔ ایک کو شہادت نصیب ہوئی اور دو نے سخت تکالیف برداشت کیں لیکن مسلکِ حق نہیں چھوڑا۔ حضرت امامِ عادل نے دوسرے کی رائے کا احترام کرکے یہ سبق دیا ہے کہ اصحاب رائے کا استخفاف نہ کیا کرو۔ اللہ کا ارشاد ہے۔ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا۔ تو کہہ، ہر کوئی کام کرتا ہے اپنے ڈول پر سو تیرا رب بہتر جانتا ہے کون سوجھتا ہے راہ۔

حضرات ائمہ کا اختلاف مکروہات و مستحبات ہی میں دائر نہیں بلکہ حرام و حلال میں بھی ہے۔ اور تیرہ سو سال سے ہر امام کا مقلد اپنے امام کے قول پر عمل کر رہا ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے ہر ایک صواب پر ہے اور یہ ہے اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ کا بیان۔

اس مبارک حدیث کو امام سیوطی نے "الجامع الصغیر" میں نقل کیا ہے۔ آپ نے نہ راوی کا نام لکھا ہے اور نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے بلکہ آپ نے لکھا ہے کہ نصر مقدسی نے "کتاب الحجہ" میں اور بیہقی نے رسالہ اَشْعَرِیَہ میں بلا سند لکھا ہے اور سیوطی نے لکھا ہے۔ وَلَعَلَّهٗ خَرَّجَهٗ فِيْ بَعْضِ الْكُتُبِ الْحُفَّاظِ الَّتِیْ لَمْ تَصِلْ اِلَيْنَا۔ اور ہو سکتا ہے کہ حلیمی، قاضی حسین اور امام الحرمین وغیرہم جنہوں نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے کسی مستند حافظ کی کتاب میں اس حدیث کو دیکھا ہو اور وہ کتاب ہم تک نہیں پہنچی ہے۔ علمائے اعلام نے جلیل القدر علماء کو جھوٹا کہنے کی کوشش نہیں کی ہے، بلکہ ایک عمدہ تالیف و توجیہ بیان کی ہے

اکابر امت کی یہ مبارک روش اور حضرت امام عالی مقام کے مخالف مثل اشتر بے مہار کے ہر طرف منہ مارتے ہیں اور حضرت امام کو برا کہنے میں کسی قسم کا تردد نہیں کرتے۔ حضرات ائمۂ مجتہدین کو شریعتِ مطہرہ کا علم پوری طرح تھا۔ قطب شام علامہ عبد الغنی نابلسی نے رسالہ ایضاح الدلالات فی سماع الآلات میں سیاستِ شرعیہ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے ایک بلند پایہ حنفی عالم نے اس فن میں ایک عمدہ کتاب لکھی ہے۔ آپ نے نہ کتاب کا نام لکھا ہے اور نہ مصنف کا نام لکھا ہے۔ اس سلسلہ میں ابنِ تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن قیم الجوزیہ متولد ۶۹۱ھ متوفی ۷۵۱ھ نے ایک عمدہ کتاب لکھی ہے جو پہلی مرتبہ مفتی محمد عبدہ کے زمانہ میں اَلْفِرَاسَةُ الْمَرْضِيَّةُ فِيْ اَحْكَامِ السِّيَاسِيَّةِ کے نام سے چھپی اور پھر ۱۳۷۲ھ میں "اَلطُّرُقُ الْحُكْمِيَّةُ فِي السِّيَاسَةِ الشَّرْعِيَّةِ" کے نام سے چھپی ہے۔ عاجز اس کتاب سے بعض فوائد کا بیان کرتا ہے

سیاستِ شرعیہ کی اساس بخاری و مسلم کی روایت کردہ یہ حدیث شریف ہے کہ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں اور پھر نماز کے واسطے اذان دلواؤں اور کسی شخص کو حکم دوں کہ نماز پڑھائے اور میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز پڑھنے کے واسطے نہیں آئے ہیں، میں ان کو اچانک پکڑلوں اور ان پر ان کے گھروں کو جلا دوں۔ قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ان لوگوں کو معلوم ہو کہ ایک فربہ ہڈی یا گائے یا بکری کے دو سُم ملیں گے عشاء کی نماز پڑھنے ضرور آئیں گے۔

اس حدیث شریف کی روشنی میں ائمۂ دین کا مسلک اس طرح رہا ہے۔

(۱) حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابوبکر صدیق کو لکھا۔ یہاں کچھ لوگ لواطت کرتے ہیں حضرت ابوبکر نے حضراتِ صحابہ کو جمع کیا اور اس مسئلہ میں ان کی رائے پوچھی۔ حضرت علی نے کہا۔ پہلی امتوں میں سے ایک امت اس فعلِ شنیع کی مرتکب ہوئی جس کا ذکر اللہ نے کیا ہے۔ اس امت کے انجام کا سب کو علم ہے میری رائے ہے کہ ان کو جلا دیا جائے۔ چنانچہ لواطت کرنے والوں کو یہی سزا دی گئی۔

(۲) حضرت عمر نے شراب خانہ کو اور اس گاؤں کو جس میں شراب خانہ تھا جلوایا۔

(۳) حضرت عمر نے سعد بن وقاص کے محل کو جو کوفہ میں تھا اور جس میں حضرت سعد انصاف کے طلبگاروں سے روپوش ہوا کرتے تھے نذرِ آتش کرایا۔

(۴) حضرت عثمان نے قرآن مجید کو ایک حرف پر جمع کیا تا کہ اُمّتِ محمدیہ میں اختلاف پیدا نہ ہو۔ اس سلسلہ میں آپ نے جو کچھ کیا، احکامِ سیاست پر عمل تھا۔

حضرات ائمۂ اربعہ نے جو کچھ کیا ہے شریعتِ اسلامیہ اور امتِ اسلامیہ کی بھلائی کے لئے کیا اور وہ افراد جن کو سیاستِ شرعیہ کی دَرک نہیں ہے وہ حضراتِ ائمہ پر کیچڑ اچھالتے ہیں جو اُلٹ کر خود ان کے سَروں پر گرتی ہے۔ تاریخ اور طبقات کی کتابوں کو دیکھا جائے کہ بارہ سو سال کی مدت میں کیسے کیسے ائمۂ اعلام نے ان حضرات کو اپنا امام تسلیم کیا ہے۔ مشہور امام اعمش حضرت امام اعظم اور امام ابویوسف سے فرماتے ہیں۔ اَنْتُمُ الْأَطِبَّاءُ وَنَحْنُ الصَّيَادِلَةُ۔ آپ صاحبان اطبا ہیں اور ہم اجزار فروش ہیں۔ حضرات ائمہ مجتہدین کو اللہ نے اِس امّت کا امام بنایا ہے۔ ان پر اعتراض سراسر نادانی کی دلیل ہے۔ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔

اے اللہ تو اپنی خاص رحمت اور برکت اور سلام نازل فرما اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ پر اور آپ کے آل اور اصحاب پر جو کہ آپ کے بھیدوں کے خزانے اور آپ کے انوار کے چشمے اور حقائق کے گنجینے ہیں جب تک کہ یاد کرنے والے تجھ کو یاد کریں۔

پنجشنبہ ۲۵۔ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ ۱۹ر جولائی ۱۹۹۰ء

مراجعِ کتاب

"سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ"

۱ ۴ ھ ۱

نمبر شمار	کتاب کا نام	مؤلف کا نام
۱	ابو حنیفہ، آراؤہ وفقہہ	استاذ محمد ابو زہرہ مصری
۲	امام ابو حنیفہ کی تدوینِ قانونِ اسلامی	ڈاکٹر محمد حمید اللہ
۳	امام اعظم ابو حنیفہ	مفتی عزیز الرحمٰن
۴	امام اعظم اور علم حدیث	مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی
۵	اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ	قاضی حسین بن علی صیمری متوفی ۴۳۶ھ
۶	الأنتقاء	امام ابو عمر یوسف ابن عبد البر نمیری
۷	الاستیعاب	″ ″ ″ ″
۸	الاستغنار	″ ″ ″ ″
۹	الأصابہ فی تمیز الصحابہ	علامہ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی
۱۰	اعلام الموقعین	علامہ شمس الدین محمد بن ابو بکر معروف بہ ابن قیم الجوزیہ
۱۱	الاکمال فی اسمار الرجال	علامہ ولی الدین محمد الخطیب التبریزی شافعی
۱۲	انوا الباری	مولانا سید احمد رضا بجنوری
۱۳	ارشاد السّاری	علامہ احمد بن محمد قسطلانی
۱۴	ابجدی منجد	آباء یسوعیین، بیروت
۱۵	احکام القرآن	امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص
۱۶	اشعۃ اللمعات	محدثِ شہیر عبد الحق بن سیف الدین دہلوی
۱۷	الآثار	امام ابو یوسف
۱۸	الآثار	امام محمد بن الحسن
۱۹	بیان خطأ محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخہ	امام حافظ ابو محمد عبد الرحمٰن رازی متوفی ۳۲۷ھ
۲۰	البطال الحریۃ والتسامح فی الاسلام	استاذ عبد الحکیم الجندی

نمبر شمار	کتاب کا نام	مؤلف کا نام
۲۱	البدایۃ والنہایہ	حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر
۲۲	تاریخ الامم والملوک	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری
۲۳	تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفۃ	امام سیوطی
۲۴	تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب
۲۵	تاریخ التشریع الاسلامی	محمد بک الخضری
۲۶	تاریخِ مدینہ	ابن شبہ نمیری بصری
۲۷	التعلیق الممجد علی موطاء محمد	آفتابِ دیں ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی
۲۸	تنسیق النظام فی مسند الامام	ماہتابِ دین محمد حسن سنبھلی
۲۹	تذکرۂ اعظم	علامہ مفتی عبداللطیف رحمانی
۳۰	تانیب الخطیب	علامہ محمد زاہد کوثری
۳۱	التنکیل مع التعلیقات	عبدالرحمن المعلمی، ناصرالدین، زہیر، عبدالرزاق
۳۲	تاریخ الخمیس	علامہ حسین بن محمد الدیار بکری
۳۳	تحفہ اثنا عشری	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
۳۴	تبصرہ بر تاریخ خطیب بغدادی	نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمن شروانی
۳۵	الجواہر المضیئۃ فی تراجم الحنفیہ	علامہ عبدالقادر مصری متوفی ۱۳۰۵ھ
۳۶	جامع بیان العلم وفضلہ	امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ
۳۷	جامع مسانید الامام الاعظم	علامہ ابوالمؤید محمد خوارزمی متوفی ۶۵۵ھ
۳۸	جائزے ترجمہ کتاب الخراج	پروفیسر خورشید احمد فارق
۳۹	حضرت امام کی شاگردوں کو نصیحت	امام ذہبی نے کتاب المناقب میں لکھا ہے
۴۰	حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کی فقہ	ڈاکٹر حنیفہ رضی
۴۱	حضرت امام کے پانچ وصایا	مرتبہ مولوی عاشق الٰہی
۴۲	حفظ الرحمن لمذہب النعمان	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
۴۳	الخیرات الحسان	علامہ احمد بن حجر مکی ہیتمی
۴۴	خطورۃ التسرع فی الافتاء (مقالات ص۱۳۸)	استاذ محمد زاہد الکوثری

نمبر شمار	کتاب کا نام	مؤلف کا نام
۴۵	ذیل الجواہر المضیئة	علامہ علی القاری
۴۶	الرد علی سیر الاوزاعی	امام قاضی القضات ابو یوسف
۴۷	رفع یدین	مولانا سید مشہود حسن
۴۸	روائع البیان	محمد علی الصابونی، مکہ مکرمہ ۱۳۹۱ھ
۴۹	الرد علی ابی بکر الخطیب	علمائے ازہر کی تالیف ہے
۵۰	زجاجة المصابیح	علامہ سید ابو الحسنات عبد اللہ حیدر آبادی
۵۱	سیرة النعمان	علامہ شبلی نعمانی
۵۲	شرحُ شرحِ معانی الآثار	علامہ ابو محمد محمود عینی
۵۳	شذرات الذہب	علامہ ابو الفلاح عبد الحی بن العماد حنبلی
۵۴	صحیح مسلم	مطبعة العامرہ، دار الخلافہ
۵۵	صحیح بخاری	مطبوعۂ مولانا احمد علی سہارنپوری
۵۶	الطبقات الکبریٰ	ابو عبد اللہ محمد بن سعد بصری زہری
۵۷	طبقات الشافعیة الکبریٰ	ابو النصر عبد الوہاب تاج الدین سبکی
۵۸	الطرقُ الحِکَمِیَّةُ فی السیاسة الشرعیة	ابن قیم الجوزیہ
۵۹	عقود الجمان	علامہ حافظ شمس الدین محمد الصالحی دمشقی
۶۰	عقود الجواہر المنیفة	علامہ محمد بن شہیر بہ مرتضیٰ حسینی زبیدی
۶۱	عمدة القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود عینی
۶۲	الغرة المنیفة فی تحقیق بعض مسائل ابی حنیفہ	امام سراج الدین ابو حفص عمر غزنوی متوفی ۷۷۳ھ
۶۳	فتح القدیر	محقق علی الاطلاق علامہ کمال بن الہمام
۶۴	فتاوی التاتارخانیہ	علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی متوفی ۷۸۶ھ
۶۵	فتح الباری	شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی
۶۶	القول الجلی	شیخ محمد عاشق پھلتی در احوال شاہ ولی اللہ
۶۷	القاموس المحیط	امام مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ
۶۸	کتاب الفقہ علی المذاہب الأربعة	علماء مذاہب اربعہ کی تالیف

نمبر شمار	کتاب کا نام	مؤلف کا نام
۶۹	کشف الظنون	ملا کاتب چلپی
۷۰	المقدمۃ السَنِيَّة	شاہ ولی اللہ (المجموعۃ السنیہ میں یہ رسالہ چھپا ہے
۷۱	مناقب الامام الاُعظم	ملا علی قاری
۷۲	المناقب	ابو المؤید موفق مکی متوفی ۵۶۸ھ
۷۳	المناقب	حافظ الدین محمد معروف بہ ابن البزاز الکردری متوفی ۸۲۷ھ
۷۴	مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ	حافظ ابو عبداللہ محمد بن احمد ذہبی
۷۵	مرآۃ الجنان	امام عبداللہ بن اسعد یافعی متوفی ۷۶۸ھ
۷۶	المبسوط	شمس الدین ابوبکر محمد بن ابی سہل سرخسی متوفی ۴۸۳ھ
۷۷	المیزان	للمحقق الفرد علامہ عبدالوہاب شعرانی
۷۸	معانی الآثار	امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ
۷۹	المقدمہ	قاضی القضاۃ عبدالرحمٰن ابن خلدون مالکی
۸۰	مکتوبات حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی	یار محمد بدخشی، عبدالحی حصاری، ہاشم کشمی
۸۱	مکتوب امام لیث بن سعد مصری	شمس الدین محمد معروف بہ ابن قیم الجوزیہ
۸۲	موطا امام محمد	امام محمد بن الحسن
۸۳	مصفی شرح موطا	شاہ ولی اللہ
۸۴	مرقات المفاتیح	ملا علی قاری
۸۵	ملفوظات محدث کشمیری	مولانا سید احمد رضا بجنوری
۸۶	المصنف	حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ
۸۷	مقام ابی حنیفہ	مولانا محمد سرفراز خاں صفدر
۸۸	منہاج السنہ النبویہ	علامہ احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ
۸۹	اَلْمُصَنَّف	حافظ ابوبکر عبداللہ ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ
۹۰	مفتاح السعادہ	طاش کبریٰ زادہ
۹۱	مشکاۃ المصابیح	علامہ ولی الدین محمد الخطیب التبریزی شافعی
۹۲	المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم	ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ

نمبر شمار	کتاب کا نام	مؤلف کا نام
۹۳	موضح قرآن	ترجمہ شاہ عبدالقادر
۹۴	منتهی الأرب	۱۸۷۱ء میں لاہور میں طبع ہوئی
۹۵	النشر فی قراءات العشر	حافظ ابوالخیر محمد معروف بہ ابن جزری
۹۶	النهایة فی غریب الحدیث	حافظ مجد الدین ابوالسعادات ابن الأثیر
۹۷	نزهة الخواطر	مولانا سید عبدالحی ندوی
۹۸	النکتة الطریفه	محمد زاہد الکوثری
۹۹	النجوم الزاهره	جمال الدین یوسف اتابکی
۱۰۰	هدی الساری	شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی
۱۰۱	وَفَیَاتُ الأعْیان	شمس الدین احمد اتابکی

مناجات

لَكَ الْحَمْدُ یَا مَنْ فَضْلُهُ مُتَوَاتِرُ وَیَا مَنْ لَهُ جُوْدٌ عَمِیْمٌ وَغَامِرُ

تیرے لئے ہی حمد ہے اے وہ ذات جس کا فضل پیوستہ ہے۔ اے وہ ذات جس کا کرم عام ہے اور ڈھانپنے والا ہے۔

لَكَ الْحَمْدُ مِنِّیْ فَاقْبَلِ الْحَمْدَ اِنَّنِیْ لِجُوْدِكَ وَالْاِحْسَانِ وَالْفَضْلِ شَاکِرُ

میری جانب سے تیرے لئے تعریف ہے تو تو تعریف قبول فرما اس لئے کہ میں تیری سخا اور احسان اور فضل کا شکر گزار ہوں۔

تبصرہ بر کتاب

"سوانح بے بہائے امامِ اعظم ابو حنیفہؒ"

از علامہ ڈاکٹر عبد الرحمٰن مومن صاحب، صدر شعبۂ عمرانیات بمبئی یونیورسٹی

علومِ اسلامیہ کے ساتھ اعتنا اور ان کی ترویج و اشاعت میں ہندوستانی مسلمانوں کا جو حصّہ ہے وہ ہمارے لئے باعثِ صد افتخار ہے۔ تفسیر، حدیث، سیرت، لغت، تاریخ، تصوّف، کلام، غرض کہ علومِ دینیہ کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس پر ہندوستان کے علماء نے اپنے علم و فضل، لگن اور اخلاص کے انمٹ نقوش نہ چھوڑے ہوں۔ اس کی تفصیلات مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کی سبحۃ المرجان اور مآثر الکرام، مولانا عبد الحی لکھنوی کی نزہۃ الخواطر، مولوی رحمٰن علی کی تذکرۂ علماء ہند، مولانا مناظر احسن گیلانی کی کتاب ہندوستان میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت اور ڈاکٹر زبید احمد کی انگریزی تصنیف عربی ادبیات میں ہندوستان کا حصّہ نیز پنجاب یونیورسٹی لاہور کی شائع کردہ دائرہ معارفِ اسلامیہ وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ علومِ دینیہ کی خدمت اور اشاعت کا یہ سلسلۃ الذہب آج بھی جاری و ساری ہے۔

حالیہ صدی میں ہمارے ملک کے جن علمی اداروں نے علومِ اسلامیہ کی خدمت و اشاعت میں کلیدی کردار ادا کیا ہے ان میں دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد، مجلسِ علمی ڈابھیل، لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد اور دار المصنّفین اعظم گڈھ کے نام سرِفہرست ہیں۔ حیدرآباد کے دائرۃ المعارف العثمانیہ نے اس صدی کے اوائل سے لے کر اب تک حدیث، رجال، فقہ، لغت، تاریخ اور انساب کی بیش بہا کتابیں پہلی بار شائع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ حیدرآباد کے سابق نظام میر محبوب علی خاں نے اپنے خرچ پر پہلی بار مسند احمد بن حنبل کو قاہرہ سے چھپوانے کی سعادت حاصل کی۔ امام ابو حنیفہ اور صاحبین نیز دیگر فقہائے احناف کی بلند پایہ کتابیں پہلی بار دائرۃ المعارف العثمانیہ سے شائع ہوئیں۔ امام ابو حنیفہ کی الفقہ الاکبر، امام محمد بن حسن شیبانی کی کتاب الاصل چار جلدوں میں، امام سرخسی کی شرح السیر الکبیر، امام ابو جعفر طحاوی کی مشکل الآثار، ابو المؤید خوارزمی کی جامع مسانید الامام الاعظم ابی حنیفہ، ابو المؤید مکی کی مناقب الامام الاعظم، علامہ جلال الدین سیوطی کی تبییض الصحیفہ اور عبد القادر حنفی کی الجواہر المضیہ شائع کرنے کا سہرا دائرہ کے سر ہے۔ مجلس علمی ڈابھیل نے حدیث کی نایاب اور بلند پایہ کتابوں کو پہلی بار دنیائے اسلام کے سامنے پیش کرنے کا شرف حاصل کیا۔ عبد الرزاق بن ہمام

الصنعانی کی مصنف، امام بخاری، امام مسلم اور امام داؤد کے استاد سعید بن منصور الخراسانی (متوفی ۲۲۷ھ) کی سنن، امام بخاری کے استاد امام ابوبکر حُمیدی (متوفی ۲۱۹ ہجری) کی مسند امام عبداللہ بن مبارک کی کتاب الزہد والرقائق دنیا میں پہلی دفعہ مجلسِ علمی کے توسط سے منصۂ شہود پر آئیں۔ حالیہ برسوں میں حیدرآباد کے احیاء المعارف النعمانیہ نے دنیائے اسلام کے مختلف کتب خانوں سے علماء احناف کے غیر مطبوعہ مخطوطات جمع کرنے اور انھیں شائع کرنے کا زبردست کارنامہ انجام دیا ہے۔ اِس ادارہ کی بنیاد ۱۳۴۸ھ ہجری میں مولانا سید ابوالوفا افغانی کی سرپرستی میں حیدرآباد میں رکھی گئی۔ اس وقت سے لے کر آج تک اس ادارہ نے امام ابوحنیفہ کی کتاب العالم والمتعلم، امام ابویوسف کی کتاب الآثار، کتاب الرد علی سیر الاوزاعی اور کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابی لیلیٰ، امام محمد بن حسن شیبانی کی الجامع الکبیر، الحجۃ علی اہل المدینہ اور شرح زیادات الزیادات اور امام سرخسی کی کتاب النکت شائع کی ہیں۔ ان کے علاوہ حافظ شمس الدین ذہبی کی مناقب ابی حنیفہ، علامہ شمس الدین صالحی دمشقی کی عقود الجمان اور قاضی حسین بن علی صیمری کی اخبار ابی حنیفہ وصاحبیہ پہلی بار اس ادارہ نے شائع کی ہیں دار المصنفین اعظم گڈھ نے ایک بڑے پیمانہ پر اسلام کی علمی میراث کو اردو زبان میں منتقل کرنے کا مہتم بالشان کام انجام دیا ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ قحط الرجال کے اس ہوش رُبا دور میں بھی ہمارے درمیان چند ایسی علمی شخصیتیں موجود ہیں جنھیں بجا طور پر علومِ اسلامیہ کی جوئے شیر کے فرہاد کہا جاسکتا ہے اور جن کے علمی کارنامے ہمارے لئے باعثِ فخر ومباہات ہیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود اِن حضرات کا علمی شغف اسلاف کی یاد تازہ کرتا ہے۔ ان میں سرفہرست حضرت مولانا الشیخ المحدث حبیب الرحمٰن الاعظمی (متعنا اللہ بطول حیاتہ) کا نامِ گرامی ہے۔ جس پیمانہ پر اور جس انداز میں انھوں نے حدیث کے نادر ونایاب مخطوطات کو تحقیق وتعلیق سے آراستہ کرکے مرتب کیا ہے اس کی مثال حالیہ زمانہ میں نہ صرف ہندوستان بلکہ سارے عالمِ اسلام میں ملنی مشکل ہے۔ ان کی تحقیق وتحشیہ کے ساتھ مصنف عبدالرزاق پہلی بار بیروت سے گیارہ جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ آپ نے مسند حمیدی، سنن سعید بن منصور اور عبداللہ بن مبارک کی کتاب الزہد والرقائق بھی ترتیب دی ہے۔ آپ کی مرتب کردہ کشف الاستار عن زوائد البزار للہیثمی دو جلدوں میں دمشق سے شائع ہوچکی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب المطالب العالیہ فی زوائد المسانید الثمانیہ جس کی تحقیق وتعلیق مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے کی ہے۔ کویت کی وزارتِ اوقاف کی طرف سے شائع ہوچکی ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی تحقیق سے بھی آپ فارغ ہو چکے ہیں اور اس کی چار یا پانچ جلدیں مدینہ منورہ سے شائع ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ ثقات ابن شاہین کی بھی آپ نے تحقیق کی ہے جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ حضرت والا باوجود ضعیفی اور کہنہ سالی کے (اس وقت عمر اٹھاسی سے متجاوز ہے) ہنوز علمی و دینی مشاغل میں لگے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادی (مقیم فرانس) کا نام اور علمی کارنامے دنیائے اسلام کے لئے محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ آپ نے دنیائے اسلام کے مختلف کتب خانوں سے حدیث و سیرت کے جواہر پاروں کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ سنن سعید بن منصور کی دریافت کا سہرا آپ کے سر ہے۔۔ سیرتِ ابن اسحاق پہلی بار آپ کی کوششوں سے اور آپ کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ شام اور ترکی سے شائع ہوئی۔ حال میں آپ نے واقدی کی کتاب کو مرتب کر کے پیرس سے شائع کیا ہے۔ آپ کی مرتب کردہ مجموعۃ الوثائق السیاسیہ، جس میں عہدِ نبوی اور خلافتِ راشدہ کے تمام اہم خطوط، فرامین اور وثیقہ جات تحقیق کے ساتھ جمع کر دیئے گئے ہیں، چوتھی دفعہ بیروت سے آب و تاب کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ قرآنِ کریم کا آپ نے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا ہے جس کا بیسواں ایڈیشن زیرِ طبع ہے۔ ان کے علاوہ فرانسیسی، جرمن، ترکی، انگریزی، اردو اور دیگر زبانوں میں آپ کی متعدد تصنیفات ہیں جن کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ گو آپ کی عمر اسی سے زائد ہو چکی ہے آپ علمی و دینی مشاغل میں ہمہ وقت لگے رہتے ہیں جو ہمارے اسلاف کا شیوہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور ہم جیسے دیرینہ نیازمندوں کو ان کے علم و فضل سے مزید استفادہ کرنے کا موقع عطا فرمائے۔

اِن ہی بقیۃ السلف میں حضرت مولانا شاہ زید ابوالحسن فاروقی مدظلہ العالی کی ذاتِ گرامی ہے۔ حضرت شاہ صاحب نسباً فاروقی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ آپ کے والد حضرت مولانا عبداللہ ابوالخیرؒ اپنے زمانے کے صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ ۱۸۱۸ء میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایما پر دتی تشریف لائے اور یہاں آکر لاتعداد بندگانِ خدا کی تربیت فرمائی۔ آپ نے تین صاحبزادے چھوڑے، شاہ ابوالفیض بلال، شاہ ابوالسعد سالم اور زید ابوالحسن۔ مولانا زید شاہ صاحب نے پانچ سال تک جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی اور وہاں کے جید علماء و محدثین سے حدیث شریف کی سند حاصل کی۔ پُرانی دتی میں حضرت شاہ غلام علیؒ کی خانقاہِ عالیہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ باوجود کہنہ سالی کے (حضرت کی عمر اس وقت پچاسی برس کے لگ بھگ ہے) آپ علمی کاموں میں منہمک رہتے ہیں۔ خانقاہ سے متصل آپ کا ذاتی کتب خانہ ہے جو بیش بہا علمی

جواہر پاروں سے پُر ہے۔ عربی، فارسی، پشتو اور اُردو زبانوں پر کامل عبور حاصل ہے اور تینوں ادبی زبانوں میں شعر کہے ہیں۔ علمِ ظاہر کے ساتھ صاحبِ حال بھی ہیں۔ دلّی کی ٹکسالی زبان بولتے اور لکھتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب عربی، فارسی اور اردو میں متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ملفوظات القول الجلی کے غیر مطبوعہ فارسی متن اور اس کے اردو ترجمہ کی اشاعت پہلی بار آپ کی کوشش سے ہوئی۔ علامہ ابوالحسن علی تقی الدین سبکی کی مشہور کتاب شفاء السقام فی زیارتِ خیر الانام کا اُردو ترجمہ آپ نے اپنے رفیقِ دیرینہ حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب سابق صدر مدرس مدرسۂ عالیہ فتحپوری دہلی، سے کرایا اور "زیارتِ خیر الانام" کے نام سے حضرت شاہ ابوالخیر اکیڈمی سے شائع فرمایا۔ علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہمعصر علماء، مقاماتِ خیر، حضرت مجدّد اوران کے ناقدین، اور مولانا اسماعیل دہلوی ان کی اہم کتابوں میں سے ہیں۔ آپ کا اندازِ تحریر خالص علمی اور لہجہ متین و شستہ ہوتا ہے۔ چوں کہ قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ پر آپ کی گہری نظر ہے اِس لئے اپنی تحریروں میں جا بجا قرآن وسنّت سے استشہاد فرماتے ہیں۔ عاجز کو اُن کے نیازمندوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔

زیرِ نظر کتاب حضرت مولانا زید شاہ صاحب کے علم وفضل اور وسعتِ مطالعہ کی آئینہ دار ہے۔ آپ نے نہ صرف ائمۂ احناف کی اصل کتابوں سے مراجعت فرمائی ہے بلکہ امام صاحب کے فقہی اصولوں کی تائید وتصویب میں قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ سے استشہاد فرمایا ہے۔ ائمۂ احناف اور متقدمین و متاخرین کی شہادتوں کی روشنی میں انھوں نے حضرت امامِ اعظم کے تفقہ فی الدین اور ان کی فضیلت وجلالتِ شان پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ مولانا موصوف کی کتاب سے حضرت امام صاحب کی عظمت، علم وفضل، زہد وتقویٰ اور سیرت وکردار کا جو مرقع سامنے آتا ہے وہ بڑا دل آویز اور پُرکشش ہے۔ ہم اس مرقع کے بنیادی خدوخال کا مختصراً جائزہ لیتے ہیں۔

حضرت امام صاحب کا مولد ومنشا کوفہ

کوفہ جو عراق میں دریائے فرات کے کنارے آباد ہے اسے خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضؓ نے ۱۷ ہجری میں آباد کیا۔ اِس شہر میں ایک ہزار سے زیادہ صحابۂ کرام نے سکونت اختیار کی جن میں تین سو افراد بیعت رضوان والے اور ۲۴ بدری صحابی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے خاص طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو تعلیم وتدریس کے لئے کوفہ بھیجا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ جسے قرآن سیکھنا ہو وہ عبداللہ بن مسعود سے سیکھے۔ کوفہ آنے کے بعد حضرت ابن مسعودؓ سالہا

تک یہاں کی جامع مسجد میں حدیث وفقہ کا درس دیتے رہے۔ ان کے شاگردوں میں ذو یمنی فاضل علقمہ اور اسود نخعی بڑے نامور ہوئے۔ علقمہ کے جلیل القدر شاگردوں میں امام ابراہیم نخعی نے امتیاز حاصل کیا۔ ان کے شاگرد حماد بن ابی سلیمان تھے۔ ان ہی حماد بن ابی سلیمان کے شاگرد اور مسند نشین امام ابو حنیفہ ہوئے۔ کوفہ میں حدیث، تفسیر، صرف و نحو، فقہ اور اصولِ فقہ کے بڑے بڑے ماہرین آکر جمع ہو گئے۔ خود آخری زمانہ میں حضرت علی رضؓ نے یہاں قیام فرمایا۔ اس طرح کوفہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس کے علوم کا گہوارہ اور سرچشمہ بن گیا۔

امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت زوطیٰ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ حماد بن ابی سلیمان (متوفی ۱۲۰ ہجری)، کے حلقۂ درس میں بیٹھے اور استاد کی وفات کے بعد ان کے مسند نشین ہوئے۔ جیسا کہ اُس زمانہ میں دستور تھا امام صاحب نے اپنی طالب علمی کے زمانہ میں دور دراز کا سفر کیا اور خاص کر مکا اور مدینہ کئی بار گئے اور وہاں کے محدثین و فقہار سے استفادہ کیا۔ آپ نے امام باقر، امام جعفر صادق اور امام زید بن علی سے اخذِ فیض کیا۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کے اساتذہ کے بیسیوں نام گنوائے ہیں۔

ائمہ اربعہ میں صرف امام ابو حنیفہ کو تابعیت کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے نہ صرف حضرت انس بن مالک کو دیکھا بلکہ حضرت عبداللہ بن اوفی حضرت سہل بن سعد اور حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ انصاری رضی اللہ علیہم اجمعین کا زمانہ بھی پایا۔ علامہ ابن سعد نے انھیں تابعین کے طبقۂ پنجم میں شمار کیا ہے۔

امام صاحب کی فضیلت اور جلالتِ شان

حضرت امام ابو حنیفہ کے علم وفضل، ذہانت و فطانت، فقہی تبحر اور زہد و ورع پر اولین و آخرین کا اجماع ہے جلیل القدر محدثین اور فقہار آپ کی عظمت اور ولایت کے قائل اور آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، مسعر بن کدام، اعمش، ابن عیینہ، داؤد طائی، یحییٰ بن معین، امام باقر، وکیع، عبدالرزاق بن ہمام، امام جعفر صادق، ایوب سختیانی، ابن جریج اور اوزاعی جیسے ائمہ فن اور باکمال افراد نے آپ کی جلالتِ شان کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ امام شافعی کا قول ہے کہ لوگ پانچ افراد کے محتاج ہیں۔ جو شخص مغازی میں تبحر چاہتا ہے وہ ابن اسحاق کا محتاج ہے۔ جو فقہ میں تبحر چاہتا ہے وہ ابو حنیفہ کا محتاج ہے۔ جو تفسیر میں تبحر چاہتا ہے وہ مقاتل بن سلیمان کا محتاج ہے۔ جو شاعری میں تبحر چاہتا ہے وہ زہیر کا محتاج

ہے اور جو صَرف و نحو میں تبحر چاہتا ہے وہ کسائی کا محتاج ہے۔ امام شافعی حضرت امام ابوحنیفہ کے شاگرد محمد بن حسن شیبانی اور وکیع کے شاگرد تھے۔ امام احمد بن حنبل امام شافعی کے شاگرد تھے۔ امام مالک، جو حضرت امام ابوحنیفہ سے تیرہ سال چھوٹے تھے، آپ کی عظمت اور جلالتِ شان کے معترف تھے۔ اپنی تابعیت اور جامعیتِ کمال کی بنا پر امام صاحب امام الائمہ اور امام اعظم کہلانے کے واقعی مستحق ہیں۔

حضرت امام صاحب کی عبادت و ریاضت اور شب بیداری کی روایت حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ ان کی قبر کی زیارت علماء و صلحاء کے نزدیک مستحسن رہی ہے۔ ابن حجر ہیتمی نے الخیرات الحسان میں امام شافعی کا بیان نقل کیا ہے کہ میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور آپ کی قبر پر جاتا ہوں اور جب مجھ کو کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھ کر آپ کی قبر کے پاس جاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں اور میری وہ حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔

امام صاحب کی سیرت و شخصیّت

امام صاحب کی سیرت جامع الصفات تھی۔ تجارت میں آپ کی دیانت داری ضرب المثل تھی۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ ان کے غلام نے ان کے مال میں تجارت کی اور تیس ہزار کا نفع کمایا۔ امام صاحب کو خیال ہوا کہ اس مال میں کچھ خرابی تھی۔ اس پر انھوں نے ساری رقم خیرات کر دی۔ اسی طرح آپ کی امانت داری مشہور تھی۔ آپ کی ایمان داری اور دیانت کی وجہ سے بہت سارے لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس جمع رکھتے تھے۔ تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ جس وقت امام صاحب کی وفات ہوئی آپ کے گھر میں لوگوں کی پانچ کروڑ کی امانتیں رکھی ہوئی تھیں۔ امام صاحب نہایت ذہین و طباع اور حاضر جواب تھے۔ آپ شب بیدار، رقیق القلب اور کثرت سے تلاوت کرنے والے تھے۔ کثرت سے صدقات و خیرات کیا کرتے تھے۔ ابوبکر معتصمی بیان کرتے ہیں کہ میں تین سال تک امام ابوحنیفہ کے پڑوس میں رہا۔ میں رات بھر ان کو نماز میں قرآن پڑھتے سنتا اور دن بھر اپنے شاگردوں سے فقہی مباحث کے شور و غل میں گھرا ہوا پاتا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کھاتے کب تھے اور سوتے کب تھے۔ امام صاحب علماء و فقہاء کی بڑی سرپرستی فرمایا کرتے تھے۔ اپنی گذر اوقات کے لئے امام صاحب نے ریشمی کپڑوں کی تجارت کا پیشہ اختیار کر رکھا تھا۔ تجارت میں جو نفع ہوتا اس کا معتد بہ حصہ اہلِ علم کی خبر گیری اور طلبہ کی کفالت میں صرف کرتے۔ اساتذہ اور محدّثین کی ضروریات پورا کرنے میں بڑے مستعد تھے۔ ان کی خدمت میں پوشاک وغیرہ کے علاوہ نقد رقم پیش کرتے اور فرماتے کہ میں نے اپنے مال میں سے کچھ نہیں دیا ہے بلکہ یہ سب مال اللہ کا ہے۔ اس نے اپنے فضل سے تمہاری ضرورت پورا کرنے کے لئے مجھے دیا ہے۔ امام صاحب جب

بھی اپنے واسطے یا اپنے اہل و عیال کے واسطے کپڑے یا میوے وغیرہ خریدتے تو علماء و مشائخ کے لئے بھی خریدتے۔ طلبہ کی ضروریات کا خاص خیال رکھتے۔ جمعہ کے دن اپنے شاگردوں کی دعوت کرتے اور طرح طرح کے کھانے پکوا کر ان کو کھلاتے۔ تہواروں کے موقع پر انھیں تحفے تحائف بھجواتے۔ طلبہ کی شادی بیاہ بھی امام صاحب اپنے خرچ پر کرواتے۔ امام صاحب کے یہاں سے شاگردوں کو ماہوار وظیفے بھی ملا کرتے تھے۔ قاضی ابو یوسف، جو امام صاحب کے جلیل القدر تلامذہ میں سے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ بیس سال تک میری اور میرے گھر والوں کی کفالت امام صاحب نے فرمائی۔

امام صاحب کی مجلس مجلس البرکت کے نام سے مشہور تھی۔ اس مجلس میں مختلف طبقوں کے لوگ نہ صرف علمی استفادہ کے لئے بلکہ دنیوی حوائج و ضروریات کے حل کے لئے بھی آیا کرتے تھے۔ لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لئے امام صاحب ہمیشہ تیار رہتے۔ فقیروں اور محتاجوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے بیٹے حماد کو حکم دے رکھا تھا کہ ہر روز دس درم کی روٹیاں خرید کر غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کریں۔ معاشی لحاظ سے امام صاحب خوشحال تھے لیکن اُن کے رہن سہن میں انتہا درجہ کی سادگی تھی۔ گھر میں چٹائیوں کے سوا اور کچھ ساز و سامان نہ تھا۔ امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ مہینہ بھر کی میری خوراک دو درم سے زیادہ نہیں ہے جو اکثر ستّو اور روٹی پر مشتمل ہوتی ہے۔ امام صاحب نے ساری زندگی ایک ہی بیوی کے ساتھ گذاری۔

امام صاحب زبردست عزیمت و استقامت کے مالک تھے۔ عراق کے گورنر ابن ہبیرہ نے اُنھیں عہدۂ قضا کی پیش کش کی لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ اس پر آپ کو کوڑے کی سزا دی گئی پھر بھی آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اسی طرح آپ نے قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بارہ دنوں تک ہر روز آپ کے دس کوڑے لگائے جاتے۔ آپ کو بازاروں میں پھرایا جاتا لیکن اس پر بھی آپ کے پائے استقامت میں جنبش نہ آئی۔ خلیفہ ابو جعفر منصور نے آپ کو عہدۂ قضا پیش کیا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ اس پر منصور کے حکم سے آپ کو قید کر دیا گیا۔ انھیں جیل میں کوڑے لگائے گئے۔ بالآخر جیل ہی میں آپ کو زہر دے دیا گیا جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ فرحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

امام صاحب کا فقہی اصول

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں امام ابو حنیفہ کا قول نقل کیا ہے کہ امام صاحب فرماتے ہیں "میں کتاب اللہ سے اخذ کرتا ہوں۔ اگر وہاں کوئی مسئلہ مجھے نہیں ملتا تو میں سنّتِ رسول اللہ سے لیتا ہوں۔ اور جب وہاں بھی نہ ملے تو صحابہ میں سے کسی کا قول لیتا ہوں اور ان کا قول چھوڑ کر دوسروں کا قول نہیں لیتا۔ اور جب

ابراہیم، شعبی، ابن سیرین اور عطا پر آجائے تو یہ لوگ مجتہد تھے۔ اس وقت میں بھی ان ہی لوگوں کی طرح اجتہاد کرتا ہوں"۔ امام صاحب قرآن و سنّت، آرا رصحابہ اور قیاس کے اصولوں پر کاربند تھے۔ جن مسائل میں نصوص نہیں ملتے تھے ان میں کوفہ کے مروجہ تعامل پر عمل کرتے تھے۔ امام صاحب کے زمانہ میں علمائے اسلام کے دو مشہور گروہ یا مکاتبِ فکر تھے جنھیں اہلِ حدیث اور اہل الرائے کہا جاتا تھا۔ اہلِ حدیث رواۃ، اسناد اور حدیث کے ظواہر کی طرف زیادہ توجہ دیتے تھے جبکہ اہل الرائے حدیث کی درایت اور معانی و مفاہیم پر زیادہ زور دیتے تھے چونکہ وہ اجتہاد اور فقہی استنباط کو زیادہ اہمیت دیتے تھے اس لیے ان کو فقہا رکہا جانے لگا۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو اہل الرائے میں شمار کیا جاتا ہے بایں ہمہ امام صاحب فقہی مسائل میں رائے اور قیاس کو اسی حد تک روا رکھتے تھے جس حد تک اُن کے زمانہ میں دیگر فقہی مذاہب کا دستور تھا۔ امام صاحب کے بعض کوتاہ چشم معترضین نے اُن پر یہ بہتان لگایا ہے کہ وہ معاذ اللہ اپنی رائے کو حدیث پر مقدم رکھتے تھے۔ یہ سراسر کذب وافترا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے بنیادی مراجع قرآن و سنّت تھے اور ان سے مسائل کے استنباط میں ان کی رائے بڑی دقیق اور ان کی بصیرت بڑی گہری ہوا کرتی تھی۔ امام صاحب کے فقہی اور اجتہادی نقطۂ نظر میں رائے کی جو اہمیت ہے اس کی بنیاد حضرت معاذ بن جبل کی حدیث ہے جسے ابوداؤد، ترمذی اور دارمی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ کو یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو ان سے دریافت فرمایا: اے معاذ، تمہارے سامنے کوئی قضیہ یا معاملہ آئے تو تم اس میں کیسے فیصلہ کرو گے؟ انھوں نے فرمایا کہ میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ حضورؐ نے پھر ان سے پوچھا: اگر اللہ کی کتاب میں تمہیں نہ ملے تو پھر کیا کرو گے؟ حضرت معاذ نے کہا کہ میں سنّتِ رسولؐ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے پھر دریافت فرمایا: اگر کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ میں تمہیں نہ ملے تو پھر کیا کرو گے؟ حضرت معاذ نے جواب دیا اجتہد برائی (میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا) اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ کے اس جواب سے خوش ہوئے۔ آپ نے حضرت معاذ کی چھاتی پر دستِ مبارک مارا اور فرمایا: اللہ کی حمد وثنا ہے کہ اس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس پر اللہ کا رسول راضی ہے۔

یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ امام صاحب باوجود قیاس اور رائے کے قائل ہونے کے خبر واحد کو قیاس پر مقدم رکھتے ہیں۔ خبر واحد وہ حدیث یا روایت ہے جس کے راوی ایک یا دو افراد ہوں اور جو عام

طور سے معروف و مروّج نہ ہو۔ اسی طرح امام صاحب ضعیف حدیث کو اور آثارِ صحابہ کو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔ علامہ ابن القیم نے اعلام الموقعین میں امام صاحب پر باندھے گئے اس جھوٹ کی قلعی کھولی ہے کہ آپ حدیث پر قیاس کو مقدم رکھتے ہیں۔ علامہ ابن القیم لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے مذہب میں ضعیف حدیث بھی قیاس اور رائے سے اعلیٰ ہے۔ چنانچہ امام صاحب نے ایک ضعیف حدیث کی بنیاد پر دس درم سے کم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے سے منع فرمایا ہے۔

جہاں تک فقہ اور علمِ شریعت کی تدوین کا تعلق ہے امام صاحب کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے فقہی مسائل کے ابواب قائم کیے۔ پھر ان کی متابعت میں امام مالک نے موطا مرتب کی۔ امام صاحب نے پہلی بار کتاب الفرائض اور کتاب الشروط کو مرتب کیا۔ اسی طرح انھوں نے قانون بین الممالک کو علیحدہ فقہی خانہ میں رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ امام صاحب نے جو مسائل مدوّن کیے ان کی تعداد تیرہ لاکھ تک پہنچتی ہے۔ اسی بنا پر امام شافعی نے فرمایا۔ الناس فی الفقہ عیال ابی حنیفہ (لوگ فقہ میں امام صاحب کے محتاج ہیں)۔

امام صاحب اور حدیث

کبار محدثین مثلاً امام علی بن المدینی، امام ابو زکریا یحییٰ بن معین، وکیع بن الجراح، امام شعبہ بن الحجاج اور عبداللہ بن مبارک وغیرہم امام صاحب کو حدیث میں ثقہ اور معتبر سمجھتے ہیں۔ بہت سارے ثقہ اور بلند پایہ محدثین نے امام صاحب سے احادیث روایت کی ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں انھیں حفّاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ امام مکی بن ابراہیم جو امام بخاری کے استاد تھے انھوں نے امام ابو حنیفہ کی خدمت میں رہ کر حدیث اور فقہ کا استماع کیا اور امام صاحب سے بکثرت حدیثیں روایت کیں۔ امام ابو داؤد سجستانی امام ابو حنیفہ کو الامام کہہ کر پکارتے ہیں۔ امام حاکم اُن کو علمِ حدیث کے ائمہ ثقات میں شمار کرتے ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ نے امام صاحب کو ائمۃ الحدیث والفقہ میں شمار کیا ہے۔ ابنِ خلدون مالکی نے لکھا ہے کہ امام صاحب بلند پایہ محدثوں میں سے ہیں کیوں کہ کبار محدثین نے آپ کے مذہب پر اعتماد کیا ہے۔ حافظ ابن حجر ہیتمی نے الخیرات الحسان میں لکھا ہے کہ جس شخص نے امام صاحب کے بارے میں یہ خیال کیا کہ وہ حدیث میں کم شان رکھتے تھے تو اس کا یہ خیال یا تو تساہل پر مبنی ہے یا حسد پر۔

بعض لوگوں نے امام صاحب پر قلّتِ روایت کا الزام عائد کیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ امام صاحب سے نسبتاً کم حدیثیں مروی ہیں لیکن یہی معاملہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے روایت کردہ حدیثوں کا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ امام صاحب حدیث کی روایت کے معاملہ میں بڑی احتیاط اور باریک بینی سے کام لیا کرتے

تھے۔ وہ روایت باللفظ پر اصرار کرتے تھے۔ اس کے باوجود امام صاحب۔نے چار ہزار احادیث کی روایت کی ہے دو ہزار اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان سے اور دو ہزار دوسروں سے۔ ان میں سے ۲۱۵ احادیث میں امام صاحب منفرد ہیں۔ مولانا زید شاہ صاحب نے زیرِ نظر کتاب میں ایک باب "حضرت امام اور روایتِ حدیث" کے نام سے باندھا ہے۔ اِس باب میں انھوں نے حدیث سے متعلق امام ابوحنیفہ پر کیے گئے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ لیا ہے اور صحاح ستہ اور حدیث کی دیگر معتبر کتابوں کا حوالہ سے امام صاحب کے فقہی اصولوں اور حدیث سے ان کے اعتنا کی تصدیق و توثیق کی ہے۔ اس باب میں انھوں نے امام صاحب کی طرف سے نہایت عمدہ دفاع کیا ہے۔

مجلسِ علمی کی تشکیل

صحیح بخاری شریف کی کتاب العلم (باب ۶۷ یقبض العلم) میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو یوں نہیں اُٹھائے گا کہ بندوں کے سینوں سے نکال لے بلکہ علماء کو موت دے کر علم کو اُٹھالے گا۔ جب کوئی اہلِ علم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا مقتدیٰ بنالیں گے اور اُن سے مسائل دریافت کئے جائیں گے تو وہ علم کے بغیر فتوے دیں گے۔ یوں خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ امام صاحب اس حدیث سے متاثر تھے۔ انھیں اس بات کا اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں علمِ شریعت اس فتنہ کا شکار نہ ہوجائے۔ اسی غرض سے انھوں نے فقہ اسلامی کی تدوین کا بیڑا اٹھایا۔ اس مہتم بالشان مقصد کی برآری کے لئے انھوں نے محض اپنے ذاتی اجتہاد اور رائے پر تکیہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ انھوں نے اپنے شاگردوں میں سے چالیس ممتاز طلبہ کو منتخب کیا اور ان کی ایک علمی مجلس تشکیل دی۔ اس علمی مجلس کے صدر نشین خود امام صاحب تھے۔ اس مجلس تدوین فقہ میں امام ابو یوسف اور زفر بن الهذیل جیسے ماہرینِ فقہ، حفص بن غیاث اور عبداللہ بن مبارک جیسے ماہرینِ حدیث، قاسم بن معن بن عبد العزیز بن عبداللہ بن مسعود اور حسن بن زیاد جیسے لغت اور زبان کے ماہر فضیل بن عیاض اور داؤد طائی جیسے عابد و زاہد بزرگ اور علی بن مسعر اور اسد بن عمرو جیسے ماہرینِ فن شامل تھے۔ اس مجلسِ علمی کے چالیس اراکین میں تفسیر، حدیث، سیرت، بلاغت، صرف و نحو، لغت و ادب اور منطق و ریاضی وغیرہ علوم کے ماہرین تھے جن سے تدوینِ فقہ کا گہرا تعلق ہے۔ اس مجلس نے امام صاحب کی سرکردگی اور قیادت میں تیس برس تک کام کیا۔ امام صاحب کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مجلس میں ایک علمی مسئلہ چھیڑتے۔ پہلے مجلس کے ہر فرد کی رائے دریافت فرماتے اور پھر اپنی رائے کا اظہار کرتے۔ مہینہ بھر بحث مباحثہ کا سلسلہ جاری رہتا۔ جب مسئلہ کے سارے پہلوؤں پر تشفی بخش انداز میں بحث پوری ہوجاتی اور مجلس کے اراکین ایک رائے پر متفق ہوجاتے

توامام ابو یوسف اس کو لکھ لیا کرتے۔ امام صاحب کے سوانح نگار خوارزمی کا بیان ہے کہ اس مجلس میں تراسی ہزار مسائل پیش ہوئے۔ ان میں سے ۳۸ ہزار مسائل کا تعلق عبادات سے اور بقیہ ۴۵ ہزار کا تعلق معاملات سے تھا۔

دیگر ائمہ کے برخلاف امام صاحب نے فقہی مسائل کی تنقیح و تدوین کو انفرادی رائے اور اجتہاد کی جگہ باہمی مشورہ کا پابند بنایا۔ امام صاحب کے فقہی مسلک میں جو وسعت، گہرائی، رواداری اور آفاقیت پائی جاتی ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں نہ صرف امام صاحب کے علم وفضل اور فقہی بصیرت کو بلکہ مختلف علوم وفنون کے ماہرین کی اجتماعی مساعی کو دخل ہے۔ خطیب بغدادی اپنی سند کے ساتھ ابن کرامہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم ایک دن وکیع کی مجلس میں تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ ابو حنیفہ نے خطا کی ہے۔ امام وکیع نے فرمایا کہ یہ کیسے مانا جاسکتا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے خطا کی ہے جبکہ ابو یوسف اور زفر جیسے قیاس داں اور فقیہ، یحییٰ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، حبان اور مندل جیسے حفاظِ حدیث، قاسم بن معن جیسے لغت اور زبان کے ماہر اور داؤد طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زاہد اور متقی ان کے ہم مجلس ہوں۔ اندریں حالات امام ابو حنیفہ کی خطا کیونکر تسلیم کی جاسکتی ہے کیونکہ ان کی موجودگی میں اگر وہ خطا کرتے تو وہ اُن کو راہِ راست کی طرف لوٹا دیتے۔ علامہ خوارزمی یہ پوری روایت بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ پھر امام وکیع نے فرمایا کہ جو شخص امام ابو حنیفہ کے بارے میں یہ کہتا ہے وہ تو جانوروں کی مانند یا ان سے بھی زیادہ گم کردہ راہ ہے۔

امام صاحب پر اعتراضات کی نوعیت

امام ابو حنیفہ، جن کی ثقاہت، علم وفضل، زہد وتقویٰ اور سخاوت وشریعت پر متقدمین اور متاخرین کا اجماع ہے، اپنے معاصرین کے حسد وتعصب کا شکار ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ آپ کے معاندین نے آپ کو کافر، یہودی، معتزلی اور بدعتی تک کہہ ڈالا لیکن آپ نے اس کے جواب میں فراخ دلی اور وسیع القلبی کا مظاہرہ کیا۔ دوسری طرف آپ کے معاصر اہلِ علم اور متاخرین نے آپ کی طرف سے دفاع کیا۔ آپ کی پاک نفسی، عزیمت واستقامت اور تفقہ فی الدین کی شہادت دی اور آپ پر لگائے گئے رکیک الزامات کو حسد وتعصب کا نتیجہ قرار دیا۔

خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ ہجری) نے اپنی مشہور کتاب تاریخ بغداد کے ۴۶ صفحات میں امام صاحب کے علم وفضل، زہد وتقویٰ، بصیرتِ ایمانی اور دیگر اوصاف کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد ۸۵ صفحات میں بعض مجہول الحال، متکلم فیہ اور نامعتبر اشخاص کی طرف سے امام صاحب پر

کی گئی جرحیں نقل کی ہیں جن سے خطیب کے تعصب کا اندازہ ہوتا ہے۔ امام صاحب اپنی ذہانت و فطانت، فقہی تبحر، زہد و خدا ترسی، سخاوت و شرافت اور دیگر اوصاف کی بنا پر اپنے معاصرین پر تفوق رکھتے تھے۔ امام صاحب کی عظمت اور مقبولیت کو دیکھ کر بعض لوگ حسد کرنے لگے اور انہوں نے فاسد آراء و عقائد امام صاحب سے منسوب کرنے شروع کئے تاکہ ان کی رسوائی ہو جس غیر محتاط اور متعصبانہ انداز میں خطیب نے امام صاحب پر کئے گئے اعتراضات نقل کئے ہیں اور نامعتبر راویوں پر تکیہ کیا ہے اس پر اہلِ علم نے گرفت کی ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اور مناقب ابی حنیفہ میں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں، شرف الدین نووی نے تہذیب الاسماء والصفات میں، یافعی نے مرآۃ الجنان میں اور ابن العماد حنبلی نے شذرات الذہب میں اِن جرحوں کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ خطیب کی متعصبانہ روش پر حافظ ابن اثیر الجزری نے خواتم جامع الاصول، علامہ ابن عبدالبر مالکی نے جامع بیان العلم میں اور حافظ ابن حجر مکی نے الخیرات الحسان میں خوب کلام کیا ہے۔ مزید برآں الملک المعظم نے اسہم المصیب میں، علامہ زاہد کوثری نے تانیب الخطیب میں اور مولانا زید شاہ صاحب نے زیرِ نظر کتاب میں خطیب پر خوب گرفت کی ہے۔ اسی طرح حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنّف میں امام صاحب پر بے بنیاد الزامات عائد کئے ہیں۔ حافظ محمد بن یوسف صالحی دمشقی صاحب السیرۃ الشامیہ نے عقود الجمان میں، علامہ زاہد کوثری نے النکت الطریفہ میں اور مولانا زید شاہ صاحب نے اس کتاب میں ابن ابی شیبہ کے ایرادات کا مسکّت جواب دیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ لوگوں نے امام صاحب سے بے سر و پا باتیں نقل کی ہیں۔ ان کا مقصد آپ کو بدنام کرنا ہے اور یہ آپ پر قطعاً جھوٹ ہے۔ مولانا زید شاہ صاحب نے آج کے اِس ہوش رُبا اور پرفتن دَور میں حضرت امام صاحب کے حالات و کمالات پر یہ عمدہ کتاب لکھ کر نہ صرف احسان شناسی کا حق ادا کیا ہے بلکہ ہمیں یہ بھی یاد دلایا ہے کہ

نام نیکو رفتگاں ضائع مکن

حضرت شاہ صاحب اہلِ علم کی طرف سے شکریہ اور مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ہمارے لئے یہ بیش قیمت علمی سوغات فراہم کی۔ زیرِ نظر کتاب اس لائق ہے کہ تعلیم یافتہ اور بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو۔

ہمارے زمانہ میں بعض کوتاہ چشم اور نام نہاد اہلِ علم نے امام صاحب کی شان میں گستاخانہ انداز میں، کلام کیا ہے اور ان کی دینی و علمی مساعی اور ان کے رتبہ کا استخفاف کرنے کی سعی مذموم

کی ہے۔ مگر مثل مشہور ہے کہ چاند کا تھوکا منہ پر آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ تم اگر کسی کو دیکھو کہ وہ امام ابو حنیفہ پر اعتراضات کرتا ہے اور ان کو برائی سے یاد کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ شخص کم علم ہے۔ اس کی معلومات کا دائرہ تنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو عُجب، عیب جوئی اور خود بینی سے محفوظ رکھے اور اپنے اسلاف کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

۹ر صفر المظفر ۱۴۱۲ھ
۲۰ر اگست ۱۹۹۱ء

تبصرہ مولانا سید اخلاق حسین دہلوی ۱۳۔ لال محل، بستی نظام الدین نئی دہلی

حضرت مولانا ابوالحسن زید صاحب ازہری مدظلہ العالی علماء و مشائخ عصر میں بے مثیل اور علم و فضل میں یگانۂ روزگار ہیں۔ بحر العلوم و بحرِ ذخار ہیں۔ بلند پایہ ادیب اور نکتہ رس نقاد و محقق ہیں۔ آج تک جو کچھ آپ کے قلم سے نکلا ہے معقولیت سے اس پر حرف گیری کی گنجائش نہیں ہیں۔ ہر کہیں پوری پوری دادِ تحقیق دی ہے اور بلاخوف لَوْمَۃَ لَائِمٍ غیر جانب داری سے اظہارِ خیال فرمایا ہے۔

امامِ اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اللہ پاک کی آیتوں میں سے ایک آیت تھے۔ علمِ فقہ میں کوئی ان کا ہمسر اور ہم ردیف نہیں۔ حفّاظِ حدیث میں بھی بلند تر مقام پر فائز ہیں۔ آپ کی بکثرت سوانح حیات لکھی گئی ہیں اور ہر لکھنے والے نے غیر جانبداری سے دادِ تحقیق دی ہے۔ حضرت مولانا صاحب نے بھی اس موضوع پر قلم اُٹھایا اور کمالِ جامعیت سے دادِ تحقیق دی ہے۔ یہ سوانح کیا ہے، حیاتِ امامِ اعظم کی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ حضرت موصوف نے معتبر و قدیم کتب میں حضرت امام صاحب سے متعلق جو کچھ بھی ملا دہ بعینہٖ صحت کے ساتھ جمع کر دیا ہے سلیس اردو زبان میں ترجمہ بھی کر دیا ہے اور بقیدِ صفحہ کتاب کا نام بھی لکھ دیا ہے۔ اس سے عام و خاص خاطر خواہ مستفید ہو سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ آئندہ کا سوانح نگار جو حضرت امام اعظمؒ پر لکھے گا وہ بھی اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتا کہ یہ کتاب مخزن ہے حضرت امام اعظمؒ سے متعلق جملہ معتبر معلومات کا۔ حضرت موصوف نے محل بمحل بعض امور کی وضاحت بھی فرما دی ہے جو ضروری تھی۔

حضرتِ موصوف نے ضعیفی کے باوجود بڑی مشقت سے اور بڑی لگن سے اِس خدمت کو انجام دیا ہے اور ملّتِ حنفیہ پر یہ احسانِ عظیم ہے۔ یہ کتاب اہلِ سنّت کے لئے مشعلِ راہ ہے اور اہلِ قلم کے لئے خضرِ راہ ہے اور اگر تنگ نظری سے کنارہ کش رہ کر حضرت امامِ اعظمؒ کے معاندین مطالع

کریں تو وہ نورِ ہدایت پائیں گے۔ مجموعی طور سے یہ کتاب معلومات افزا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اِس کتاب کو مقبولیت سے نوازیں اور حضرت مولانا موصوف کو اجرِ جزیل عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اخلاق حسین دہلوی